أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

www.KitaboSunnat.com

جلد سوم

از قلم شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

تقدیم فضیلۃ الشیخ محمد حسین ظاہری حفظہ اللہ

تقریظ پروفیسر محمد جمن کنبھر حفظہ اللہ

اعداد الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

- کیا حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟
- کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے؟
- ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ
- صحیح آٹھ رکعت تراویح
- فقہ و حدیث
- فقہ حنفی کا دوسرا رخ
- لفظ فقہ کا اصلی مفہوم
- حرمت مصاہرت بالزنا کا حکم
- ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیے گئے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ
- اہل حدیث کے امتیازی مسائل
- مسلک اہلحدیث پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت

نعمانی
NOMANI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مقالاتِ راشدیہ

جلد سوم

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ
ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

مقالاتِ راشدیہ

جلد دوم

تالیف

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ محمد حسین ظاہری حفظہ اللہ

تقریظ

پروفیسر محمد جمن کنبھر حفظہ اللہ

اعداد

الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

باہتمام

حافظ ثناء اللہ خاں (بیرانی)

تاریخ اشاعت

فروری 2012ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر

نعمانی کتب خانہ

لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

NOMANI

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by

Al MAKTBA TUL RASHDIA

Mirpur khas sindh Pakistan.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

از قلم شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

تقدیم فضیلۃ الشیخ محمد حسین ظاہری حفظہ اللہ تقریظ پروفیسر محمد جمن کنبھر حفظہ اللہ

اعداد الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

جلد سوم

3

www.KitaboSunnat.com

- کیا حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟
- کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے؟
- ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ
- صحیح آٹھ رکعت تراویح
- فقہ حدیث
- فقہ حنفی کا دوسرا رخ
- تقلید کا اصلی مفہوم
- حرمت مصاہرت بالزنا کا حکم
- ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پڑ جانے کے دلائل کا علمی وتحقیقی جائزہ
- اہل حدیث کے امتیازی مسائل
- مسلک اہل حدیث پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت

NOMANI

ناشر:
المکتبۃ الراشدیہ
میرپور خاص (سندھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

المقالة الأولى

حكم الصلاة خلف الإمام الحنفي

کیا حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ 33

www.KitaboSunnat.com

المقالة الثانية

اظهار السرّ الخفي في جواز القرأة خلف الإمام للحنفي

کیا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے؟ 53
امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے ہاں قراءۃ خلف الامام صحیح ہے 54

المقالة الثالثة

ضرب اليدين على منكري رفع اليدين

ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ 63
تفصیلی جواب 66

المقالة الرابعة

الوسيق في جواب الوثيق

تصحیح آٹھ رکعت تراویح 103
علماء احناف 128
شوافع کا مذہب 132
حنابلہ کا مذہب 134
مالکیہ کا مذہب 134

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الخامسة

التنقيد المضبوط في تسويد تحرير الملبوط

- فقہ وحدیث 141
  - وجہ تحریر 143

المقالة السادسة

المبسوط المضبوط في جواب المخطوط المهبوط

- فقہ حنفی کا دوسرا رخ 249
  - ہمارا اصول 259
  - ہمت ہے تو اعتراض کریں؟ 260
  - جرأت ہے تو...... 263
  - نواب وحید الزمان پر الزامات کی اصل حقیقت 264
  - علماء احناف کا بھنگ کے متعلق فتویٰ 274
  - بھنگ مباح ہے اس کے استعمال کرنے پر کوئی حد نہیں 274
  - کتے کی ہڈیوں سے علاج 275
  - متعہ، احناف کے نزدیک 280
  - فقہ حنفی اور دُبر میں وطی 286
  - فقہ حنفی اور شراب 293
  - فقہ حنفی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) 296
  - تصویر کا دوسرا رخ 299
  - بیس رکعات تراویح پر دعویٰ اجماع؟ 305
  - آٹھ رکعات تراویح اور علمائے احناف 308
  - امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور نمازِ تراویح 311

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمۃ اللہ اور نماز تراویح 311
مسجدیں اور محراب 312
اجمالی جواب 317
گمراہ فرقوں کی بنیاد کون؟ 319
مرزا غلام احمد قادیانی حنفی تھا 320
حنفیہ اور معتزلہ 321
فقہ حنفی یا پُوں چُوں کا مُربہ 324
عقیدہ اہلحدیث 327
مولانا عبدالحئی لکھنوی اور اہلحدیث 333
اہلحدیث اور قاضی ابو یوسف 334
مسئلہ رفع الیدین 338
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین کون کرتا ہے؟ 338
تحقیقی پہلو 343
دوسرے ناقدین کے اقوال 343

المقالة السابعة

التفصيل الجليل في ابطال التأويل العليل

لفظ فقہ کا اصلی مفہوم 347
وجہ تحریر 349
کیا فقہ قرآن وحدیث کو کہتے ہیں؟ 349

المقالة الثامنة

ذل أتول في تحقيق تحرير المجهول

حرمت مصاہرت بالزنا کا حکم 371
حرام کام کے ارتکاب سے حلال کام حرام نہیں ہوتا 373

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف 374
- علامہ ابوالولید الباجی کا مؤقف 374
- قاضی ابوبکر ابن العربی کا مؤقف 375
- امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف 375
- امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف 376
- علماء احناف کے نزدیک حرمت مصاہرت کے شروط 377
- امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف 381
- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف 381
- محرر مجہول کے دلائل اور ان کے جوابات 393
- مجہول محرر کی دوسری دلیل 396
- تیسری دلیل 399
- چوتھی دلیل 399
- دلیل نمبر ۱ 402
- دلیل نمبر ۲ 403
- آثار صحابہ اور مسئلہ حرمت مصاہرت 405
- آثار تابعین اور مسئلہ حرمت مصاہرت 411
- حسن بصری 412
- شعبی 412
- طاؤس 413
- مجاہد 413
- عطاء 414
- قتادہ 418
- ابو ہاشم 418
- عکرمہ 418

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جابر بن زید 419
- مکحول 420
- مسروق 420
- الزہری 421
- ابن مقرن 421
- ابراہیم نخعی 421

المقالة التاسعة

حكم الطلاق الثلاث في مجلس واحدة

- ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیئے گئے دلائل کا علمی وتحقیقی جائزہ 441
- مرتان کا مفہوم 443
- حلالہ ایک ملعون فعل ہے 447
- دارقطنی کی روایت کی حیثیت 451
- البتۃ کی تحقیق 452
- امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا حکم تعزیزاً تھا 461

المقالة العاشرة

مسائل السلف

- اہل حدیث کے امتیازی مسائل 469
- روح کی غذا 471
- اہلحدیث کے امتیازی مسائل 473
- پہلا مسئلہ 474
- ظہر کے وقت کا تعین 474
- دوسرا مسئلہ 475
- نقض الوضوء بمس الذکر 475

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا 475
- تیسرا مسئلہ 476
- نقض الوضوء باکل لحم الابل 476
- اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کا ٹوٹنا 476
- چوتھا مسئلہ 477
- قے، خون بہنے اور ہنسنے سے وضو کا ٹوٹنا 477
- پانچواں مسئلہ 478
- فاتحہ خلف الامام 478
- احناف کے دلائل اور ان کے جوابات 483
- وضع الیدین علی الصدر 489
- حالت قیام میں سینے پر ہاتھ باندھنا 489
- ساتواں مسئلہ 491
- آمین بالجہر 491
- آٹھواں مسئلہ 492
- رفع الیدین 492
- نواں مسئلہ 495
- تورک 495
- آخری تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ 495
- دسواں مسئلہ 496
- جلسۂ استراحت 496
- گیارھواں مسئلہ 497
- وتر 497
- تعداد رکعات 497
- بارھواں مسئلہ 499
- تعداد رکعات تراویح 499

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الحادية عشر

براءة اہلحدیث

مسلک اہلحدیث پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت 503

- عقل کا تقاضہ 504
- ہماری دعوت 505
- محمدی جماعت 505
- اہلحدیث کی نسبت 505
- حقیقی آزادی 506
- خالص دین 506
- ملاوٹ والا مذہب 506
- دیوبندیت کی اصلیت 507
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہلحدیث تھے 507
- چاروں فرقے بعد کی پیداوار ہیں 508
- قاضی ابو یوسف کی شہادت 508
- اہلحدیث کا مذاہب والوں پر احسان اور ان کی ناشکری والا سلوک 509
- انصاف کا ترازو 509
- اہلحدیث کے معنی 509
- اہلحدیث اور اہل سنت 510
- سنت اور حدیث 510
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں چھوڑی ہیں 511
- بناوٹی سنت 511
- جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان 512
- اہلحدیثوں کے دشمن کون ہیں؟ 512
- پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے نزدیک حنفیوں کا درجہ 514
- حنفیہ مرجیہ 514

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قرآن میں تحریف 515
- تحریف کی دوسری مثال 517
- تحریف کی تیسری مثال 518
- وحی الٰہی کی عزت 518
- دیوبند کا صد سالہ جشن اور اندرا گاندھی 519
- حنفی قاعدہ (اصول) 519
- دیوبند کے مدرسہ کا طریقہ 520
- صحیح حنفی مذہب 521
- تدوین فقہ حنفی کا تاریخی جائزہ 522
- قرآن اور حدیث کی شان 523
- چار مذہب صدی کے بعد شروع ہوتے 525
- عجیب مثال 525
- چار مذہب کہاں سے آئے 525
- احناف کے نزدیک قرآن کی عزت 526
- احناف کے نزدیک حدیث کی عزت 527
- احناف کے چند عجیب وغریب مسائل 528
- جبری طلاق (زبردستی کی طلاق) 528
- محدثین کی کتاب الصلوٰۃ 529
- جھوٹی گواہی 529
- رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ 530
- قرآن کی سورتوں کا انکار 530
- سورۂ فاتحہ کا انکار 531
- ختم نبوت کو کون مانتا ہے؟ 531
- رسول اللہ ﷺ نے دین کو مکمل پہنچایا ہے 532
- دیوبندی کلمہ اور درود 532
- اہلحدیث کے بارہ میں تصدیق احناف کی زبانی 534

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

میں نے ۱۹۷۶ء کے آخر میں مسلک اہلحدیث قبول کیا اس کے بعد میرے محسن و مربی چوہدری عبد الحق حفظہ اللہ نے شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بتایا کہ عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت ہیں، شرک و بدعت اور حنفیت کی بیخ کنی ان کا خاص موضوع ہے۔ چونکہ میرے والد ❶ صاحب انتہائی متعصب دیوبندی حنفی تھے اور مسلک اہلحدیث کے سخت مخالف تھے میرے مسلک اہل حدیث قبول کر لینے کے بعد ان کے موقف میں زیادہ سختی آ گئی اور گھر میں اکثر و بیشتر بحث مباحثہ ہوتا جس کی وجہ سے میں بھی حنفیت کے خلاف کتاب و سنت کے دلائل تلاش کرتا رہتا جب اس بات کا علم ہوا کہ جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ حنفیت پر بھی عبور رکھتے ہیں تو مجھے ان سے ملنے کا بہت زیادہ اشتیاق ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا کیے پہلی مرتبہ صرف ''للہ فی اللہ'' ملاقات کے لیے ۳۰ اپریل ۱۹۷۹ء کو اوکاڑہ سے رخت سفر باندھا اور یکم مئی کو ان کی اقامت گاہ ''نیوسعید آباد'' میں حاضر خدمت ہوگیا۔ پروگرام بنایا تھا کہ جناب شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری اور کراچی وحیدر آباد کی سیر و سیاحت کر کے ایک ہفتہ میں واپس اوکاڑہ پہنچ جاؤں گا لیکن موصوف کی محبت و شفقت، اخلاص و اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہفتہ تو ان کے ہاں ہی ٹھہرا رہا جس میں ان کے ساتھ ماتلی کے علاقہ میں ایک جلسہ میں شرکت بھی شامل ہے۔

ایک ہفتہ بعد اجازت چاہی تو موصوف نے مزید قیام کا اصرار کیا تو میں نے وعدہ کر لیا کہ کراچی سے واپسی پر دوبارہ حاضری دوں گا یوں اجازت لے کر کراچی روانہ ہوگیا اور پانچ دن بعد نیوسعید آباد

❶ الحمد للہ ثم الحمد للہ آخر وقت میں والد صاحب نے حنفیت اور دیوبندیت کے عقائد سے براءت کا اظہار کر دیا تھا اور ایک صحیح مؤمن کے جو عقائد ہوتے ہیں وہ قبول کر لیے۔ (ظاہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گیا۔ تقریباً پانچ دن بعد موصوف ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوئے تو میں بھی ساتھ ہولیا۔ سہ روزہ تبلیغی پروگرام سے فراغت کے بعد میں اجازت لے کر اوکاڑہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد مسلسل رابطہ رہا آخر کار یہ ملاقات ۱۹۸۰ء میں استاذی شاگردی میں تبدیل ہوگئی جب میں نے باضابطہ نیوسعید آباد جا کر موصوف سے ابتدائی تعلیمی کا آغاز کیا اس دوران مجھے فتاویٰ ومضامین املاء کرواتے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے جب میں نے ان کے سامنے تحریری طور پر یہ سوال پیش کیا کہ ''سوال: حنفی مذہب رکھنے والوں کے پیچھے یعنی ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالبرهان توجبوا الأجر من الله المنان.

جناب شیخ العرب والعجم نے اس کا تفصیلی جواب راقم وسائل کو ہی املاء کروایا اور اس کا نام بھی انھوں نے خود تجویز کیا ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے''

چونکہ یہ میرا ذاتی شوق اور سوال تھا اس لیے مجھے اس کے تفصیلی جواب سے بے حد خوشی ہوئی تو میں نے بذاتِ خود ۱۹۸۱ء میں کتابت کروا کر طبع کروایا۔

پہلا ایڈریس: مکتبہ راشدیہ، آزاد پیر جھنڈا نیوسعید آباد۔

دوسرا ایڈریس: مکتبہ ظاہریہ، ۲۸ لالہ زار کالونی اوکاڑہ، لکھا۔

کچھ عرصہ بعد پروفیسر حافظ عبد اللہ صاحب بہاولپوری رحمہ اللہ نے ''اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کے پیچھے'' کے عنوان سے رسالہ لکھا جو کہ مطبوع ہے۔ اسی طرح شیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ نے ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کے عنوان سے کتابچہ لکھا۔ دلائل و براہین کے اعتبار سے ہمارے شیخ محترم شیخ العرب والعجم کا ہی فتویٰ بہترین اور تفصیلی ہے۔

آج یہ الفاظ ضبط تحریر لاتے ہوئے نہایت خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے فاضل دوست شیخ افتخار احمد ازھری متعنا اللہ بطول حیاتہ نے مقالاتِ راشدیہ کی تیسری جلد تیار کی ہے اور اس میں سب سے پہلا رسالہ جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں میں شامل کیا ہے اور عنوان قائم کیا ہے ''حكم الصلاة خلف الإمام الحنفي'' یعنی حنفی امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست نہیں؟ اگر ازہری صاحب ہمارے استاذ محترم کا ہی تجویز کردہ عنوان برقرار رکھتے تو بہتر تھا بہر حال میں اس کاوش پر انھیں دل کی اتھاہ گہرائیوں پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے نہایت محنت وکوشش کر کے یہ مقالات کا مجموعہ تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی جھود کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

حنفی اہل الرائے والقیاس ہیں اور اہم اہل الوحی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عقائد میں اشعری اور ماتریدی ہیں اہل سنت نہیں امام ابوحنیفہ کے مقلدین کو محدثین اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ اس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ، للشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، "الماتریدیہ" "جهود علماء الحنفية" للشیخ الدکتور شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ غنیۃ الطالبین میں دیکھیں۔ نیز عقیدہ اہل سنت والجماعت للشیخ محمد ابراہیم الحمد مترجم عبدالجبار سلفی۔ نظر ثانی و حواشی راقم نے تحریر کیے ہیں۔ میرے ادارہ کی طرف سے ہی مطبوع ہے۔

بہرحال امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے خلاف حنفی حضرات نے ایک تحریک شروع کر رکھی ہے جو کہ آج اپنے آخری سانس لے رہی ہے علمائے حدیث نے اس مسئلہ کو خوب واضح کیا اور بیسیوں کتابیں لکھی گئیں جس کے نتیجہ میں آج ایک جم غفیر اس مسئلہ کا قائل و فاعل ہے ہمارے شیخ محترم نے بھی اس مسئلے کو حنفی ائمہ وعلماء کے اقوال و کتب سے کھنگال کر رسالہ کی شکل دے دی ہے جو کہ اس وقت مقالاتِ راشدیہ کی صورت میں آپ کے سامنے ہے ہمارے شیخ کی رات دن تحریری وتقریری محنت شاقہ کا ہی نتیجہ ہے کہ آج صوبہ سندھ میں اچھی خاصی تعداد اس پر عامل ہے۔

چونکہ سندھ میں جہالت بھی زیادہ تھی اور پیری مریدی کی وجہ سے لوگ اہل حدیث سے بہت بدکتے اور رفع الیدین جو کہ بطور خاص اہل حدیث (وہابی کہہ کر جنھیں بدنام کیا گیا اور اس لفظ کو بطور گالی اور طعن وتشنیع استعمال کیا گیا) کی پہچان اور شعار تھا [دیکھیں امام ابواحمد حاکم کبیر کی کتاب "شعار أصحاب الحديث" اور ہمارے شیخ العجم والعرب کی کتاب جلاء العینین ص ۱۴۲، ۱۴۳ الأنساب للسمعانی ورق ۱۱۸۔ ۱۱۹ (مصور) صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶ جلد ۳، (مطبوع)] کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے پراپیگنڈے کی بناء پر اہل حدیث کو بدنام کیا جاتا اور لوگوں کو یہ باور کروانے کی یہ ناکام کوشش کی جاتی کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ منسوخ ہے، ابتدائے اسلام میں لوگ بغلوں میں بت لے کر آتے تھے اس لیے عند الرکوع رفع الیدین کا حکم دیا گیا بعد میں منع کر دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر باقاعدہ رسائل و کتب لکھی گئیں۔

اسی ضرورت کے پیش نظر ہمارے شیخ محترم نے اس مسئلہ پر بھی خوب لکھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ الباری کے رسالہ "جزء رفع اليدين" کی تخریج عربی میں کی اسے ایک کتاب بنا دیا جو "جلاء العينين بتخريج روايات البخاری فی جزء رفع اليدين" کے نام سے پاکستان میں ادارة علوم الاثریۃ فیصل آباد اور بیروت سے دار ابن حزم نے "كتاب رفع اليدين فی الصلاة" کے نام سے شائع کیا ہے۔ البتہ ادارة علوم الاثریۃ فیصل آباد کی طبع زیادہ مفید ہے کیونکہ اس میں ہمارے دو شیوخ کے جو حواشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شامل ہیں۔ ❶...... فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری محدث حفظہ اللہ۔ ❷...... فضیلۃ الشیخ فیض الرحمان ثوری محدث رحمہ اللہ (شیخ ثوری صاحب سے راقم نے سند اجازہ حاصل کی ہے)

اردو اور سندھی زبان میں بھی رسائل لکھے اور کئی اور ایک حنفی مولویوں کے جوابات بھی لکھے چونکہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اس لیے جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے دلائل کے انبار لگا دیتے۔ طریق استنباط اس قدر قوی اور مضبوط ہوتا کہ تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ فقہ حنفی پر بھی عبور رکھتے تھے اور آئے دن حنفی حضرات کی طرف سے اہل حدیث کے خلاف زہر افشانی ہوتی رہتی تھی اس لیے فقہ حنفی کا بھی جائزہ لینا ضروری تھا۔ فقہ حنفی جس کا اصل موضوع تو قبل اور دبر ہی ہے جیسا کہ درج ذیل مسائل پڑھ کر آپ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

①: "رجل قال لإمراته إن لم يكن فرجي أحسن من فرجك فأنت طالق وقالت المرأة إن لم يكن فرجي أحسن من فرجك فجاريتي حرة قال الشيخ الإمام ابوبكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالىٰ إن كانا قائمين عند المقالة برّت المرأة وحنث الزوج وإن كانا قاعدين برّ الزوج وحنثت المرأة لأن فرجها حالة القيام أحسن من فرج الزوج وحالة القعود الأمر على العكس وإن كان الرجل قائما والمرأة قاعدة قال الفقيه أبوجعفر رحمه الله تعالىٰ لا أعلم هذا قال وينبغي وإن كان الرجل قائما والمرأة قاعدة قال الفقيه أبوجعفر رحمه الله تعالىٰ لا أعلم هذا قال وينبغي أن يحنث كل واحد منهما لأن شرط البرّ في كل يمين أن يكون فرج أحدهما أحسن وعند التعارض لا يكون أحدهما أحسن فيحنث كل واحد منهما." (فتاویٰ عالمگیری صفحہ ٤٣٥، جلد اوّل)

ترجمہ: "ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ "إن لم يكن فرجي أحسن من فرجك فأنت طالق"...... "یعنی اگر میرا آلہ تناسل تیری فرج سے اچھا نہ ہو تو تو طالقہ ہے۔" اور عورت نے کہا اگر میری فرج تیرے آلہ تناسل سے اچھی نہ ہو تو میری باندی آزاد ہے۔ تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس گفتگو کے وقت دونوں کھڑے ہوں تو عورت قسم میں سچی ہوگی اور مرد حانث ہو جائے گا اور اگر دونوں بیٹھے ہوں تو شوہر سچا ہوگا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت حانث ہو جائے گی۔ اس واسطے کہ عورت کی فرج حالتِ قیام میں مرد کے آلہ تناسل سے بہتر ہے اور بیٹھنے کی حالت میں امر برعکس ہے اور اگر مرد کھڑا ہو عورت بیٹھی ہو تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ میں اُس کو نہیں جانتا ہوں اور فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا حانث ہونا چاہیے اس واسطے کہ دونوں قسموں میں سے ہر ایک کا سچا ہونا اسی طور پر ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک حانث ہوگا۔''

(فتاویٰ عالمگیریہ، جدید اُردو، جلد نمبر ۲، ص ۴۰۸، ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۲: ”ولو قال لإمرأتين له أوسعكما فرجا هي طالق يقع على أعجفهما وقال الشيخ الإمام ظهير الدين يقع على أرطبهما كذا في الخلاصة.“

(فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۴۳۵، جلد اوّل)

ترجمہ: ''اگر مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں جس کی فرج وسیع ہے وہ طالقہ ہے تو دونوں میں سے دُبلی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور شیخ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ دونوں میں سے جو ارطب ہو یعنی بلغمی مرطوب ہو اُس پر طلاق واقع ہوگی یہ خلاصے میں ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیریہ، جدید اُردو، جلد نمبر ۲، ص ۴۰۹، ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۳: ”رجل قال لإمراته إن لم يكن زكري أشد من الحديد فأنت طالق لا تطلق لأنه لا ينتقص بالإستعمال.“

(فتاویٰ عالمگیری جلد ۱، صفحه ۴۳۶)

ترجمہ: ''ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میرا ذَکر یعنی آلہ تناسل لوہے سے زیادہ شدید نہ ہو تو تو طالقہ ہے تو عورت طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ آلہ تناسل استعمال سے ناقص نہیں ہوتا ہے۔ یہ خلاصے میں ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیریہ، جدید اُردو، جلد نمبر ۲، ص ۴۰۹، ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۴: ”ولو نظر المصلي إلى المصحف وقرأ منه فسدت صلاته لا إلى فرج إمرأة بشهوة لأن الأول تعليم وتعلم فيها لا الثاني.“

(الأشباه والنظائر صفحه ۴۱۸ لابن نجيم)

''اگر نمازی نے حالتِ نماز میں قرآن مجید پر نظر ڈالی اور اس سے پڑھ لیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اگر دورانِ نماز ہی بحالت شہوت عورت کی شرم گاہ دیکھی تو نماز فاسد نہیں اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ قرآن مجید کو دیکھنا تعلیم وتعلّم میں داخل ہے جبکہ عورت کی شرم گاہ دیکھنا اس میں داخل نہیں۔''

⑤: ''جس عورت کو طلاق بھی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعیت ہوجائے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔''

(فتاویٰ عالمگیری، اُردو ترجمہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۱، طبع قانونی کتب خانہ لاہور)

⑥: ''اگر آدمی سے قبل یا دبر میں جماع کیا اور حشفہ غائب ہوگیا سونے کی حالت میں یا جاگنے کی اور خوشی سے یا زبردستی سے عذر سے بلا عذر سے قصداً ہو یا بھول کر انزال ہو یا نہ ہو عورت نے آدمی یا گدھے وغیرہ کا ذکر کٹا ہوا اپنی فرج میں داخل کرلیا اور وقوفِ عرفہ سے پہلے یہ فعل کیا تو حج فاسد ہوگیا اور دم واجب ہوگیا۔'' (معلم الحجاج ملقب بہ اُشرف المناسک، مؤلف مولوی سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، صفحہ ۱۵۷، طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

⑦: ''لکڑی دبر میں ڈالی اگر ایک سرا باہر رہا تو روزہ فاسد نہیں۔''

(درمختار، غایۃ الاوطار اردو ترجمہ، صفحہ ۵۶۳، جلد اوّل)

⑧: ''دبر یا فرج میں انگلی ڈالی اگر خشک نکلی تو روزہ فاسد نہیں۔''

(درمختار، غایۃ الاوطار اردو ترجمہ، صفحہ ۵۶۴، جلد اوّل)

⑨: ''روزہ میں ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ فاسد نہیں۔'' (درمختار صفحہ ۵۶۴ جلد اوّل)

⑩: ''چوپایہ کی فرج یا مردے سے جماع کرے اگر انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں۔''

(درمختار صفحہ ۵۶۴، ج ۱)

⑪: ''عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے سے اگر انزال ہوجائے اگرچہ دیر تک دیکھنے اور فکر کرنے کے بعد ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔'' (درمختار ص ۵۶۲، جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۹۱، جلد ۱)

⑫: ''استنجا کرنے کے لیے قبلہ کی داہنی طرف یا بائیں طرف منہ کرکے بیٹھے اور اعضاء کو ڈھیلا کردے مگر جبکہ روزہ دار ہو تو مقعد کو ڈھیلا نہ کرے۔'' (ظہیر المبتدی اردو ترجمہ منیۃ المصلی، ص نمبر ۲، طبع حاجی چراغ دین سراج دین ناشران کتب کشمیری بازار لاہور)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالکل فارغ البال تھے اور ان کا موضوع ہی تحت السرۃ ہے زندگی کے مختلف مراحل ومواقع خواہ عبادت، طہارت، نماز، روزہ، حج سے متعلق ہوں یا نکاح، طلاق، حدود ان میں بھی آپ کو قبل اور دبر کا اخلاق سوز تذکرہ ملے گا۔ نیز کتاب وسنت کی صریح مخالفت اور استہزاء بھی اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کا موضوع ہے اس کے باوجود یہ دعویٰ کہ حنفی مذہب حق ہے۔

بذاتِ خود اس بات کے بھی معترف ہیں کہ:

"مذهبنا صواب يحتمل الخطأ ومذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب ."

(در مختار اُردو، صفحہ ۲۶، جلد اوّل)

''ہمارا مذہب صحیح ہے غلط بھی ہوسکتا ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے صحیح بھی ہوسکتا ہے۔''

حرمت مصاہرت بالزنا کا مسئلہ بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ شیخ موصوف نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ دلائل و براہین اور اقوال سلف کی روشنی میں احقاق حق اور ابطال باطل کر دیا اور احناف کی بچگانہ فقاہت کی حقیقت بھی آشکارا کر دی۔

بہرحال مقالات راشدیہ کی تیسری جلد بھی انفرادی نوعیت کی حامل اور عظیم علمی شاہکار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ہمارے مربی، محسن، استاذ محترم شیخ العرب والعجم کی حسنات میں شمار کرے اور صدقۂ جاریہ "علم ينتفع به" بنائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے فاضل دوست الشیخ افتخار احمد الازھری حفظہ اللہ کو توفیق مزید دے کہ وہ بقیہ جلدیں بھی جلد از جلد منظر عام پر لائیں اور دین حنیف اور مسلک اہل حدیث کی مزید خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

ابوخزیمہ محمد حسین ظاہری

۲۸۔ لالہ زار کالونی اوکاڑہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبه ومن اقتدٰی بهدیه الی یوم الدین . امّا بعد!

حق اور ناحق، سچ اور جھوٹ اور خیر اور شر کے درمیان کشمکش اور کھینچا تانی تب سے برابر چلی آ رہی ہے جب سے اس کرۂ ارض پر وحی الٰہی کا نزول اور انبیاء ورسل علیہم السلام کا آنا شروع ہوا تھا اور قیامت کی صبح قائم ہونے تک یہ معرکہ چلتا رہے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ اس نے ہر دور میں حق کو ناحق سے ٹکرایا ہے اور پھر حق کو نکھار کر اور ناحق کو برباد ورسوا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۸)

”بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمھارے لیے باعث خرابی ہیں۔“

علماء اس اُمت اجابت کے نہایت ذمہ دار فرد ہیں کیونکہ ان کے سینوں میں قرآن وحدیث کا نور موجود ہے۔ ان پر حق بنتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں بغیر کسی ڈر وملامت کے حق بات کہہ دیں۔ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس نے (امیر المومنین) معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے حج والے سال میں سنا۔ وہ (مدینہ منورہ میں) یہ فرما رہے تھے۔ انھوں نے بالوں کی ایک چوٹی، جو کہ ان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھی، لے کر کہا:

((این علماء کم؟ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ ینھی عن مثل ھذہ ویقول:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انّما هلكت بنو اسرائيل حين اتّخذه هذه نسائهم .)) (صحيح بخاری: ٥٩٣٢، صحيح مسلم: ٥٥٧٨، ابوداؤد: ٤١٦٧، مؤطا مالك (رواية ابن القاسم: ٢٨)

''کہاں ہیں تمھارے علماء، میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا تھا کہ آپ اس طرح بال بنانے سے منع فرما رہے تھے اور (مزید) فرمایا: بے شک بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہوگئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح اپنے بال سنوارنے شروع کر دیے تھے۔''

بالوں کے ایک گچھے کو دیکھ کر وقت کے امیر المومنین کو، شوہر، باپ، بھائی یا گھر کا بڑا فرد یاد نہیں آیا بلکہ آپ نے مدینہ منورہ میں بسنے والے علماء کو یاد کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ تب ہو رہا ہے جب علماء خاموش ہیں۔ امام اہلسنّت والحدیث احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو ایک شخص نے کہا: میرے لیے یہ بات مشکل ہے کہ میں کہوں کہ فلاں شخص ایسا ہے اور فلاں ویسا، تو امام موصوف رحمہ اللہ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"اذا سكتّ انت وسكتّ انا فمتى يعرف الجاهل الصّحيح من السقيم." (مجموع الفتاوى: ٢٨/ ٢٣١)

''اگر آپ بھی خاموش ہو جائیں اور میں بھی چپ رہوں تو پھر جاہل کو کیسے معلوم ہوگا کہ (کون سی بات) صحیح ہے اور (کون سی بات) غلط ہے۔''

سلف صالحین رحمہم اللہ نے سنت کے احیا اور بدعت کی بیخ کنی کے سلسلہ میں نہ صرف عملاً کام کیا بلکہ اپنے علم اور فہم کے بنیاد پر بیش بہا نصیحتیں بھی کیا کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ، شیخین رحمہما اللہ کے جلیل القدر شیخ ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"الذّبّ عن السُّنة افضل من الجهاد فى سبيل الله."

(مجموع الفتاوى: ٤/ ١٣)

''اللہ کے راستے میں سب سے بہتر جہاد، سنت کا دفاع ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"فالرّد على اهل البدع مُجاهدٌ." (نقض المنطق: ١٢)

''(حقیقی) مجاہد وہ ہے جو اہل بدعت کا ردّ کرے۔''

بلکہ ایک جگہ پر یہ بھی فرمایا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”فكل من لم يناظر اهل الالحاد والبدع مناظرةً تقطع دابراهم لم يكن اعطى الاسلام حَقَّهُ.“ (درء التعارض العقل والنقل: ١/٣٥٧)

”پس ہر وہ شخص کو ملحدوں اور بدعتیوں سے ایسا (قلمی رزبانی) مظاہرہ نہیں کرتا جس سے ان کی بیخ کنی ہو تو (سمجھ لو) کہ اس نے اسلام (کی خدمت) کا حق ادا نہیں کیا۔“

اس امت پر اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں کہ ہر دور میں کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی ایسی مثالی شخصیت ضرور پیدا ہوتی چلی آ رہی ہے جس نے اللہ کی توفیق اور رحمت سے شرک، بدعت، صوفیت، تقلید شخصی، شعبدہ بازی اور پیری مریدی کے خلاف توحید و سنت، قرآن اور حدیث کا علم بلند کیا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إنّ اللّٰه يبعث لهٰذه الامّة علىٰ رأس كلّ مائة سنةٍ من يّجدد لها دينها.)) (ابوداؤد: ٤٢٩١، مستدرك حاكم: ٨٦٧١، (٤/٤٠٤)

”بے شک اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) ہر سو سال کے شروع یا آخر میں اس امت کے اندر ایک (ایسا آدمی ضرور) پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کو از سرِ نو قائم اور مضبوط کرتا رہے گا۔“

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر ہر صدی میں ایسے اشخاص ڈھونڈتے ہیں تو وافر مقدار میں مل جاتے ہیں جنھوں نے باطل کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، حافظ ابن حزم، محمد بن عبدالوہاب نجدی، محمد حسین بٹالوی، ثناء اللہ امرتسری اور عصر حاضر میں علامہ احسان الٰہی ظہیر (شہید، انشاء اللہ) اور شیخ العرب والعجم علامہ سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی طرح سینکڑوں عبقری شخصیات نظر آتی ہیں۔ جزاهم الله بسعيا مشكورا.

علامہ سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کا نام سنتے ہی آنکھوں کے سامنے اور دل کے دریچوں میں توحید و سنت اور مسلک اہل حدیث کی بھینی بھینی خوشبو بکھر جاتی ہے۔ عالم اسلام اور پاکستان میں عمومی طور پر اور باب الاسلام سندھ میں خصوصی طور پر آپ نے جو خدمات جلیلہ سرانجام دی ہیں وہ ہر کس و ناکس جانتا ہے۔

الحمد للہ باطل شرک کی صورت میں ہو یا بدعت کے روپ میں، صوفیت کے رنگ میں رنگا ہوا ہو یا تقلید شخصی کے خوشنما نام میں چھپا ہوا ہو، شعبدہ بازی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہو یا پیری مریدی کی عبا پہنا ہوا ہو، اس کا تعاقب آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو طالب العلمی کے زمانہ میں وہ بصیرت اور فراست عطا کی تھی جو کتنے ہی لوگوں کو عمر عزیز ختم ہونے تک نہ مل سکی۔ یہی سبب تھا کہ آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے گمراہ فرقوں کے فاسد عقائد و نظریات پر تب سے گہری نظر رکھی تھی جب آپ کی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یّشاء.

مدرسہ دارالرشاد، جو کہ آپ کا آبائی دینی ادارہ تھا، اس میں تعلیم بھی حاصل کر رہے تھے تو حنفی المذہب اساتذہ سے علمی گفتگو اور بحث مباحثہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتے تھے۔ اپنی آبائی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد دعوت کے میدان میں قدم رکھا۔ سندھ کا چپہ چپہ، قریہ قریہ، ریت کے ذرات، درختوں کی ٹہنیاں اور لہلہاتے کھیت گواہی دیں گے کہ آپ نے کھری توحید اور سچی سنت ہم تک پہنچائی۔

آپ صرف خطابت کے شہسوار نہ تھے بلکہ تحریر و تحقیق کے میدان میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ڈیڑھ سو سے اوپر سندھی، اردو اور عربی زبانوں میں، چھوٹی بڑی کتب، اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مقالات راشدیہ جلد سوم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس رسالہ میں آپ کے گیارہ عدد چھوٹے رسالے جمع کیے گئے ہیں جو بظاہر ہیں تو چھوٹے چھوٹے لیکن دلائل کی رو سے علمی قلزم کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان رسائل میں آپ نے جماعت اہل حدیث کے امتیازی مسائل مثلاً حنفی العقیدہ امام کے پیچھے ایک اہل حدیث کی نماز، صحیح ہے یا نہیں، نماز میں رفع الیدین کرنا، امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا، تورک اور جلسہ استراحت کرنا، جہری نمازوں میں مقتدیوں کی طرف سے اونچی آواز سے آمین کہنا، رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح نماز پڑھنا، اونٹ کے گوشت کھانے سے دوبارہ وضو کرنا، نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا، ایک مجلس میں تین طلاقیں، ایک ہی طلاق شمار کی جائے گی اور ظہر نماز کے تعین کرنے پر قرآن، حدیث اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں خوب دلائل ذکر کیے ہیں۔ حق کا طالب اگر سنجیدگی سے ان رسائل کا مطالعہ کرے گا تو انشاء اللہ اس کو حق اور حق والوں کی پہچان ہو جائے گی۔ ان رسائل کے علاوہ ۴ عدد رسالے فقہ حنفی کے حوالے سے لکھے ہیں۔ فقہ حنفی کے مختلف مستند کتب میں سے ایسے ایسے مسائل بیان کیے ہیں جنھیں پڑھ کر حیا سے سر جھک جاتا ہے اور قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ نے فقہ حنفی کے کلیجے، بھیجے، انتڑیوں اور اوجھڑی کو نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا ہے۔

معزز قارئین کو بتاتے چلیں کہ ان رسائل میں سے دو رسالے ایک ''التفصیل الجلیل فی ابطال التاویل'' اور دوسرا ''المبسوط المضبوط فی جواب المخطوط المبھوط'' آپ نے اس وقت لکھے تھے جب آپ اپنے آبائی مدرسہ، مدرسہ دارالرشاد میں زیر تعلیم تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے درس میں فقہ حنفی سے وابستہ معروف کتب میں سے کچھ ایسے مسائل اور ان کی عبارتیں ذکر کیں جن کو سن کر حاضرین مجلس حیران ہو گئے۔ وہ عبارتیں یہ ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تعلم الفقه اولٰى من تعليم القرآن ."

(فتاوىٰ قاضي خان، ٧٩٤/٤، فتاوىٰ عالمگيرى، ٣٧٩/٥، شامى، ٣٩/١)

''فقہ کا سیکھنا پورے قرآن کے سیکھنے سے بہتر ہے۔''

"طلب الاحاديث حرفة المفاليس ." (فتاوىٰ عالمگيرى : ٣٧٧/٥)

''احادیث کا علم سیکھنا، مفلسوں کا کام ہے۔''

مجلس میں موجود ایک محبِّ سنت شخص نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو عرض کیا کہ مذکورہ عبارتیں مجھے کسی کاغذ پر لکھ کر دیں تاکہ حنفی مولویوں کو دکھاؤں۔ جب آپ نے وہ عبارتیں کاغذ پر لکھ کر دیں تو اس وقت مدرسہ دارالرشاد میں ایک حنفی العقیدہ مولوی، عبدالحی گھوٹو نے اس کا جواب لکھا۔ جواب کیا تھا صرف تاویلیں اور جان چھڑانی کی ناکام کوشش تھی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس تحریر کا جواب بھی دیا اور فقہ حنفی میں جو کچھ چھپا ہوا تھا اُس کو بھی کتابی شکل میں عیاں کر دیا۔ اگر انصاف کی آنکھ سے ان مسائل کو دیکھتے ہیں جو کہ فقہ حنفی کی مختلف کتب میں موجود ہیں، صدیاں بیت جانے کے بعد آج تک وہ مسائل وقوع پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ سینکڑوں مسائل قرآن مجید کی صریح آیات مبارکہ اور صحیح احادیث کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ فقہاء کا ایک گروہ مسائل گھڑ کے دوسرے گروہ کے سامنے رکھتا تھا اور وہ ان مسائل کے جواب لکھتے جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالے "التنقيد المضبوط في تسويد تحرير الملبوط" لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''کچھ دنوں کی بات ہے کہ ضلع نواب شاہ کے شہر ''مورو'' میں ایک اسلامی جلسہ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ہمارے پاس ایک تحریر، تصحیح کے لیے پیش کی گئی جس میں فقہ حنفی کے اصول کے مطابق چڑیا کے گرنے پر کنویں میں سے ڈول نکالنے کا ذکر تھا۔ ہم نے صحیح مسلک کے مطابق اس پر مختصراً چند الفاظ لکھے...... کہ قرآن و حدیث کے علاوہ ہم دوسری چیز کو سند نہیں سمجھتے۔ یہ تحریر ایک مولوی صاحب کے ہاں پہنچی اس نے حدیث شریف کے سامنے سر تسلیم خم تو نہ کیا جیسا کہ ہر مؤمن کا فرض ہے...... بلکہ اس پر ان کو جوش آیا اور یہ برداشت نہ کرسکا کہ موجودہ فقہ کو سند نہ سمجھا جائے اور اس کے مقابلے میں قرآن یا حدیث کو پیش کیا جائے۔ اسی لیے اس نے چند اعتراض لکھ کر بھیجے ہیں جن میں اپنی تحقیق کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے یہ کتاب لکھ کر اس کی علمی حقیقتوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے نقاب کیا جاتا ہے۔'' (فقہ و حدیث مطبوع سندھی، ص ۱۴)

سلف صالحین رحمہم اللہ کے دور میں اہلِ علم، موشگافیوں سے اجتناب کرتے تھے۔ ان کا ذہن نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا۔ قرآن اور حدیث کے مقابلے میں کسی بھی چیز کو مستند نہ سمجھتے تھے وہ مسائل گھڑ کر پھر ان کے جوابات دینے کے عادی نہ تھی۔ صلت بن راشد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام طاوس رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا:

''کان هذا، قلت نعم، قال: الله، قلت: الله، ثم قال ان اصحابنا اخبرونا عن معاذ بن جبلٍ انه قال یا ایها النّاس لا تعجلوا بالبلاء قبل نزوله فیذهبُ لکم هاهنا وههنا فانکم ان لم تعجلوا بالبلاء قبل نزوله لم ینفك المسلمون ان یکون فیهم من اذ سئل سدّد واذا قال وفق.''

(سنن الدارمی: ۱۵۵، الابانة: ۲۹۳)

''کیا یہ (معاملہ) ہو چکا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم، پھر اس نے کہا: ہمارے ساتھیوں نے ہمیں بتایا ہے کہ معاذ بن جبل کہتے تھے اے لوگو! بلا کے نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ کرو، ورنہ وہ تمھیں اِدھر اُدھر لے جائے گی۔ اگر تم اس کے نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ کرو گے تو مسلمانوں میں سے ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے کہ جب ان سے سوال کیا جائے گا تو انھیں درست اور سیدھی راہ دکھائی جائے گی اور جب وہ بات کریں گے تو ان کو (صحیح جواب بتانے کی) توفیق مل جائے گی۔''

برادرم فضیلۃ الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ، شیخ الحدیث، جامعہ بحر العلوم السّلفیہ، میرپور خاص، سندھ اور اس کے مخلص رفقی مبارکباد اور دعاؤں کے مستحق ہیں جنھوں نے نہایت قلیل عرصے میں بیش بہا علمی مواد قارئین تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی جہودِ مخلصہ کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔ سنہ ۲۰۰۷ء میں علامہ سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ پر ۷۴۴ صفحات پر مشتمل ''شیخ العرب والعجم نمبر''، فروری ۲۰۱۱ء میں علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے چند نایاب کتب پر مشتمل مقالات راشدیہ، جلد اوّل، ۵۰۲ صفحات پر، علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ پر ۶۷۹ صفحات پر مشتمل ''محدث العصر نمبر، جون ۲۰۱۱ء میں، علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے چند علمی رسائل مقالات راشدیہ جلد دوم، اگست ۲۰۱۱ء میں ۵۵۸ صفحات پر مشتمل ہیں، چھپ کر قارئین سے داد لے چکے ہیں۔ اس مرتبہ علامہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ۱۱ کے قریب علمی رسالے، مقالات راشدیہ، جلد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ الحمد للہ ایک سال کے مختصر عرصے میں چار خصوصی اشاعتیں منظر عام پر لانا، کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اسلاف کی ان علمی محنتوں اور قلمی کاوشوں کو خلف تک پہنچانا ایک طرف علماء حق کی قدردانی ہے تو دوسری طرف قرآن، حدیث اور مسلک اہل حدیث کی نمایاں خدمت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

یہ بات میرے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں کہ میں ناچیز اپنے استاد، جس کے سامنے دوزانو ہو کر میں نے تقریباً بارہ تیرہ برس تک کتابت کی ہے، کے علمی رسائل پر اپنی معروضات رقم کر رہا ہوں، گو کہ میں اس قابل نہیں لیکن الامر فوق الادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ اوراق تحریر کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی جملہ مساعی کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین!

10 محرم الحرام 1433ھ
6 دسمبر 2011ء، بروز منگل

محمد جمن کنبھر
نائب ناظم
جمعیت اہل حدیث سندھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک اہلحدیث کی حقیقی ترجمان

"مقالات راشدیہ"

جماعت اہلحدیث کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس کی تحریریں تقریریں دعوت، پیغام توحید وسنت کی حمایت اور شرک وبدعت کی مذمت میں ہوتی رہتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ:

"یحمل هذا العلم من کل خلف وعدو له ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین." (شرف اصحاب الحدیث ص ۲۸)

"اس علم قرآن کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کرتے رہیں گے اس میں زیادتی کرنے والوں کی تحریف وتبدیلی کو اور باطل پسندوں کی حیلہ جوئی اور جاہلوں کی تاویل کو ختم کرتے رہیں گے۔"

الحمد للہ اہل حدیث علماء کرام اس زمانے سے آج تک یہ فریضہ ادا کرتے رہیں اور آپ ﷺ کی پیشین گوئی انھیں پر صادق آتی ہے۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ انھوں نے جب بھی کوئی آیت یا حدیث صحیح مل گئی تو کسی ولی یا امام کے قول کو ماننے کے بجائے فوراً صحیح حدیث کو قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں، جبکہ دیگر ممالک کے لوگ قرآن وسنت کے مقابلے میں امام اور ولی کی بات کو حجت مانتے ہیں جس طرح سندھ کے مایہ ناز محدث علامہ محمد حیات السندھی اپنے رسالہ بنام تحفۃ الانام ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں:

"یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دوسرے فرقوں والے اگر کسی صحابی کا قول حدیث کے خلاف پاتے ہیں تو یہ کہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ صحابی کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو؟ لیکن جس امام کی وہ تقلید کرتے ہیں، اس کا قول حدیث کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس وقت یہ نہیں کہتے، بلکہ اپنے امام کے قول کو ثابت اور قائم رکھنے کے لیے اس حدیث میں طرح طرح کی تاویلات کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات جب ان سے کوئی تاویل نہیں بن پاتی تو اس وقت حدیث میں تحریف کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور اگر ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کو یہ روایت نہیں ملی ہوگی تو یہ بات ان پر گراں گزرتی ہے اور اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے بدکلامی پر اُتر آتے ہیں اور قیامت برپا کردیتے ہیں اور اس وقت ان کے لیے اس بات کو قبول کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے کہ وہ حدیث امام صاحب کو نہیں پہنچی ہوگی۔"

امام بخاری رحمہ اللہ الباری اپنی معروف کتاب جزء رفع الیدین ص ۶۰ میں فرماتے ہیں:

"ان الانسان ینبغی ان یلقی رایہ لحدیث النبی ﷺ حیث ثبت الحدیث ولا یعلل جعلل لا یصح لیقوی ھواہ وقد ذکر عن النبی ﷺ "لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ۔"

انسان کو چاہیے کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی رائے کو بے معنی سمجھ کر چھوڑ دے اور جب وہ حدیث قطعی طور پر ثابت ہوجائے تو صرف اس لیے اس کی تصحیح نہ کرے کہ اس سے اس کی خواہشات پوری ہوتی ہیں اور اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے اس میں خواہ مخواہ تاویلیں اور تعلیلیں نہ کرے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنی رائے اور خواہش کو اس چیز کا پابند نہ کردے جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہوں یعنی قرآن وحدیث۔"

الحمدللہ شاہ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کا شمار بھی ان عظیم علماء کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول کی آبیاری میں صرف کردی کسی بھی لحہ یہ گوارہ نہ کیا کہ کوئی بھی بات بغیر دلیل صحیح کہ لوگوں کے سامنے بیان کی جائے یا لکھ کر عمل کیا جائے مقالات راشدیہ کی جلد "سوم" بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو گیارہ علمی مقالات پر مشتمل ہے جس میں اس سوچ کی نفی کی گئی ہے جنھوں نے قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنے امام یا مسلک کو راجح قرار دیا ہے مثال کے طور پر اُس میں ایک مقالہ ہے:

"التنقید المضبوط فی تسوید تحریر الملبوط" المعروف فقہ وحدیث اس میں فقہ حنفی کے سو (۱۰۰) ایسے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حدیث نبوی ﷺ کے سراسر خلاف ہے مثال کے طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایہ اولین جلد ا کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الکسوف ص ۱۷۴ میں ہیں:

"اذا انکسفت الشمس صلی الإمام بالناس رکعتین کھیئة النافلة فی کل رکعة رکوع واحد."

"یعنی جب سورج گرہن ہو جائے تو امام لوگوں کو عام نفلی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھائے ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔"

جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: ان الشمس خسفت علی عهد رسول الله ﷺ فبعث منادیًا الصلاة جامعة فتقدم وصلی أربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات.)) (بخاری ابواب الکسوف باب الجهر بالقرأة فی الکسوف صفحه ۱٤٥:)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب سورج گرہن ہوا تھا تو آپ ﷺ نے منادی کرا کے دو رکعتیں نماز پڑھائی، ہر ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔"

اب حدیث میں ہے کہ صلوٰۃ الکسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع ہیں جبکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب میں ہے کہ ایک رکوع ہی کیا جائے گا یہ کھلا تضاد نہیں؟ اس مقالہ میں ایسی سو مثالیں ہیں، اسی طرح اس مقالہ میں چالیس ایسے مسائل کا تذکرہ ہے جو اخلاق سوز ہیں، وغیرہ۔

اس مقالات میں ایک مقالہ بنام "**إظهار السر الخفی فی جواز القرأة خلف الإمام للحنفی**" شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ فقہ حنفی کی معتبر کتب اور علماء کبار کے اقوال سے ثابت کرو کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، تو اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کسی نامور علماء کرام کی شہادات سے ثابت کیا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ نہیں ہیں۔

اس طرح ایک مقالہ ہے: "**قال أقول فی تسوید تحریر المجهول**" کسی نے آپ کو خط لکھا جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اگر کسی نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مقالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ "حرام کام کے ارتکاب سے حلال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام حرام نہیں کرتا" اور کبار محدثین و علماء احناف کے اقوال نقل کیے ہیں۔

اس طرح حکم الصلاۃ خلف الامام الحنفی، ضرب الیدین علی منکری رفع الیدین اور دیگر اپنے مقالات جس سے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی علم میں پختگی، قرآن وحدیث کا استحضار اور بے انتہاء علمی فکری پہلو نمایاں نظر آتا ہے اور ان مقالات میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اسلوب بھی دلنشین و دل پذیر ہے اللہ تعالیٰ سے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ ان کو جوار رحمت میں عطاء فرمائیں اور ان کو دین حنیف کی ضیافت وحفاظت کے بدولت جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ (آمین)

آخر میں اپنے تمام دوست واحباب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے میرا ساتھ دیا خصوصی طور پر جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص کے اساتذہ کا اور خصوصاً مولانا محمد منیر جونیجو، مولانا صبغت اللہ صاحب جنھوں نے اکثر مقالات سندھی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا اس کے علاوہ مولانا راشد الحسن، ثناء اللہ تبسم، پروفیسر عبد العزیز نھڑی، سیّد ابوحمید شاہ راشدی سیّد نصرت اللہ شاہ صاحب، محمد خان محمدی، محمد جمیل عاجز جنھوں نے مجھے مفید مشوروں سے نوازا اور شیخ ابوخزیمہ محمد حسین ظاہری صاحب اور پروفیسر محمد جمن کھنبر کا جنھوں نے مقدمہ اور تقریظ لکھ کر شاہ صاحب کی شاگردی کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حنیف کی خدمت کرنے کا توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم السّلفیہ

میر پور خاص

0332-2819002

16 محرم الحرام 1433ھ

بمطابق 12 دسمبر 2011ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مقالات راشدیہ'' اور ''صاحب مقالات''

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ جس نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ بلاشبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں کہ جنھوں نے دنیا میں ہر سو امن اور بھائی چارے کا پیغام دیا اور دین حق کے لیے دشوار گزار راہوں کو طے کرتے ہوئے اپنے ربّ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے میدان جہاد میں اپنا مبارک اور پاک لہو پیش کیا۔

اس بات میں شک نہیں کہ ہم بہت سعادت مند ہیں کہ جو اس راہ حق اور دین کامل پر جو ہمارے ربّ کی طرف سے نازل ہوا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگے پہنچایا اور پھر صحابہ اور تابعین اور پھر محدثین نے اس امت تک آسان کر کے بڑی محنت اور کاوش سے ہمارے لیے کتابوں اور اپنے عمل کی صورت میں پیش کیا۔

قارئین کرام! میں اپنے خالق کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس عظیم ہستی نے احقر کو اس نیک کام کی خدمت کا موقع دیا۔

مقالات راشدیہ کے مصنف الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ جس قدر انھوں نے باب الاسلام کی سرزمین کو اپنے علم سے روشن کیا۔ آج صحرائے تھرپارکر اور دیگر علاقے بلکہ پورا پاکستان اس کی گواہی پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

اس سے قبل ''مقالات راشدیہ'' کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ عوام نے اللہ کے فضل سے پسند کرنے کے ساتھ ضرور بہ ضرور استفادہ کیا ہے۔

اب الحمد للہ مقالات راشدیہ قارئین کرام کے ذوق وشوق اور مصنف رحمہ اللہ کے علمی ذخیرہ کو منظر عام اور ضرورت وقت کے تحت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے! اس جلد میں تمام وہ مقالات یکجا جمع کیے ہیں جو کہ الشیخ رحمہ اللہ نے احناف کے جواب اور مسلک اہلحدیث کی حقانیت میں قلم بند کیے۔

ان مقالات کی تفصیل آپ فہرست اور کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں لیکن چند ایک کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتاب کس قدر اہم اور علمی ہے۔ مثلاً:

۱: کیا حنفی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔

۲: حکم طلاق ثلاثہ۔

۳: براءۃ اہلحدیث۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴: ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ۔

۵: اور اسی طرح کتاب ہذا میں فقہ حنفی کے ۱۰۰ سے زائد ایسے مسائل کا تذکرہ کیا ہے کہ جو صریح احادیث کے خلاف ہیں اور ان کی وضاحت کے لیے احادیث کے حوالے بھی مع عربی متن ذکر کیے گئے ہیں۔

اور ان کے علاوہ دیگر اہم موضوع کو شامل کتاب کیا گیا ہے۔

میرے استاذ محترم الشیخ افتخار احمد سلفی الازہری صاحب کہ جن کے شب و روز پر مشتمل اور اساتذۂ مدارس و دیگر شرکاء کا یہ عظیم تحفہ اس منزل کا آغاز کرتے ہوئے اپنے سفر کی طرف رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اس مقالات کی تقریظ جن شخصیت نے قلم بند کی وہ ایک نامور لکھاری اور مربی ہیں کہ جن کو پروفیسر مولانا جمن کنبھر کے نام سے سندھ کی دھرتی پر جانا جاتا ہے۔ آپ ہی وہ ہیں کہ جنھوں نے تقریباً بارہ سال کا عرصہ مصنف الشیخ بدیع الدین رحمہ اللہ کی مختلف کتابوں اور فتاویٰ کو قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے تعارف کے لیے میں اتنا ہی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جب کبھی بھی نیوسعید آباد میں کانفرنس منعقد ہوتی ہے آپ اس میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی زندگی اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

اس کتاب کا مقدمہ الشیخ حسین الظاہری صاحب حفظہ اللہ نے قلم بند کیا اور ہم مکتبۃ الراشدیہ کے منتظمین و راشدیہ خاندان کے بہت مشکور ہیں کہ جنھوں نے یہ عظیم ثمرہ آپ تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون کیا، اللہ تعالیٰ خاندان راشدیہ پر اپنا خاص فضل فرمائے۔ (آمین)

ناسپاسی ہوگی کہ ہم یہاں اپنے محسن نعمانی کتب خانہ کے مدیر جناب ضیاء الحق نعمانی صاحب کا شکریہ ادا نہ کریں کہ جنھوں نے اپنے خصوصی ذوق کے مطابق کتاب کو ہر طرح سے خوبصورت اور معیاری بنانے کی کوشش کی، جبکہ اس کتاب کی کمپوزنگ اور سیٹنگ جناب محمد حسن خان صاحب نے کی اور سرورق و ڈیزائننگ کے فرائض جناب محمد ضیاء الرحمٰن صاحب نے ادا کیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کے لیے اور ہمارے والدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یا ربّ العالمین

دعاؤں کا طالب

حافظ ثناء اللہ تبسم (بیرانی)

فاضل جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الأولى

حكم الصلوة خلف الإمام الحنفي

کیا حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

ثمانیات میں شیخ ابوخزیمہ محمد حسین ظاہری صاحب حفظہ اللہ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کیا حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں ایک علمی مقالہ تحریر فرمایا اور اس میں ثابت کیا کہ عقائد حنفیہ میں چند ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جو کہ ان کے عقائد کی حامل لوگوں کی اقتدا سے مانع ہیں اور مقالہ کے آخر میں حدیث "صلوا خلف کل بر وفاجر" کا بھی جواب دیا ہے اور یہ رسالہ پہلے "امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے" کے نام سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سوال: حنفی مذہب رکھنے والوں کے پیچھے یعنی ان کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟ بینو بالبرھان، توجروا الاجر من الله المنان.

جواب: وباللہ تعالی التوفیق: عقائد حنفیہ میں چند ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جو کہ ان کی اقتداء سے مانع ہیں۔

اولاً: صفات باری تعالیٰ میں تاویل کو برقرار رکھنا اور درست سمجھنا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب ''المہند علی المفند'' جو کہ عقائد علماء دیوبند کا مجموعہ ہے اور اس پر مشہور اور اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند علامہ محمود الحسن، علامہ امیر حسن امروہی، علامہ اشرف علی تھانوی علامہ کفایت اللہ وغیرہم۔ اس کے صفحہ نمبر ۱۰ میں ہے کہ: ''اور ہمارے اماموں نے آیات میں جو صحیح لغت اور شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں۔ مثلاً: استویٰ۔ اس سے مراد غلبہ ہوا اور ہاتھ سے قدرت۔ یہ بھی بات نزدیک ان کے حق ہے۔''

اس قسم کی تاویلیں عقیدۂ سلف صالحین کے خلاف ہیں، بلکہ قرآن وحدیث کے متعدد احکام کے بھی منافی ہیں۔

((قال الحافظ ابوبكر الاسماعيلى اعلموا رحمكم الله ان مذاهب اهل الحديث اهل السنة والجماعة الاقرار بالله وملائكته وكتبه ورسله وقبول ما نطق به كتاب الله وما صحت به الرواية عن رسول الله ﷺ لا معدل عما ورد به يعتقدون ان الله تعالىٰ مدعو باسمائه الحسنى موصوف بصفاته التى وصف بها نفسه ووصف بها نبيه خلق آدم بيده ويداه مبسوطتان بلا اعتقاد كيف استوى على العرش بلا كيف فانهٗ انتهى الى انه استوى على العرش ولم يذكر كيف كان استوىٰ على العرش كذا فى كتاب العلو للعلى الغفار للحافظ الذهبى الهندى: ١٤٥))

''حافظ ابوبکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ (یہ بات اچھی طرح) سمجھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، بیشک اہلحدیث جو کہ (صحیح معنوں میں) اہل سنت والجماعت ہیں، ان کے مذاہب یہ ہیں: اللہ تعالیٰ (کے موجود ہونے) کا اقرار کرنا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے کا اقرار کرنا، جو چیز یا بات اللہ کی کتاب بتائے اور جو چیز نبی کریم ﷺ سے صحیح مروی ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو قبول کرنا۔ (چونکہ) جو بات صحیح روایت سے ثابت ہے اس سے گریز نہیں کیا جا سکتا۔ اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ بلا شک اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہے جو صفتیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بیان کی ہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو جن صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس کے دونوں ہاتھ فراخ اور کھلے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے لیے ہاتھ ہونے پر بغیر کیفیت وتصور کے اعتقاد اور ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے پر ایمان لانا بغیر کیفیت کے، جیسے اس کی ذات کو لائق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور اپنے مستوی ہونے کی کیفیت ذکر نہیں کی۔ حافظ ذہبی کی کتاب "العلو للعلي الغفار" کے صفحہ: ۱۴۵، الہندی پر اسی طرح ہے۔"

ثابت ہوا کہ احناف کی تاویلیں اجماع سلف کے خلاف ہیں اور سلف صالحین کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ امام بیہقی کتاب ''الاسماء والصفات'' صفحہ: ۳۹۱ طبع الہند میں امام اوزاعی سے نقل کرتے ہیں:

((یقول کنا والتابعون متوافرون نقول: ان اللہ تعالیٰ ذکرہ فوق عرشہ ونومن بما وردت السنة به من صفاته جل وعلا))

''ہم اور کثیر تعداد میں تابعین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ہمارا ایمان ہے جو بھی سنت سے ثابت ہے۔''

وقال الحافظ ابوعبداللہ بن بطة فی کتاب الابانة: ((اجمع المسلمون من الصحابة والتابعین ان اللہ علی عرشه فوق سمٰواته بائن من خلقه))

''حافظ ابوعبداللہ بن بطہ کتاب "الابانة" میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر آسمانوں پر اپنی مخلوق سے بالکل الگ تھلگ ہے۔''

اسی طرح ائمہ دین ابواسماعیل انصاری، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، ابونصر السجزی، ابوالحسن اشعری، ابوعمر الطلمنکی، ابونعیم اصفہانی اور ابوبکر اسماعیل الصابونی نے بھی سلف کا اجماع نقل کیا ہے۔ کما فی "العلو للذهبی" اور امام حاکم کی "معرفة علوم الحدیث" صفحہ ۸۴ میں امام ابن خزیمہ سے منقول ہے کہ:

((یقول من لم یقر بان اللہ تعالیٰ علی عرشه قد استوی فوق سمٰوته فهو کافر بربه یستتاب فان تاب والا ضربت عنقه والقی علی بعض المزابل حیث لا یتاذی المسلمون والمعاهدون بنتن ریح جیفته وکان ماله فیئا لا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یرثه احد من المسلمین اذا المسلم لا یرث الکافر کما قاله ﷺ))

''فرماتے ہیں، جو شخص آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا اقرار نہ کرے، وہ اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ اس کو توبہ کی تلقین کی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر، ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے اور اس کی لاش کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے تاکہ مسلمان اور ذمی لوگ اس کی لاش کی بدبو سے تکلیف نہ پائیں۔ (اس کا یہ حال بطور نصیحت ہوگا) کوئی مسلمان اس کا وارث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوسکتا۔''

مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''توحید خالص'' دیکھنی چاہیے اور دوسری طرف علماء احناف کی معتبر تفسیر ہے جس کا مصنف علامہ ابوالبرکات النسفی ہے۔ جس کو مجتہد فی المذہب شمار کیا گیا ہے۔ کما فی التعلیقات السنیة علی الفوائد البهیة للعلامه عبدالحی لکھنوی صفحہ ۱۰۱۔ موصوف اپنی تفسیر ''مدارك التنزیل وحقائق التاویل'' میں ہر جگہ استویٰ کی معنی استیلاء کرتے ہیں اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

((''ثم استوی'' استولی ''علی العرش'' اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحانه و تعالیٰ مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمها واعلاها وتفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقوله المشبهة باطل، لانه تعالی کان قبل العرش والمکان، وهو الان کما کان لان التغیر من صفات الاکوان)) (مدارك التنزیل ۲/ ۵٦)

''ثم استویٰ کا معنی کرتے ہیں کہ استولیٰ یعنی اللہ تعالیٰ غالب ہوا عرش پر۔ استیلاء یعنی غلبہ کی نسبت عرش کی طرف ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوق پر غالب ہے، کیونکہ عرش تمام مخلوق سے بڑا اور اونچا ہے۔ عرش کا معنیٰ چارپائی یا تخت کرنا اور استواء کا معنیٰ استقرار (یعنی قرار پکڑنا) کرنا جیسا کہ فرقہ مشبہہ کا عقیدہ ہے، باطل ہے کیونکہ ایک حالت سے دوسری کی طرف تغیر، ممکنات کی صفات سے ہے۔''

اور ملا علی قاری شرح فقہ الاکبر (صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ) میں لکھتے ہیں:

((واما علوه تعالیٰ علی خلقه المستفاد من نحو قوله تعالیٰ: ''وهو القاهر فوق عباده'' فعلو مکانة ومرتبة لا علو مکان کما هو مقرر عند اهل السنة والجماعة بل وسائر طوائف الاسلام من المعتزلة والخوارج وسائر اهل البدعة الا طائفة من المجسمة وجهلة من الحنابله القائلین بالجهة تعالیٰ الله عن ذلك علوا کبیرا، وقد اغرب الشارح حیث قال فی قوله تعالیٰ ''نزل به الروح الامین علی قبلك'' فی ذلك اثبات صفة العلو لله تعالیٰ انتهیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغـرابتـه لا يخفي اذا لنزول والتنزيل تعديتها بعلي والمراد بنزوله ههنا من جهة السمـاء عـلـى ان الـكلام فى علوا المكان على قلب الرسول ﷺ ولا نـزاع فـى هـذا الـمقام ولا يلزم من ذالك علو المكان للملك العلام . واما قـولـه: وكـلام الـسـلف فـى اثبـات صفة العلو كثيرا جدا بعد ما ذكر بعض الايـات والاحـاديـث الدالة على صفة الفوقية ونعت العلوية فمسلم الا انه موول كله بعلو المكانة . اهـ وهكذا نحوه فى المسائرة لابن همام مع شرح المسامرة ص: ٣٤ـ٣٥))

’’اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر بلند ہونا، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے:’’وهـو الـقـاهـر فـوق عباده‘‘ اور وہ بلند اور غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اس سے مراد مرتبہ کی بلندی ہے نہ کہ کوئی مکان اور جگہ کے اعتبار سے بلندی مراد ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ بلکہ اسلام کے باقی فرقے معتزلہ، خوارج اور اہل بدعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ سوائے مجسمہ فرقے اور جاہل حنبلیوں کے جو کہ اللہ تعالیٰ کے جہت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور بڑا ہے۔ شارح کا اللہ تعالیٰ کے قول ’’اتارا اس کو جبریل امین نے تیرے دل پر‘‘ سے اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علو ثابت کرنا عجیب وغریب بات ہے جو کہ بالکل واضح ہے کیونکہ نزول اور تنزیل علو کا پتہ دیتے ہیں۔ یہاں نزول سے مراد آسمان کی طرف سے اترنا ہے۔ اس بنا پر کہ کلام، نبی کریم ﷺ کے دل سے کسی بلند جگہ پر ہے۔ اس مقام پر کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اس سے مالک الملک کا بلند مقام پر ہونا لازم نہیں آتا۔ اس (شارح) کا اور سلف کا ان آیات اور احادیث سے جو کہ فوقیت کی صفت اور صفت علو پر دلالت کرنے والی ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علو ثابت کرنا مسلم ہے لیکن وہ مووّل ہے۔ (یعنی تاویل کیا گیا ہے) کہ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں بلکہ اس سے مرتبہ اور شان کی بلندی مراد ہے۔ ابن ہمام کی کتاب مسائرہ مع شرحہ مسامرہ کے صفحہ ۳۴ تا ۳۵ پر اسی طرح کا ذکر ہوا ہے۔‘‘

اور موجودہ احناف کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی ملفوظات معروف بہ ’’شمائم امدادیہ‘‘ سے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ صفحہ ۳۸ پر ہے: ’’بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔ بندہ اپنے وجود ظاہری سے پہلے خود ہی باطنی طور پہ خدا تھا۔ اب بندہ ہی خدائے ظاہر ہے۔‘‘

دلیل میں پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ﴿کنت کنزا مخفیا﴾ الخ ’’میں پوشیدہ خزانہ تھا۔‘‘

اور صفحہ ۵۹ پر ہے کہ فرمایا: ﴿انی انا ربك فاخلع نعليك﴾ ’’بے شک میں تیرا رب ہوں، پس اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوتے اتار دو۔''

''جو طور پر آواز آئی تھی، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی، سب انسانوں میں موجود ہے۔''

اور صفحہ ۷۱ پر فرمایا: ''چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔'' جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''فرما دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔''

مرجع ضمیر متکلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہی کا معنی کا ہے۔ آگے فرمایا: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ''تم اللہ کی رحمت سے مت ناامید ہو جاؤ۔''

اگر مرجع اس کا اللہ تعالیٰ ہوتا۔ فرماتا: من رحمتی تا کہ مناسبت عبادی کی ہوتی اور صفحہ ۷۰ پر ہے:

''فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے۔ عورت آئینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر ونمایاں ہے۔''

اور صفحہ ۱۰۰ پر ہے: ''میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے۔ آگبوٹ تباہی میں آ گیا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیتے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم کنارے پر لگ گیا۔ فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم؟ فاعل حقیقی خداوند کریم ہے۔ کیا عجب کہ صحیح ہو۔ دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔''

اور حاجی امداد اللہ ضیاء القلوب صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ مراقبہ وحدت ہمہ اوست اور ''هو الاول هو الآخر'' اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتدا انتہا میں وہی ہے) زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے اور پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ دیگر مراقبات بہت ہیں جیسے: ﴿اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ اور ﴿كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ اور ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ اور ﴿فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''جدھر منہ پھیر ادھر ہی خدا ہے۔ خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے۔ خدا ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟''

ثانیا: حنفیہ ما بین الدفتین (جو چیز دو گتوں یا تختیوں کے درمیان ہے) قرآن کو کلام اللہ (اللہ کا کلام) نہیں مانتے۔ شرح عقائد النسفیہ حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے صفحات ۴۱ سے ۴۴ تک دیکھنا چاہیے۔ چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فنحن لا نقول بقدم الالفاظ والحروف وهم لا يقولون بحدوث الكلام بل هو معنى قديم قائم بذات الله تعالىٰ يلفظ ويسمع بالنظم الدال عليه ويحفظ بالنظم المخيل ويكتب نقوش واشكال موضوعة للحروف الدالة عليه...... فمعنى قوله تعالىٰ "حتى يسمع كلام الله" يسمع ما يدلك عليه كما يقال سمعت علم فلان فموسىٰ عليه السلام سمع صوتا دالا على الله تعالىٰ لكن لما كان بلا واسطة الكتاب والملك خص باسم الكليم...... التحقيق ان كلام الله تعالىٰ اسم مشترك بين الكلام النفسي القديم ومعنى الاضافة كونهٗ صفة له تعالىٰ وبين اللفظي الحادث المؤلف من السور والآيات ومعنى الاضافة انه مخلوق الله تعالىٰ ليس من تاليفات المخلوقين))

''ہم قرآن مجید کے الفاظ اور حروف کو قدیم نہیں مانتے اور وہ کلام کے حادث ہونے کے قائل نہیں ہیں...... بلکہ قرآن کا معنیٰ قدیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نظم کے ساتھ تلفظ کرتا ہے جو کہ اس قدیم معنی پر دلالت کرنے والا ہے اسی نظم کو اللہ تعالیٰ سنا تا ہے اسی خیالی تصوراتی نظم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے نقوش اور ان شکلوں کو لکھا جاتا ہے جو کہ ان حروف کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ جو حروف معنی پر دلالت کرتے ہیں...... پس اللہ تعالیٰ کے قول "حتی یسمع کلام اللہ" کا معنیٰ یہ ہے کہ یہاں تک کہ وہ الفاظ وغیرہ سنے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کا علم سنا...... لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی جو کہ اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنے والی تھی۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا سننا بغیر کتاب اور بغیر فرشتہ کے واسطے سے تھا۔ اسی لیے کلیم اللہ کا لقب پایا...... تحقیق یہ ہے کہ کلام اللہ پر اطلاق بالاشتراک کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے۔ اس وقت کلام کی اضافت اللہ کی طرف اس معنیٰ میں ہے کہ کلام اللہ اللہ کی صفت ہے اور کلام اللہ کا اطلاق کلام لفظی پر بھی ہوتا ہے کہ جو حادث ہے۔ اور سورتوں اور آیات سے مل کر بنتا ہے اس وقت کلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس معنیٰ میں ہے کہ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ...... تالیفات میں سے نہیں ہے۔''

یہ عقیدہ بھی سلف امت کے بالکل خلاف ہے:

((قال ابوبكر المحلال انباني حرب الكرماني ثنا اسحاق بن راهويه عن سفيان عن عمرو بن دينار قال ادركت الناس منذ سبعين سنة اصحاب رسول الله ﷺ فمن دونهم يقولون الله خالق وما سواه مخلوق الا القرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فانه كلام الله منه خرج واليه يعود وقد تواتر هذا عن ابن عيينة، كتاب العلو للذهبي: ١٣٠ الهندى))

''عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میں ستر سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے سنتا آیا ہوں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ قرآن کو چھوڑ کر باقی تمام کائنات مخلوق ہے کیونکہ قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس سے نکلی اور اسی کی طرف لوٹے گی۔ یہ بات ابن عیینہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔''

اور اس طریقہ کی بنا پر علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں نماز پڑھنی درست ہے۔ اور اصل الفاظ قرآنیہ کی بجائے ان کا ترجمہ پڑھے تو کافی ہے۔ کیونکہ بقول اس کے کلام اللہ تو صرف لوح محفوظ من تالیف اس کا مفہوم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب ہدایہ صفحۃ میں ہے:

((وانه لفي زبر الاولين" ولم يكن فيها بهذه اللغة و هذا يجوز عند العجز الا انه يصير مسيئا لمخالفة السنة المتواترة ويجوز باى لسان كان سوى الفارسية هو الصحيح لما تلونا والمعنى لا يختلف باختلاف اللغات والخلاف فى الاعتداد ولا خلاف فى انه لافساد))

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے قول انه لفي زبر الاولين ''تحقیق وہ یعنی قرآن پہلے صحیفوں میں ہے'' کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن ان صحیفوں میں اس لغت کے ساتھ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے عذر کی بنا پر غیر عربی میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ سنت متواترہ کی بنا پر مکروہ ہے اور فارسی کے علاوہ باقی ہر زبان میں قرآن پڑھنا جائز اور صحیح ہے۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لغات کے اختلاف سے معنیٰ میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ غیر عربی میں قرآن کی تلاوت کے معتبر ہونے میں صرف اختلاف ہے۔ غیر عربی میں کتاب (قرآن) کو پڑھنے سے معنی فاسد نہیں ہوتا، اس میں اختلاف نہیں ہے۔''

اور کفایہ شرح الہدایہ علی ہامش فتح القدیر: ۱/ ۲۰۰ میں ہے:

((وصفه بكونه فى زبر الاولين ولم يكن القرآن بنظم فيها لا معالته فتعين ان يكون بمعناه فيها المقرر بالفارسية على سبيل الترجمة مشتمل على معناه فيكون جائزا الحاقابه))

''قرآن مقدس کے پہلو صحیفوں میں ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے نظم کے ساتھ ان صحیفوں میں تھا۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید ان صحیفوں میں اپنے معنیٰ کے ساتھ تھا۔ اسی طرح قرآن کے معنیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل فارسی قرأت بھی جائز ہوئی۔''

حالانکہ قرآن وحدیث میں اسی قرآن کو کلام اللہ کہا گیا ہے اور اجماع سلف صالحین سے بھی یہی ثابت ہے۔

ثالثاً: حنفیہ توسل کے قائل ہیں اور دراصل مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوری کتاب مذکورہ (المهند علی المفند) کے ص ۷ میں لکھتے ہیں کہ

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء واولیاء، شہداء وصدیقین کا توسل لینا جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات میں۔ بایں طور پر کہے کہ یا اللہ! بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں۔ اور بعد میں لکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر مرشد العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی شیخ المشائخ قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے بزرگان کے شجرے تصنیف فرمائے ہیں جو ان کے متوسلین میں شائع اور معمول بہا ہیں۔''

علامہ تھانوی کی تالیفات ''قربات عنداللہ'' اور ''مناجات مقبول'' اس پر شاہد عدل ہیں کہ ان کے ہاں بتوسل اولیاء کرام حضرت حق تعالیٰ سے دعا کرنا جائز اور معمول بہا ہے۔ مناجات مقبول کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صدقہ اپنے عزت وجلال کا
صدقہ پیغمبر کا ان کے آل کا
اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا
نام جن کا ہے محمد مصطفی ﷺ
حضرت موسیٰ کا صدقہ اے کریم
جو ہیں پیغمبر تیرے اور ہیں تیرے کلیم

اور یہی حاجی امداد اللہ صاحب جن کو مرشد العرب والعجم کہا گیا۔ ان کی ملفوظات ''شمائم امدادیہ، صفحہ ۸۴'' میں اشعار ہیں، جن میں وہ اپنے مرشد شاہ نور محمد کو یوں خطاب کرتے ہیں کہ ع

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کا ہوگا جس وقت قاضی خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کا عقیدہ صریحاً شرکیہ ہے۔ العیاذ باللہ

رابعاً: قرآنی عقیدے کے مطابق ہمیشہ زندہ رہنے والی ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵)

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ہمیشہ زندہ اور قائم ودائم ہے۔''

﴿هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(المومن: ٦٥)

''وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس خالص اسی کو پکارو تم اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔''

اور اس صفت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور حنفی مذہب کے بموجب رسول اللہ ﷺ کو بھی اس دنیا والی حیات ہی قبر میں حاصل ہے اور علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح علی نور الایضاح ص (۴۴۷) مع حاشیہ طحطاوی میں لکھتے ہیں:

((ومما هو المقرر عند المحققين انه ﷺ حي يرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات))

''علمائے محققین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں تمام لذتوں اور عباداتؔ سے (بہرہ مند ہوتے ہیں) فائدہ دیے جاتے ہیں، لیکن ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جو کہ اعلیٰ مقامات سے قاصر ہیں۔''

اور عقائد دیو بند صفحہ ۷ میں ہے کہ:

''ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیاتی دنیا کی حیاتی ہے۔ مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے نبی کریم ﷺ اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔''

یہ عقیدہ صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰)

''تحقیق آپ بھی مرنے والے ہیں اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں۔''

نیز علامہ قاسم نانوتوی نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی بابت ایک مستقل کتاب بنام ''آب حیات'' لکھی ہے جس کے صفحہ ۲ میں رقمطراز ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلا کشوں کے عزلت گزین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تنہائی میں)۔"

خامساً: ایمان کے متعلق سلف اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ:

((وقد نقل محمد بن نصر المروزی فی کتاب تعظیم قدر الصلوٰۃ عن جماعۃ من الائمۃ نحو ذلک وما نقل عن السلف صرح بہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن سفیان الثوری ومالک ابن انس والاوزاعی وابن جریج ومعمر وغیرھم وھولاء فقھاء الامصار فی عصرھم وکذا نقلہ ابو القاسم اللالکائی فی (کتاب السنۃ) عن الشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وابی عبید وغیرھم من الائمۃ وروی بسندہ الصحیح عن البخاری قال لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رایت احدا منھم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص واطنب ابن ابی حاتم واللالکائی فی نقل ذالک بالاسانید عن جمع کثیر من اصحابہ والتابعین وکل من یدور علیہ الاجماع من الصحابۃ والتابعین وحکاہ فضیل بن عیاض ووکیع عن اھل السنۃ والجماعۃ))

یعنی ایمان قول اور عمل کے مجموعے کا نام ہے اور زیادہ وکم ہوتا ہے۔

محمد بن نصر مروزی نے کتاب "تعظیم قدر الصلوٰۃ" میں نقل ہے کہ آئمہ کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ علامہ عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں سلف سے اس بات کی تصریح کی ہے۔ مثلاً: سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، ابن جریج اور معمر وغیرہ جو کہ اپنے شہروں اور اپنے دور کے مشہور فقہاء ہیں۔ ابوالقاسم اللالکائی نے کتاب السنہ میں امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور ابی عبید وغیرہ اماموں سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ صحیح سند کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "میں نے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء کو پایا وہ سبھی اس بات کے قائل تھے کہ ایمان قول ہے اور عمل ہے بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور اللالکائی نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے اسانید کے ساتھ اس کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ یہی بات ایسے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہے جن کی بات اجماع کا فائدہ دیتی ہے۔ ایمان کی یہی مذکورہ بالا تعریف فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنت سے نقل کی ہے۔"

نیز بے شمار آیات قرآنیہ اسی پر دلالت کرتی ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (الانفال : ۲)

﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ (المدثر : ۳۱)

''اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہوتی ہے تا کہ ایمان داروں کے ایمان کو اور زیادہ کرے۔''

ان کے علاوہ اور آیات بھی ہیں۔ اسی مضمون کی بابت کئی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ بالخصوص امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے عنوان کے تحت کئی ایسے ابواب اور تراجم جمع کئے ہیں، جن سے سلف کا مسلک واضح اور مبرہن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام ابوعبید القاسم بن سلام کی کتاب ''الایمان'' کا مطالعہ کرنا چاہیے، نیز امام ابن خزیمہ کتاب التوحید صغیر ص ۹ پر فرماتے ہیں کہ:

((ولقد ادركت رجالا من العلماء والفقهاء بالعراق وسائر البلدان فساءلتهم عن الايمان فقالوا باجمعهم الايمان قول وعمل ونية ويزيد وينقص))

''اللہ کی قسم میں نے عراق اور دیگر شہروں میں بے شمار علماء اور فقہاء سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو ان سب نے کہا کہ ایمان قول وعمل ونیت کا نام ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔''

لیکن علماء حنفیہ کا ان کے خلاف عقیدہ ہے۔ وہ ایمان کو صرف دو چیزوں کا مجموعہ بتلاتے ہیں:

((الاقرار باللسان والتصديق بالقلب))

''زبان سے اقرار کر لینا اور صدق دل سے مان لینا۔''

اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتے اور نہ ان کو ایمان کا جز تسلیم کرتے ہیں۔ امام طحاوی کے کتاب العقیدہ صفحہ ۱۷ میں ہے کہ:

((الايمان هو الاقرار باللسان والتصديق بالجنان))

''ایمان دو چیزوں کا مجموعہ ہے زبان سے اقرار کر لینا اور دل سے تصدیق کرنا۔''

اور علامہ ابوالمنتہیٰ المغنیساوی الحنفی شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۱۳۱ میں فرماتے ہیں:

((ان العمل الصالح ليس جزء من الايمان لأن العمل يزيد وينقص))

''عمل صالح ایمان کا جز نہیں ہے کیونکہ عمل میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔''

اور شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۸۸ میں ہے:

((فههنا مقامان: الاول ان الاعمال غير داخلة فى الايمان لما مرمن ان حقيقة الايمان هو التصديق لانه قد ورد فى الكتاب والسنة عطف الاعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی الایمان کقولہ تعالیٰ: ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصالحات﴾ مع القطع بان العطف یقتضی کمغایرۃ۔ المقام الثانی ان حقیقۃ الایمان لا تزید ولا تنقص لما مر من انھا التصدیق القلبی الذی بلغ حد الجزم والاذعان وھذا لا یتصور فیہ زیادۃ ولا نقصان حتی ان من حصل لہ حقیقۃ التصدیق فسواء اتی بالطاعات او ارتکب المعاصی فتصدیقہ باق علی حالہ لا تغیر فیہ اصلا: اھ مختصر وھکذا فی عامۃ کتبھم))

''پس اس جگہ دو مقام ہیں پہلا یہ ہے کہ تحقیق اعمال ایمان میں داخل نہیں ہے، جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے، جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔'' حالانکہ یقیناً معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بیان ہوا کہ ایمان کی حقیقت یقین کی حد تک پہنچنے والی تصدیق ہے اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حتی کہ جو شخص حقیقی تصدیق رکھنے والا ہے اور وہ اچھے اعمال کرے یا برے اعمال کا مرتکب ہو، اس کی تصدیق (ایمان وایقان) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں حالتوں میں تصدیق ایک ہی حالت پر باقی رہتی ہے۔''

ان کی اکثر کتابوں میں یہی عقیدہ مذکور ہے۔ اور بنا بریں نماز ان کے نزدیک ایمان نہیں، حالانکہ کتاب وسنت میں اس کو ایمان کہا گیا ہے۔

((فی الصحیح البخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان وقول اللہ تعالیٰ ﴿وما کان اللہ لیضیع ایمانکم﴾ یعنی صلوتکم عند البیت وفی الفتح الباری: ۱/ ۳۳ وقع التنصیص علی ھذا التفسیر من الوجہ الذی اخرجہ منہ المصنف حدیث الباب فروی الطیالسی والنسائی من طریق شریك وغیرہ عن ابی اسحق عن البراء فی الحدیث المذکور فانزل اللہ ﴿وما کان اللہ لیضیع ایمانکم﴾ صلاتکم الی بیت المقدس))

''صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے۔ باب اس مسئلہ پر کہ نماز ایمان میں داخل ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔'' مراد یہ ہے کہ تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ فتح الباری، ۱/ ۳۳ میں اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر میں اسی سند سے صراحت ذکر کی گئی جس طریق سند سے مصنف (امام بخاری) نے باب کی حدیث روایت کی ہے۔ امام طیالسی اور امام نسائی نے مذکور حدیث میں شریک اور شریک کے علاوہ اوروں سے ابواسحٰق سے براء سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں ضائع کرنے والا نہیں۔"

اور اسی لیے حنفی مذہب کے رکن رکین امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی کی اسلامی عدالت میں گواہی قبول نہیں کی گئی۔

((ونقل ابن عدی عن اسحاق بن راھویه سمعت آدم یقول کان شریك لا یجوز شهادة المرجئة فشهد عنده محمد بن الحسن فرد شهادته فقیل له فی ذالك فقال انا لا اجیز من یقول الصلوٰة لیس من الایمان))

(لسان المیزان : ۵/۱۲۱، ۱۲۲)

"ابن عدی نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ شریک مرجئہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے ان کے سامنے محمد بن حسن نے گواہی دی۔ انہوں نے اس کی گواہی کو ٹھکرا دیا، چنانچہ اس کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں اس شخص کی گواہی قبول نہیں کرتا جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہیں مانتا۔"

اور امام عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنی کتاب السنۃ صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں:

((حدثنی یعقوب بن ابراھیم الدورقی حدثنا عبدالرحمن بن مھدی قال بلغنی ان شعبة قال لشریك کیف لا تجیز شهادة المرجئة قال کیف اجیز شهادة قوم یزعمون ان الصلوٰة لیست من الایمان))

"عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شعبہ نے شریک سے دریافت کیا: تم مرجیہ کی شہادت کیوں قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کی گواہی کیسے قبول کروں جو نماز کو ایمان کا حصہ ہی نہیں مانتے۔"

اور اسی طرح کا معاملہ امام صاحب کے دوسرے شاگرد قاضی ابو یوسف کو بھی درپیش آیا۔ امام محمد بن خلف الوکیع کتاب اخبار القضاۃ ۳/۲۶۱ میں فرماتے ہیں:

((اخبرنی جعفر بن محمد قال سمعت اسحاق بن راھویه یقول سمعت یحییٰ بن آدم یقول رد شریك شهادة ابی یوسف فقیل له اترد شهادة ابی یوسف فقال الا ارد شهادته وھو یقول ان الصلوٰة لیس من الایمان))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اسحٰق بن راہویہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے یحیٰی بن آدم سے سنا کہ شریک نے ابو یوسف کی گواہی کو رد کر دیا۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں اس کی شہادت کیوں نہ رد کروں؟ حالانکہ وہ اس عقیدہ کا مالک ہے کہ نماز ایمان کا جز نہیں ہے۔''

اور امام حافظ ابوسعد العجلی تاریخ و معرفۃ الثقات (قلمی) مطبوع ص ۴۸۱ کے باب الکوفیین میں فرماتے ہیں:

((جاء حماد بن ابی حنیفة الی شریك یشهد عنده بشهادة فقال له شریك: الصلوٰة من الایمان؟ فقال حمادلم یجز هذا فقال شریك لکنا نبدا بهذا فقال نعم هی من الایمان قال فنشهد الان))

''حماد بن ابی حنیفہ شریک کے روبرو گواہی دینے کے لیے آئے۔ شریک اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا نماز ایمان میں داخل ہے؟ حماد کہنے لگے ہمارا آنا بحث کے لیے نہیں ہے۔ شریک فرمانے لگے: ہمیں تو اس کا جواب پہلے چاہیے۔ حماد نے جواب دیا کہ ہاں نماز ایمان میں سے ہے۔ شریک نے فرمایا کہ تو اب گواہی دے سکتا ہے۔''

اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ترک الصلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے ہیں، حالانکہ یہ عقیدہ سلف صالحین اور صحابہ و تابعین کے عقیدے کے خلاف ہے۔

((واخرج الترمذی عن عبدالله بن شقیق قال کان اصحاب رسول الله ﷺ لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفرا غیر الصلوٰة.)) (کذا فی المشکوٰة ص ۵۹)

''امام ترمذی روایت لائے ہیں کہ عبداللہ بن شقیق نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تارک صلوٰۃ کو کافر گردانتے تھے، جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۵۹ پر ہے۔''

اور امام ابن حزم فرماتے ہیں:

((وقد جاء عن عمر و عبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی هریرة وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم ان من ترك الصلوٰة فرضا واحدا متعمدا حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد ولا نعلم لهولاء مخالفة.))

(هـ ۱ کذا فی الترغیب والترهیب للمنذری: ۱/۳۷۳)

''سیدنا عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل ور ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جس نے جان بوجھ کر صرف ایک نماز فرض چھوڑ دی یہاں تک کہ اس نماز کا وقت نکل گیا تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا اس بات میں ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ جیسا کہ ترغیب الترہیب للمنذری:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۳۷۳ میں ہے۔"

اور حافظ عبدالحق اشبیلی کتاب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں:

((ذهب جملة من الصحابة رضی اللہ عنہم ومن بعدهم الى تكفير تارك الصلوٰة متعمدا تركها حتى يخرج جميع وقتها منهم عمر بن الخطاب ومعاذ بن جبل وعبدالله بن مسعود وابن عباس وجابر وابو الدرداء وكذالك روى عن على بن ابى طالب كرم الله وجهه، هولاء من الصحابة ومن غيرهم احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وعبدالله بن المبارك وابراهيم النخعى والحكم بن عتيبة وايوب السختيانى وابوبكر بن ابى شيبة وابو خيثمة زهير بن حرب)) (اهـ. كافى كتاب الصلوٰة لابن القيم ص: ٤١)

"تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے علماء حقہ قصداً نماز چھوڑنے والے کو کافر سمجھتے تھے۔ انہی میں سیدنا عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سیدنا جابر اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہم ہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر ائمہ کرام جیسے احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک، ابراہیم نخعی، حکم بن عتیبہ، ایوب سختیانی، ابوداؤد طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوخیثمہ زہیر بن حرب سب اسی کے قائل ہیں۔ ابن قیم کی کتاب الصلوٰۃ میں صفحہ ۴۱ پر اسی طرح مذکور ہے۔"

اور پھر صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں:

((”فصل“ فى سياق اقوال العلماء من التابعين ومن بعدهم فى كفر تارك الصلوٰة ومن حكى الاجماع على ذالك وقال محمد بن نصر حدثنا محمد بن يحيىٰ حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زيد عن ايوب قال ترك الصلوٰة كفر لا يختلف فيه وحكى محمد عن ابن مبارك قال من اخر صلوٰة حتى يفوت وقتها متعمدا من غير عذر فقد كفر وقال على بن الحسين بن شقيق سمعت عبدالله بن المبارك يقول من قال انى لا اصلى المكتوبة اليوم فهو اكفر من حمار وقال يحيىٰ بن معين قيل لعبدالله ابن المبارك ان هولاء يقولون من لم يصم ولم يصل بعد ان يقربه فهو مومن مستكمل الايمان فقال عبدالله لا نقول نحن ما يقول هولاء من ترك الصلوٰة متعمدا من غير علة حتى ادخل وقتا فى وقت هو كافر))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"(فصل) تابعین اور بعد کے علماء کے تارک نماز کے بارے میں اقوال اور اس شخص کا بیان جس نے تارک نماز کے کافر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ نے اس نے کہا کہ ہم کو بیان کی ابونعمان نے اس نے کہا ہمیں حدیث سنائی حماد بن زید نے کہ ایوب فرماتے ہیں کہ نماز کا چھوڑنا کفر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور محمد بیان کرتے ہیں عبداللہ بن مبارک نے کہا جس نے قصداً نماز ترک کر دی یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا، تو وہ بلا عذر ایسا کرنے سے کافر ہو گیا۔ علی ابن الحسین بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو کہتے سنا کہ جس نے کہا کہ میں "آج فرض نماز نہیں پڑھوں گا۔" تو وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز اور روزے کا اقرار تو کرے لیکن ان کو ادا نہ کرے تو وہ کامل ایمان والا مومن ہے۔ عبداللہ بن مبارک فرمانے لگے ہمارا یہ مذہب (موقف) نہیں ہے۔ جو شخص بلا سبب نماز نہ پڑھے اور وقت نکل جائے اور اگلی نماز کا وقت شروع ہو جائے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔"

((وقال ابن ابی شیبة قال النبی ﷺ من ترك الصلوٰة فقد كفر، فيقال له: ارجع عن الكفر فان فعل والاقتل بعد ان يؤجله الوالی ثلاثة ايام وقال احمد بن يسار سمعت صدقة بن الفضل سئل عن تارك الصلوٰة فقال: كافر، فقال له السائل اتبين منه امراته؟ فقال صدقة واين الكفر من الطلاق، لو ان رجلا كفر لم تطلق منه امراته؟ قال محمد بن نصر او سمعت اسحاق يقول صح عن النبی ﷺ ان تارك الصلوٰة كافر، وكذالك كان رای اهل العلم من لدن النبی ﷺ الی يومنا هذا ان تارك الصلوٰة عمداً من غير عذر حتی يذهب وقتها كافر))

"اور ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ نماز کو قصداً ترک کرنے والا کافر ہے۔ اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ کفر سے باز آ جائے اگر توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم وقت تین دن کی مہلت کے بعد اس کا سر قلم کر دے۔ احمد بن یسار فرماتے ہیں کہ صدقہ بن فضل سے تارک صلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے۔ سائل پوچھنے لگا کیا اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے؟ صدقہ نے جواب دیا کہ کفر کی طلاق سے کیا نسبت کیا اگر آدمی کافر ہو جائے تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو؟ یعنی لازماً طلاق ہو جائے گی۔ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ سے (بطریق) صحیح مروی ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک علماء کا یہی مذہب رہا ہے۔ بلا عذر نماز کو قصداً ترک کرنے والا یہاں تک کہ اس نماز کا وقت فوت ہو جائے، کافر ہے۔"

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور آئمہ حدیث رحمہم اللہ ترک الصلوٰۃ کو کفر کہنے پر متفق تھے۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب الشریعۃ اللآجری اور کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل اور کتاب السنۃ اللالکائی وغیرھا دیکھنی چاہئیں۔ برخلاف اس کے حنفیہ نماز کو ایمان نہیں کہتے نہ اس کو ایمان کا جز سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے درست ہو سکتی ہے؟ نیز جب وہ نماز کو ایمان نہیں جانتے تو معلوم نہیں کیا پڑھ رہے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر حنفیہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے اور حنفیہ کے مایہ ناز عالم عبدالحی لکھنوی نے بھی کتاب الرفع والتکمیل میں تسلیم کیا ہے۔ نیز امام ابوداود سجستانی کتاب مسائل الامام احمد بن حنبل صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں کہ:

((قلت لاحمد اصلی خلف المرجئة قال اذا كان داعيا لا يصلی خلفه))آه .

"میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ میں مرجیہ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں؟ یا پڑھ لیتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے جب مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والا اپنے باطل مذہب کی دوسروں کو دعوت اور ترغیب دینے والا ہو اس وقت اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔"

نیز اس کی بابت کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل اور التاریخ الکبیر للامام البخاری اور مسائل الامام محمد بن عثمان ابی شیبہ (قلمی) وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنی چاہئیں۔ پس اس عقیدہ کے علاوہ مذکورہ بالا عقائد بھی ان کی اقتداء سے مانع ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز کو درست قرار دیتے ہیں۔ ان کی مشہور دو دلیلیں ہیں:

اوّل: یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ (صلوا خلف كل بر و فاجر) "ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔" حالانکہ یہ روایت غیر صحیح اور قطعاً ثابت نہیں ہے۔

((فقد اخرجه ابو داود والدار قطني واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول عن ابی هريرة وزاد ((وجاهدو مع كل بر و فاجر)) وهو منقطع وله طريق اخرى عند ابن حبان فی الضعفاء من حديث عبدالله بن محمد بن يحيى ابن عروة فی هشام عن ابی صالح عنه وعبدالله متروك ورواه الدار قطنی من حديث الحارث عن علی ومن حديث علقمة والاسود عن عبدالله ومن حديث مكحول ايضا عن واثلة ، ومن حديث ابی الدرداء من طرق كلها واهية جدا قال العقيلی ليس فی هذا المتن اسناد يثبت ، وللبيهقی فی هذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الباب احادیث کلها ضعیفة غایة الضعف واصح ما فیه حدیث مکحول عن ابی هریرة علی ارساله وقال ابو احمد الحاکم هذا حدیث منکر))

(کذا فی التلخیص الحبیر لابن حجر: ۱۲۵/۱ طبع مصر وباکستان)

''اس حدیث کو ابوداؤد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے، لفظ دارقطنی کے ہیں اور بیہقی میں مکحول کی حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس میں یہ لفظ زائد ہیں ((وجاهدوا مع كل بر و فاجر)) ''جہاد کرو نیک اور بد کی قیادت میں) یہ روایت منقطع ہے، ابن حبان کے نزدیک الضعفاء میں اس حدیث کی ایک دوسری سند ہے جو کہ یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ ہشام سے روایت کرتے ہیں ابی صالح سے اور عبداللہ متروک راوی ہے۔ دارقطنی نے حارث کی حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے علقمہ اور الاسود کی حدیث عبداللہ سے روایت کی ہے اور مکحول کی حدیث واثلہ سے بھی روایت کی ہے اور ابوالدرداء کی حدیث بھی لائے ہیں، لیکن یہ تمام اسانید بالکل کمزور ہیں۔ عقیلی فرماتے ہیں کہ اس متن کی کوئی سند بھی ثابت نہیں ہے اور امام بیہقی کی اس باب میں تمام روایتیں انتہائی کمزور ہیں۔ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث مکحول کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ وہ بھی مرسل ہے۔ ابواحمد الحاکم فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب التلخیص الحبیر: ۱/ ۱۲۵ طبع مصر اور پاکستان میں اس طرح تفصیل ہے۔''

((لم یسمع مکحول عن ابی هریرة))

''مکحول کا سماع ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔''

اور اسی طرح امام شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۱۷۴ جلد ۳ میں اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود شرح سنن ابی داود ۲/ ۳۲۵ اور علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر ۲/ ۳۸ اور علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۳/ ۲۶۰ اور علامہ امیر یمانی سبل السلام ۲/ ۲۹ میں وغیرہم علماء نے اپنی کتابوں میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ پس یہ روایت ہی ثابت نہیں تو پھر اس سے استدلال بھی درست نہیں۔

ثانیاً: یہاں بر یا فاجر (نیک یا بد) کا سوال نہیں بلکہ یہاں عقیدے کی بحث ہے۔ لہٰذا یہ روایت علی تقدیر التسلیم الصحت (صحیح ماننے کی صورت میں) بھی خارج عن النزاع (بحث سے خارج) ہے۔

دوسری دلیل بخاری کتاب الصلوٰة باب امامة المفتون المبتدع میں روایت ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ ان بلوائیوں کا مسجد پر قبضہ ہے اور جماعت کرا رہے ہیں۔ کیا ان کے ساتھ نماز ادا کرے یا نہ؟ جواب میں کہا:

((الصلوٰة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم فاذا اساؤا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاجتنب اساء تهم))

''لوگوں کے تمام اعمال میں نماز سب سے بہتر عمل ہے۔ لہٰذا لوگ جب اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ نیکی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں تو ان غلط کاموں سے بچو اور الگ رہو۔''

مگر اس روایت سے بھی استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس وقت کوئی حنفی نہ تھا اور نہ اس قسم کے فاسد عقائد ظاہر ہوئے تھے، جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور ثابت کر دیا گیا یہ عقائد سلف کے عقائد کے خلاف ہیں۔ الحاصل صحت اور جواز کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس بھی معقول یا قابل تسلیم دلیل نہیں اور جبکہ ثابت ہوا۔ حنفیوں کے عقائد اہل السنّت وسلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں۔ لہٰذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں کہا جا سکتا۔

هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الثانية

کیا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے؟

پیر امیر احمد حنفی نے یکم مارچ ۱۹۵۰ء میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا اور سوال کیا کہ آپ علماء احناف کی معتبر اور قابل قبول کتب سے ثابت کریں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے، مکروہ نہیں ہے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علماء احناف کے ۱۰ بڑے عالم دین کی شہادات کو نقل کیا کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

(الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سوال: کیا مذہب حنفیہ کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ نہیں ہم کہتے ہیں کہ مکروہ ہے، اگر آنجناب مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ نہیں سمجھتے تو مذہب حنفیہ کی معتبر کتابوں سے ثابت کیجئے اور ہر وہ کتب جو علماء حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے اس کا حوالہ معتبر سمجھا جائے گا۔

(سائل! پیر امیر احمد (حنفی) یکم مارچ ۱۹۵۰ء)

جواب: وباللہ تعالیٰ التوفیق، ہاں بلاشک ہم کہتے ہیں کہ مذہب حنفیہ میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام مکروہ نہیں ہے اور ایک شخص باوجود حنفی المذہب ہونے کے وہ امام کے پیچھے سورۃ الحمد شریف پڑھ سکتا ہے اور اس سے نہ اس کو کوئی کراہت لازم آتی ہے اور نہ وہ مذہب حنفی سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے ہاں قراءۃ خلف الامام صحیح ہے:

اولاً: حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن رحمہما اللہ سے ایک روایت میں اجازت مروی ہے چنانچہ ہدایہ جو کہ فقہ کی مشہور و معتبر کتاب ہے اس کی (۱/۱۰۹) مطبوعہ انصاری لکھنوی میں ہے:

((ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد))

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے البنایۃ شرح ہدایۃ میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے کہ

((ای یستحسن قراء ۃ المقتدی الفاتحۃ احتیاط رفعا للخلاف فیما روی بعض المشائخ عن محمد))

اسی طرح قدوری کی ''شرح الجوہرۃ النیرۃ مطبوعہ المطبعۃ خیریہ مصر: ۱/۵۱'' میں ہے:

((وعن محمد انہ قال استحسن لہ قراء ۃ الفاتحۃ فی صلوۃ المخافۃ))

''(یعنی) امام محمد نے احتیاطاً سری نمازوں میں قراءت کو مستحسن قرار دیا ہے۔''

اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت سنیئے چنانچہ مجتبی شرح قدوری میں ہے: ((وعن ابی حنیفۃ لابأس بأن یقرأ الفاتحۃ فی الظھر والعصر وبما شاء من القرآن)) امام الکلام لسید عبدالحئی لکھنوی صفحہ ۳۲۔

اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے فاتحہ بلکہ اس سے زائد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور خود مولانا عبدالحئی لکھنوی صاحب نے بھی اس روایت کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ آپ غیث الغمام حاشیہ امام الکلام: ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

((وکذا عن الامام ابی حنیفۃ مما مر ذکرہ))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ میں لکھتے ہیں کہ ((وروی عن محمد)) فان قیل: یہ روایت صحیح نہیں ہے بسبب ظاہر الروایۃ کہ۔

قلنا: اس کا جواب خود ایک حنفی بزرگ سے نقل کرتے ہیں، چنانچہ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی، امام الکلام: ۱۵۶ میں تحریر کرتے ہیں:

((وهو ان كان ضعيفا رواية ولكنه قوى دراية ومن المعلوم المصرح فى غنية المستلى شرح منية المصلى وغيره انه لا يعدل عن الرواية اذا وافقها دراية))

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ الکھنوی الانصاری الحنفی رحمہ اللہ اسی کتاب کے حاشیہ غیث الغمام میں لکھتے ہیں:

((قوله الحنفى نسبة الى ابى حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى امام الائمة وسراج الائمة ينسب له لمن يتمذهب بمذهبه ويسلك مسلكه كا الشافعى لمن يختار اقوال الامام محمد بن ادريس الشافعى، المالكى لمن يقلد الامام مالك الاصبحى، والحنبلى لمن تبع الامام احمد بن حنبل البغدادى))

علامہ موصوف مذکور قول کے متعلق امام الکلام صفحہ ۱۵۶ میں یوں رقمطراز ہوئے ہیں:

((وأرجو رجاء موثقا ان محمدًا لما جوز القرأة فى السرية واستحسنها لابد ان يجوز القرأة فى الجهرية فى السكتات وجد انها لعدم الفرق بينه وبينه))

بخلاف ہدایہ اور بنایہ کی عبارتوں کے تو اس میں مطلق طور پر جہری اور سری شامل ہے۔

فان قیل: سکتات کے متعلق صاحب شرح وقایہ نے یوں لکھا ہے: ((سكوت الامام ليقرأ المؤتم قلب الموضوع))

قلنا: اس کا بھی علامہ عبدالحیٔ صاحب نے جواب دیا ہے چنانچہ آپ نے عمدۃ الرعایۃ: ۱/۱۴۳ میں یوں لکھا ہے:

((ويرد عليه ان خلاف الموضوع انما يلزم لو كان موضوعه هو القراءة فقط والسكوت لغرض ان يقرأ المقتدى فيه ليس قلبا للموضوع ونظيره ما ذكره الفقهاء انه ينبغى للامام ان يسبح فى الركوع والسجود ليتكمن المقتدون من تمام اذكارهم وقالوا ايضا لو علم الامام ان قراءة الادعية بعد التشهد تثقل على المقتدى تركها نعم الكلام فى ثبوت هذه السكتة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتعارفة فيما بين الشافعية فان الثابت من الاخبار ان النبى ﷺ كان يسكت فى الركعة الاولى سكتة طويلة قبل القرأة يقرأ فيها الثناء والتوجيه وغيرهما من الأدعية و كان يسكت سكتة لطيفة بعد ولا الضالين وكذا بعد الفراغ من القرأة ليتراد اليه نفسه))

فان قيل: اس احتیاط کے متعلق علامہ ابن الھمام نے فتح القدیر شرح الہدایہ میں لکھا ہے کہ (۱/ ۲۹۷) طبع کوئٹہ

((ثم لا يخفى ان الاحتياط فى عدم القراء ة خلف الامام لان الاحتياط هو العمل باقوى الدليلين وليس مقتضى اقواهما القراء ة بل المنع))

قلنا: اس کا جواب بھی ہم خود حنفی حضرات سے نقل کرتے ہیں، چنانچہ علامہ علی القاری جس کا حنفی المذہب ہونا اظہر من الشمس ہے وہ اپنی کتاب فتح المغطا شرح الموطا یعنی مؤطا امام محمد کی شرح میں علامہ ابن الھمام کے مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((وفيه ان الاحتياط هو الخروج عن الخلاف فارتكاب المكروه اولى من الفساد ثم الفساد فى جانب الترك اقوى من الفساد فى القراء ة فاقواهما الجمع لا المنع كيف وهو مذهب اكثر المجتهدين فى امر الدنيا))

''احتیاط اس میں ہے کہ اختلاف سے بچا جائے پس مکروہ کام کا ارتکاب فساد سے اولیٰ ہے پھر فاتحہ نہ پڑھنے میں فساد زیادہ ہے، نسبتاً فاتحہ پڑھنے کے، پس ان میں زیادہ قوی جمع ہے (یعنی سری میں پڑھنا) نہ کہ منع کرنا جب کہ وہی اکثر مجتہدین کا مذہب ہے دنیوی امور میں بھی۔''

نیز علامہ عبدالحیٔ امام الکلام، صفحہ ۱۵۷ میں علامہ ابن الھمام کے اس قول کا یوں جواب دیتے ہیں:

((اما علمت ان الادلة كثيرة منها لا تدل على المنع بالكلية وبعضها وان دلت على ذلك فهو ساقط الحجيّة اما قرع سمعك ان العبرة ليست لقوة الدليل فى نفسه بل مع قوة دلالته وطريق الاحتجاج به ودلائل اصحابنا ان سلم كونها قوية بالنسبة الى أدلة غير نا لكن قوة دلالته على عموم ما ذهبوا اليه مقدوحة ومجرد كونها قوية فى نفسها لا يعطى فائدة اما عرفت ان اختلاف المانعين والمجوزين قد اداى الى شر ذمة من الطائفة الاولى قالوا بحرمة القراء ة وشر ذمة منهم تفوهو بفساد الصلوة، وطائفة عظيمة من المجوزين قالوا باشراطها فى الصلوٰة وان الترك مفسدلها مترقى بعضهم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حيث قالوا بفساد صلوٰة مدرك الركوع ايضا لتركها ومن المعلوم ان قول فساد الصلوٰة بالقراء ة اَوْهَنُ من نسج العنكبوت والقول بفساد الصلوٰة بتركها له نوع من قوة الثبوت وان كان ما يرقى به بعضهم منحطا عن درجة الثبوت مع وقوع هذا الاختلاف وقوته في جانب الخلاف لا بد ان يحكم بالاحتياط بالقراء ة على ما صرحوا به في المسائل الخلافية))

بس یہی جوابات خود علماء حنفیہ نے دیئے ہیں جس کا ماننا آپ کا فرض ہے۔

ثانیاً: خود حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ دونوں سے اس باب میں اپنے اصلی مسلک سے رجوع ہونا ثابت ہے چنانچہ علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی غیث الغمام حاشیہ امام الکلام صفحہ ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

((وذكر الشعراني الى هذه الرواية هي التي رجعا اليها حيث قال لابي حنيفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها على الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القديم وادخله محمد في تصانيفه القديم وانتشر النسخ الى الاطراف وثانيهما استحسانها على سبيل الاحتياط وعدم كراهتها عند المخافة للحديث المرفوع "لا تفعلوا الا بام القرآن" وفي رواية لا تقرؤا بشيء اذا جهرت الا بام القرآن" وقال عطاء كانوا يرون على الماموم القرأة فيما يجهر الامام وفيما يسر فرجعا من قولهما الاول الى الثاني احتياطا))

''علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جس میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے رجوع ثابت ہے وہ فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ الحمد مقتدی پر واجب نہیں اور نہ ہی سنت ہے ان کا یہ قول قدیم ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے اور ان کے نسخے اطراف و اکناف میں پھیل گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو سری نمازوں میں الحمد پڑھنا علی سبیل الاحتیاط مستحسن ہے، اس لیے کہ مرفوع حدیث میں ہے کہ سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھو، اور ایک روایت میں ہے کہ جب بآواز پڑھو تو فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ سری اور جہری نمازوں میں مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہیے، پس امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔''

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا عین حنفیت ہے اور اس سے کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراہت لازم نہیں آتی ہے اور حضرت امام صاحب کا آخری مذہب یہی ہے. اور اسی عقیدہ پر آپ نے رحلت فرمائی ہے۔ فتفکر

ثالثاً: علماء احناف میں سے بہت سے علماء کرام فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل ہیں، چنانچہ ہم علماء احناف کے چند نقول پیش کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوگا کہ بعض تو مطلقاً قائل ہیں اور بعض سری نمازوں میں۔

۱۔ علامہ عینی حنفی کا قول، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مطبوعہ استنبول (۳/ ۶۹) میں ہے:

((بعض اصحابنا استحسنوا ذلك على سبيل الاحتياط فى جميع الصلوٰة، ومنهم من استحسنها غير الجهرية))

''یاد رہے کہ ہمارے بعض علماء تمام نمازوں میں الحمد پڑھنے کو مستحسن بتلاتے ہیں اور بعض صرف سری نمازوں میں۔''

۲۔ مشہور حنفی عالم احمد معروف ملاجیون مؤلف نورالانوار، تفسیر احمدی صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ کریمی بمبئی، میں لکھتے ہیں:

((فان رأيت الطائفة الصوفية والمشايخ الحنفية تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للموتم كما استحسنه محمد ايضا احتياطا فيما روى عنه))

''اگر جماعت صوفیہ اور مشائخ حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ احتیاطاً امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتلاتے تھے، جیسا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔''

۳۔ علامہ فصیح الدین شرح وقایہ میں ذکر کرتے ہیں:

((قال بعض المشائخ اذا قرأ المقتدى فى صلوة المخافة لا يكره على قول محمد واليه مال الامام ابو حفص الكبير)) (امام الكلام: ۳۰)

''امام محمد کے قول کے مطابق اگر مقتدی امام کے پیچھے سری نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو یہ مکروہ نہیں ہے یہ قول ہمارے بعض مشائخ کا ہے اور امام ابوحفص الکبیر کا بھی یہ ہی موقف ہے۔''

ابوحفص کبیر بڑے مشہور فقیہہ ہیں، اس کو علامہ ابومحمد عبدالقادر حنفی نے تراجم الحنفیۃ صفحہ ۶۲ میں ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں:

((احمد بن حفص المعروف بابى حفص الكبير البخارى الامام المشهور اخذ العلم عن محمد بن الحسن وله اصحاب لا يحصون))

۴۔ علامہ شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین مولانا عبدالرحیم جو کہ شیخ التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کیے گئے اور باتفاق علماء ماوراء النہر و خراسان حنفی مذہب کے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہد ہیں، آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے اور پڑھانے کو مستحب جانتے تھے اور فرماتے تھے:

((لو كان فى فمى يوم القيامة جمرة احب الى من ان يقال لا صلوٰة لك))

(امام الکلام: ۲۸)

''یعنی قیامت کے روز اگر میرے منہ میں آگ کا انگارا دیا جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کہا جائے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔''

۵۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ منیریہ: ۲/۹ میں فرماتے ہیں:

((ويجهر الامام فى الفجر والعشاء وان كان ماموماً وجب عليه الانصات والاستماع فان جهر الامام لم يقرأ الا عند الاسكاتة وان خافت فله الخيرة فان قرأ فليقرأ قرأة لا يشوش على الامام وهذا اولى الاقوال عندى))

''امام فجر اور عشاء کی نماز میں جہر کرے گا اگر مقتدی ہے تو استماع وانصات واجب ہے، پس اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی نہ پڑھے مگر سکتات میں اور اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار ہے، پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ اس طرح پڑھے کہ امام کو خلل میں نہ ڈالے اور میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے۔''

۶۔ آپ کے والد صاحب بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (غیث الغمام حاشیہ امام الکلام: ۱۵۶)

۷۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ امام الکلام: ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

((اما كراهة مطلق القراءة او حرمتها فى الجهرية ولو فى حال السكتة او القراءة فى السريه فانى مع تفصح كتب محقق الحنفية ومحدثهم وكبار فقهائهم وشراحهم لم اطلع على سنده المرفوع الشافى ودليله الكافى وما ذكروه فى تحقيق ذالك وتشغبوا على مسالك لا يخفى ما فيه على صعب دريه و بصيرة فاذن ظهر حق الظهور ان اقوى المسالك التى سلك عليها اصحابنا هو مسلك استحسان القراءة فى السرية كما هو رواية عن محمد بن الحسن واختارها جمع من فقهاء الزمن وهو وان كان ضعيفا رواية لكنه قوى دراية ومن المعلوم المصرح فى غنية المستلى شرح منية المصلى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغيره انه لا يعدل عن الرواية اذا وافقها دراية وارجو رجاء موثقا ان محمدا لما جوز القراءة فى السرية واستحسنها لابد ان يجوز القراءة فى الجهرية فى السكتات عند وجدانها لعدم الفرق بينه وبينه وهذا هو مذهب جماعة من المحدثين جزاهم الله يوم الدين))

۸۔ علامہ عبدالحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی نے کتاب نعمة الله السابغة مطبوعہ رحمانیہ پٹنہ (۲/۶۱) میں لکھا ہے:

''اور اگر مقتدی ہے تو اس پر چپ کرنا اور سننا واجب ہے اور اگر امام جہر کرتا ہے تو ان کے سکتات میں پڑھے اور اگر خفیہ پڑھتا ہے تو اس کو اختیار ہے اگر پڑھنا چاہے تو سورۃ الحمد کو اس طرح پڑھے کہ امام کو تشویش میں نہ ڈالے اور میرے نزدیک یہ سب اقوال میں سے اولیٰ ہے اور اس بات سے احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔''

۹۔ علامہ ابوالحسن السندھی حنفی (رحمہ اللہ) نسائی شریف کے حاشیہ مطبوعہ دہلی: ۱/۱۴۶ میں فرماتے ہیں:

((قوله الابام القرآن ظاهر هذه الرواية اباحة القراءة بالفاتحة ولو جهر الامام فلعل من يمنع عنها يقول ان النهى يقدم على الاباحة عند التعارض ولا يخفى ان المعارضة حال السر مفقود فالمنع حينئذ غير ظاهر حالة السر ولهذا مال محمد وبعض المشائخ وغيرهم الى قراءة الفاتحة حال السر ورجحه على القارى فى شرح مؤطا لمحمد ورأى انه الاحوط والله تعالىٰ اعلم))

۱۱۔ علامہ محمد عمر سندھی حنفی نے اپنے رسالہ احسن الدلائل میں لکھا ہے:

((قد ظهر لى بعد التفكر الكثير ان المقتدى تجب عليه الفاتحة فى الصلوٰة السرية كانت او جهرية))

''یعنی طویل غور وفکر کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی کو جہری اور سری نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔''

اب مقام انصاف ہے کہ باوجود اتنی تصریحات کے کوئی صاحب اس طرح کہنے کی جرأت رکھ سکتا ہے کہ مذہب حنفیت میں امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنا مکروہ ہے، یا یہ حضرات حنفی مذہب سے نکل گئے۔ حاشا وکلا

این گناه است که در شهر شما نیز کنند

رابعاً: علامہ عبدالحئی لکھنوی صاحب امام الکلام صفحہ ۳۶ میں ائمہ ثلاثہ (ابی حنیفہ، ابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ) کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ میں بین اور واضح قول بتاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

((وليحفظ ان المنسوب الى ائمتنا الثلاثة ثلاثة اقوال:

۱۔ الاول: انهم اختاروا ترك القرأة لا انهم لم يجيزه بان كرهوه او حرموه......))

''ہمارے ائمہ ثلاثہ کی طرف جو منسوب ہے ان میں پہلا قول یہ ہے کہ انہوں نے ترک قراءت کو اختیار کیا ہے یہ نہیں کہ انہوں نے قراءت خلف الامام کو ناجائز مکروہ یا حرام کہا ہے۔''

۲۔ ((والثاني: ان القراءة خلف الامام مكروهة عندهم كراهة تحريم))

''دوسرا قول یہ ہے کہ قراءت خلف امام مکروہ تحریمی ہے۔''

۳۔ ((والثالث: ان قراءة الفاتحة مستحسنة ومستحبة في السرية ومكروهة في الجهرية في روايته عن محمد))

''تیسرا قول سری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے اور جہری نماز میں مکروہ ہے۔''

اور پھر صفحہ ۴۱ میں فرماتے ہیں:

((واحسن هذه الاقوال هو القول الثالث وهو وان كان ضعيفا رواية لكنه قوي دراية كما تستقف عليه))

خامساً: اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ اس کے قائل نہ تھے، پھر بھی اتنی بات ضرور ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو مکروہ یا غیر جائز نہیں جانتے تھے، چنانچہ امام ابن حبان کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں کہ:

((واهل الكوفة انما اختار وترك القراءة خلف فقط لا انهم لم يجيزوه))

(امام الكلام: ٣٤)

''اہل کوفہ نے صرف ترک قراءت خلف الامام کو پسند کیا یہ نہیں کہ وہ اسے جائز ہی نہیں سمجھتے۔''

اور اسی طرح امام الکلام صفحہ ۳۶ میں امام ابن حبان کے اس قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وهو الظاهر من ذكر الشعراني الاختلاف الواقع في هذا البحث في كتاب الميزان ...... وكذا من قول صاحب رحمة الأمة في اختلاف الائمة وهذا هو الذى ان يكون مذهبا لهم والتنصيص بالكراهة او الحرمة من تخريجات متبعهم))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تصریحات کے ملنے سے ہم کہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں بھی امام کے پیچھے سورۃ الحمد شریف پڑھنے کی اجازت ہے اور اس سے کوئی کراہت لازم نہیں آتی۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

وهذا اخر ما اردنا ايراده بينا لمريده مراده والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والماب.

الفقير الراجى الى رحمة الله القدير حرره العبد

ابومحمد بدیع الدین الشاہ الراشدی

۱۱ مارچ ۱۹۵۰ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الثالثة

ضرب الیدین علی منکری رفع الیدین

ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ

زیرنظر رسالہ "ضرب الیدین علی منکر رفع الیدین" شیخ العرب والعجم علامہ سید ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو آپ نے مولوی میر محمد صاحب ہالائی کے جواب میں لکھا تھا جو کافی عرصہ پہلے سندھی زبان میں شائع ہوا تھا۔ اور اب نایاب ہو چکا تھا۔ اس رسالے کی افادیت کے پیش نظر عامۃ الناس کے لیے اُردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبی بعده امابعد!

راقم الحروف نے ایک محب سنت ساتھی کے مطالبہ پر اسے رفع الیدین کے متعلق صحیح البخاری سے عبداللہ بن عمر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی احادیث لکھ کر دیں مولوی میر محمد صاحب ہالائی نے ان کے مقابلے میں کچھ مضمون لکھ کر بھیجا ہے، جس میں نہ صحیح جواب ہے اور نہ ہی قوی دلیل لہٰذا حقیقۃ الحال کو واضح کرنے کے لیے چند اوراق لکھے جاتے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

اجمالی جواب:

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو احادیث لکھی ہیں، وہ سب کی سب صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہا ہیں اور جو مولوی موصوف نے لکھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح بخاری و مسلم میں سے نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک میں سے ہیں، البتہ جو روایت صحیح مسلم سے نقل کی ہے اس کا رفع الیدین سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کما سیأتی

اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کے مقابلہ میں دیگر کتب کی احادیث معتبر نہیں ہوتیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے کتب حدیث کے پانچ طبقات لکھے ہیں، انہوں نے پہلے طبقے میں مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری و مسلم کو شمار کیا ہے، دوسرے طبقے میں سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی کو اور تیسرے طبقے کے متعلق لکھتے ہیں:

((والطبقة الثالثة مسانيد وجوامع ومصنفات صنفت قبل البخاري ومسلم وفي زمانهما وبعدهما جمعت الصحيح والحسن والضعيف والمعروف والغريب والشاذ والمنكر والخطا والصواب والثابت والمقلوب)) اھ

(حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۲۹۹ مترجم: اصح المطابع)

یعنی اس طبقہ کی کتب میں صحیح، ضعیف، منکر، شاذ ہر قسم کی روایات ہیں اور اس طبقہ میں درج ذیل کتب کو درج کرتے ہیں۔

مسند ابی یعلیٰ، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند طیالسی اور بیہقی، طحاوی، طبرانی کی کتب۔ تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں:

((اما الطبقه الاولى والثانيه فعليهما اعتماد المحدثين وحوم حماهما مرتعهم ومسرحهم واما الثالثة فلا يباشرها للعمل عليها والقول بها الا النحارير الجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال وعلل الاحاديث نعم ربما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحار یر الجھابذۃ الذین یحفظون اسماء الرجال وعلل الاحادیث نعم ربما یوخذ منھا المتابعات والشواھد، وقد جعل اللہ لکل شئی قدرا))

(حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۳۰۱)

یعنی عام طور پر محدثین کا اعتماد پہلے اور دوسرے طبقہ پر ہے، باقی تیسرے طبقہ کی کتب کی کوئی حدیث حجت نہ ہوگی، مگر ان لوگوں کے لیے جن کو فن اسماء الرجال (یعنی راویوں کے حالات) اور علل الحدیث (یعنی احادیث کی علل اور اسباب کی پہچان) کا علم مکمل طور پر ہے نہ کہ وہ لوگ جن کا علم تقلید کی بناء پر حاشیوں اور رسالوں سے باہر نہیں۔

البتہ ان کتب سے بطور استشہاد روایت لائی جا سکتی ہے لیکن جب پہلے دلیل کے طور پر کوئی حدیث طبقہ اولیٰ یا ثانیہ سے درج کی گئی ہو۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ جن کتب سے مولوی صاحب نے روایات لکھی ہیں وہ طبقہ ثالثہ (تیسرے) کی ہیں، اس لیے ان پر لازم ہے کہ سب سے پہلے طبقہ اولیٰ سے احادیث نقل کریں، پھر ان کتب سے استشہاد کے طور پر روایات نقل کریں، ہماری پیش کی گئی احادیث طبقہ اولیٰ کی ہیں، بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو حدیث کی تمام کتب میں موجود ہے، لہٰذا ایسی روایات سے تردید کرنا یا بطور معارضہ لانا مولوی صاحب جیسے مجتہدوں کا کام ہے۔ مردان چنیں کنند

نیز صحیحین کی احادیث دوسری کتب کی احادیث سے زیادہ صحیح ہیں۔ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی صفحہ ۴۷ میں ہے۔

((الصحیح اقسام متفاوتۃ بحسب تمکنہ من شروط الصحۃ وعدمہ اعلاھا ما اتفق علیہ البخاری ومسلم ثم ما انفرد بہ البخاری ووجہ تاخرہ عما اتفقا علیہ اختلاف العلماء ایھما ارجح ثم ما انفرد بہ مسلم ثم صحیح علی شرطھما ولم یخرجہ واحد منھما ووجہ تاخرہ عما اخرجہ احدھما تلقی الامۃ بالقبول ثم الصحیح علی شرط البخاری ثم صحیح علی شرط مسلم ثم صحیح عند غیرھما مستوفی فیہ الشروط السابقۃ)) اھ۔

ثابت ہوا کہ ابن عمر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی احادیث جو ہم نے نقل کی ہیں دونوں کتب بخاری ومسلم میں ہونے کی بناء پر مولوی صاحب کی نقل کردہ تمام احادیث سے زیادہ صحیح ہیں، لہٰذا رفع الیدین کی احادیث کو ایسی احادیث سے رد کرنا دیانت اور اصول دونوں کے خلاف ہے۔ فتدبر

تفصیلی جواب:

قولہ! بخاری میں ۶ حدیثیں ہیں جن میں سے پانچ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ایک مالک ابن حویرث رضی اللہ عنہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروی ہیں۔الخ

اقول :اگرچہ پانچ روایات ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں لیکن مختلف راویوں سے ہیں اور اصول کے مطابق مختلف اسانید مختلف احادیث شمار کی جاتی ہیں، مولوی صاحب نے اصول سے لاعلمی کی وجہ سے یہ لکھا ہے۔ نیز اگر ایک ہی ہے، پھر بھی ایک مسلمان کے لیے کافی ہے کیونکہ اصح الصحیح ہے تمہیں قیامت تک چیلنج ہے کہ اس کے برابر کوئی ایک روایت پیش کرو جس میں رفع الیدین ترک کرنے کا ذکر ہو۔ نیز دوسرا طبقہ اولیٰ کی روایت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی موجود ہے اسی طرح آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث سنن ابی داوٗد: ❶ ۱/۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹ میں موجود ہیں۔ آٹھوں صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں، آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے، ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء درج ذیل ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا وائل بن حجر الحضرمی، سیدنا ابوحمید الساعدی، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابوقتادہ، سیدنا ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہم اور ابوداوٗد دوسرے طبقہ کی کتب میں سے ہے اس لیے اس کی احادیث بطور احتجاج لائی جاسکتی ہے اور سنن ترمذی بھی طبقہ ثانیہ میں سے ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ صفحہ ۲۴ جلد ۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں باب رفع الیدین عند الرکوع ❷ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((وفی الباب عن عمر و علی و وائل بن حجر و مالك بن الحویرث وانس وابی هریره وابی حمید وابی اسید وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة وابی قتادة و ابی موسیٰ الاشعری وجابر وعمیر اللیثی)) اھ

یعنی یہ (۱۴) اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اکرم ﷺ سے رفع الیدین کی احادیث روایت کرتے ہیں، مناسب ہے کہ مولوی صاحب کے گھر کا فیصلہ نقل کیا جائے، چنانچہ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی الحنفی التعلیق الممجد ❸ صفحہ ۷۱ میں رفع الیدین کے متعلق ۲۰ سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث تسلیم کر کے ان کو متواتر مانتے ہیں۔ علامہ زیلعی الحنفی نصب الرایہ ❹ جلد ۱، صفحہ ۴۱۸ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں:

((روی هذه السنة ابوبکر الصدیق، و عمر بن الخطاب، و عثمان، وعلی، و طلحه، و الزبیر، و سعد، و سعید، و عبدالرحمن بن عوف،

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ باب رفع الیدین فی الصلاۃ رقم الحدیث: ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۳۰، ۷۳۳، ۷۳۹، ۷۴۴، ۷۴۵.

❷ جامع الترمذی کتاب الصلاۃ باب رفع الیدین عند الرکوع تحت الرقم: ۲۵۶.

❸ التعلیق الممجد علی موطا محمد کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ تحت الرقم: ۱۰۴.

❹ نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ کتاب الصلاۃ فصل فی الآثار.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابـو عبيـده بن الجراح ، و مالك بن الحويرث ، و زيد بن ثابت ، و ابى بن كـعـب ، وابـن مسـعـود ، و ابى موسىٰ ، و ابن عباس ، و البراء بن عازب ، والـحسيـن بـن عـلـى ، و زيـاد بـن الـحارث الصداعى ، و سهل بن سعد الساعـدى ، وابـو سـعيـد الـخـدرى ، وابـو قتـادة الانصارى ، وسلمان الـفـارسـى ، وعبـدالله بن عمرو بن العاص ، وعقبة بن عامر ، و بريدة بن الـحـصيب ، و ابو هريرة ، و عمار بن ياسر ، اهـ . ثم قال منهم ابو امامه ، و عـمـيـر بـن قتادء الليثى ، و ابو مسعود الانصارى ومن النساء عائشه و روى عن اعرابى آخر صحابى كلهم عن النبى ﷺ ١هـ .))

یعنی ۳۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا رسول اکرم ﷺ سے رفع الیدین کرنے کی احادیث روایت کرتے ہیں مولوی صاحب کے لیے اپنے تقلیدی بھائی کی یہ عبارت کافی ہے۔

قولہ: اس کے متعلق (صحیح بخاری کی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے متعلق) بخاری کے حاشیہ پر صراحت ہے کہ ابتداء اسلام میں الخ

اقول: حاشیہ کے کلام سے صحیح بخاری کی حدیث کو رد کرنا یا منسوخ کہنا حدیث پاک سے دشمنی کے برابر ہے جب آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین کرنا مانتے ہو تو پھر کوئی ایک صحیح حدیث پیش کرو جو طبقہ اولیٰ میں سے ہو جس میں صاف طور پر لکھا ہو کہ فلاں ماہ اور فلاں سال آپ ﷺ نے رفع الیدین کو چھوڑ دیا تھا۔ باقی صرف دعویٰ کرنے سے کچھ مطلب حاصل نہ ہوگا۔ اس طرح صحیح بخاری کی احادیث کی بے حرمتی ہے اور یاد رکھیں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے (جسے دیوبندی حضرات اپنا شمار کرتے ہیں) حجۃ اللہ البالغہ میں بخاری و مسلم کے مقام میں کمی کرنے والوں کو بدعتی کہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

((امـا الـصـحيـحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل الـمـرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المومنين .)) (حجۃ اللہ: ۱/ ۲۹۷)

''یعنی محدثین کرام رحمہ اللہ کا اتفاق ہے کہ صحیحین کی تمام متصل ومرفوع روایات قطعی طور پر صحیح ہیں اور یہ دونوں کتب اپنے مصنفین سے تواتراً ثابت ہیں لہٰذا جو شخص بھی ان کے مقام میں کمی کرے گا وہ بدعتی ہے اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر کسی اور راستے پر رواں دواں ہے۔''

علاوہ ازیں نسخ کے لیے یہ شرط ہے کہ ناسخ منسوخ سے صحت میں زیادہ ہو جیسے آپ کے تقلیدی بھائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ جمال الدین الزیلعی نصب الرایہ ❶ ۳۹۲/۱ میں لکھتے ہیں: من شرط الناسخ ان یکون اقوی من المنسوخ، ١ھ کہ ناسخ کا منسوخ سے قوی ہونا شرط ہے اور مولوی صاحب کی پیش کردہ روایتیں صحیحین کی روایتوں کے برابر تو کجا ان سے بہت کم درجے کی ہیں پھر کیسے ان روایات کے بل بوتہ صحیحین کی روایات کو منسوخ کہتے پھرتے ہو؟ کچھ اپنے اصول کا تو خیال کریں، خود کئی حنفی علماء نے بھی نسخ کی دعویٰ کو باطل قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی التعلیق المجد علی موطا امام محمد ❷ صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں:

((واما دعوی نسخه کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابة التارکین وابن الهمام والعینی وغیرهم من اصحابنا فلیس بمبرهن علیها بما یشفی العلیل ویروی الغلیل))

یعنی طحاوی ابن ہمام عینی یا دوسروں نے جو منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس کے لیے کوئی کافی شافی دلیل یا ثبوت نہیں ہے۔

اسی طرح زیلعی نے بھی نصب الرایہ میں نسخ کی دعویٰ کو باطل اور مردود قرار دیا ہے بلکہ نسخ کے دعویٰ کے بطلان کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو حافظ ابن حجر التلخیص الحبیر ❸ ۸۱/۱ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ:

((زاد البیهقی فما زالت تلك صلوته حتی لقی الله وفی روایة البخاری ولا یفعل ذالك حین یسجد ولا حین یرفع راسه من السجود قال ابن المدینی وفی حدیث الزهری عن سالم عن ابیه هذا الحدیث عندی حجة علی الخلق کل من سمعه فعلیه ان یعمل به لانه لیس فی اسناده شیء)) اھ

یعنی بیہقی میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اکرم ﷺ وفات تک رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور امام ابن المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث مخلوق کے اوپر حجت ہے جو بھی اسے سنے اس پر حق ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ اس کی سند میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں نیز اوپر گزرا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کے راوی ہیں، حالانکہ وہ آپ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ تک آپ کی خدمت میں وہ رہے ہیں (شمائل الترمذی: ۲۵ مطبوعه دهلی)

اگر آپ ﷺ کسی ایک وقت رفع الیدین ترک کرتے تو ضرور نقل کرتے اس کے علاوہ ابوداؤد ❹

---

❶ التعلیق الممجد کتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة تحت الرقم: ١٠٤.

❷ التعلیق الممجد کتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة تحت الرقم: ١٠٤.

❸ التلخیص الحبیر کتاب الصلاة باب صفة الصلاة تحت الرقم: ٣٢٧.

❹ سنن ابی داود کتاب الصلاة باب افتتاح الصلاة رقم الحدیث: ٧٣٠.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۱۰۶ میں ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے کہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی نماز کے متعلق بحث و مذاکرہ کیا اسی اثناء میں سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کی نماز کو تم سب کی بنسبت زیادہ جانتا ہوں۔ پھر انہوں نے علی الترتیب نماز کی کیفیت بیان کی اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے رفع الیدین کا بھی ذکر فرمایا، اس کے بعد اس مذاکرہ میں موجود تمام صحابہ نے کہا: ((صدقت ھکذا کان یصلی ﷺ)) یعنی آپ نے سچ کہا آپ ﷺ ایسے ہی نماز ادا فرماتے تھے۔ یہ اجلاس آپ ﷺ کی وفات کے بعد منعقد ہوا تھا اگر آپ ﷺ زندگی میں ایک مرتبہ بھی رفع الیدین کو ترک کرتے تو ضرور اس مجلس سے کوئی ایک صحابی اعتراض کرتے، اتنی وضاحت کے باوجود بھی اگر مولوی صاحب کو بات سمجھ میں نہ آئے تو یہ ان کا ہی قصور ہے ؂

گر ہمیں مکتب است دین ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

الحاصل کہ نسخ کی دعویٰ بالکل غلط ہے خود علماء احناف نے بھی اسے بے دلیل قرار دیا ہے۔

قولہ: ((ان عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ رای رجلا یرفع یدیہ فی الصلاۃ عند الرکوع وعند رفع راسہ من الرکوع فقال لا تفعل فان ھذا شیء فعلہ رسول اللہ ﷺ ثم ترکہ)) الخ

اقول: اس روایت کا محشی نے کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی اس کی سند نقل کی ہے لہٰذا یہ روایت اصول کے لحاظ سے قطعاً مردود ہے، خود آپ کے حنفی علماء نے لکھا ہے کہ فقہاء کی نقل کردہ احادیث کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ مولوی عبدالحئی لکھنوی کتاب ''النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر صفحہ ۳'' میں لکھتے ہیں:

((کم من کتاب معتمد علیہ اجلۃ الفقہاء مملو من الاحادیث الموضوعۃ ولا سیما الفتاوی وقد وضح لنا بتوسیع النظر ان اصحابھم وان کانوا من الکاملین لکنھم فی نقل الاخبار من المتساھلین)) اھـ

یعنی فقہ کی کتنی ہی معتبر کتابیں ہیں جو موضوع و من گھڑت احادیث سے بھری پڑی ہیں، خصوصی طور پر کتب الفتاویٰ اور ہمیں وسعت نظر کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان فقہی کتب کے مصنفین اگرچہ کامل بزرگ تھے، لیکن نقل احادیث میں متساہل تھے۔ اسی طرح لکھنوی صاحب نے امام الکلام میں علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ کتب فقہ میں موجود احادیث پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، بلکہ مذکورہ حدیث کے برعکس عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے بہتر ہے کہ ابن الزبیر سے نقل کردہ مذکورہ بالا روایت متعلق خود حنفی عالم کا فیصلہ ہی نقل کیا جائے، چنانچہ احناف کے قائد علامہ زیلعی نصب الرایہ ۱/۳۹۲ میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وھذان الحدیثان لا یعرفان اصلا وانما المحفوظ عن ابن عباس وابن الزبیر خلاف ذالك فاخرج ابوداود عن میمون المکی انه رای ابن الزبیر وصلی بھم یشیر بکفیه حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد، قال فذھبت الی ابن عباس فاخبرت بذالك فقال ان احببت ان تنظر الی صلاۃ رسول الله ﷺ فاقتد لصلاۃ عبدالله بن الزبیر))اھ

یعنی اس روایت کا کوئی اصل (سند) نہیں بلکہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس کے برعکس روایت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے میمون مکی کہتے ہیں کہ میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نماز میں رفع الیدین کر رہے تھے میں نے یہ بات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انہوں نے جواب دیا اگر تم بعینہ رسول اکرم ﷺ کی نماز کو دیکھنا پسند کرتے ہو تو پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرو۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل اہم امور معلوم ہوئے۔

۱۔ مولوی صاحب کی نقل کردہ حدیث، حدیث کی کسی کتاب میں بھی موجود نہیں۔

۲۔ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔

۳۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب خود رفع الیدین کرتے تھے تو پھر بقول مولوی صاحب کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین ترک کرتے ہوئے دیکھا تھا تو پھر خود رفع الیدین کیوں کرتے؟ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔

۴۔ برتقدیر تسلیم مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت منسوخ ہوگئی کیونکہ راوی جب اپنی مروی حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ روایت حنفی اصول کے مطابق منسوخ ہوگی جیسا کہ حنفی اصول فقہ کی معتبر کتب ''تلویح اور نور الانوار وغیرہ میں یہ تصریح موجود ہے خود مولوی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں اس اصول کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ رسول اکرم ﷺ نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۶۔ چونکہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد پیش آیا تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخر عمر تک رفع الیدین کرتے رہے تھے کبھی بھی ترک نہ کیا تھا ورنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر ضرور وضاحت فرماتے۔ اس عبارت کے بعد مولوی صاحب کی نقل کردہ دلیل کی کچھ حیثیت باقی نہ رہی۔ ((انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت واذا نطقت فاننی الجوزاء))

علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی التعلیق الممجد ❶ صفحہ ۷۱ میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

❶ التعلیق الممجد کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لکن هذا الاثر بم يجده المخرجون المحدثون مسندا في كتب الحديث مع انه اخرج البخاري في رسالة انه كان يرفع يديه عند الخفض والرفع)) اھـ

یعنی یہ روایت محدثین (رحمہم اللہ) کو کسی بھی حدیث کی کتاب میں نہیں ملی علاوہ ازیں امام بخاری نے اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں ابن الزبیر سے رفع الیدین کرنا نقل کیا ہے۔

قوله: ترک رفع الیدین پر دوسری دلیل یہ بھی ہے:

((روى الطحاوي ❶ باسناده صحيح حدثنا ابن ابي داود قال اخبرنا احمد بن عبدالله بن يونس قال حدثنا ابوبكر ابن عياش عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہ فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلاة قال الطحاوي فهذا قدر أى النبي ﷺ ثم ترك هو الرفع بعد النبي ﷺ فلا يكون الا وقد ثبت عنده نسخ ما كان قد راى النبي ﷺ)) الخ

اقول: یہ روایت صحیح نہیں اولاً اس لیے کہ ابوبکر بن عیاش متغیر الحفظ ہے۔(كما في تهذيب التهذيب ❷ ۱۲/ ۳۵-۳۷) اور متغیر الحفظ راوی کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ اس کی تصریح اصول کی کتب میں موجود ہے مثلاً شرح النخبه وشروحه وعلوم الحديث للحاكم الكفايه للخطيب مقدمه ابن الصلاح تدريب الراوي للسيوطي وغيره.

ثانیاً: اور اس لیے کہ ابوبکر مذکور کے استاد حصین بن عبدالرحمٰن السلمی بھی متغیر الحفظ ہے کما فی التہذیب ❸ ۳۸۲/۲ اور تقریب التہذیب ❹ صفحہ ۱۱۵ میں ہے کہ تغير حفظ في الآخر.

ثالثاً: یہ روایت شاذ ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے باقی تمام شاگرد رفع الیدین کرنا نقل کرتے ہیں، امام بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں لا وقد رواه......... والليث و طاؤس وسالم ونافع وابو الزبير ومحارب بن وثار وغيرهم قالوا رأينا ابن عمر يرفع يديه اذا ركع واذا رفع. یعنی یہ ساتوں اور دوسرے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین کرتے دیکھا ہے، پھر ان ساتوں کی روایت کے مقابلے میں جن میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند یعنی سالم اور ان کے غلام اور خاص ساتھی نافع بھی ہیں صرف ایک مجاہد کا قول کیسے قبول کیا جائے گا؟ کیونکہ من عرف الشي

---

❶ اخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار كتاب الصلاة باب التكبير للركوع والتكبير للسجود الخ رقم الحديث: ۱۳۲۳.

❷ تهذيب التهذيب: ۱۲/ ۳۷، ۳۸، ۳۲ رقم الترجمه: ۱۵۱.

❸ تهذيب التهذيب: ۳۲۸/۲ رقم الترجمه ۶۵۹.

❹ تقريب التهذيب: ۱/ ۲۲۲، رقم الترجمه: ۱۳۷۵.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجة علی من لم یعرفه. یعنی جاننے والے کا قول نہ جاننے والے پر مقدم ہے لہٰذا یہ روایت اصولاً شاذ ٹھہرا اور شاذ مردود وضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

رابعاً: امام بخاری جزء رفع الیدین صفحہ ۹ میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں قال یحییٰ بن معین حدیث ابی بکر عن حصین انما هو توهم منه لا اصل له)) یعنی اس روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے اور یہ روایت بے اصل و بے بنیاد ہے اور یحییٰ بن معین کے متعلق امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ کل حدیث لا یعرفه یحیی بن معین فلیس هو بحدیث کذا فی الخلافة للخزرجی. یعنی جس حدیث کو ابن معین نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

خامساً: شاہ ولی اللہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ طحاوی تیسرے طبقہ کی کتاب ہے، اس لیے اس سے پہلے طبقہ اول یا دوم سے روایت پیش کریں پھر اس روایت کو اس کی تائید میں پیش کریں، ولیس له الی ذالك سبیل

سادساً: صحیح بخاری جو طبقہ اولیٰ کی کتاب ہے، اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ثبوت موجود ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں، حدثنا عباس بن الولید قال حدثنا عبدالاعلیٰ قال حدثنا عبیداللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰة کبر ورفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذا قال سمع اللہ لمن حمده رفع یدیه و اذا قام من الرکعتین رفع یدیه ❶ (بخاری: ۱/۱۰۲) اور موطا امام مالک ❷ بھی طبقہ اولیٰ میں سے ہے بلکہ ام الصحیحین کے نام سے مشہور ہے اس میں بھی صفحہ ۲۶ میں ابن عمر سے رفع الیدین کرنے کا ثبوت ہے، پھر ان اصلی کتابوں کے مقابلے میں تیسرے طبقہ کی روایت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

سابعاً: علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ: ۱/۳۹۲، ۴۰۹ میں اس روایت کو غیر معتبر بے اصل اور صحیح روایت (جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے) کے خلاف کہا ہے اور علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی التعلیق الممجد ۷۳ میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش متکلم فیه لا توازی روایته روایة الثقات، یعنی ابوبکر بن عیاش متکلم فیہ ہے اس لیے اس کی روایت ثقہ اور معتبر رواۃ کے ہم پلہ و مد مقابل نہیں ہو سکتی۔

ثامناً: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب اس بارے میں بہت مشہور ہے، جو کسی وضاحت و تصریح کا محتاج نہیں چونکہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین صفحہ ۹ میں ان سے نقل کیا ہے کہ کان اذا رأی رجلا لا یرفع یدیه اذا رکع واذا رفع رماه بالحصی، اور سنن دارقطنی: ۱/ ۱۰۸ میں ہے کہ: کان ابن عمر اذا

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین رقم الحدیث: ۷۳۹.

❷ مؤطا امام مالک: ٤٤ مع ضوء السالك کتاب الصلاة باب افتتاح الصلاة.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رأی رجلا یصلی لا یرفع یدیه کلما خفض ورفع حصبه حتی یرفع. یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو نماز میں رفع الیدین نہ کرتے دیکھتے تو جب تک رفع الیدین شروع نہ کرتا اس وقت تک اسے پتھر مارتے رہتے، جب ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسا عقیدہ رکھتے تھے تو پھر وہ خود کیونکر رفع الیدین چھوڑ سکتے ہیں اور کیسے یہ روایت صحیح ہو سکتی ہے۔

تاسعاً: خود اس روایت کا راوی مجاہد بھی رفع الیدین کرتا تھا جیسا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ: ۱/ ۴۱۷ میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ترمذی: ۱/ ۲۵ میں بھی امام ترمذی رحمہ اللہ نے مجاہد کو رفع الیدین کرنے والوں میں شمار کیا ہے، جب مجاہد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین چھوڑتے ہوئے دیکھا تھا تو پھر خود کیوں کرتے۔

عاشراً: ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بکل اشارة عشر حسنات وبکل اصبع حسنة، یعنی ایک مرتبہ رفع الیدین کرنے سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہ روایت قبلۃ الاحناف علامہ عینی نے عمدۃ القاری: ص۔۔ ج۳ میں لائی ہے، جب ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین کے متعلق اتنے ثواب کے قائل تھے تو پھر وہ خود کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ ان دس وجوہات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بالکل باطل اور مصنوعی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب رفع الیدین کرنا ہی تھا۔ نیز اس روایت سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو منسوخ کہنا بھی غلط ہے بوجوہ کہ **الاول** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل کو کسی صحابی کے عمل سے رد کرنا عظیم جرأت ہے۔ **الثانی** یہ اصول محدثین کے مسلمات میں سے نہیں لہٰذا بقانون مناظرہ ہماری دلیل کو اس سے رد نہیں کر سکتے **الثالث** یہ اثر خود کتنی ہی وجوہات کی بناء پر بے اصل ثابت ہوا پھر اس ضعیف سے اثر صحیح حدیث کو کس طرح منسوخ کہہ سکتے ہیں؟ **الرابع**: احناف کے اصول کے مطابق بھی یہ روایت منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے اصول کے مطابق یہ روایت منسوخ تب ہو جب راوی کا عمل اپنی مروی کے قطعاً مخالف ہو۔ (کما هو مصرح فی کتبهم)

اور یہاں یہ معاملہ نہیں، اگر بالفرض ومحال ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رفع الیدین چھوڑ دی تھی تو پھر کیا لازماً اس لیے چھوڑی تھی کہ انہیں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا علم ہوا کیا یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بھول ہوئی ہو؟ اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، کیا اس طرح تم احادیث کے سارے کے سارے دفاتر کو منسوخ کہتے پھرو گے۔ اللہ سے ڈرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اس طرح مذاق نہ بناؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

الخامس ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنی مروی روایت میں کہا ہے کہ فما زالت تلك صلاته حتی لقی الله. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تا زندگی رفع الیدین کرتے رہے۔ کما مر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اتنی تصریح کے بعد انہیں کونسی ایسی دلیل ملی جس سے رفع الیدین کو منسوخ سمجھے؟

السادس: وہ کونسی دلیل ہے جس سے انہیں نسخ معلوم ہوا آخر دوسری دنیا کو بھی تو معلوم ہو کہ یہ ان کا اجتہاد صحیح تھا یا غلط، صحابی کی روایت حجت ہے نہ کہ درایت ایسی مجہول دلیل سے صحیح اور صریح روایت کو رد کرنا کوئی مسلمان کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا ((ولا تقف ما لیس لك به علم)) (بنی اسرائیل: ۳۶)

السابع: ایک طرف تمہارا یہ اصول ہے کہ صحابی کے عمل سے مرفوع حدیث کو رد کرتے ہو اور دوسری طرف یہ کہتے ہو کہ ((الصحابی حجة عندنا ما لم ینف شیئا آخر من السنة)) قاله ابن الهمام فی فتح القدیر شرح الهدایه فی الجمعه. یعنی ہمارے (احناف) کے نزدیک صحابہ کا قول یا عمل تب معتبر ہے، جب آپ ﷺ کی حدیث اس کے منافی یا مخالف نہ ہو یہ دونوں اصول بظاہر ایک دوسرے کے معارض ہیں، بتائیے کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط یا تعارضا تساقطا پر عمل کریں گے۔

الثامن: ہم اوپر یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر کا راوی مجاہد رفع الیدین کا قائل وعامل تھا تو پھر اس اصول کی بنا پر خود یہ اثر ہی منسوخ ہوگا جب یہ اثر خود تمہارے اصول کے مطابق منسوخ ہے، اس کی بناء پر کسی طرح صحیح اور مرفوع حدیث کو منسوخ کہتے ہو، ذرا سوچیں اس اصول نے تمہیں کہاں جا کر پہنچایا ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

آخر میں اس بارے میں مولوی عبدالحئی لکھنوی حنفی کا قول نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں، موصوف نے التعلیق الممجد ص ۳۷ پر دعویٰ نسخ کی تردید میں طویل بحث لکھی ہے، ان کے فیصلہ کن الفاظ یہ ہیں: ((احتمال النسخ احتمال من غیر دلیل فلا یسمع)) یعنی نسخ کا احتمال بلا دلیل ہونے کی وجہ سے سننے کے ہی قابل نہیں۔

الحاصل یہ روایت باطل ہے، اس میں سنداً خواہ متناً اتنی تقویت واہلیت نہیں جو صحیح مرفوع حدیث کو منسوخ کر سکے۔

قولہ: تیسری دلیل امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں ملے۔ (اور انہوں نے رفع الیدین کے موضوع پر مناظرہ کیا جس میں امام اوزاعی لاجواب ہوئے) الخ

اقول یہ مناظرے والا قصہ بالکل جھوٹا اور جعلی ہے اس کے متعلق ہمارا عربی زبان میں رسالہ بنام کحل العینین لمن یرید تحقیق مناظرة الامام ابی حنیفة مع الاوزاعی فی رفع الیدین، موجود ہے مولوی صاحب کو چاہیے کہ وہ اس کا مطالعہ کرے اور اپنے سارے شکوک وشبہات کو دور کرے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ مختصراً لکھتے ہیں کہ یہ قصہ شیخ موفق بن احمد المکی نے مناقب الامام ابی حنیفہ: ۱/ ۱۳۰ میں اس سند سے نقل کیا ہے:

((قال اخبرنی تاج الاسلام ابو سعد السمعانی فی کتابہ الیّ اخبرنا ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء باصفھان اذنا انا ابو الحسین احمد بن محمد بن الاسکاف قراء ۃ انا الحافظ ابو عبداللہ بن مندہ انا الاستاذ ابو محمد الحارثی انباء محمد بن ابراھیم الرازی انباء سلیمان الشاذ کونی سمعت سفیان بن عیینۃ یقول اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دار الخساطین فذکرہ))

یہ روایت محض من گھڑت اور جعلی ہے لوجوہ الاول اس کی سند میں راوی سلیمان شاذ کوفی مشہور جھوٹا ہے۔

(میزان الاعتدال للذھبی: ۱/ ۴۱۲) میں ہے کہ:

((قال البخاری فیہ نظر وکذبہ ابن معین وقال ابو حاتم متروک الحدیث وقال النسائی لیس بثقۃ وقال صالح کان یکذب فی الحدیث))

یعنی اسے ابن معین اور صالح جزرہ نے کذاب قرار دیا ہے اور باقی محدثین نے بھی اس کو غیر معتبر کہا۔

والثانی شاذ کونی مذکور سے روایت بیان کرنے والا محمد بن ابراہیم رازی ہے، ان کے بارے میں بھی محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:

((قال الدار قطنی دجال یضع الحدیث وضعفہ ابو احمد الحاکم وقال حدث عن شیوخ لم یدرکھم)) (لسان المیزان لابن حجر: ۵/ ۲۲)

یعنی امام دارقطنی نے فرمایا یہ دجال (سخت جھوٹا) ہے اور حدیثیں بناتا تھا، اور امام ابو احمد حاکم نے اسے ضعیف کہا اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں سے روایتیں بیان کرتا تھا، جن سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوتی، اس وجہ سے سند میں انقطاع کا شبہ بھی رہا اور یہ اس روایت کے ضعف کی تیسری وجہ ہوگی والرابع الاستاذ ابو محمد الحارثی کا نسب اس طرح ہے، عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث السذمونی یہ جھوٹی حدیثیں بنانے میں مشہور تھا، ابو سعید الرواس اور احمد السلیمانی کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی حدیثیں بناتا تھا، کما فی اللسان: ۵/۵) والخامس یہ حارثی مذکور مدلس بھی تھا اور مدلس مجروح کی تدلیس کسی صورت میں بھی مقبول نہیں اگرچہ سماع کی تصریح بھی کرے حدثنا وسمعت وغیرہ سماع کی تصریح والے الفاظ کہے پھر بھی اس کی روایت مردود ہوگی۔ (طبقات المدلسین لابن حجر) جس روایت کی بنیاد اس طرح کے سخت مجروح اور کذب وافتراء میں ملوث راویوں پر ہو اس کو صحیح احادیث کے مقابلے میں بطور دلیل پیش کرنا ہالائی (ماالاشعر کے باشندوں) مجتہدوں کا کام ہے۔ ونسال اللہ العافیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس قصہ کے متن میں بھی ایسے الفاظ ہیں، جو اس کے جھوٹے ہونے پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ((لم یصح عنہ ﷺ فیہ شيء)) یعنی رفع الیدین کے متعلق رسول اکرم ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں یہ جملہ اس قصہ کو جھوٹا بنانے کے لیے کافی ہے کیونکہ اس کے بارے میں کئی احادیث موجود ہیں، خود ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث جس کا اسی قصہ میں ذکر ہے، وہ مشہور صحیح ہے، آپ لوگ بھی اسے صحیح مانتے ہو بھی تو اسے منسوخ بنانے کے لیے کمزور سہارے کی تلاش میں ہو کوئی حنفی عالم یا محدث اس کی صحت کا انکار نہیں کرتا، پھر ایسی واضح حقیقت کا انکار امام صاحب کیسے کر سکتے ہیں۔ (۲) امام زہری کی روایت کے مقابلے میں حماد بن ابی سلیمان کی روایت پیش کرنا بھی امام صاحب کے شان و مقام کے خلاف ہے کیونکہ حماد کے متعلق امام ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ ((لا یحتج بہ)) یعنی اس کی روایت قابل حجت نہیں نیز یہ مرجیہ کا مذہب رکھتا تھا، اسی بناء پر امام اعمش انہیں سلام ہی نہیں کہتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۲۷۹) (۳) امام زہری کی مروی حدیث صحیح ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت نہیں، امام عبداللہ بن مبارک تبع تابعی امام صاحب کے تلمیذ فرماتے ہیں کہ:

((قد ثبت حدیث من یرفع وذکر حدیث الزہری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا اول مرۃ)) (سنن ترمذی: ۱/ ۳۵)

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو رفع الیدین کے اثبات میں ہے ثابت و صحیح ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی روایت ثابت نہیں، پھر بے ثبوت اور بے بنیاد روایت کو ثابت و صحیح روایت کے مقابل پیش کرنا بھی امام صاحب کے علم، تفقہ اور اجتہاد سے بعید ہے۔

(۴) حماد کو زہری سے افقہ کہنا بھی عجیب ہے، کیونکہ حماد کا جنون مشہور ہے، اس کی تفصیل امام عقیلی کی کتاب الضعفاء میں دیکھنی چاہیے۔ اور امام زہری کی امامت، اتقان اور جلالت شان پر اہل النقد کا اتفاق ہے تقریب: ۴۷۰ میں ہے۔ الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ وثبتہ۔

(۵) ابراہیم نخعی کو سالم سے افضل کہنا بھی اسماء الرجال اور تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ نامناسب ہے بلکہ عظیم غلطی ہے، حافظ ابن حجر سالم کے متعلق فرماتے ہیں: ((سالم بن عبداللہ بن عمر احد الفقہاء السبعۃ)) یعنی ان کا شمار مدینہ کے ان سات بڑے فقہاء میں ہوتا ہے، جن کا فیصلہ اور فتویٰ اس وقت پورے حجاز میں چلتی تھی، ابراہیم نخعی تو علم وفقہ میں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(۶) اور علقمہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے برابر کہنا بھی سخت بے ادبی اور صحابہ کی توہین ہے حالانکہ علقمہ تابعی ہے اور کوئی بھی تابعی یا تبع تابعی کتنا ہی بڑا مرتبہ پالے لیکن کسی ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبہ وشان کو نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا علقمہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے برابر سمجھنا صحابی کے بے ادبی ہے جس کا صدور امام صاحب سے مشکل امر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحاصل اس قصہ میں مذکورہ بالا قرائن ہیں، جو اس کے جھوٹے اور بے اصل ہونے پر دلالت کرتے ہیں، بلکہ یہ مذہب تو کسی کا نہیں کہ افقہ کی روایت فقیہ کی روایت سے اولیٰ ہے، البتہ یہ لکھتے ہیں کہ فقیہ کی روایت کو غیر فقیہ کی روایت پر ترجیح ہے نہ کہ بڑے فقیہ کی روایت کو چھوٹے فقیہ کی روایت پر اور یہ بھی تب جب دونوں روایتوں کے راوی توثیق وتعدیل میں برابر ہوں اور فیما نحن فیه زہری حماد سے بدرجہا اوثق اور زیادہ معتبر ہے، ایسی بے اصولی بات امام صاحب کیسے کہہ سکتے ہیں، ایسے جعلی اور بناوٹی واقعہ پر اعتماد کرنا علماء کے لیے بدنما داغ ہے، خاص طور پر حنفی مولویوں کو تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور کچھ اپنے امام کی شان کا خیال کرنا چاہیے، آخر میں علامہ محمد معین ٹھٹوی کا کلام اس قصہ متعلق نقل کیا جاتا ہے۔ موصوف (دراسات اللبیب، ص ۲۰٤ مطبوعہ جدید) میں لکھتے ہیں کہ:

((ومن الاغراب البديع معارضة حديث الرفع من اكثر الحنفية بما حكى ابن عيينة انه اجتمع ابو حنيفة مع الاوزاعى (فساق القصة ثم قال) وذالك الاغراب من وجوه الاول ان هذه الحكاية عن ابن عيينة معلقة ولم ارمن اسندها ومن عنده السند فليات به حتى ننظر حال رجاله والمعلقات من امثالها ليس من الاحتجاج فى شئى ولهذا لم يتعرض لها الحافظ الزيلعى فى تخريج الهدايه مع استيفائه حجج المسئلة من كل قوى وضعيف يعتبر به ويشهدله...... والثانى ان قول ابى حنيفة فى الحكاية لم يصح عن رسول الله ﷺ شئى مفصح عن عدم عمله لحديث ابن عمر رضی اللہ عنہ على ما هو المتبادر الظاهر من كلامه...... والثالث فقه الراوى لا اثر له فى صحة المروى وانما مدارها على العدالة والضبط وكل ما اشترط فى صحة الحديث اذ قلة الفقه لا يوجب الوهن فى شرائط التحمل وما يلازمه الوثوق بالرواية واذا انتفى ذالك بقى العلو لسند ابن عمر مع ماله من الصحة والحنفية لا يعتقدون ايضا، ان قلة فقه الراوى مما يتطرق به الوهن الى مرويه بل يرون ان رواية قليل الفقه من الصحابة اذا خالفها القياس من كل وجه يقدم القياس عليها من غير ان يتطرق عندهم وهن لعدم فقه الراوى فى صحة مرويه او يحصل زيادة وثوق بفقه الراوى لصحة مرويه من مروى دونه فى الفقه))

یعنی یہ عجیب وغریب معارضہ ہے کہ اس فرضی قصہ کو رفع الیدین کی حدیث کے مدمقابل پیش کیا جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً: اس لیے کہ یہ واقعہ بلا سند ہے لہٰذا ایسی معلق روایت ناقابل قبول ہے۔ (جو اس قصہ مذکورہ کی سند ہے اس کی حقیقت ہم نے قارئین کے سامنے واضح کر دی ہے وللہ الحمد) **ثانیاً:** امام صاحب صحیح حدیث کا انکار کیسے کر سکتے ہیں، اس سے تو امام صاحب کی توہین لازم آتی ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنے کے بجائے انکار کرتے ہیں، لہٰذا یہ قصہ جعلی و بناوٹی ہے۔ **ثالثاً:** روایت کی صحت کا مدار فقہ کی کمی بیشی پر نہیں بلکہ روایت کی عدالت اور حافظہ کا قوی ہونا ہی روایت کی صحت کا باعث ہے ہے اس لیے کہ کسی راوی کا قلیل الفقہ ہونا اس میں جرح وقدح کا باعث نہیں بنتا، پھر جب اس روایت کو کوئی ترجیح باقی نہ رہی تو پھر امام اوزاعی کی نقل کردہ روایت ہی راجح اور فائق رہے گی کیونکہ یہ روایت جس سند سے مروی ہے، وہ عالی یعنی چھوٹی اور قریب ہے اس میں کم راویوں کے واسطے ہیں، جیسا کہ اوزاعی اور نبی ﷺ کے درمیان تین راویوں کا سلسلہ ہے یعنی (۱) زہری (۲) سالم (۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ اور وہ سند نازل یعنی لمبی اور طویل ہے جس میں زیادہ واسطے ہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان پانچ راویوں کا قطار ہے یعنی (۱) حماد (۲) ابراہیم (۳) علقمہ (۴) اسود (۵) ابن مسعود (مولوی صاحب نے یہ روایت بخاری کے حاشیہ سے نقل کی ہے اس میں والاسود غلط ہے اصل روایت میں عن اسود ہے) پھر کم واسطوں والی روایت زیادہ واسطوں والی روایت سے بہتر ہوگی، بلکہ یہ خود احناف کا بھی اصول نہیں کہ افقہ کی روایت اس سے کم صاحب فقہ کی روایت سے زیادہ قوی ہے، علامہ صاحب کی اس عبارت ((کالشمس فی نصف النهار)) سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ روایۃً چاہے درایۃً باطل اور نقلاً چاہے عقلاً غیر ثابت ہے وهو المطلوب بلکہ امام صاحب سے ایک دوسرا سچا اور ثابت قصہ (بیهقی: ۲/ ۱۸۲، مطبوعہ نشر السنہ ملتان) میں مروی ہے کہ امام وکیع کہتے ہیں کہ:

((صليت في مسجد الكوفه فاذ ابو حنيفه قائم يصلي وابن المبارك الى جنبه فاذا عبدالله يرفع يديه كلما ركع وكلما رفع وابو حنيفة لا يرفع فلما فرغوا من من الصلاة قال ابو حنيفة لعبد الله يا ابا عبدالرحمن رأيتك تكثر رفع اليدين اردت ان تطير فقال عبدالله يا ابا حنيفة قد رأيتك ترفع يديك حين افتتحت الصلاة فاردت ان تطير فسكت ابو حنيفة قال وكيع فما رايت جوابا احضر من جواب عبدالله لابی حنيفة))

میں کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور امام ابوحنیفہ اور امام عبداللہ بن مبارک بھی نماز پڑھ رہے تھے، عبداللہ بن مبارک نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کر رہے تھے اور امام ابوحنیفہ نہیں کرتے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام ابوحنیفہ نے امام عبداللہ بن مبارک سے کہا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہت مرتبہ ہاتھ اٹھا رہے تھے، شاید اڑنے کا ارادہ تھا، امام ابن المبارک نے انہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب میں کہا آپ کو تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے دیکھا شاید آپ کو بھی اڑنے کا ارادہ تھا، اس کے بعد امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے، امام وکیع کہتے ہیں کہ میں نے ابن المبارک سے زیادہ حاضر جواب نہیں دیکھا، یہ واقعہ امام بخاری (جزء رفع الیدین: ۹ اور زیلعی حنفی نے نصب الرایہ: ۱/ ۴۱۷) میں لائے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے پاس عدم رفع الیدین کی کوئی حدیث موجود نہ تھی ورنہ عقلی بات پیش نہ کرتے بلکہ وہ حدیث ہی پیش کرتے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کا نقل کردہ قصہ امام اوزاعی کے ساتھ مناظرہ والا) جس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے، بالکل جھوٹا ہے، اس واقعہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ امام صاحب لا جواب ہوئے ہم یہ بات امام صاحب کے شان سے بعید سمجھتے ہیں، دوسرا یہ کہ امام صاحب نے رفع الیدین کو حق سمجھ کر قبول کیا اگر امام صاحب حق والے تھے تو یہ ان کی خاموشی حق کو قبول کرنے لیے تھی۔ دیکھتے ہیں کہ امام صاحب کے معتقدین ان کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں، انہیں لا جواب سمجھ کر ان کی توہین قبول کرتے ہیں پھر دوسرا کونسا حنفی ہے جو رفع الیدین کو نا ثابت کرنے یا اسے منسوخ کہنے کی طاقت رکھتا ہے جبکہ ان کا بھی لاجواب ہونا یا اس کو حق کے قبول کرنے پر محمول کرتے ہیں، پھر تو انہیں بھی اپنے امام کی پیروی کرتے ہوئے حق کی طرف رجوع کر کے رفع الیدین کو سنت مان کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

قولہ: روی الطحاوی [1] والبیهقی من حدیث الحسن بن عیاش بسند صحیح عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود الخ .

اقول: یہ روایت بھی ضعیف ہے مولوی صاحب نے بلا سند نقل کی ہے ہم اس کی سند نقل کر کے اس پر کلام کریں گے۔ (طحاوی شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۳۳) میں اس کی سند اس طرح لاتے ہیں:

((قال حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا الحمانی قال حدثنا یحییٰ ابن آدم عن الحسن بن عیاش عن عبدالملك بن ابجر عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود فذکره))

یہ سند بھی کئی وجاہات کی بنا پر نا قابل اعتبار ہے۔ (۱) یحییٰ ابن آدم اگرچہ ثقہ ہے لیکن امام یحییٰ بن ابی شیبہ کہتے ہیں ((حجة ما لم یخالف من فوقه مثل وکیع)) (تهذیب: ۱۱/ ۱۷۶) یعنی یحییٰ مذکور تب معتبر ہے جب تک اس کی روایت اس سے زیادہ اوثق کے خلاف نہ ہو مثلاً امام وکیع کی طرح ثقات کے مخالف نہ ہو، حالانکہ فی ما فحن فیه، ان کی روایت وکیع سے بھی معتبر اور ثقہ راوی امام شعبہ بن الحجاج کی حدیث کے خلاف ہے، جو حدیث وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اخرج الطحاوی فی شرح معانی الآثار کتاب الصلاۃ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود، الخ (رقم الحدیث: ۱۳۲۹).

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ بیہقی: ۲/ ۷۴ میں ہے۔ ((بسنده عن آدم بن ابی ایاس ثنا شعبة ثنا الحکم قال رایت طاؤساً کبر فرفع یدیه حذو منکبیه عند التکبیر وعند رکوعه وعند رفعه رأسه من الرکوع فسألت رجلا من اصحابه فقال انه یحدث عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ قال ابو عبدالله الحافظ فالحدیثان محفوظان عن ابن عمر عن عمر وابن عمر عن النبی ﷺ فان ابن عمر رأی النبی فعله ورأی اباه فعله ورواه عن النبی ﷺ)) یعنی امام طاؤس رفع الیدین کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے اور وہ اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین بیان کی ابوعبداللہ الحافظ (یعنی بیہقی کے استاذ امام حاکم رحمہ اللہ صاحب المستدرک) کا کہنا ہے کہ ابن عمر اور عمر رضی اللہ عنہما کے حدیثیں ہر علت وجرح سے محفوظ ہیں، کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خود بھی رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا اور اپنے والد کو بھی اور ان سے سنا بھی کہ رسول اکرم ﷺ رفع الیدین کرتے تھے، اسی بناء پر شعبہ کی مندرجہ بالا روایت یحییٰ بن آدم کی روایت پر مقدم ہوگی کیونکہ شعبہ اس سے ہزار مرتبہ زیادہ قوی راوی ہے۔ انہیں امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ (تہذیب: ٤/ ٣٤٤)

(۲) دوسری یہ کہ زبیر بن عدی الہمدانی بقول امام دارقطنی باوجود ثقہ ہونے کے بشر بن الحسین جو کہ ضعیف راوی ہے نے کتنی ہی جھوٹی حدیثیں ان کی حدیثوں میں ملا دیں تھیں۔ (تہذیب: ٣/ ٣١٧) اس لیے جب تک یقین نہ آئے کہ یہ روایت ان روایات میں سے ہے تب تک اسے معتبر نہیں مانیں گے۔ ((کما تقرر فی الاصول)) بلکہ یقین ہے کہ یہ روایت ان میں شامل وداخل ہے، اس لیے کہ صحیح روایات سے واضح وثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ سے ناقل بھی تھے، پھر اس روایت کے باطل ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔

(۳) تیسری یہ ہے کہ ابراہیم نخعی مدلس ہے ((کما لا یخفی علی الماهر بالاصول))

(۴) چوتھی یہ کہ یہ روایت شاذ وغیر محفوظ ہے۔ (نصب الرایه للزیلعی الحنفی: ١/ ٤٠٥) میں ہے:

((واعترض الحاکم بان هذه الروایات الصحیحة عن طاؤس بن کیسان عن ابن عمر عن عمر کان یرفع یدیه فی الرکوع وعند الرفع منه وروی هذا الحدیث سفیان الثوری عن الزبیر بن عدی ولم یذکر فیه ثم لم یعد))

یعنی امام حاکم نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ شاذ ہے، اس سے حجت یا دلیل نہیں لی جائے گی اور صحیح حدیث جو امام طاؤس سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے اس میں رفع الیدین کا ذکر ہے (جو ابھی گذر چکی ہے) کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ یہ روایت زبیر بن عدی سے عبدالملک بن ابجر نقل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ حالانکہ امام سفیان ثوری نے زبیر بن عدی سے یہی روایت بیان کرتے وقت ((ثم لم یعد)) یعنی ترک رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا، لہٰذا سفیان کی روایت ہی زیادہ معتبر وقوی ہے، کیونکہ سفیان عبدالملک سے بدرجہا زیادہ معتبر راوی ہے، بلکہ انہیں بھی امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، چنانچہ (تھذیب : ٤/ ١١٣) میں ہے کہ:

((قال شعبة وابن عيينة وابو عاصم وابن معين وغير واحد من العلماء سفيان امير المومنين في الحديث))

یعنی ائمہ حدیث شعبہ، سفیان بن عیینہ، ابو عاصم النبیل، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ سفیان ثوری حدیث کے علم میں مومنوں کے امام ہیں، پھر ایسے معتبر راوی کی روایت کے مقابلے میں ان سے کم درجہ راوی کی روایت یقیناً شاذ وغیر محفوظ ہوگی۔

(۵) پانچویں امام حاکم رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل حجت نہیں اور طاؤس والی روایت صحیح ہے لہٰذا غیر قوی وکمزور روایت اس کے مقابلے میں مردود ہوگی۔

(٦) چھٹی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیسے صحیح مانی جائے، حالانکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب رفع الیدین کرنا تھا اور چھوڑنا نہ تھا جیسا کہ امام طاؤس رحمہ اللہ کی روایت سے معلوم ہوا اس کے علاوہ بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کئی دیگر روایات منقول ہیں:

((اخرج البيهقي في الخلافيات عن ابي عيسىٰ سليمان بن كيسان المدني عن عبدالله بن القاسم قال بينما الناس يصلون في مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج عليهم عمر بن الخطاب فقال اقبلوا على وجوهكم اصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ التي يصلي يامربها فقام مستقبل القبلة ورفع اليديه حذو منكبيه ثم كبر ثم ركع وكذالك حين رفع فقال للقوم هكذا كان رسول الله ﷺ يصلي بنا)) (نصب الرايه للزيلعي: ١/ ٤١٥)

یعنی عبداللہ بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور ہم سے متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تم میری طرف متوجہ ہو جاؤ میں تمہیں وہ نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے اور اس کا حکم فرمایا کرتے تھے، پھر آپ رضی اللہ عنہ قبلہ رو ہوئے اور رفع الیدین کے ساتھ نماز ادا کی پھر کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نماز پڑھاتے تھے۔ زیلعی حنفی مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد امام ابن دقیق العید سے نقل کرتے ہیں کہ: ((رجال اسناده معروفون)) یعنی اس حدیث کے راوی معروف جانے پہچانے ہیں، یعنی مجہول نہیں ہیں۔ اس روایت سے اہم مسائل مستنبط ہوئے ہیں۔ (۱) عمر رضی اللہ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع الیدین کرتے تھے۔ (۲) سیدنا رسول اللہ ﷺ بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ (۳) آپ جماعت کو امامت کراتے وقت بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ (۴) آپ نے صرف رفع الیدین کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ امت کو اس کا حکم بھی دیا، اس لیے رفع الیدین کا مؤکد اور ضروری ہونا معلوم ہوا۔ (۵) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور اس کے متعلق آپ ﷺ کا حکم بتلایا۔ (۶) مولوی صاحب کی بحوالہ طحاوی نقل کی گئی روایت جھوٹی ثابت ہوئی کیونکہ یہ بات محال ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھے اور اس کے متعلق آپ ﷺ کا حکم مبارک بھی سنے اور پھر بھی چھوڑ دے۔

این خیال است و محال است و جنون.

عمر رضی اللہ عنہ کسی امام کے مقلد تو نہیں تھے کہ اس کے مقابلے میں امام الائمہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کو چھوڑ دیتے۔ یہ حدیث تو بتاتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین پر عامل و فاعل بلکہ اس کے مبلغ و داعی و مؤکد تھے لوگوں کو آپ ﷺ کا حکم بتاتے تھے، اور انہیں اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

(۸) یہ کہ آپ ﷺ تا زندگی رفع الیدین کرتے رہے کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ واقعہ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد کا ہے اور مولوی صاحب کے نسخ کے دعویٰ کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

نہ تم صدمہ ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

(۹) مولوی صاحب کے لکھے ہوئے اصول کے مطابق رفع الیدین کی روایت رائج ہوگی کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے ہے اور مولوی صاحب نے تراویح کے متعلق لکھے ہوئے رسائل میں خلفاء راشدین کی پیروی و اقتداء پر زور دیا ہے، دیکھتے ہیں کہ اب خلفاء راشدین کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟

(۱۰) رفع الیدین نماز کا جز ہے کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ سمجھانے کے لیے اٹھ کر لوگوں کو متوجہ کر کے انہیں نماز کا طریقہ بتلایا اور اس میں رفع الیدین کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ذکر بھی نہیں جس سے بھی رفع الیدین کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے ثابت ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع الیدین نماز کا اہم جزء و حصہ تھا۔

الحاصل! اس روایت کے بعد امید ہے کہ مولوی صاحب عمر رضی اللہ عنہ سے توبہ کر لیں گے۔

نہ پیروی قیس. نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت نصب الرایہ: ۱/ ۱۴۶ میں ہے:

((ورواه الدارقطني في غرائب مالك من حديث خلف بن ايوب البلخي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن مالك بن انس عن الزهري عن سالم عن ابيه عن عمر قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع ، انتهى . قال الدارقطني هكذا قال عن عمرو لم يتابع عليه قال الشيخ وكان مراده لم يتابع عليه عن مالك والله اعلم))

یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا، امام دارقطنی نے کہا کہ خلف ابن ایوب اکیلے نے یہ روایت امام مالک سے روایت کی ہے، اور بقیہ شاگرد صرف ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں لیکن اہل بصیرت جانتے ہیں کہ ایسا تفرد جو دیگر روایات کے خلاف نہ ہو قابل قبول ہے، بلکہ مذکورہ بالا امام طاؤس کی صحیح حدیث اور گذشتہ سطور میں مذکور عمر رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ رفع الیدین کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے اور یہ روایت اس کی تائید کے لیے کافی ہے، ہاں وہ روایت جو دیگر روایات کے خلاف ہو پھر مردود ہوگی جس طرح ایک میں اثبات ہو اور دوسری میں نفی ہو یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ اس جگہ تحقیق کر کے صحیح کو لیا جائے گا اور ضعیف کو ترک کر دیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے اوپر عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب جھوٹی روایت کو چھوڑ کر اور صحیح وثابت کو لے لیا باقی یہ دونوں روایتیں (عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی) ایک دوسرے کے عین موافق ہیں، کیونکہ دونوں میں رفع الیدین کا اثبات ہے اور ترک دونوں میں سے کسی میں بھی نہیں۔ نیز زیلعی نے نصب الرایہ: ۱/ ۴۱۷ میں رفع الیدین کرنے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرا اثر بھی ذکر کیا ہے، لیکن وہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں مگر مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت ہے، کافی بہتر ہے مگر ہمارے لیے مذکورہ بالا صحیح روایات ہی کافی ہیں، ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ اگر ہم بھی ان کی طرف صرف جمع بندی کے درپہ ہوتے تو بے شمار روایات نقل کر دیتے لیکن ہمارے حصے میں اللہ تعالیٰ نے صحیح روایات لکھ کر ضعیف روایات سے بے پرواہ اور مستغنی کر دیا ہے یہ ضعیف روایتیں مولوی صاحب جیسے مجتہدوں کے لیے ہیں، جنہیں صحیح روایت نہیں ملتی پھر بقول ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' ضعیف روایتوں پر ہاتھ رکھتے اور خوش ہوتے پھرتے ہیں اور اپنے معتقدین اور مریدین کو بتلاتے پھرتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی حدیثیں ہیں:

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ﴾ (الكهف : ٥)

الحاصل! امیر عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کی روایتیں مشہور و مستفیض ہیں، اس لیے ان کی طرف ترک رفع الیدین کی نسبت کذب بیانی اور واضح جھوٹ ہے، یہ تھے مولوی صاحب کی روایت کے جعلی ہونے کے چھ اسباب۔ (۷) ساتواں: طحاوی کی اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ((قال رأيت ابراهيم والشعبي يفعلان ذالك)) یعنی زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی اور عامر بن شراحبیل یعنی شعبی کو رفع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الیدین کرتے ہوئے دیکھا، اب کیا کہو گے مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت انہی کے اصول کے مطابق بلکہ طحاوی کے سابقہ قول کے مطابق منسوخ ہوگی، کیونکہ ابراہیم نخعی چونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا راوی ہے اور وہ اس کے خلاف عمل کر رہا ہے، کیا اب اس کو منسوخ نہیں کہو گے؟ کچھ اپنے اصول کا خیال کرو۔

کردن خوش آمدن پیش

آٹھواں۔ بفرض تقدیر اگر یہ روایت صحیح تسلیم کی جائے، پھر عمر رضی اللہ عنہ سے دونوں روایتیں متعارض ہوں گی کیونکہ ایک میں اثبات ہے اور دوسری میں نفی، اب پسند آیا کہ اپنے اصول کے مطابق دونوں کو متعارض جان کر چھوڑ دو اور دوسرے دلائل پیش کرو۔ یہ دلیل بے کار و فدر سودہ ثابت ہوئی یا پھر ترجیح کا باب اختیار کیا جائے اس باب میں بھی رفع الیدین کی روایت راجح ہوگی، اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ (۱) پہلی۔ مرفوع احادیث رفع الیدین والی روایت کی مؤید ہیں۔ (۲) دوسری وجہ دیگر کتنے ہی صحابہ کے آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ کما سیأتی (۳) تیسری وجہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنے کے متعلق بہت روایتیں ہیں، اور نہ کرنے کی صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۴) چوتھی یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ سے اثبات رفع الیدین پر قولی روایت بھی ہے۔ جیسا کہ ابھی گذر چکی اور اصولاً قولی روایت کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔ (۵) پانچویں۔ خود اہل العلم بالحدیث علماء نے عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین کی روایت کو عدم رفع الیدین کی روایت پر ترجیح دی ہے، جس طرح امام حاکم، بیہقی اور زیلعی کے اقوال سے معلوم ہوا۔ الغرض اس وجہ کی بناء پر بھی یہ روایت مولوی صاحب کو سہارا نہیں دے سکتی۔ (۶) چھٹی اگر یہ اثر صحیح تسلیم بھی کیا جائے پھر بھی مرفوع حدیث کے مقابلے میں ہمارے نزدیک مقبول نہیں پھر باصول مناظرہ آپ کا یہ اس دلیل کو ہمارے خلاف پیش کرنا درست نہیں۔

(۷) ساتویں: دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم اس اثر کے مخالف ہیں۔ کما ستعرفه، اس لیے بقول ابن الہمام یہ اثر معتبر نہیں۔ (۸) آٹھویں بلکہ اختلاف کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ کما هو فی قوله تعالیٰ:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُولِ﴾ (النساء: ۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صحیح بخاری میں چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے تھے اور یہی فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کا ہے، جس طرح بیہقی کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا۔

وفی القرآن ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۱)

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۸۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾ (النجم: ٣-٤)

جب اوپر گذر چکا کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کے متعلق امر بھی فرمایا ہے، تو پھر یہ کام عمر رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے کے صرف چھوڑنے سے رد کیا مشکوک بھی نہیں ہو سکتا، کیا عمر رضی اللہ عنہ کو بھول نہیں ہو سکتی، ہاں ایسی صراحت ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ کوئی وجہ بیان کرتے کہ اس دلیل کی بناء پر میں نے رفع الیدین چھوڑی ہے، والا فلا صرف اس قوم کی طرح جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے کہ ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (النجم: ٢٨) فقط اوہام اور ظنون کی پیروی کر کے صحیح اور صاف حدیث کو رد کرنا مسلمان کے لیے بدترین فال ہے۔

ناظرین یہ تھا طحاوی والی روایت کا حال جس پر مولوی صاحب صحت کی مہر ثبت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں: باسناد صحیح، حالانکہ اسے یہ شعور و خبر نہیں کہ اس کی پوری سند کس طرح ہے اور اس میں کونسے راوی ہیں اور ان کی کیا حالت ہے؟ اور متن میں کیا علتیں ہیں؟ سچ ہے کہ ((لکل فن رجال ولکل مقام مقال)) نیز مولوی صاحب نے اس روایت کی نسبت بیہقی کی طرف کی ہے مگر یہ بیہقی میں موجود ہی نہیں بلکہ اس میں تو عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین کرنے کے متعلق روایت موجود ہے، مولوی صاحب پر لازم تھا کہ وہ بیہقی سامنے رکھ کر پھر لکھتے صرف حاشیوں اور رسالوں پر اعتماد کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ صرف الفاظ کی ادائیگی پر زور اور زبانی جمع خرچ، باقی کتابوں میں صفر!!! اس کے علاوہ اس روایت کے مخالف تو خود حنفی ہیں کیونکہ اس روایت میں ہے کہ آپ نے تکبیر اولیٰ کے بعد رفع الیدین نہیں کی۔

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد سلام تک ہاتھوں کا اٹھانا صحیح نہیں مگر تم تکبیر تحریمہ کے بعد بھی ہاتھ اٹھاتے ہو مثلاً دعاء قنوت کے وقت اور تکبیرات عیدین ہیں۔ ایمان سے بتاؤ کہ مذکورہ مقامات والی رفع الیدین اس حدیث کے خلاف نہیں اب بتائیں کہ تمہاری نقل کردہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف؟ اگر ضعیف ہے تو پھر تم نے اسے نقل کرنا کیسے گوارا کیا؟ اور اگر صحیح ہے تو پھر تم خود اس کے مخالف کیوں؟

این گناہیست کہ شہر شما نیز کنند

تم بھی تکبیر اولیٰ سے زائد دو جگہوں پر رفع الیدین کرتے ہو، پھر مخالفت جیسی کم ویسی زیادہ اور مخالفت جیسی دو مرتبہ ویسی چار مرتبہ۔

نہ من تنہا درین میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

اور مولوی صاحب کی اس نقل کردہ روایت کا مطلب لازمی طور پر یہ بھی نہیں کہ نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہ کی جائے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی رکعت کے علاوہ باقی دوسری رکعات کی تکبیر اول وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں جیسا کہ امام نووی نے شرح المہذب: ۳/۴۰۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہی کچھ لکھا ہے۔ اس طور پر اس روایت کا تعلق مبحوث عنہ رفع الیدین کے ساتھ نہیں رہا۔ کیونکہ احتمال استدلال میں مخدش اور مخل ہے۔

قولہ: عن عبداللہ بن مسعود قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا یدیھم الا عند افتتاح الصلاۃ)) (مصنف ابن ابی شیبہ استاذ البخاری ومسلم) الخ

اقول: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں قطعاً موجود نہیں ہمارے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ موجود ہے، مولوی صاحب کو چاہیے کہ اپنے چیلوں سمیت آ کر دیکھے اور تسلی کرے کہ اس میں یہ روایت موجود ہے؟ حاشا وکلا

مولوی صاحب! یہ دیانت داری کے خلاف ہے کہ بار بار کتابوں کے غلط حوالے پیش کرتے ہو خود کتاب دیکھتے نہیں، فقط دوسروں کی باتوں پر اعتماد کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو، بقول علامہ زیلعی فالمقلد ذھل والمقلد جھل [1] یعنی امام (جس کی تقلید کی جاتی ہے وہ) خود گمراہ ہو تو مقلد بھی اس کے پیچھے جہالت کی بناء پر گمراہ ہو لیے۔ سچ کہا ہے علامہ آلوسی نے کہ ان کان للضلالۃ اب فالتقلید ابوھا، [2] یعنی اگر گمراہی کا کوئی باپ (بیج) ہے تو وہ تقلید ہی ہے اور حق کہا ہے علامہ جار اللہ زمخشری نے کہ ان کان للضلال ام فالتقلید امہ)) (اطواق الذھب فی المواعظ والخطب ص ٤٤) یعنی اگر گمراہی کی ماں (اصل) ہے تو تقلید ہی ہے۔ شیخ سعدی نے بھی بوستان میں کہا ہے کہ:

عبادت بتقلید گمراہی است
خنک رہ روے را کہ آگاہی است
سوالت صواب است وفعلت جمیل
بمنزل رسد ہر کہ جوید دلیل

حافظ شیرازی تو مقلدین سے بے زار نظر آ رہے ہیں جیسا کہ اپنے دیوان میں کہتے ہیں:

بادہ خور غم مخور پند مقلد مشنو
اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن

مولوی رومی مثنوی میں صاف لکھتے ہیں:

آن مقلد ہست چوں طفل علیل
گرچہ دارد بحث باریکہ ودلیل

[1] نصب الرایہ: ١/ ٢١٩۔ [2] روح المعانی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس مقلد نیز ما نند کور ہست

اندراں شادی کہ اوارا رہبر است

دیکھئے کہ بغیر تحقیق روایتیں لکھنے کی وجہ سے تمہیں کتنی بڑی غلطی کا ارتکاب کرنا پڑا!!! آئندہ خیال کرنا، کتاب دیکھ کر تحقیق کر کے پھر حدیثیں لکھا کریں، مولوی صاحب کی نقل کردہ اس روایت کی تردید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت سے صحیح احادیث میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے، ہم مولوی صاحب کو قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ آپ نے صحیح بخاری دیکھی ہے یا نہیں؟ اور اس میں رفع الیدین کی احادیث دیکھی ہیں یا نہیں؟ امید ہے جواب اثبات میں ہوگا اور دوبارہ قسم دے کر ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ دیکھی ہے اس کی زیارت کی ہے یقیناً جواب نفی اور انکار میں ہوگا، پھر یہ کیا انصاف ہے کہ جس کتاب کو آپ نے دیکھا ہی نہیں اور اس کی سند کی بھی آپ کو کوئی خبر نہیں کہ صحیح ہے یا ضعیف؟ اس کے راوی ثقہ ہیں یا ضعیف؟ اور وہ کتاب بھی تیسرے طبقہ کی ہے اسے سند بنا کر اس کی روایت سے استدلال کر رہے ہو اور اس کے مقابلے میں صحیح بخاری جو آپ نے دیکھی ہے اور اس میں رفع الیدین کی حدیث بھی دیکھی ہے اور یہ کتاب بھی اول درجے کی ہے اور اس کی احادیث کو صحیح تسلیم کر کے پھر بھی چھوڑ دیتے ہو، کیا صحیح ایمان تمہیں اس کی اجازت دیتا ہے کیا ایسے ناحق اور ظلم شدید پر تمہیں اپنا ضمیر ملامت نہ کرتا ہوگا کیا رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث تمہارے لیے سبق نہیں کہ ((دع ما یریبك الی مالا یریبك)) (اخرجه الترمذی کتاب صفة القیامة، باب اعقلها وتوكل رقم الحدیث : ۲۵۱۸) یعنی جو بات مشکوک ہو اسے یقینی کے مقابلہ میں چھوڑ دیا جائے دوسرے یہ کہ خود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ کما سیاتی پھر اس روایت کو کیسے تسلیم کیا جائے؟ تیسرے یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ کما مضٰی اس لیے اس روایت پر کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس روایت کے دیگر جوابات بھی ہیں، جو ابھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت گذر چکے ہیں۔ فلیراجعها

قوله: ((وعن جابر سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ و نحن رافعو ایدینا فی الصلاة فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاة)) (اخرجه مسلم، کتاب الصلاة باب الامر بالسكون فی الصلاة والنهی عن الاشارة بالید ورفعها عند السلام واتمام الصفوف الاول والتراص فیها والامر بالاجتماع، رقم الحدیث : ۹۶۸)

اقول: اس روایت سے استدلال کرنا اہل علم کا کام نہیں۔ (۱) خود مسلم شریف میں اس کے متصل دوسری روایت موجود ہے:

((حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة قال حدثنا وکیع عن مسعرح وحدثنا ابوکریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واللفظ له قال اخبرنا ابن ابی زائدة عن مسعر قال حدثنی عبدالله بن القطبية عن جابر بن سمرة قال کنا اذا صلینا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته واشار بیده الی الجانبین فقال رسول الله ﷺ علام تومنون بایدیکم کانها اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من علیٰ یمینه وشماله))

(صحیح، مسلم: ۱/ ۱۸۱ مع شرح النووی)

یعنی وہی راوی سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، جب السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ کہتے تو دونوں جانب ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ مت ہلاؤ تمھیں اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھو اور دائیں بائیں سلام کہہ دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلام کہتے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا نہ کہ مسنون رفع الیدین سے! کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے اسی لیے امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کے متصل بعد دوسری مفصل روایت لائے ہیں جو اس کی توضیح وتشریح کر رہی ہے۔

فما ادق النظر وما احسن الفکر.

مولوی صاحب یہاں اس حدیث کو نقل کرنے میں بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ یہ کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک جملہ بڑھا دیا ہے، حدیث کے الفاظ ((ونحن رافعوا ایدینا فی الصلاۃ)) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''آپ ﷺ کا گذر ہمارے پاس سے ہوا ہم نماز میں رفع الیدین کر رہے تھے'' حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم میں مذکورہ الفاظ قطعاً نہیں۔ خدارا! علماء کرام صحیح مسلم کھول کر دیکھیں کیا یہ الفاظ اس میں ہیں کہ ''ہم رفع الیدین کر رہے تھے۔'' خدارا ایسے بے لغام منہ پر لغام ڈالو اور ایسے بے خوف قلم پر کنٹرول کرو جو رسول اللہ ﷺ کی مبارک احادیث میں الفاظ بڑھاتے ہوئے ذرا برابر شرم محسوس نہیں کرتا۔

بلکہ اس تفصیلی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وہ اشارے بیٹھنے کی حالت میں کرتے تھے جیسا کہ الفاظ ((انما یکفی احدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم)) سے واضح ولائح ہے، کیونکہ گھٹنوں یا رانوں پر ہاتھ بیٹھنے کی حالت میں رکھے جاتے ہیں اور اس وقت ہاتھ اٹھانے کے تو ہم بھی قائل نہیں کیونکہ بخاری ومسلم کی احادیث میں ہے، آپ ﷺ سجدوں کی حالت میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

اور ابوداود: ۱/ ۱۰۹ ❶ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ((ولا یرفع یدیه فی

---

❶ سنن ابی داود کتاب الصلاة باب من ذکر انه یرفع یدیه اذا قام من الثنتین، رقم: ۷٤٤.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیئ من صلوته وهو قاعد)) یعنی آپ ﷺ قعود (بیٹھنے) کی حالت میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ باقی قیام یا رکوع کے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں بلا وجہ مولوی صاحب حدیث میں الفاظ بڑھا رہا ہے یا پھر کسی بڑھانے والے کی تقلید میں اس طرح لکھی ہے تاکہ مسنون رفع الیدین کے ساتھ اس کا تعلق پیدا کرے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل حق کبھی بھی جھوٹ کو سچ کے ساتھ چلنے نہ دیں گے۔

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ (التوبة: ٣٢)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور تیسری حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے جو مزید موضح و مبین ہے:

((قال حدثنا القاسم بن زكريا حدثنا عبيدالله بن موسىٰ عن اسرائيل عن فرات يعني القزاز عن عبيدالله عن جابر بن سمره قال صليت مع رسول الله ﷺ فكنا اذا سلمنا قلنا بايدينا السلام عليكم السلام عليكم فنظر الينا رسول الله ﷺ فقال ما شانكم تشيرون بايديكم كانه اذناب خيل شمس اذا مسلم احدكم فليلتفت الى صاحبه ولا يومي بيده))

یعنی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی ہم السلام علیکم کہتے وقت ہاتھوں سے اشارے کر رہے تھے، آپ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارے کرتے ہو، جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو گردن کو دائیں بائیں پھیرے باقی ہاتھوں سے اشارے مت کرے، یہ حدیث بالکل واضح وشفاف ہے اور جابر بن سمرہ وہی صحابی ہے جو کہتا ہے کہ ہم سلام پھیرتے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے، اس سے آپ نے منع فرمایا اور گردن پھیرنے کا حکم فرمایا، اب وہ لوگ دیکھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی دولت سے مالا مال کیا ہے کہ کہاں سلام کے اشارے اور کہاں مسنون رفع الیدین

آزاد بے خودی کے نشیب وفراز دیکھ
پوچھ زمین کی تو کہے آسمان کی

اس طرح مغالطہ دے کر عوام کو گمراہ کرنے کا حساب کتاب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
تم منتوں سے کہو چپ رہو خدا کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی صاحب سوچیں تو صحیح جس کام کے لیے (۳۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلکہ بقول حافظ عراقی رحمہ اللہ "کما فی فتح الباری" پچاس (۵۰) صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے تھے اور اس کا حکم بھی فرمائیں اور تا زندگی اس پر عمل کرتے رہیں کیا پھر اسے خود ہی گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دیں۔

یہ تو کھلی کم عقلی اور کج فہمی ہے۔

وکم من عائب قولا صحیحا

وآفتہ من الفھم السقیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو ایسی قبیح چیز سے تشبیہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا ہی شیوہ ہے، اتنا تو آپ نے قبول کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں رفع الیدین کرتے تھے، تو پھر معاذ اللہ، آپ کا یہ فعل ایسی قبیح چیز کے مشابہ تھا؟ ﴿مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ١٦) اس کے علاوہ غور کریں کہ گھوڑوں کی دموں کے ساتھ مشابہت رفع الیدین رکھتی ہے یا سلام کا اشارہ؟ کیونکہ رفع الیدین میں ہاتھ سیدھے اوپر کندھوں یا کانوں تک اٹھتے ہیں اور سلام میں ہاتھ دائیں بائیں اشارے کی طرح پھرتے اور ہلتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی تفصیلی حدیث میں گذرا کہ "واشار الی الجانبین" یعنی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے دائیں بائیں ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کر کے دکھلایا اور گھوڑوں کی دمیں سیدھی اوپر رفع الیدین کی طرح نہیں جاتیں مگر ادھر ادھر دائیں بائیں سلام کی طرح ضرور ہلتی ہیں، یہ ایسی بات ہے جسے عوام کالانعام سمجھ سکتی ہے۔ پھر یہ تمثیل یا تشبیہ رفع الیدین کے لیے غلط ہوگی۔ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے اعلیٰ وارفع نہیں کہ ایسی غلط تشبیہ بیان کریں کہ آپ کی مراد ایک ہو اور معنیٰ اس کا دوسرا بنتا ہو؟ ((فما لھولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا؟)) خود مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جس طرح سرکش گھوڑوں کی دمیں ادھر ادھر ہلتی ہیں۔" اس سے بھی ظاہر ہے کہ سلام مراد ہے کہ دائیں بائیں ہاتھ ہلا رہے اور اشارہ کر رہے تھے، کیونکہ مسنون رفع الیدین میں ہاتھ ادھر ادھر نہیں ہلتے بلکہ اوپر اٹھتے ہیں۔ خود مولوی کے ترجمہ نے کام تمام کر دیا ہے۔

آنچہ استاذ ازل گفت ہما می گویم

مولوی صاحب اتنا تو بتائیں کہ رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین گھوڑوں کی دموں کے مشابہہ قرار پائے ذرا سمجھائیں کہ تکبیر اولیٰ اور اور دعا قنوت اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع الیدین کس سے مشابہ ہوگی، گدھوں کی دموں سے یا کسی اور سے؟ جس عیب سے تم خود ہی محفوظ نہیں اور تمہاری نماز کو بھی وہی داغ لگا ہے تو پھر دوسروں پر کیوں اعتراض کرتے ہو، جس حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تم خود مخالف ہو اس کو کس طرح دلیل بناتے ہو؟

نیز تمہاری منقولہ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ویتراصون الصف. (صحیح مسلم: ۱/۱۸۱) جس سے ظاہر ہے کہ نماز کی صفوں میں ایک دوسرے سے پاؤں ملانے چاہئیں حالانکہ حنفی مسلک کے مطابق چار انگشت کا فاصلہ رکھنا چاہیے!! پھر آدھی حدیث پر ایمان اور آدھی سے انکار کیوں؟ سچ بتاؤ کہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے یا صحیح؟ ثانی الذکر صورت میں حدیث کے آخری حصہ میں کیا شک پڑا؟ وہ پہلے حصے میں نہیں ہو سکتا؟ فما هو جوابكم فهو جوابنا، الغرض اس حدیث میں مسنون رفع الیدین کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں بلکہ اس حدیث میں سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھوں کے اشارہ سے منع منقول ہے، خود امام مسلم رحمہ اللہ یہ حدیث رفع الیدین کے بیان میں نہیں لائے ہیں اور وہاں تو صرف رفع الیدین کے متعلق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: (مسلم: ۱/ ۱۶۱ مع شرح النووی) اور دوبارہ صفحہ ۱۱۳ پر سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ آپ رفع الیدین کرتے تھے مگر جو روایت مولوی صاحب نے نقل کی ہے وہ (جلد ۱، صفحہ ۱۸۱) میں رکوع و سجدوں اور درود کے مسائل کے بعد سلام کی بحث میں لائے ہیں اور امام نووی جس نے صحیح مسلم کی احادیث پر ابواب قائم کیے ہیں، نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((باب الامر بالسكون فى الصلاة والنهى عن الاشارة باليد ورفعها عند السلام)) الخ اور امام ابوداود رحمہ اللہ اپنی سنن: ۱/۱۴۳) میں اس پر یہ باب رکھتے ہیں "باب السلام" اور امام نسائی رحمہ اللہ سنن (جلد ۱ صفحہ ۱۹۴) میں مذکور حدیث ((باب موضع اليدين من السلام)) کے تحت اور (جلد ۱ صفحہ ۱۹۵) میں باب السلام بالیدین کے تحت لائے ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو ((باب ما جاء فى التسليم فى الصلوٰة)) میں ذکر کیا ہے۔

الغرض! سارے محققین صاف کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے متعلق ہے خود آپ لوگوں کے حنفی محدث طحاوی شرح معانی الآثار: ۱/ ۲۶۵ میں یہ حدیث ((باب الاشارة)) میں لا کر اس سے سلام کے وقت اشارہ کی ممانعت والی معنیٰ لیتے ہیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں ((فلما امر رسول الله ﷺ بالسكون فى الصلاة وكان رد السلام بالاشارة فيه خروج من ذالك)) یعنی آپ ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور ہاتھوں کے اشاروں سے سلام پھیرنا آپ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اور اس روایت کو وہ رفع الیدین کے باب میں نہیں لائے بلکہ وہاں دیگر ضعیف روایات لائے ہیں' اگر اس روایت کا تعلق رفع الیدین سے ہوتا تو آخر وہ اس صحیح روایت کو کیونکر چھوڑتے اور اپنے گھسے پٹے دلائل کے ساتھ اس روایت کو ضرور نقل کرتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے دارالحنیفہ کے ایک اہم رکن طحاوی کے علم کے مطابق اس حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سلام کے وقت اشارے کی ممانعت مراد ہے مسنون رفع الیدین سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نیز محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس حدیث کے متعلق مزید توضیح بیان کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق سلام کے وقت اشاروں کے ساتھ ہے نہ کہ رفع الیدین کے ساتھ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ

((واما احتجاج بعض من لا یعلم بحدیث تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة، فذكر الحديث فقال، وهذا انما كان في التشهد لا في القيام ففسره رواية القبطية، فذكر الحديث ثم قال، وهذا قول معروف لااختلاف فيه))

(نصب الرایہ: ۱/ ۳۹۳)

یعنی اس روایت سے رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل لینا بے علم لوگوں کا کام ہے کیونکہ یہ اشارہ صحابہ رضی اللہ عنہم تشہد میں بیٹھنے کی حالت میں کرتے تھے نہ کہ قیام میں جس طرح دوسری روایت (جو اوپر گزر چکی) اس کی وضاحت کرتی ہے، اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس کے متعلق علماء کا اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے۔

علامہ نیموی حنفی آثار السنن میں یہ حدیث رفع الیدین کے ابواب میں نہیں لائے بلکہ وہ اس حدیث پر یہ عنوان رکھتے ہیں کہ ((باب ما استدل به على نسخ رد السلام بالاشارة في الصلاة))

(آثار السنن: ۱/ ۱۵۰)

امام ابن حبان محدث رحمہ اللہ نے بھی یہی معنیٰ لیا ہے اور رفع الیدین کے معنیٰ کو رد کیا ہے۔ (تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی: ۱/ ۲۳۸) اور حافظ ابو عوانہ نے بھی اپنی ''صحیح'' (جلد ا، صفحہ ۲۳۸) میں یہ حدیث سلام کے باب میں نقل فرمائی ہے۔

الحاصل کہ یہ روایت سلام کے متعلق ہے نہ کہ رفع الیدین کے متعلق۔ بلکہ سنن نسائی: ا/ ۱۹۶ میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ:

((عن جابر بن سمرة قال كنا نصلي خلف النبي ﷺ فنسلم بايدينا . فقال مابال هولاء يسلمون بايديهم كانها اذناب خيل شمس اما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يقول السلام عليكم السلام عليكم))

یعنی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور ہاتھوں سے سلام پھیرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا انہیں کیا ہوا ہے کہ ہاتھوں سے سلام پھیرتے ہیں گویا کہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہوں، انہیں تو اتنا کافی ہی تھا کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھیں اور زبان سے سلام کہہ دیں اتنی صراحت کے باوجود مولوی صاحب کو کیا مجال ہے کہ اس حدیث سے رفع الیدین کی ممانعت ثابت کرے؟ نیز امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین صفحہ ۳،۴ اور ۱۶ میں ثابت کیا ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ رفع الیدین کرتے تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین کرتے تھے، پھر اگر اس حدیث سے رفع الیدین مراد ہوتی تو پھر اس حدیث کے راوی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اس کے خلاف کیسے عمل کرتے؟ کیا تمہارا نسخ والا قانون یہاں نافذ ہوگا؟ امام نووی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ ((والمراد بالرفع المنهی عنه هنا رفعهم ایدیهم عند السلام مشیرین الی السلام من الجانبین کما صرح به فی الروایة الثانیة)) (شرح مسلم: ۱/ ۱۸۱) یعنی اس روایت میں ہاتھوں سے ادھر ادھر اشاروں سے سلام کرنے کی ممانعت مراد ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی (التلخیص الحبیر: ۱/ ۸۳) میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((قال البخاری من احتج بحدیث جابر بن سمره رضی اللہ عنہ علی منع الرفع عند الرکوع فلیس له حظ من العلم هذا مشهور لا خلاف فیه انه انما کان فی التشهد))

یعنی جو شخص جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل لیتا ہے اسے علم سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں۔

اس لیے مولوی صاحب کو علم کا مقام و مرتبہ سمجھ کر اس کا لحاظ رکھنا چاہیے اور اس حدیث کو غلط معنیٰ میں نہ پیش کرنا چاہیے۔ واللہ الهادی الی سواء السبیل

آگے عنوان قائم کرتے ہیں کہ: ''نماز میں سکون'' یہ تو ظاہر ہے کہ جو بھی کام آپ نے کیا ہے یا اس کے کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ عین سکون، خشوع اور نماز کی زینت ہے۔ علاوہ ازیں اگر رفع الیدین نماز کے سکون میں حائل ہے تو پھر عیدین اور قنوت الوتر میں بھی ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ حالانکہ اس وقت نہ سکون کا خیال کرتے ہو اور نہ عمل کثیر سے حذر!!

مولوی صاحب رفع الیدین کو تو عمل کثیر اور نماز میں حرکت وغیرہ کہتے ہو ذرا اپنے گھر کی طرف تو جھانک کر دیکھو کہ تمہارے فقہاء نے کیا نماز کا مقام و مرتبہ اور کیا ہی خشوع بیان کیا ہے، چند مثال پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی: ۱/ ۴۴۱۔ اور معتبر فتاویٰ قاضی خان (۱/ ۶۵) میں لکھا ہے: ((قبلة المصلی امراته بدون شهوة لا تفسد صلاته)) یعنی نماز پڑھتے ہوئے بغیر شہوت کے اپنی بیوی سے بوسہ لیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

۲۔ شامی: ۱/ ۴۴۵ میں ہے کہ: ((قال مشائخنا من صلی وفی کمه جر و تجوز صلوته)) اور (درمختار: ۱/ ۴۴۵ علی حاشیہ الشامی) میں ((ولا تفسد صلوته حامله ولو کبیرا)) یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹا خواہ بڑا کتا اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳۔ (خزانة الروایات القلمیه۱۸۸۔ باب ما یفسد الصلوٰة فصل فی الاقوال) میں لکھا ہے کہ: ((استعطف هرة او کلبا، او ساق حمارا او دفعة بلغة اهل الرستاق لم تفسد الصلوٰة)) یعنی بلی یا کتے کو تکار کر بلائے یا گدھے کو ہانکے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

۴۔ (خزانة الروایات، ص ۱۸۸) میں ہے کہ ((لو اکل بعض اللقمة وبقی البعض فی فیه حتی شرع فی الصلوٰة فابتلع الباقی لا تفسد صلاته ما لم تکن ملأ الفم)) یعنی لقمہ منہ میں ڈال کر کچھ کھالے پھر نماز شروع کرے، پھر باقی بچا ہوا نگل لے اگر منہ بھرنے سے کم ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۵۔ (خزانة الروایات: ۸۶) میں ہے کہ ((ولو اذاه حر الشمس فتحول الی الظل خطوة او خطوتین لا تفسد صلاة...... ولو دفع نعلیه مخافة الضیاع وفیها نجاسة کثیرة فان کان حال رکوعه وسجوده تفسد صلاته وان کان فی حالة القیام لا تفسد صلاته وان طال)) یعنی نماز میں دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے ایک دو قدم سائے کی طرف چلا تو فاسد نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر نمازی کا جوتا ایسی جگہ پڑا ہے کہ جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو رکوع اور سجدے کے علاوہ حالت قیام میں جوتا اٹھا سکتا ہے، اگرچہ جوتا پلید بھی ہے، اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۶۔ ((لو سلم انسان علی المصلی فاشار لرد السلام براسه وبیده او باصبعه لا تفسد صلاته)) (خزانة الروایات: ۱۹۱) یعنی اگر نماز پڑھنے والے پر کسی نے سلام کہا اس نے اسے گردن یا ہاتھ یا انگلی کے اشارے سے جواب دیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

مولوی صاحب! اب دل پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری سے بتائیں کہ یہ سب کام عین خشوع اور سکون کے کام ہیں اور عمل کثیر ان کو نہیں کہا جائے گا؟ کیا معاذ اللہ رفع الیدین ان کاموں سے بھی خراب اور بری ہے، کچھ تو اللہ کا خوف کرو!!

قولہ: ((وقال فی الموطا اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن کلیب الجحدمی عن ابیه قال رأیت علی بن ابی طالب رفع یدیه فی التکبیرة الاولی من الصلوٰة المکتوبة ولم یرفعها فیما بعد ذالك)) [1]

اقول: یہ روایت بھی ناثابت ہے بوجوہ (۱) اس لیے کہ محمد بن ابان راوی مشہور ضعیف ہے، خود مولوی

[1] اخرجه محمد بن الحسن الشیبانی فی موطئه کتاب الصلاة باب الافتتاح، رقم: ۱۰۵.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحیٔ لکھنوی الحنفی نے التعلیق الممجد: ٥٧ میں لکھا ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل مثلاً ابوداود، یحییٰ بن معین، بخاری، نسائی، ابن حبان، احمد بن حنبل، ابو حاتم، ذہبی اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے تو پھر ایسے مجروح راوی کی روایت کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ (۲) عاصم بن کلیب حجت نہیں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ((لا یحتج به اذا انفرد)) (تهذيب: ٥٦/٥) اس لیے پہلے مولوی صاحب دوسرے کسی معتبر راوی سے ثابت کرے جو اس روایت کو نقل کرتا ہو پھر اس عاصم کی روایت کو بطور استشہاد پیش کریں۔ و اذ لیس فلیس (۳) امام بخاری جزء رفع الیدین صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ: ((قال عبدالرحمن ابن مهدی ذكرت للثوری حديث النهشلی عن عاصم فانكره)) یعنی میں نے امام سفیان ثوری سے اس روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے انکار کیا کہ ایسی کوئی روایت ہی نہیں۔

(۴) خود سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف ثابت ہے، چنانچہ نصب الرایہ: ۱/۴۱۲ میں ہے کہ:

((حديث آخر اخرجه اصحاب السنن الاربعة والبخاری فی كتابه رفع اليدين عن الاعرج عن عبيدالله بن رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ انه كان اذا قام الى الصلوٰة المكتوبة كبر ورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذالك اذا قضى قرأته وارادان يركع ويصنعه اذا رفع رأسه من الركوع ولا يرفع يديه فی شئی من صلوته وهو قاعد واذا قام من السجدتين رفع يديه كذالك انتهى، قال الترمذی حسن صحيح، قال الشيخ فی الامام ورايت عن علی الخلال عن اسماعيل بن اسحاق الثقفی قال سئل احمد عن حديث علی هذا، فقال صحيح، قال الشيخ وقوله واذا قام من السجدتين يعنی الركعتين، انتهىٰ))

یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ چار مقامات پر رفع الیدین کرتے تھے (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت۔ (۲) رکوع کرتے وقت۔ (۳) رکوع سے اٹھتے وقت۔ (۴) دو رکعتوں سے اٹھتے وقت اور بیٹھتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے آنکھوں سے رفع الیدین کرتے دیکھ کر پھر خود نہ کریں یہ بات بالکل غلط ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ (۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین صفحہ ۷ میں اس حدیث کو مولوی صاحب کی منقولہ روایت سے زیادہ معتبر کہا ہے، اس لیے مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت شاذ اور مرجوح ہوگی۔ (۶) خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مذہب رفع الیدین کرنا تھا، اسی لیے لوگوں کو بتاتے تھے کہ آپ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے، اس لیے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ترک رفع کی مذکورہ بالا روایت باطل ہے۔ (۷) امام عثمان بن سعید الدارمی اسی روایت کو واہی وضعیف کہتے ہیں، ففی نصب الرایہ للزیلعی: ۱/۴۱۳۔ ((وقال الشیخ فی الامام قال عثمان بن سعید الدارمی وقدروی من طریقة واهية عن علی انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یعود قال وهذا ضعیف))

(۸) خود امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (بیہقی: ۲/۸۱)

(۹) امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اس کو ضعیف و ناثابت کہتے ہیں۔ (۱۰) خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (الکوثر: ۲) سے رفع الیدین کرنے کا حکم ثابت کرتے ہیں۔ کما فی در المنثور تحت الآیة المذکورہ. پھر خود رفع الیدین کو کیسے ترک کریں گے؟

علاوہ ازیں ہم نے تمام مرفوع روایات لکھی ہیں ان کے مقابلے میں صحابی کا قول یا عمل تمہارے نزدیک بھی معتبر نہیں کما تقدم من قول ابن الہمام، خود موطا محمد صفحہ ۶۹ میں رفع الیدین کرنے کی صحیح حدیث موجود ہے، پھر اس کے مقابلہ میں یہ ضعیف اثر کیسے مقبول ہوگا؟ اس کے علاوہ اس روایت میں بھی تکبیر اولیٰ کے رفع الیدین کا انکار ہے، پھر تم قنوت وتر اور تکبیرات عیدین میں کیوں ہاتھ اٹھاتے ہو؟ اور اپنے پیش کیے گئے اثر کی خود مخالفت کیوں کرتے ہو؟ یہ تھے مولوی صاحب کے پیش کردہ دلائل جن کا حال اہل العلم والنظر کے سامنے روشن ہوا۔ اس کے بعد اب صحابہ اور دیگر علماء کے چند آثار بطور مزید تائید کے پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ((روی البخاری فی کتابه المفرد فی رفع الیدین حدثنی بندار ثنا یزید بن زریع عن سعید عن قتادہ عن الحسن کان اصحاب رسول الله ﷺ یرفعون ایدیهم فی الصلوٰة قال الشیخ فی الامام ورواہ ابو عمر ابن عبدالبر باسنادہ الی الاثرم حدثنا احمد بن حنبل ثنا معاذ بن معاذ وابن ابی عدی وغندر عن سعید عن قتادہ عن الحسن قال کان اصحاب رسول الله ﷺ یرفعون ایدیهم فی الصلوٰة اذا رکعوا واذا رفعوا کانها المرواح قال البخاری ولم یستثن الحسن احدا ولا ثبت عن احد من الصحابة انه لم یرفع یدیه))

(نصب الرایه للزیلعی: ۱/ ٤١٦)

یعنی امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا رسول اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم رفع الیدین کرتے تھے، امام بخاری کہتے ہیں کہ حسن بصری نے کسی ایک صحابی کا انکار نہیں کیا، (کہ فلاں صحابی رفع الیدین نہیں کرتا تھا) جس کا مطلب ہے کہ تمام صحابہ رفع الیدین کرتے تھے کیونکہ کسی ایک صحابی سے عدم رفع کا کوئی ثبوت نہیں۔

۲۔ ((اثر آخر اخرجه البیهقی عن عبدالرزاق قال ما رایت احسن صلاة من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن جریج رایته یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع واخذ ابن جریج صلوٰته من عطاء بن ابی رباح واخذ عطاء صلوٰته من عبدالله بن الزبیر واخذ ابن الزبیر صلوٰته من ابی بکر صدیق انتهی، واخرج ایوب السختیانی عن عطاء بن ابی رباح نحوه وقد تقدم وقال ورواته ثقات)) (نصب الرایه: ۱/ ۴۱۷)

یعنی امام عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن جریج کی طرح خوبصورت نماز پڑھتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا، وہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور ابن جریج نے یہ نماز کا طریقہ عطاء بن ابی رباح (یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ جن کے شان میں امام صاحب کہتے تھے کہ ((ما رایت فیمن لقیت افضل من عطاء)) یعنی جن بزرگوں سے میں ملا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کسی کو نہ دیکھا)۔ سے سیکھا اور عطاء رحمہ اللہ نے یہی نماز عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے یہ نماز کا طریقہ خلیفہ راشد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھا۔ اور اس کے ہم معنیٰ ایک دوسری روایت بیہقی میں ایوب سختیانی کے واسطے سے مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں، اور وہ دوسری روایت (ایوب سختیانی سے مروی شدہ) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۷۳ میں اس طرح ہے:

((اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار الزاهد املاء من اصل کتابه قال قال ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل السلمی صلیت خلف ابی نعمان محمد بن الفضل فرفع یدیه حین افتتح الصلوٰة وحین رکع وحین رفع رأسه من الرکوع فسألته عن ذالك فقال صلیت خلف حماد بن زید فرفع یدیه حین افتتح الصلوٰة وحین رکع وحین رفع رأسه من الرکوع فسألته عن ذالك فقال صلیت خلف ایوب السختیانی فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذا رکع و اذا رفع رأسه من الرکوع فسألته فقال رایت عطاء بن ابی رباح یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع فسألته فقال صلیت خلف عبدالله بن الزبیر فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع فسألته فقال عبدالله بن الزبیر صلیت خلف ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع وقال ابو بکر صلیت خلف رسول الله ﷺ فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة واذا رکع واذا رفع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رأسه من الرکوع رواته ثقات))

یعنی ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل السلمی کہتے ہیں کہ میں نے ابو نعمان محمد بن الفضل کے پیچھے نماز پڑھی اس نے تکبیر اولیٰ، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی میں نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز ادا کی وہ بھی اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا، میں نے بھی ان سے اس بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے امام ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی اس نے بھی اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز ادا کی تھی میں نے ان سے پوچھا تب انہوں نے کہا کہ میں نے امام عطاء بن ابی رباح کو اس طرح رفع الیدین کرتے دیکھا پھر میں نے عطاء سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا میں عبداللہ بن زبیر کے پیچھے نماز ادا کی اس نے بھی اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز ادا کی، پھر میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بھی میری طرح رفع الیدین کی اور وہ کہہ رہے تھے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذکورہ مقامات پر رفع الیدین کر رہے تھے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں۔ پہلی روایت جو ہم نے نصب الرایہ سے نقل کی اس کے ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((واخذ ابوبکر من النبی ﷺ قال سلمة وثنا احمد بن حنبل عن عبدالرزاق وزاد فیه واخذا النبی ﷺ عن جبرئیل واخذ جبرئیل علیہ السلام من الله تبارك و تعالیٰ))

یعنی رفع الیدین والی اس نماز کی تعلیم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی نماز جبرئیل علیہ السلام نے سکھلائی او جبرئیل اسی نماز کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع الیدین کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رفع الیدین کرتے تھے اور خود جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کے مطابق رفع الیدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی۔ سبحان اللہ!! کیا شان ہے رفع الیدین کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ عظیم الشان نعمت نصیب فرمائے۔ آمین

۳۔ ((اثر آخر اخرجه البیهقی ایضا عن ابن جریج عن الحسین بن علی بن یفاق قال سألت طاؤسا عن رفع الیدین فی الصلوٰة فقال رأیت عبدالله بن عباس و عبدالله بن الزبیر و عبدالله بن عمر یرفعون ایدیهم اذا افتتحوا الصلوٰة واذا رکعوا واذا رفعوا من الرکوع)) (نصب الرایه: ۲/ ۴۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی امام طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن الزبیر اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم کو رفع الیدین کرتے دیکھا۔

۴۔ امام زیلعی اس مذکورہ بالا صفحہ پر رقمطراز ہیں:

((واخرج البخاری فی کتابه عن (۱) ابن عمر (۲) وابن عباس (۳) وابن الزبیر (٤) وابی سعید (٥) وجابر (٦) وابی هریرة (۷) وانس بن مالك انهم کانوا یرفعون ایدیهم قال وروینا عن عدة من التابعین و فقهاء (۱) مکة (۲) والمدینة (۳) واهل العراق (٤) والشام (٥) والبصرة (٦) والیمن وعدة من اهل (۷) خراسان منهم (۱) سعید بن جبیر (۲) وعطاء بن ابی رباح (۳) ومجاهد (٤) والقاسم بن محمد (٥) وسالم بن عبدالله بن عمر (٦) وعمر بن عبدالعزیز (۷) و النعمان بن ابی عیاش (۸) والحسن (۹) وابن سیرین (۱۰) وطاؤس (۱۱) ومکحول (۱۲) وعبدالله بن دینار (۱۳) ونافع (۱٤) وعبیدالله بن عبدالله عمر (۱٥) والحسن بن مسلم (۱٦) وقیس بن سعد وکذالك یروی عن (۱۷) ام الدرداء انها کانت ترفع یدیها وکان (۱۸) ابن المبارك یرفع یدیه وهو اعلم اهل زمانه فیما یعرف))

یعنی مذکورہ بالا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور حرمین شریفین مکہ اور مدینہ اور عراق شام، بصرہ، یمن اور خراسان کے فقہاء اور علماء سارے رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے۔

۵۔ ((وروی ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی سلمة الاعرج قال ادرکت الناس کلهم یرفع یدیه عند کل خفض ورفع)) (التلخیص الحبیر: ۱/ ۸۲)

یعنی امام اعرج کہتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں کو رفع الیدین کرتے دیکھا خیال رہے کہ امام اعرج تابعی ہے اور صحابہ اور تابعین دونوں کے زمانے کو پایا ہے اور اس وقت کے علماء سے بھی ملا ہے۔ ان کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ اور تابعین رفع الیدین کے عامل تھے۔

٦۔ ((وروی عبدالله عن عمر بن عبدالعزیز قال ان کنا لنأرب علیها یعنی علی ترك الرفع)) (التلخیص الحبیر: ۱/ ۸۲)

خلیفۃ المسلمین امام الوقت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ہمیں بچپن میں رفع الیدین کو ترک کرنے پر تادیب دی جاتی تھی اور تنبیہ کی جاتی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ تادیب اور تنبیہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین کی طرف ہی سے ہوتی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ ((عن عبدالملك قال سالت سعيد بن جبير عن رفع اليدين فقال شئى تزين به صلوتك وقال نعمان بن ابى عياش لكل شئى زينة وزينة الصلوٰة ان ترفع يديك اذا كبرت واذا ركعت واذا رفعت رأسك من الركوع .))

(جزء رفع اليدين، ص: ١٦، ٢١)

یعنی عبدالملک کہتے ہیں میں نے امام سعید بن جبیر تابعی سے نماز میں رفع الیدین کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ تو رفع الیدین کے ساتھ اپنی نماز کو خوبصورت کرتا اور زینت بخشتا ہے نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں کہ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے، اور نماز کی زینت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ، رکوع میں اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی جائے، پھر جس سنت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مصاحبت اختیار کرنے والے تابعین کے دور میں نماز کی زینت قرار دیا جائے اور اس کو پسند کیا جائے اسے منسوخ کہنے والوں یا گھوڑوں کی دموں کے مشابہہ کہنے والوں کا خیر القرون کے مسلمانوں کے کردار پر سیدھا حملہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۸۔ ((عن الحسن وابن شهاب انهما كانا يقولان ان كبر احدكم الصلوٰة فليرفع يديه حين يكبر وحين يرفع رأسه من الركوع وكان ابن سيرين يقول هو من تمام الصلوٰة)) (رواه البخارى فى جزء رفع اليدين: ١٧)

یعنی امام حسن بصری اور امام ابن شہاب زہری دونوں رفع الیدین کرنے کا حکم دیتے تھے اور امام محمد بن سیرین کہتے تھے کہ رفع الیدین نماز کی تکمیل میں سے ہے، یہ تھے تابعین اور تبع تابعین جو رفع الیدین کا لوگوں کو حکم دیتے اور اس کی تاکید کرتے اور رفع الیدین کے بغیر نماز کو ناقص سمجھتے تھے۔

جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کی ابتداء میں رفع الیدین کو نماز کی ہیئت (شکل) قرار دیا ہے یعنی رفع الیدین چھوڑنا گویا کہ نماز کی ہیئت و شکل کو تبدیل اور صورت مسخ کرنا ہے، پھر ایسے کام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا یا کرنے والے پر اعتراض کرنا یا اس کی تردید میں قلم ہاتھ میں پکڑنا خود نماز سے دشمنی ہے۔

۹۔ ((امام بخاری جزء رفع الیدین صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں کہ:

((ولم يثبت عن اهل النظر ممن ادركنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم عبدالله بن الزبير وعلى بن عبدالله بن جعفر ويحيى بن معين واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه هولاء اهل العلم من بين اهل زمانهم فلم يثبت عند احد منهم علم فى ترك رفع الايدى عن النبى ﷺ وعن احد من اصحاب النبى ﷺ انه لم يرفع يديه))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی علم حدیث کے جن ماہرین اور محققین سے ہماری ملاقات ہوئی ان میں خاص طور پر یہ پانچ جو اپنے زمانے میں علم حدیث کے ماہر اور بڑے پائے کے علماء مانے جاتے تھے۔ (۱) یعنی امام عبداللہ بن الزبیر الحمیدی (۲) امام علی بن عبداللہ المدینی (۳) امام یحییٰ بن معین (۴) امام احمد بن حنبل الشیبانی (۵) امام اسحاق بن راہویہ مروزی ان سب کی تحقیق اور علم کے مطابق نبی ﷺ یا کسی ایک صحابی سے رفع الیدین چھوڑنا ثابت نہیں اس عبارت سے پورے معاملہ کی اصلیت واشگاف ہو جاتی ہے. کہ یہ پانچوں علم حدیث کو جمع کرنے اور جھوٹی اور سچی کی تمیز اور صحیح وسقیم کی معرفت میں اپنے وقت کے ممتاز قائد تھے اور ان پانچوں کا اتفاق سے فیصلہ دینا گویا کہ تمام محدثین کا متفق علیہ فیصلہ سمجھا جاتا تھا، ثابت ہوا کہ اہل النظر بالحدیث کے نزدیک رفع الیدین کو چھوڑنے کی کوئی بھی مرفوع یا موقوف روایت اس دنیا کے تختے پر موجود نہیں۔

۱۰۔ امام محمد بن نصر المروزی جو امام بخاری اور امام احمد بن حنبل کے ہمعصر ہے فرماتے ہے کہ:

((اجمع علماء الامصار علی مشروعیة ذالك الا اهل الکوفة)) (فتح الباری، شرح صحیح بخاری: ۱۴۹/۲)

یعنی کوفہ کے علاوہ باقی تمام شہروں کے باشندے رفع الیدین کے فاعل ہیں، خیال کرنا کہ ایسی مشہور اور مقبول سنت کو اوہام اور موضوع روایتوں سے رد کرنا سراسر بے انصافی اور حق کو چھپانا اور دبانا نہیں؟ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین وصلی الله تعالیٰ علی نبیه سید الاولین والآخرین وعلی اله واهله وصحبه اجمعین.

العبد المفتقر الفقیر الی الله

ابو محمد بدیع الدین شاه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالۃ الرابعۃ

الوسیق فی جواب الوثیق

تصحیح آٹھ رکعت تراویح

صوبہ سندھ کا مشہور ومعروف شہر ''ہالا'' جو علمی لحاظ سے کافی شہرت کا حامل ہے، یہاں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ ''تراویح'' کی تعداد آپ ﷺ سے 8 رکعات ثابت ہے، وہاں کے علاقائی مولانا میر محمدی کوری صاحب نے اس اشتہار کا ردّ کرتے ہوئے اس کا جواب بنام ''الوثیق للاحناف'' تحریر کیا جس میں تراویح کی تعداد بیس ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ ہالا کے نزدیک نیو سعید آباد میں رہتے تھے جب بات وہاں تک پہنچی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی عمدگی سے اس کا جواب تحریر کیا جو اپنی مثال ہے یہ کتاب سندھی زبان میں تھی۔ اُردو میں مولانا عبدالواحد سیال صاحب نے بہت آسان طریقہ سے ڈھالا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا محمدا عبده ورسوله۔ اللهم صل على محمد واله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔ اما بعد!

مسلمانوں میں تراویح کی رکعات میں اختلاف کو دیکھتے ہوئے ایک اشتہار کی شکل میں ایک پرچہ بنام ''آٹھ رکعات تراویح'' شائع کیا گیا جس میں رسول اللہ ﷺ کی تین احادیث اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر ترجمے کے ساتھ ذکر کیا گیا وہ اشتہار ھالا شہر کے ایک مولوی میر محمد کوری صاحب کے ہاتھ لگا جس نے اس کے جواب میں ''توثیق الاحناف'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں راہ انصاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سراسر حق کی مخالفت کی گئی۔ جس کو دیکھنے سے احناف کی توثیق کے بجائے ان کی تضعیف اور توہین نظر آتی ہے چونکہ مولانا موصوف نے جگہ جگہ مختلف مغالطوں سے کام لیا ہے، اس لیے اس کی تردید کے لیے چند اوراق کی تسوید کو ضروری سمجھا۔ یہ رسالہ بنام ''الوسيق فی جواب الوثيق'' بلقب آٹھ تراویح لکھا جارہا ہے اور اہل بصیرت سے انصاف طلب کیا جاتا ہے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

قوله: ان کا کہنا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

''ستفترق امتی على ثلاث وسبعين ملة كلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا ماهی قال ما انا عليه واصحابی .'' (ترمذی: ٢٦٤٣، كتاب الايمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الاية۔ ابی داؤد: ٤٥٩٦۔ كتاب السنة باب شرح السنة، مسند احمد: ١٠٢٤)

اقول: میں کہتا ہوں یہی حدیث علمائے اہل حدیث کی بھی دلیل ہے کہ فرقہ بندی ناجائز اور بری چیز ہے اور نجات پانے والی صرف ایک جماعت ہے اسی طرح حق بھی ایک طرف ہے نہ کہ چار (فرقوں) میں تقسیم ہے، مولانا صاحب نے خود جو حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں سے حق پر ناجی جماعت صرف ایک ہوگی صحابی کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ ہیں وہ جماعت حق پر ہے۔ اب قارئین خود انصاف کریں کہ جب حق والی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت صرف ایک ہی ہے تو پھر چار جماعتیں کہاں سے آئیں نیز زیر بحث مسئلہ کے متعلق جب رسول اللہ ﷺ سے صرف آٹھ رکعات ثابت ہیں جیسا کہ عنقریب اپ کو معلوم ہوگا تو پھر یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی آٹھ ہی ثابت ہونی چاہئیں کیونکہ بیس ہونے سے دو طریقے ثابت ہوں گے ان میں سے ایک حق اور دوسرا باطل ہوگا حالانکہ حدیث تو ایک ہی جماعت بتا رہی ہے۔ مولانا صاحب کو چاہئے کہ وہ کوئی تو ایسی روایت ثابت کریں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مستقل طریقہ ذکر ہو۔ **ولیس له الی ذالك سبیل**

بلکہ اس حدیث سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کے نزدیک تو وہی طریقہ قابل اعتبار ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو کیونکہ جماعت کا ایک ہونا ضروری ہے بصورت دیگر راستہ ایک نہیں رہے گا۔

قولہ: ان کا کہنا ہے قرآن مقدس میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ ابْتَغٰى ."

اقول: میں کہتا ہوں سبحان اللہ کیا ہی کہنے! مولانا صاحب یہ کون سے قرآن کی آیت ہے، موجودہ قرآن میں تو اس کا وجود نہیں شاید اہل تشیع والے دس پاروں میں ہو۔ کیا آپ نے خود قرآن کھول کر دیکھا؟ یا کسی حافظ سے سنا یا کشف اور الہام ہوا۔ چنانچہ سورۂ یوسف کے بارھویں رکوع میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور میرے پیروکار بھی۔ اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

چاہئے تھا کہ اوپر والا جملہ کسی طریقے سے کسی سے پوچھ کر اور مشورہ کے ساتھ لکھتے۔ مولانا صاحب آیت مذکورہ بھی ایک ہی طریقہ بیان کر رہی ہے لفظ "هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ" پر غور کیجئے اس کے علاوہ "وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" کے جملے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ خاص کرنے میں بھی آپ نے غلطی سے کام لیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے تابعین (پیروکار) آج تک موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اور لفظ "بَصِيْرَة" بھی آپ کو بھاری پڑے گا کیونکہ تقلید میں کوئی بصیرت نہیں کیونکہ اہل بصیرت آنکھوں سے دیکھ بھال کر قدم اٹھاتے ہیں اور اہل تقلید دوسروں کے سہارے پر ہوتے ہیں۔ " فاین هذا من هذا۔"

آپ نے بصیرۃ کا معنی حق کا کیا ہے حالانکہ حق بھی تو ایک ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے، الغرض: یہ دلیل صحابہ کے مستقل طریقے کی نفی کرتی ہے بلکہ اس کے لیے امام الطریق نبی کریم ﷺ کی تائید ضروری ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ ان کا کہنا ہے: ہمارا مذہب قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ سنت نبوی اور صحابہ کرام کے اقوال وافعال کی حوالگی سے وابستہ ہے۔

اقول میں کہتا ہوں مولانا صاحب آپ اپنے ہی اصول سے واقف نہیں، چنانچہ آپ کے قبلہ وکعبہ علامہ ابن الہمام حنفی فتح القدیر شرح ہدیہ میں لکھتے ہیں کہ:

" الصحابی حجة عندنا مالم ینفه شئی آخر من السنة . "

یعنی کسی بھی صحابی کا قول یا فعل اس وقت تک ہمارے نزدیک حجت اور قابل اعتبار ہے جب تک نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث اس کے مخالف یا منافی نہ ہو۔ اب مولانا صاحب نے بیس رکعات تراویح سے متعلق جو اشارے لکھے ہیں وہ اگرچہ صحیح نہیں ہیں لیکن اگر انہیں صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو چونکہ وہ مرفوع حدیث کے معارض ہیں اس لیے آپ کے اپنے مذہب کے مطابق حجت نہیں رہیں گے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعان کا

قولہ ان کا کہنا ہے: اس حدیث میں نہ تو تراویح کا لفظ ہے اور نہ ہی یہ حدیث تراویح پر مشتمل ہے۔ الخ

اقول میں کہتا ہوں: مولانا صاحب کسی ایسی روایت کے چکر میں ہیں جس میں لفظ "تراویح" استعمال ہو۔ بلکہ روایات میں تو قیام اللیل اور قیام رمضان کے نام سے یہ نماز مذکور ہے اور تراویح کا نام تو بعد میں استعمال کیا گیا۔ آپ نے تہجد اور تراویح میں جو فرق لکھا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ دلائل تو اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث اس کے خلاف دلیل ہے جس کے یہ الفاظ کہ "ماکان یزید" آپ کی اس تفریق کے منافی ہیں کیونکہ زیادتی اور عدم زیادتی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ "فارتفاعهما ممنوع کاجتماعهما"۔

نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والا اثر جو کہ اشتہار میں ذکر کیا گیا ہے اس میں راوی کے یہ بھی الفاظ ہیں کہ:

" وماكنا ننصرف الافي فروغ الفجر . " (رواه مالك في الموطا)

یعنی ہم فجر کے وقت قیام رمضان سے فارغ ہوتے تھے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ساری رات انہی گیارہ رکعت کے علاوہ کوئی اور نماز نہ تھی بلکہ مولانا صاحب کو تاحیات چیلنج ہے کہ کوئی ایک روایت پیش کریں جس میں صراحت کے ساتھ یہ ہو کہ نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح پڑھی ہو اور اس کے بعد تہجد بھی پڑھی ہو۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

مولانا صاحب! افسوس ہے کہ آپ کے تعصب نے آپ کو اپنے ہی گھر کو ٹٹولنے کا موقع نہیں دیا ذرا اپنی ہی کتب کو تو کھول کر دیکھیں ابن نجیم کی ''بحرالرائق'' ابن الہمام کی ''فتح القدیر اور زیلعی کی ''نصب الرایۃ'' کو دیکھیں انہوں نے اس حدیث سے تراویح ہی مراد لی ہے۔ بلکہ علامہ نیموی حنفی نے ''آثار السنن'' میں اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ ''باب التراویح بثمان رکعات'' جب محدثین اور فقہاء سب اس حدیث سے تراویح مراد لیتے ہیں تو آپ کی اس تفریق کا کیا وزن ہوگا؟

قولہ ان کا کہنا ہے: مقصد یہ کہ بخاری اور مروزی کی حدیث کے درمیان الفاظ اور معنیٰ میں بہت فرق ہے۔الخ!

اقول میں کہتا ہوں: ان روایتوں میں کوئی بھی فرق نہیں اگرچہ بخاری شریف کی حدیث میں تعداد کا ذکر نہیں مگر مروزی کی جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں تو ذکر ہے فرق تو تب ہوگا کہ بخاری کی روایت میں ایک عدد ہو اور مروزی کی روایت میں دوسرا عدد ہو بلکہ ان میں سے ایک عدد کے ذکر سے خاموش ہے اور دوسری میں اس کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک مجمل اور دوسری مفصل ہے یہ دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں ایسی روایات کو متعارض قرار دینا ''قلۃ الفہم'' پر مبنی ہے۔

وکم من عائب قولہ صحیحا
وآفتہ من الفہم السقیم

آپ کے اپنے پیر مغاں علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جابر رضی اللہ عنہ والی روایت کو بخاری والی حدیث کے اجمال کی تفصیل کے لیے ذکر کیا اور اسی طرح وقت کا آگے پیچھے ہونا بھی تعدد واقعات پر محمول ہوسکتا ہے انتہائی بات یہ کہ ان روایات سے معاملے میں وسعت معلوم ہوتی ہے کہ رات کے پہلے حصے میں یا درمیان میں یا آخر میں کسی وقت بھی قیام اللیل ہوسکتا ہے اور اسی طرح وتر اور رات کی نماز کی فرضیت کا ذکر بھی اختلاف اور تعارض کا باعث نہیں کیونکہ ایک روایت میں وتر کی فرضیت کا انکار ہے اور دوسری میں قیام اللیل کی فرضیت کا دونوں حدیثیں سچی ہیں اگر آپ وتر کو واجب کہتے ہیں تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وتر واجب ہے یا نہیں تو انہوں نے واجب نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ

"اوتر رسول اللہ ﷺ واوتر المسلمون."

(مؤطا: ۱/ ۱۲۴ کتاب صلاۃ الیل باب الامر بالوتر)

''یعنی رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے وتر پڑھا ہے۔''

نیز عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الوتر ليس بحتم كصلواتكم المكتوبة ولكن سنة سنها رسول الله ﷺ".

(جامع ترمذی: ٤٥٣، كتاب الصلاة، باب ما جاء ان الوتر ليس بحتم، ابی داؤد: ١٤١٦، كتاب الصلوة، باب ما جاء استحباب الوتر، نسائی، كتاب قيام الليل، باب الامر بالوتر)

"یعنی وتر تمہاری فرضی نمازوں کی طرح فرض نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا۔"

اور مشہور احادیث میں ذکر ہے کہ وتر کو سواری پر ادا کیا گیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نفلی نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں کو سواری پر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، الغرض! ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی مروزی والی حدیث صحاح ستہ کی احادیث کے خلاف ہے بلکہ یہ روایت ان کی تفصیل اور عدد کی تعیین اور تحدید ہے۔

قولہ ان کا کہنا ہے: علاوہ اس کے یہ بھی تو نماز تہجد ہی ہے۔ الخ!

اقول میں کہتا ہوں: یہ وہی روایت ہے جو صحاح ستہ میں بغیر تعیین عدد کے مروی ہے اس بات کا تو آپ بھی اعتراف کرتے ہیں اسی لیے تو آپ نے تعارض کا دعویٰ کیا ہے پھر اگر بقول شما یہ روایت بھی تہجد کے ساتھ خاص ہے اور تہجد تراویح سے پہلے الگ نماز ہے تو پھر تراویح کے ثبوت کے لیے کون سی حدیث پیش کرو گے آپ کی ذکر کردہ حدیث "من قام ایمانا" (الحدیث) میں تراویح کے نام کا تو ذکر نہیں ہے بلکہ ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تہجد تھی۔ "فما هو جوابكم فهو جوابنا"

قولہ ان کا کہنا: بیہقی اور ابو شعبہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا بیس رکعات والا عمل بیان کیا ہے کہ

"كان رسول الله ﷺ يصلي في غير جماعة عشرين ركعة والوتر."

"یعنی رسول اللہ ﷺ بغیر جماعت کے بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔"

اقول: میں کہتا ہوں: یہ حدیث باتفاق محدثین اور فقہاء ساقط اور غیر معتبر ہے اگر مولانا صاحب اپنے گھر کی کتب دیکھ لیتے تو ہوسکتا ہے ایسی روایت بیان کرنے کی ہمت ہی نہ ہوتی لیکن کیا جائے کہ اس کے مذہبی تعصب نے اسے اپنے گریبان میں جھانکنے نہ دیا۔ اللہ کے لیے حنفی مذہب کے بڑوں کی کتب تو کھول کر دیکھو مثلاً" نصب الرایۃ للزیلعی، البحر الرائق، کنز الدقائق، شامی فتح القدیر شرح ہدایہ اور عینی شرح بخاری ان سب نے صراحت کی ہے کہ یہ روایت بالکل ضعیف ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ ان صحیح احادیث کی بھی مخالف ہے جو بخاری اور مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے "ماکان یزید" الخ کے الفاظ سے مروی ہیں۔ جب کہ آپ کے بڑے اسی روایت کو غیر معتبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معتبر روایت کے خلاف قرار دیتے ہیں تو پھر ایسی روایت کے پیش کرتے ہوئے آپ نے اپنے بڑوں کی مخالفت کیوں کی؟ نیز مولانا صاحب آپ نے جو ابوشعبہ کا نام لیا ہے دراصل اس نام کی حدیث کی کتاب ہے ہی نہیں بلکہ ابن شیبہ کے نام سے ایک کتاب ہے شاید آپ نے خود یہ کتب نہیں دیکھیں بلکہ ''لکیر کا فقیر'' بن کر کسی دوسرے کی تحریر یا سنی ہوئی بات پر اعتبار کرتے ہوئے حوالہ دیدیا۔ اور یہی حال تقلید (بلا دلیل قول کو ماننے) والوں کا ہوتا ہے امام رازی نے تفسیر کبیر میں سچ کہا ہے کہ:

''لا فرق بين بهيمة تقاد وانسان يقلد .''

''اس جانور کا، جس کا ہانکا جائے اور مقلد کے درمیان کوئی فرق نہیں۔''

قولہ ان کا کہنا ہے: اس حدیث میں ابن شیبہ جو ایک راوی ہے۔ الخ

اقول میں کہتا ہوں ہاں وہ ابوشیبہ نام کا راوی عثمان کے نام سے مشہور ہے جس کے بارے میں امام نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ وہ ضعیف باتفاق المحدثین یعنی وہ تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے بلکہ حنفی مسلک کے چوہدری علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کے بارے میں سخت جرح نقل کی ہے مثلاً کذاب، متروک وغیرہ اسی طرح ابن ہمام حنفی اور مولوی عبدالحئی لکھنوی نے التعلیق الممجد میں ابوشیبہ کے متعلق جرح نقل کی ہے۔

قولہ ان کا کہنا ہے: لیکن مولانا لکھنوی نے فتاویٰ ارے پر صراحت کی ہے کہ:

''جد ابن ابی شیبة ان قدر ضعیف ندار که متروکه شود .''

''ابن ابی شیبہ کا دادا اتنا ضعیف نہیں کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔''

اقول میں کہتا ہوں، اولاً: دوسرے کبار علمائے احناف خود مولوی عبدالحئی کے خلاف ہیں۔

ثانیاً: ان کے دور کے قریب قریب کے علماء احناف بھی اس کے خلاف ہیں مثلاً علامہ نیموی نے آثار السنن اور تعلیق میں، انور شاہ کشمیری نے فیض الباری اور عرف الشذی میں شاہ صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس بات کو تسلیم کئے بغیر فرار کا کوئی اور راستہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح صرف آٹھ رکعات ہی ثابت ہے اور بیس رکعات والی روایت ضعیف ہے۔

ثالثاً: مولوی عبدالحئی نے خود موطا محمد کے حاشیہ التعلیق الممجد میں بالکل صاف اور واضح لکھا ہے کہ ابوشیبہ والی روایت ضعیف ہے۔

رابعاً: وہ ابوشیبہ کیسے متروک نہیں کہلائے گا جب کہ علامہ عینی جو مولوی عبدالحئی سمیت سب کے بڑے ہیں انہوں نے بخاری کی شرح میں ابوشیبہ کے متعلق متقدمین سے نقل کیا ہے کہ وہ متروک ہے اور خود انہوں نے اس کی تردید بھی نہیں کی تو جسے پہلے ہی متروک قرار دیا جا چکا ہے تو اسے مولوی عبدالحئی کے قول کے مطابق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متروک نہ کہنا کتنا صحیح ہو گا؟ بلکہ مولوی عبدالحیٔ نے خود تعلیق میں نقل کیا ہے کہ اسے (ابوشیبہ کو) متروک کہا گیا ہے اس حالت میں مولوی عبدالحیٔ صاحب کے دونوں قول متعارض ہوئے اس لیے اس صورت میں اگر چاہو تو

"اذا تعارضتا تساقطتا." (نور الانوار)

''یعنی جب وہ متعارض ہوں تو ساقط ہو جاتے ہیں۔''

والے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس کے دونوں قول ساقط سمجھ کر متقدمین کے قول کو قبول کرلو جوانہوں نے ابوشیبہ کا متروک ہونا تسلیم کیا ہے مثلاً امام زیلعی اور علامہ عینی وغیرہما۔

اور اگر چاہو تو ترجیح کا راستہ اختیار کرلو اور اس صورت میں تعلیق الممجد والا قول راجح ہو گا کیونکہ کثیر محدثین اور فقہاء کے اقوال اس کے مؤید ہیں بخلاف دوسرے قول کے کہ اس کا کوئی مؤید نہیں، اس لیے وہ مرجوح کہلائے گا۔

خامساً: یہ بھی کہنا درست نہیں کہ ابوشیبہ کا ضعف خفیف ہے بلکہ اس کا ضعف سخت سے سخت ہے مثلاً: کذاب، متروک، لیس بشئی اور لا یکتب حدیثه" وغیرہ جیسے الفاظ نقاد نے ان کے حق میں استعمال کئے ہیں میزان الاعتدال اور آپ اپنے احناف کی دیگر کتب کھول کر دیکھیں یہ قاعدہ ہے کہ کذاب اور متروک راوی کی روایت نہ تو مستقل دلیل بن سکتی ہے اور نہ ہی گواہی اور تائید کا فائدہ دے سکتی ہے۔ کما تقرر فی الاصول.

سادساً: امام بیہقی جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے یہ روایت سنن کبریٰ میں نقل کرنے کے بعد اس پر جرح کرنے کے بعد اسے ضعیف قرار دیا ہے تو یہ آپ نے صرف زبانی جمع خرچ کی خاطر بیہقی کا حوالہ دیا ہے اور صرف ان کی روایت نقل کر دی ہے اور بیہقی کی ان پر کی گئی جرح کو کیوں ذکر نہیں کیا یہ بہت بڑی خیانت نہیں ہے؟ جو کہ مومنین کی علامات سے بعید ہے اور اگر آپ نے بیہقی نہیں دیکھی تو پھر یہ غلطی آپ کی تقلید کی عادت کے سبب ہوئی ہے۔ الغرض مذکورہ روایت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہونے کے ساتھ منکر بھی ہے جس طرح کہ امام ذہبی نے میزان میں صراحت کی ہے۔"وعلی سبیل التنزل" اس روایت میں ''دلالت علی المطلوب'' بھی نہیں ہے کیونکہ اسی روایت میں ''فی غیر جماعۃ'' کے الفاظ بھی موجود ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے بغیر تنہائی کی حالت میں بیس رکعتیں پڑھیں تو پھر جماعت کے ساتھ بیس رکعات پڑھنے کے متعلق کوئی دوسری حدیث تلاش کر کے پیش کیجئے۔

گر ز عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ
ورنہ خاموشی کہ ایں شور و فغان چیزے نیس

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں جس کو مولوی عبدالحیٔ مرحوم نے صحیح قرار دیا ہے اور عینی حنفی نے اسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلالاً ذکر کیا ہے اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آگے کھڑے ہو کر جماعت آٹھ رکعات نماز پڑھائی ہے۔ مولانا صاحب اگر آپ صرف حدیث کے الفاظ پر ہی غور کر لیتے تو بھی اتنی جرأت نہ کر سکتے استدلال کے میدان میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

قولہ: ان کا کہنا ہے: ''فصلی ہذا در بودن بست رکعات سنت مؤکدہ تکے نیست۔''

اقول: میں کہتا ہوں: جس روایت کو احناف اور محدثین بیک زبان ضعیف کہیں اس سے سنت مؤکدہ ثابت کرنا آج کے مجتہدین کی نئی ایجاد ہے۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیش کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

قولہ: ان کا کہنا ہے: یہ تیسری دلیل ہے اور یہ بھی مروزی سے مروی ہے کہ ابی بن کعب الی قولہ ہاں بے شک یہ نماز چاہے اسے تراویح کہا جائے رسول اللہ ﷺ نے بطور نمونہ کے اس کے متعلق اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔

اقول: میں کہتا ہوں: پھر اگر اس سے آٹھ تراویح ثابت ہے تو پھر آپ اسے نیا طریقہ یا اہلسنّت والجماعت کے خلاف کیسے قرار دیتے ہیں۔ معاذ اللہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اہل سنت سے خارج تھا'' حاشا وکلا'' نیز رسول اللہ ﷺ کی تقریری حدیث بھی تو حجت ہے اور آپ ﷺ کا کسی کام پر سکوت اختیار کر لینا بھی قابل اعتبار ہے جس کی آپ نے اپنے اس کتابچے کے صفحہ تین پر صراحت کر دی ہے۔ گویا کہ آپ اپنی گفتگو میں رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعات کے ثابت ہونے کا اقرار کر چکے ہو۔ واہ! واہ! کیا خوب!!

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

الغرض! یہ روایت بھی صحیح ہے اسی وجہ سے تو آپ نے اس پر کوئی جرح نہیں کی آپ کے اپنے حنفی بھائی علامہ نیموی نے آثار السنن میں ہیثمی سے نقل کیا ہے کہ'' اسنادہ حسن'' یعنی اس حدیث کی سند اچھی اور جرح سے پاک ہے۔

قولہ: ان کا کہنا ہے: لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ مثلاً اگر آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھی جاتیں تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوتے۔

اقول: میں کہتا ہوں: مولانا صاحب یہ کہاں ہے کہ اگر زیادہ رکعات ہوتیں تو آپ ﷺ خوش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہم نے تو اس کے (آٹھ رکعات) کے متعلق رضا مندی کا ثبوت دے دیا ہے اب آپ پر لازم ہے کہ آپ آٹھ سے زائد بیس رکعات پر رضا مندی کا ثبوت دیں۔

آئے ہیں میدان میں اب جلد آیئے
دعویٰ اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

قولہ: ان کا کہنا ہے: اور جو تشریح میں کہا گیا الی قولہ بغیر دلیل اپنا قیاس بے کار ہے۔

اقول: میں کہتا ہوں: مولانا صاحب! نہ آفتاب آمد دلیل آفتاب خود۔ یہ روایت اس کے لیے ثبوت ہے کیونکہ اگر ابتدا ہی سے بیویوں کو پڑھانے کا رواج ہوتا تو پھر اس کے متعلق استفتاء اور استفسار کی کیا ضرورت تھی بلکہ چونکہ اس نے یہ کام پہلی دفعہ کیا تھا اس لیے اس کے درست یا غیر درست ہونے کے متعلق دریافت کیا ایسی صاف ستھری بات بھی آپ کو سمجھ میں نہیں آئی تو پھر آپ اپنے فہم کو قصوروار سمجھیں۔

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

قولہ: ان کا کہنا ہے: تشریح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعات پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کے دور میں بھی آٹھ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں اس لیے اوپر واضح ہو چکا کہ یہ نماز تہجد تھی۔

اقول: میں کہتا ہوں: اوپر ثابت ہو چکا کہ آپ کے قدماء حنفی علماء خود اسی روایت سے تراویح مراد لیتے ہیں بلکہ آپ کے امام محمد جس کے بارے میں مشہور ہے کہ "لو لا محمد لما راح ابو حنیفه" بھی اپنی مؤطا میں یہ روایت "ماكان يزيد" تراویح کے باب میں لائے ہیں تو پھر آپ نے ابھی کوئی نیا اجتہاد نکالا ہے کیا؟ نیز تشریح میں ہم نے جو مروزی والی روایت نقل کی ہے کہ "اصابوا ونعم ماصنعوا" اس میں یوں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے اسی کو آگے کھڑے ہو کر جماعت کراتے دیکھا تو پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا جس سے ثابت ہوا کہ یہی قیام رمضان تھا کیوں تہجد کی نماز اس طرح معتاد نہ تھی نیز آپ کے مذہب کے مطابق تو تراویح کے علاوہ کوئی دوسری نفلی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے تو پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز تھی حالانکہ آپ کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں۔ ذرا سوچیں کہ آپ کے دماغ سے کیا نکل رہا ہے؟

قولہ: ان کا کہنا ہے: بلکہ بخاری شریف میں ۷، ۹، ۱۳۔ رکعات کا بھی ذکر ہے۔ الخ

اقول: میں کہتا ہوں: یہاں مولانا صاحب نے دو روایتیں تحریر کی ہیں پہلی روایت میں ہے کہ "سبع وتسع واحدى عشرة سواء ركعتي الفجر" (یعنی سات، نو اور گیارہ رکعات وتر کے علاوہ) حالانکہ ادنیٰ سے ادنیٰ صاحب علم بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ روایت اس روایت کے ہرگز مخالف نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس میں "ماکان یزید" کے الفاظ ہیں اور لا ینقص کے الفاظ نہیں یعنی زیادہ کرنے کا انکار ہے نہ کہ کم کرنے کا۔ اللہ کا خوف کرو۔ اللہ کی مخلوق کو مغالطوں میں مت ڈالو۔ اس کے علاوہ کچھ احادیث دوسری احادیث کی تفسیر ہیں، چنانچہ دیگر روایات کے ملانے سے ظاہر ہوا کہ یہ سات ،نو اور گیارہ وتر کی رکعات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ وتر ایک رکعت سے تیرہ رکعات تک باری باری پڑھتے تھے۔ کما لا یخفی من طالع کتب الاحادیث (جیسا کہ کتب احادیث کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔)

لیکن اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے مراد "صلوٰۃ اللیل" ہے تو بھی انتہائی بات یہی ثابت ہوگی کہ آٹھ رکعات سے کم چھ رکعات بھی ثابت ہیں لیکن یہ بتائیں کہ آٹھ سے زیادہ کے لیے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ نو میں بھی ایک رکعت وتر کی ہوگی، نیز بخاری میں اسی باب میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ:

"ان رجلا قال یا رسول اللہ ﷺ کیف صلوٰۃ اللیل قال مثنی و مثنی فاذا خفت الصبح فاوتر بواحدۃ."

"ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول! رات کی نماز کس طرح ہے تو آپ نے فرمایا: دو دو رکعات، اور جب تجھے صبح کی نماز کا ڈر ہو تو ایک وتر پڑھ لے۔"

اس کے علاوہ آپ کا اپنا مذہب بھی اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے نزدیک ایک ساتھ نو یا سات رکعات پڑھنے کی اجازت نہیں اور اگر آپ کہیں گے کہ دو دو رکعتیں کر کے پڑھی جائیں تو بھی آخر میں ایک رکعت نویں یا ساتویں بچے گی حالانکہ آپ تو ایک رکعت کو نماز ہی نہیں مانتے اور اگر آپ کہیں گے کہ ان سے مراد تین رکعات وتر کی ہیں تو پھر بھی باقی چار یا چھ رکعات بچیں گیں جس کے "ماکان یزید" والی روایت خلاف ہے۔ جس سے آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ آپ کو تو آٹھ سے زیادہ کے لیے ثبوت درکار ہے اور وہ معدوم ہے اور ایک دوسری روایت جو تیرہ رکعات والی ہے جو آپ نے لکھی ہے اس کے نقل کرنے میں بھی آپ نے خیانت کی ہے کیونکہ بخاری شریف میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ:

"عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ منھا الوتر ورکعتا الفجر." (بخاری: کتاب التھجد کیف صلاۃ النبی ﷺ، مسلم: ۷۳۶ کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ، ابی داؤد: ۱۳۳۴، کتاب الصلاۃ اللیل۔ ترمذی: ۴۳۹، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی ﷺ، نسائی: کتاب قیام اللیل، باب وقت الوتر، مؤطا امام مالک۔ کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ فی الوتر)

"یعنی رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنت کی دو رکعتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تھیں۔آپ فجر کی دو سنتوں کے علاوہ باقی وہی گیارہ رکعتیں رہیں۔''

مولانا صاحب اللہ کا خوف کریں اللہ کے سامنے آپ کھڑا ہونا ہے آپ نے اپنے مطلب کی خاطر ایک حدیث لکھ دی اور دوسری جس میں "منها الوتر وركعتا الفجر" کے الفاظ ہیں اسے ہضم کرتے ہوئے لوگوں کو باور کرا رہے ہیں کہ حدیث میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔

اور یہ نہیں بتا رہے ہو کہ ان میں فجر کی دو سنتیں بھی شمار ہیں کیا ایک حدیث دوسری کی تفسیر نہیں ہے مولانا صاحب اس طرح خیانت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنا سخت گناہ ہے اور یاد رکھو کہ آپ حق کو کبھی بھی چھپا نہیں سکیں گے۔

"ويحق الله الحق بكلماته ولو كره المجرمون."

''اور اللہ تعالیٰ اپنے کلمات کے ساتھ حق کو ثابت کرتا ہے چاہے یہ بات مجرموں کو اچھی نہ لگے۔''

قوله : ان کا کہنا ہے: یہ تو بخاری کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ الخ۔

اقول : میں کہتا ہوں: اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت "ماكان يزيد" میں آٹھ رکعات کی تحدید کی گئی ہے اور ان میں سے تین رکعات وتر کی مراد ہیں باقی دوسری روایات جن کے متعلق بحث ہو چکی ہے وہ وتر کی تعداد کی کمی بیشی پر مشتمل ہیں نہ کہ اصل نماز پر جیسا کہ ان کے متعلق امام زرقانی نے مؤطا کی شرح میں گفتگو کی ہے۔

قوله : ان کا کہنا ہے: اسی طرح صحابہ بھی الخ۔

اقول : میں کہتا ہوں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس کے متعلق کوئی ثبوت صحیح سند کے ساتھ موجود نہیں اور جس روایت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو ذکر ہی نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل اپنی جگہ پر آئے گی۔

قوله : ان کا کہنا ہے: اور کتابچے میں دوسری حدیث کی تشریح جو کچھ کہا گیا ہے الی قولہ وہ حدیث ضعیف ہے۔

اقول : میں کہتا ہوں: یہ بالکل غلط ہے نیموی حنفی آثار السنن میں ثعلبہ بن ابی مالک القرظی سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"رواه البيهقي في المعرفة واسناده جيد وله شاهد دون حسن عند ابى داؤد من حديث ابى هريرة."

''یعنی اس حدیث کی سند بہت اچھی ہے اور اس کا شاہد ابو داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔''

(یعنی یہ اشتہار میں ذکر کردہ مروزی والی روایت) جس کا درجہ حسن اور صحیح سے کم ہے یعنی متوسط درجے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے اب آپ کا اسے ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ ثعلبہ والی روایت جس کی سند بھی جید ہے وہ اسے اور بھی تقویت پہنچاتی ہے اور نیموی نے آثار السنن کی تعلیق میں ثعلبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"قال البيهقي بعد ماأخرج" وثعلبة ابن ابى مالك قد رأى النبى ﷺ فى مازعم اهل العلم بالتواريخ انتهى۔ وقال الذهبى فى تجريد اسماء الصحابة" ثعلبة بن ابى مالك ابو الحئى القرظى امام بن قريظه وله فى عهد النبى ﷺ وله رؤية وطال عمره انتهى" وقال فى التهذيب له رؤية روى عن النبى ﷺ . "الخ

"یعنی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ثعلبہ بن ابی مالک نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے اور اہل علم کا تاریخ کے حوالے سے یہی نظریہ ہے۔ اور امام ذہبی "تجرید اسماء الصحابۃ" میں لکھتے ہیں کہ ثعلبہ بن ابی مالک ابو الحئی القرظی ہے جو کہ بنو قریظہ کا امام تھا اور یہ نبی کریم ﷺ کے دور کا ہے اور اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور اس نے لمبی عمر پائی۔" اور تہذیب میں بھی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ انتہیٰ

یہ آپ کا حنفی بھائی کہہ رہا ہے کہ امام بیہقی، امام ذہبی ابن حجر، یہ تمام ثعلبہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا بھی ہے اور آپ ﷺ سے روایات بھی نقل کی ہیں۔

الغرض یہ روایت ثابت اور متصل ہے۔

قولہ : ان کا کہنا ہے: حسب کے متعلق تعلیق المجد میں لکھا گیا ہے کہ:

" وقال ابن حجر فيه مسلم بن خالد الزنجي وهو ضعيف . "

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں خالد زنجی ہے جو کہ ضعیف ہے۔"

اقول : میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ نسبت کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ حافظ صاحب مرحوم تقریب التہذیب میں مسلم بن خالد الزنجی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" فقيه ، صدوق كثير الاوهام"

یعنی "فقیہ، سچا اور بہت زیادہ وہم والا ہے۔"

مولانا صاحب آپ کے نزدیک تو فقیہ کی روایت زیادہ قابل اعتبار ہوتی ہے۔ نیز صدوق (سچے) راوی کی حدیث کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے باقی رہا وہم تو وہ کسی راوی کی عدالت کے لیے قادح نہیں بن سکتا۔ نیز اس روایت میں تو اس پر وہم کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا اس کے علاوہ ثعلبہ والی روایت میں اس روای کا درمیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بالکل واسطہ ہی نہیں، اس لیے اس کی تائید سے اس راوی کے وہم کا شبہ بھی دور ہو گیا۔ نیز آپ کے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حماد بن ابی سلیمان کے متعلق بھی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں ''اوہام'' کے الفاظ لکھے ہیں حالانکہ آپ کے علماء اس لفظ کی وجہ سے اسے ضعیف نہیں مانتے، نیز اس راوی کے بارے میں جرح مفسر موجود نہیں بلکہ جرح مبہم موجود ہے جو کہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ حالانکہ اسے ابن عدی نے ''حسن الحدیث'' قرار دیا ہے۔

خلاصہ: .....ابن عدی جرح وتعدیل میں معتدل اور منصف شمار ہوتے ہیں، جیسا کہ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے "الرفع والتکمیل" میں ذکر کیا ہے۔ نیز امام ابن معین جو کہ جرح میں بہت متشدد ہیں انہوں نے بھی اسے ''ثقہ'' قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ متشدد کی توثیق راوی کے قابل اعتبار ہونے کی زبردست دلیل ہوتی ہے۔ الغرض! اس روایت کو ضعیف قرار دینا مولانا صاحب کی کم علمی بلکہ بے علمی کی وجہ سے ہے۔

قولہ: ان کا کہنا ہے: اس کے علاوہ اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ سیدنا اُبی رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ ان لوگوں کو نماز پڑھائی جنھیں قرآن بالکل نہیں آتا تھا۔ الخ

اقول: میں کہتا ہوں: کسی نہ کسی طرح جماعت کا ثبوت تو مل گیا فحسب، نیز ایسا تو نہیں تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بالکل قرآن نہیں آتا تھا بلکہ سیدنا اُبی رضی اللہ عنہ چونکہ ''احفظ الصحابۃ'' تھے، اس لیے وہ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے اور حکم بھی یہی ہے کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ ہی امامت کرائے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں اس کے متعلق روایات موجود ہیں۔

قولہ: ان کا کہنا ہے: چوتھی دلیل ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ الی قولہ اس کے لیے احناف کے ہاں کوئی اعتراض نہیں۔

اقول: میں کہتا ہوں: تو پھر اس کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

قولہ: ان کا کہنا ہے لیکن یہ تو امیر عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا حکم تھا جسے انہوں نے خود تبدیل کر کے آخر میں بیس رکعات مقرر کیں جس کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

اقول: میں کہتا ہوں: اس کی بھی حقیقت ظاہر کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

پڑا افلاک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

مولانا صاحب اتنا تو مانیں گے کہ عہد فاروقی کی ابتدا میں آٹھ رکعات پر ہی عمل تھا اور اسی طرح عہد صدیقی میں اور اس سے پہلے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی طرح عمل رہا تو پھر اسے اہل السنۃ والجماعت کے طریقے کے خلاف کیوں قرار دیتے ہو؟ ایمانداری سے بتاؤ کہ آپ کی ذکر کردہ حدیث "ما انا علیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و اصحابی" (یعنی جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں) اسی طریقے پر صادق آتی ہے یا کسی اور پر؟ کیا وہ حکم جو عہد نبوی ﷺ میں جاری رہا ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بدلنے کا اختیار اور حق ہے؟ ہرگز نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت کے غلط ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

قولہ : ان کا کہنا ہے: الغرض کہ صحاح ستہ رسول اللہ ﷺ کا عمل آٹھ رکعات تہجد بلکہ وتر سمیت سات، نو سے تیرہ رکعات تک تھا تو رمضان میں بھی اسی طرح عمل تھا۔

اقول : میں کہتا ہوں: الحمد للہ یہاں تو مولانا صاحب نے مان لیا کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل آٹھ رکعات پر ہی تھا۔ ذالك ماكنا نبغي .

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

قولہ : ان کا کہنا ہے: اور رمضان میں زیادہ عبادت کرنے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد رغبت دلائے۔ الخ

اقول : میں کہتا ہوں: ترغیب تو غیر رواتب نوافل کے لیے ہے اور رواتب نمازوں میں کمی بیشی کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اسی طرح "صلوۃ اللیل" قیام رمضان رواتب نمازوں میں سے ہیں جس کا عدد رسول اللہ ﷺ نے آٹھ تک مقرر کیا ہے آپ ﷺ کے بعد کسی کو زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے اس کے علاوہ اگر اس میں زیادتی کی گنجائش ہے تو پھر آپ نے بیس تک کیوں کیا ہے؟ اس سے زیادہ کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ بلکہ آپ کے مذہب میں تو بیس سے اوپر پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ آپ کی مشہور کتاب عالمگیری میں لکھا ہوا ہے۔ کیا پیغمبر ﷺ سے ضرور آگے بڑھنا ہے؟ اور جو اس (آگے بڑھنے) سے انکار کرے وہ تو اہلسنّت والجماعت سے خارج ہو اور آپ کے مقرر کردہ اصول سے بڑھنا مکروہ ہو۔ تلك اذا قسمة ضيزى .

قولہ : ان کا کہنا ہے: اگر کبھی آٹھ اور کبھی بارہ الخ۔

اقول : میں کہتا ہوں: آٹھ رکعات کے متعلق تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے اثر موجود ہیں اور بارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے متعلق کوئی بھی صحیح اور صریح اثر موجود نہیں، نیز اوپر آپ ص 3 پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی متابعت لازمی اور راہ نجات قرار دے کر آئے ہو اور ص 4 پر آپ نے صراحت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہمارا مذہب ہے اور یہاں کہتے ہو کہ کبھی آٹھ اور کبھی بارہ پڑھتے تھے۔ تب بھی آپ کے ذمے لازم آتا ہے کہ کبھی آٹھ پڑھ کر بھی صحابہ کرام کی متابعت کرو۔ مولانا صاحب "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" اوپر ذکر کردہ اصول کو کیوں نظر انداز کرتے ہو جب بقول آپ کے صحابہ کے دونوں عمل ہیں تو پھر ایک سے محبت اور ایک سے عداوت "این چہ معنی دارد۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ : ان کا کہنا ہے:امیر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی دور میں منفرد اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں پہلے آٹھ اور پھر بعد میں بیس رکعات میں نماز قائم کی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے ساتھ قائم کی گئی۔

اقول : میں کہتا ہوں:سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیس رکعات نماز قائم کرنے کی بحث آرہی ہے کہ یہ کس قدر صحیح ہے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کا دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ:

اولاً:تو مولانا صاحب نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔کما سیأتی .

ثانیاً: مولانا صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کا ذکر کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے لازماً اختلاف تھا جیسا کہ مولانا صاحب نے اپنی عبارت کبھی آٹھ اور کبھی بارہ رکعات تراویح پڑھتے رہے کا ذکر کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ایسا اجماع احناف کے ہاں بھی قابل اعتبار نہیں۔چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

" والا جماع المؤخر لا یرفع الا ختلاف المتقدم . "

''یعنی جس مسئلے میں پہلے اختلاف کیا گیا ہو اور بعد میں چاہے وہ اجماعی صورت بھی اختیار کر لے تو یہ بعد والا اجماع پہلے اختلاف کو دفع نہیں کرسکتا۔''

ثالثاً: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلے میں اختلاف تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف موجود تھا اس کے متعلق ''قیام اللیل للمروزی'' میں آثار دیکھنے چاہئیں۔

رابعاً: آپ کے نزدیک تین اجماع معروف ہیں۔(۱) مجموعی (۲) اکثری۔(۳) سکوتی۔ان تینوں میں یہاں کسی ایک کو ثابت کرنے کی آپ کو مجال نہیں کیونکہ آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفصیلاً یا نصف سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں اور اسی طرح اگر بعض سے آپ نقل بھی کریں گے تو وہ سنداً صحیح نہیں ہوگا۔''کما سنذکرہ'' بلکہ ان سے بھی آٹھ ثابت ہیں اس لیے اجماع کا تو نام نہ لو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کے دعویٰ کرنے کو ''جھوٹا'' قرار دیا ہے۔(اعلام الموقعین لا بن القیم والا حکام لا بن الحزم)

قولہ : ان کا کہنا ہے:اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح قائم رہی۔الخ

اقول : میں کہتا ہوں:یہ نسبت بھی غلط ہے بلکہ اس سے متعلق جو اثر ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی غیر صحیح ہیں۔کما سیأتی تحقیقه فی موقعه ان شاء الله تعالیٰ .

قولہ : ان کا کہنا ہے:جس کی متابعت آج تک ساری دنیا میں ہوتی آرہی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول : میں کہتا ہوں: ساری دنیا کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے۔ یا اس کا آپ کو الہام ہوا ہے؟ مگر ارے مولانا صاحب آپ کو شاباش ہو کہ جب آپ صفحہ 6 اور 1 پر قبول بھی کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعات بھی ثابت ہیں اس کے باوجود بھی آپ کو دنیا کے دوسرے لوگ یاد آرہے ہیں ہم مولانا صاحب کو مشورہ دیں گے کہ ساری دنیا تو کجا صرف پاکستان میں ہی گھوم کر تو دیکھو کتنے ہی اللہ کے بندے آٹھ رکعات پڑھنے والے نظر آئیں گے۔

قولہ : ان کا کہنا ہے: ہم اہلسنّت والجماعت والوں کے اس مسئلے کے متعلق یہ دلائل واستدلال حجت ہیں۔ الخ

اقول : میں کہتا ہوں: اہلسنّت والجماعت والوں کی تعریف میں تو آپ نے حدیث "ما انا علیہ واصحابی" پیش کی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ وہ مذہب ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہوں اور اوپر آپ خود لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک آٹھ رکعات ہی تھیں پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں بیس رکعات کا رواج ہوا۔ ثابت ہو گیا کہ اہلسنّت والجماعت کا مذہب ہی آٹھ رکعات ہیں جن پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے بخلاف بیس رکعات کے جو آپ کے خیال کے مطابق بغیر تائید نبوی ﷺ کے صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول ہیں اس کے بعد اب مولانا صاحب کے دلائل پر بحث کی جاتی ہے۔

قولہ : ان کا کہنا ہے: اولاً: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو مشکوٰۃ کے حوالے سے ذکر کی گئی اس میں کسی بھی عدد کا ذکر نہیں نہ آٹھ کا اور نہ بیس کا اور نہ ہی کوئی اور عدد کا۔ بلکہ اس میں تو صرف قیام رمضان کی فضیلت اور اس پر ترغیب کا ذکر ہے مولانا صاحب نے روایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "جس میں تعداد رکعات کا ذکر نہیں" تو پھر ایسی روایت کو معرض استدلال میں پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں تو وہ روایت چاہیے جس میں بیس رکعات کا ذکر ہو نیز مولانا صاحب کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک کوئی بھی عدد مقرر کیا ہوا نہ تھا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عدد لا کر مقرر کیا اس کے غلط اور باطل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے معین اور محدود نہیں فرمایا اس کو بعد میں معین اور محدود کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔

ثانیاً: "ثمان رکعات" یعنی آٹھ رکعات کی تعین کے بارے میں خود احادیث موجود ہیں اور حدیث "ماکان یزید" میں تو زیادتی کا انکار موجود ہے تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے پہلے عدد کی تعیین نہیں تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عدد کی تعیین کی بلکہ یہ تو تبدیلی ہے جس کا نبی ﷺ کے بعد کسی کو حق نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ثانی: اعرج راوی کا اثر جو کہ مشکوٰۃ کے حوالہ سے ہے بلکہ اس میں بھی یہ ذکر نہیں کیا گیا وہ نماز پڑھانے والا قاری کون تھا صحابی تھا کہ تابعی، اس کے علاوہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین اس کی بھی وضاحت موجود نہیں اس وجہ سے یہ روایت قابل حجت نہ ہوگی اس لیے کہ تابعین کے آثار آپ کے نزدیک بھی معتبر نہیں جیسا کہ ''میزان شہرانی'' وغیرہ میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ "اذا جاء عن التابعین راھمناھم" نیز سیوطی ''رسالۃ المصابیح فی صلوٰۃ التراویح'' میں علامہ سبکی سے نقل کرتے ہیں:

" ورأیت فی کتاب سعید بن منصور آثارا فی صلوٰۃ عشرین رکعۃ و ست وثلاثین رکعۃ لکنھا بعد زمان عمر بن الخطاب . "

''یعنی میں نے سنن سعید بن منصور میں بیس اور چھتیس رکعات کے متعلق کچھ آثار دیکھے ہیں لیکن ان تمام میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد کا ذکر ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ بیس رکعات کے رواج کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یہ ان پر بے بنیاد الزام ہے ۔ مولانا صاحب اس دلیل کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے واضح ہو گیا کہ ابتدائی دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا صرف آٹھ رکعات پر عمل نہ تھا بلکہ وہ بارہ رکعات بھی پڑھتے تھے مولانا صاحب آٹھ اور بارہ کو چھوڑیں آپ صرف بیس کی فکر کریں اس کے بارے میں کوئی ثبوت پیش کریں اس کے علاوہ اس روایت میں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام تک نہیں تو پھر کس کے لیے ''رجما بالغیب'' ان کی طرف نسبت جوڑتے ہو۔

دلیل ثالث: جس میں نہ کوئی آیت ہے اور نہ کوئی حدیث ہے اور نہ صحابی کا کوئی اثر ہے اور نہ ہی کسی تابعی کا کوئی قول ہے بلکہ صرف یہ ذکر ہے کہ مشکوٰۃ کے حاشیہ مرقاۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی رکعات کے لیے عدد مقرر نہیں فرمایا۔ جب اوپر احادیث سے آٹھ کے عدد کی تعیین معلوم ہو چکی ہے تو پھر ایسی واضح احادیث کی موجودگی میں اس حاشیے کے انکار کا کیا وزن ہوگا جب مولانا صاحب خود یہ لکھ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعات ثابت ہیں تو پھر اس نے اپنے ضمیر کے خلاف ایسی عبارت کا کیسے اعتبار کر لیا۔

پائے استدلالیسان چوبین بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

بلکہ مولانا صاحب اگر اصل مرقاۃ کی طرف رجوع کر لیتے تو بھی اپنی غلطی کا شکار نہ ہوتے کیونکہ مرقاۃ میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ:

"لعلھم فی بعض اللیالی قصدوا التشبیہ بہ فانہ صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم ثمان رکعات والوتر . "

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے آٹھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعات تراویح اور وتر پڑھایا۔"

بس مولانا صاحب جس علامہ علی القاری کے در پر استغاثہ لے کر (مدد مانگنے) گئے تھے انہوں نے بھی فیصلہ آپ کے خلاف دے دیا ہے آپ کے علم پر افسوس!

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف ہے کہ وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

دلیل رابع: اولاً: اس دلیل میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے گا کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح کا عدد مقرر ہے وہ غلطی اور بھول کا شکار ہے یاد رہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف یہ نسبت کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتویٰ میں صراحت موجود ہے کہ:

"وقد جاء مصر حافي السنن انه كما صلى بهم قيام رمضان صلى بعد العشاء وكان النبي ﷺ قيامه بالليل هو وتره يصلي بالليل في رمضان وغير رمضان احد عشر ركعة اوثلث عشر ركعة."

"یعنی سنن میں صراحت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تو عشاء کے بعد نماز پڑھاتے اور نبی ﷺ کا رات کا قیام آپ کا وتر ہوتا تھا اور آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ کا قیام رمضان (تراویح) وہی "صلوٰۃ اللیل" تھی جس کی تعداد گیارہ سے تیرہ تک تھی۔

ثانیاً: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحیح احادیث کی موجودگی میں عدد معین کا کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

ثالثاً: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول امت کے لیے سند نہیں سند تو صرف قرآن وحدیث ہے۔

رابعاً: آپ کے احناف تو رسول اللہ ﷺ سے آٹھ کے عدد کی تعیین کے قائل ہیں تو پھر آپ نے ان کو چھوڑ کر ابن تیمیہ کا سہارا کیوں لیا؟ اور حنفی گھر چھوڑ کر حنبلی جنگل میں کیوں چھپ رہے ہو؟ بلکہ گمراہی یہی ہے کہ کسی کتاب یا عالم کی طرف غلط نسبت کی جائے۔

دلیل خامس: اس دلیل میں مشکوٰۃ سے عبدالرحمن بن عبدالقاری کے طریق سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس میں بھی تعداد کا ذکر نہیں تو پھر بیس رکعات کے ثبوت کے لیے اس کو پیش کرنے کا کیا مطلب؟ مولانا صاحب اس دلیل کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے اظہر ہے کہ الی قولہ رکعات کی تعداد کی تعیین کے بغیر پڑھتے تھے۔ مولانا صاحب کی اس روایت میں تعداد کا ذکر نہیں تو دوسری میں تو ہے مثلاً موطا والی روایت (جو کہ اشتہار میں لائی گئی ہے۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب الخ . "

اور یہ روایت ساکت ہے اور موطا والی روایت ناطق ہے اور یہ روایت مجمل ہے اور موطا والی روایت مفصل ہے، نیز آپ خود اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ابتدائی دور میں آٹھ رکعات پڑھائی ہیں پھر یہ کیسے کہتے ہو کہ عدد کی تعیین کا ذکر نہیں ایک بات لکھ کر پھر اس سے اعراض کیوں کرتے ہو؟

دلیل سادس: اس دلیل میں بیہقی کی روایت سائب بن یزید سے لائی گئی ہے کہ'' ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔'' لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں بیہقی کے استاد ابو عبداللہ الحسن بن محمد بن الحسن ابن دستویہ الدینوری کی کہیں سے توثیق معلوم نہیں ہوئی اس لیے وہ مجہول الحال کہلائے گا اور موطا کی گیارہ والی روایت بالکل صحیح ہے جس کی سند میں کوئی شک وشبہ نہیں آپ نے خود صفحہ 8 میں لکھا ہے کہ

''اس پر احناف کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں۔''

اب یہ موطا کی روایت مقدم کہلائے گی۔

اولاً: اس لیے کہ اس کی سند میں کوئی شک نہیں اور بیہقی والی روایت میں شک ہے۔

" فدع ما یریبك الی ما لا یریبك . "(الحدیث رواہ الترمذی وغیرہ)

ثانیاً: اس لیے کہ اصل حدیث موطا میں ہے اس لیے اسی کو ترجیح دی جائے گی۔

ثالثاً: اس لیے کہ سنن سعید بن منصور میں بھی یہ حدیث سائب بن یزید سے مروی ہے کہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے سیوطی رسالہ المصابیح میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ

" اسنادہ فی غایة الصحة . "

''یعنی اس کی سند انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہے۔''

اور انہوں نے اس کو بیہقی والی روایت پر ترجیح دی ہے تو پھر جو روایت انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہو اس کا مقابلہ مشکوک روایت کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ کوئی روایت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی صراحت موجود ہے کہ بیس رکعات پڑھنے کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیا تھا اس لیے موطا والی یہ روایت قوی نص ہونے کی وجہ سے مقدم کہلائے گی۔ نیز اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو علم بھی تھا۔ " وان لم یکن کذالك" یعنی اگرچہ ایسا نہیں تھا۔

اس کے باوجود بھی انتہائی طور اجازت یا تقریر ثابت ہوگی حالانکہ قولی روایت فعلی اور تقریری (دونوں) روایت پر مقدم ہوتی ہے اور یہ اجازت سے اولیٰ اور ارجح ہے اگر آپ کہیں کہ موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"كان الناس يقومون في رمضان مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ في رمضان ثلاث وعشرين ركعة ."

"یعنی رمضان میں لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔"

تو میں عرض کروں گا کہ اس میں بھی وہی سابقہ شکوک موجود ہیں کیونکہ اس میں بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا ذکر نہیں۔ اور یہ بھی کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ یزید بن رومان نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا چنانچہ احناف کے مایہ ناز عالم علامہ زیلعی نصب الرایۃ میں لکھتے ہیں کہ

"يزيد بن رومان لم يشرك عمر رضی اللہ عنہ"

اور نیموی حنفی نے بھی یہی بات قبول کی ہے اور محدثین کی منقطع ضعیف روایات میں سے ایک قسم ہے اور سائب والی روایت معتبر کہلائے گی کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہے اور اس میں صراحت بھی موجود ہے۔ "فيقدم عليه من كل الوجه" مولانا صاحب نے اگرچہ نوری سے تصحیح نقل کی ہے مگر اس نے سیوطی اور اسوالی روایت کو ترجیح دی ہے اور تحقیق کا بھی یہی تقاضا ہے "كما معنى" اور ان روایات میں مولانا صاحب نے تطبیق بھی ذکر کی ہے کہ پہلے آٹھ رکعات تھیں پھر بعد میں بیس رکعات ہو گئیں اور یہ تطبیق تو تب صحیح ہو گی جب وہ بیس رکعات والی روایت کو صحیح اور سالم ثابت کرے اور تمام شکوک سے اسے پاک کرے اس کے بعد تطبیق کی بات کرے کیونکہ ناسخ کا منسوخ سے قوی ہونا ضروری ہے جیسا کہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ ص 292 اول میں لکھا ہے کہ:

"ومن شرط الناسخ ان يكون اقوى من المنسوخ ."

یعنی ناسخ کی شرط یہ ہے کہ وہ منسوخ سے قوی ہو۔"

اور "في ما نحن فيه" معاملہ اس کے برعکس ہے، نیز ناسخ کا منسوخ سے زیادہ موثر ہونا بھی لازم ہے۔ اب مولانا صاحب کے ذمے ہے کہ وہ اولاً تو تاریخ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والی بیس رکعات والی روایت کا زمانے کے اعتبار سے گیارہ رکعات والی روایت سے تأخر ثابت کرے کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آٹھ کا اقرار تو مولانا صاحب نے بھی اپنے کتابچے کے ص 8 اور 7 پر کیا ہے اب چاہیے کہ مولانا صاحب وہ تاریخ، دن، مہینہ اور سال بتائیں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تبدیلی کی۔ "وهذا ماليس له الى ذالك من سبيل" (اور یہ اس کے بس میں نہیں کیونکہ ایسا اہم جماعتی کام عہد نبوی اور عہد صدیقی میں ایک حال پر ہو اور اس کے کچھ عرصے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اس تبدیلی کریں اس کے لیے یقینی اور حتمی ثبوت چاہیے محض شکوک سے کام نہیں چلے گا، نیز محض دعوے سے نسخ ثابت نہیں ہو گا بلکہ ہم بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ گیارہ رکعات والی روایت متاخر ہے۔ "فما هو جوابكم فهو جوابنا" اگر فرضاً وتقدیراً بیس والی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو پھر ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں یہ کام کیا ہو اور بعد میں جب انہیں حدیث پہنچ گئی ہو تو پھر انہوں نے مسنون عدد کا حکم دے دیا ہو جیسا کہ امام زرقانی شرح موطا میں گیارہ والی روایت کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"قال الباجي لعل عمر رضی اللہ عنہ اخذ ذالك من صلوٰة النبي ﷺ ففي حديث عائشة رضی اللہ عنہا انها سئلت عن صلوته في رمضان فقالت ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة."

"یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو جو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا شاید وہ حکم انہوں نے نبی ﷺ کی ہی نماز سے اخذ کیا تھا کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"ما كان يزيد" الخ

یعنی آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، نیز ایسے بھی ہوسکتا ہے کہ زیادہ رکعات سے کم رکعات (نماز نبوی پر اکتفا کرتے ہوئے) زیادہ افضل ہوں اگر ان میں قرأت لمبی کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو طول القنوت بہت پسند تھی جیسا کہ حدیث:

"افضل الصلوٰة طول القنوت." (المشكوٰة: ٥/ ٣٥١)

یعنی لمبے قیام والی نماز افضل ہے۔"

بھی اسی پر شاہد ہے اس میں انہوں نے حکم دیا ہے کہ زیادہ رکعات کی بجائے نبوی رکعات پر اکتفا کرو جس میں لمبی قرأت ہو، چنانچہ موطا کی روایت (اشتہار میں مذکور) اسی کے بارے میں ہے کہ

"وقد كان القاري يقرأ بالمئتين حتى كنا نعتمد على العصى من طول القيام."

یعنی قاری ایک رکعت میں تقریباً دوسو آیات پڑھتا تھا یہاں تک کہ قیام کی طوالت کے سبب ہم لاٹھیوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے، یہ تمام قرائن بتاتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اگر بیس رکعات پڑھائی بھی تھیں تو آخر میں آکر دوبارہ اس حکم کو تبدیل کر کے گیارہ رکعات مقرر کی تھیں تاکہ سنت کے مطابق ہو جائے جیسا کہ باجی کی گفتگو سے معلوم ہو چکا اور تاکہ نماز میں طول القیام بھی حاصل ہو۔ فتفکر۔ پھر مولانا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"ثم استقر الامر على العشرين." الخ

"یعنی پھر بیس پڑھی معاملہ برقرار رہا۔"

لیکن یہ بھی محض دعویٰ ہے جسے صراحت کے ساتھ باطل کیا جا چکا ہے اور اگر احناف کے مذہب کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق مان بھی لیا جائے تو بعد میں وجود میں آنے والا اجماع سابقہ اختلاف کو ختم نہیں کر سکتا'' کما تقدم'' اس کے بعد مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ ''بیہقی، نووی اور بخاری کے حاشیہ پر ابن الہمام الخ'' لیکن واجب الاداء تو تب ہو جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت پایہ ثبوت کو پہنچی ہو ''ولیس کذالك وعلی التقدیر'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حکم دے دیا مولانا صاحب کو اجازت ہے کہ وہ ساری دنیا کا چکر لگا کر (وادعوا من استطعتم من دون الله) یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے چاہے بلا لو کوئی ایک روایت ثابت کرے جس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یا کسی قاری کو بیس رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔ ''فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا۔'' اگر نہ کر سکے تو پھر کبھی نہ کر سکیں گے۔

دلیل سابع: مولانا صاحب نے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ'' سیدنا عمر، عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ یعنی خلفاء کے زمانے میں بیس رکعات نماز تراویح تھی مگر یہ روایت بیہقی میں ہے ہی نہیں پتہ نہیں آپ کہاں سے لائے ہیں۔ مولانا صاحب اللہ کا خوف کرو ایسا جھوٹ!!!

بیہقی کو کھول کر تو دیکھو کہ اس میں یہ روایت ہے؟ محض جھوٹ کا سہارا لے کر لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر اپنا مذہب ثابت کرنا ایمانداری کے خلاف ہے، خلفاء پر اتنا بڑا بہتان اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے؟ جب یہ خلفاء قیامت کے دن آپ کے خلاف فریاد کریں گے۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

مولانا صاحب کے پاس اگر بیہقی نہ ہو تو ہمارے پاس آئیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیہقی کے قلمی اور طبعی دونوں نسخے ہمارے پاس موجود ہیں اور دیگر علماء کو بھی اپنے ساتھ لائیں اور پھر غور سے دیکھیں کہ یہ روایت جن الفاظ کے ساتھ آپ نے دلیل نمبر سات میں ذکر کی ہے اس کتاب میں موجود ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!!

دلیل ثامن: بیہقی کے حوالے سے شبرہ کی روایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو کہ چار خلفاء میں سے تھے وہ رمضان میں امام بن کر لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات پڑھاتے تھے اور مولانا صاحب نے عربی الفاظ یوں نقل کیے ہیں۔

'' اخرج بیهقی عن شبرة وکان من اصحاب علی ان کان یؤمهم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات . ''

لیکن ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہی بیہقی میں موجود نہیں بلکہ الفاظ اس طرح ہیں۔

'' وروینا عن شتیر بن شکیل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انه کان یومهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث . ''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھ شتیر بن شکیل سے ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ان کو بیس رکعات پڑھاتا تھا اور تین وتر۔"

لیکن یہ روایت بھی کسی کام کی نہیں کیونکہ بیہقی نے اسے بلا سند نقل کیا ہے اور اصول کے مطابق سند کے بغیر روایت مردود ہوتی ہے، ذرا اصول حدیث کی کتب کا مطالعہ کر کے پھر روایات نقل کیا کریں اس کے علاوہ شتیر بن شکیل کوئی صحابہ بھی نہیں بلکہ تابعی ہے اور تابعی کا قول یا فعل آپ کے مذہب کے مطابق بھی قابل اعتبار نہیں، نیز اس روایت میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ یہ کام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم یا اجازت کے ساتھ کیا گیا اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ اس کا کام کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو علم تھا ایسے ثبوت کے لیے مولانا صاحب کو کوئی دوسری روایات ڈھونڈنی چاہئیں اور جو روایات اس قسم کے شکوک سے محفوظ نہ ہوں ان کو صحیح احادیث اور قوی آثار کے مقابلے میں پیش کرنا صرف آپ مجتہدین کا ہی کام ہے کیسے مولانا صاحب بات سمجھ میں آئی۔

دلیل تاسع: اس دلیل میں عرفجہ کی روایت بیہقی کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے لیکن اس میں بیس کا ذکر ہی نہیں مولانا صاحب یہ کیسی دلیل ہے؟ اعداد و شمار بڑھانا آسان ہے لیکن دلائل کے لیے صحیح اور صریح روایات کی ضرورت ہے۔ ودون خرد القتاد

دلیل عاشر: اس دلیل میں بیہقی کے حوالے سے ابو عبدالرحمان کے طریق سے روایت نقل کی گئی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو رمضان میں بلاتے اور پھر ان میں سے کسی ایک کو امام مقرر کرتے اور اسے جماعت کو بیس رکعات پڑھانے کا حکم فرماتے تھے۔ الخ

حالانکہ یہ روایت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس کی سند میں حماد بن شعیب مشہور ضعیف راوی ہے اسے امام یحییٰ ابن حصین، امام نسائی اور دیگر کئی ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے امام ابن حصین نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس کی نقل کردہ روایت لکھنے کے ہی قابل نہیں اور ابن عدی کا کہنا ہے کہ اس کی اکثر روایات تمام راویوں کے خلاف ہوتی ہیں اور امام بخاری نے کہا ہے کہ "فیہ نظر" تو پھر جس راوی کو آپ کے اپنے بزرگ خود ضعیف قرار دیں تو آپ اس کی روایت کیسے پیش کر رہے ہو؟ نیز حماد کا استاد عطاء بن السائب بھی متغیر الحفظ ہے۔ (تقریب التہذیب) اور اس قسم کے راوی کی حدیث بھی معتبر نہیں ہوگی۔ "کما تقرر فی الاصول" یہ تھے مولانا صاحب کے دلائل جن کی حقیقت آپ کے سامنے پیش کی گئی اس کے بعد مناسب ہے کہ ہم کچھ مزید دلائل ذکر کریں۔

دم میں جب تک دم ہے دامانِ وفا چھوٹے نہیں
رشتۂ الفت جہاں تک ہو سکے ٹوٹے نہیں

دلائل ذکر کرنے سے پہلے یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ جب تینوں خلفاء سے بیس رکعات سے متعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی صحیح اور صریح روایت موجود نہیں اور ادھر مولانا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ ابوبکر کے مکمل دور خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک آٹھ رکعات ہی تھیں اور ظاہر ہے کہ اس وقت تینوں خلفاء عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم موجود تھے تو پھر لازماً ان کا بھی یہی عمل تھا کیونکہ بقول مولانا صاحب کہ بیس کا عمل بعد میں شروع ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تینوں خلفاء کا عمل یہی آٹھ والا ہی تھا۔ کیونکہ اس کے بارے میں خود اپنا اقرار موجود ہے۔ اس کے علاوہ بعد میں تبدیلی کے متعلق وہ کوئی صحیح روایت پیش نہیں کر سکا اس لیے اس کا کیا ہوا اپنا اقرار مقدم رہے گا ایسی وضاحت کے بعد کسی دوسری دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم پھر بھی چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مولانا صاحب یہ نہ سمجھ لے کہ ان چار دلائل (جو اشتہار میں مذکور ہیں) کے علاوہ اور کوئی دلیل موجود نہیں۔

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے رہے ہاتھ اب ہے رگ گلو باقی

علماء احناف

معزز قارئین دلیل کے طور پر ہم یہاں صرف علماء احناف کی عبارات نقل کریں گے جن میں صراحتاً اور اشارتاً روایات بھی آ جاتی ہیں اس لیے کہ احادیث کے ساتھ ساتھ بقول "شهد شاهد من اهلها" مولانا صاحب کے مذہب کی صفائی اس کے اپنے ہی گھر سے ہو جائے اور مولانا صاحب حسرت کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(۱)...... حنفی مسالک کے مایہ ناز علامہ القاری "مرقاۃ شرح مشکوۃ" میں لکھتے ہیں کہ:

"وفي صحيح ابن خزيمة وابن حبان انه صلى بهم ثمان ركعات والوتر."

(مرقاۃ: ص ۱۷۵، ج ۲)

"یعنی صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھائے۔"

(۲)...... حنفی مذہب کے گریجویٹ اور مجتہد فی المذہب شیخ ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ:

"ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله عليه السلام." (فتح القدیر: ص ۲۰۵، ج ۲)

"یعنی رمضان میں وتر سمیت گیارہ رکعات تراویح سنت ہیں رسول اللہ ﷺ کا یہی عمل تھا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب جس عمل کو ابن ھمام سنت قرار دے رہے ہیں آپ اسے اہلسنّت والجماعت کے مذہب کے خلاف کیسے قرار دیتے ہو؟

(۳)...... ابن ھمام حنفی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"واما ماروی ابن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی عنه والبیهقی من حدیث ابن عباس انه علیه السلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف بابی شیبة بن عثمان جدالامام ابی بکر بن ابی شیبةمتفق علی ضعفه مع مخالفها الصحیح."

"یعنی بیس رکعات والی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں موجود ہے وہ ضعیف ہے اور ابو شیبہ راوی (جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے) اس کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے بلکہ یہ روایت اس صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے۔"

قارئین! آپ انصاف فرمائیں کہ ابن ھمام جس کی حیثیت احناف کے ہاں وہ ہے جو کہ محدثین کے نزدیک نووی، ذہبی، ابن حجر، ابن جوزی اور خطیب بغدادی رحمہم اللہ وغیرہ کی ہے۔ وہ صاف لکھتے ہیں کہ بیس والی روایت ضعیف ہے اور اس کے راوی کے ضعیف اور ناکارہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت جس میں گیارہ کا ذکر ہے۔ (اشتہار میں ص1 پر ذکر کردہ حدیث "ماکان یزید" الخ) صحیح ہے اور یہ حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف بھی ہے لہٰذا یہ منکر کہلائے گی ایسی وضاحت اور صراحت کے باوجود مولانا صاحب نہ سمجھے تو پھر اس کے پیروکاروں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

گر ہمیں مکتب است وہمیں ملا
کار طفلان تمام خواہد شد

(۴)...... فخر علماء احناف ہند علامہ عبدالحیٔ لکھنوی التعلیق المجد علی موطا امام محمد میں لکھتے ہیں کہ:

"لا شك فی صحة حدیث عائشة رضی اللہ عنہا وضعف حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما."

"یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے صحیح ہونے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔"

اب مولانا صاحب کو بھی شک میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ ضعیف کو چھوڑ کر صحیح پر عمل کرنا چاہیے۔

"کذالك یفعل الرجل البصیر."

(۵)...... علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" فان قلت لم يبين في الروايات المذكوره عدد هذه الصلوٰة التي صلاها رسول الله ﷺ في تلك الليالي قلت روى ابن خزيمة وابن حبان من حديث جابر قال صلى رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات ثم اوتر ."

(عمدة القاري: ص٥٩٨، ج ٣)

"اگر کوئی اعتراض کرنے والا کہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح والی راتوں میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات پڑھائیں اور پھر وتر پڑھایا۔"

علامہ عینی حنفی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں "الفوائد الهیہ فی تراجم الحنفیۃ" کے ص 208 پر مولانا عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ:

" ولو لم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان اجود واجود ."

یعنی اگر علامہ عینی میں مذہبی تعصب کی بو نہ ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔"

اسی مذہبی حامی کی ایسی عبارت بھی زبردست شہادت ہے، اولاً: اس لیے کہ یہ جابر کی آٹھ کے عدد والی روایت (جو کہ اشتہار میں مذکور ہے) وہ ثابت ہے، ثانیاً: یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعات ثابت ہیں۔ ثالثاً: یہ کہ مولانا صاحب کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح کا کوئی عدد مقرر نہیں۔ الغرض اس عبارت سے مولانا صاحب کی ساری کی ساری تقریر "ہبآء منثوراً" ہوگئی۔ **والحمد لله على ذالك.**

(٦)...... حافظ جمال الدین زیلعی حنفی جس کی تحقیق اور حدیث میں مہارت پر احناف بڑا ناز ہے، کتاب نصب الرایۃ میں لکھتے ہیں کہ:

"وهو معلول بابي شيبة ابراهيم بن عثمان جد الامام ابي بكر بن ابي شيبة وهو متفق على ضعفه ولينه ابن عدي في الكامل ثم انه مخالف للحديث الصحيح عن ابي سلمة بن عبدالرحمن انه سئل عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان قالت ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة ." (نصب الراية: ١٥٣/٢)

"یعنی بیس رکعات والی روایت معلول ہے اس لیے کہ اس کی سند میں ابوشیبہ نامی راوی ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے اس کے علاوہ یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی بخاری کی روایت کے بھی مخالف ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ رکعات نہیں پڑھتے تھے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷)...... شیخ عبدالحق دہلوی جس کی تحقیق احناف کے لیے سند ہے وہ کتاب ''ماثبت بالسنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''روی انه کان بعض السلف فی عهد عمر بن عبدالعزیز یصلون احدی عشر رکعة قصدا للتشبه برسول الله ﷺ.''

''امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں بعض سلف صالحین گیارہ رکعات تراویح پڑھتے تھے خصوصاً اس نیت کے ساتھ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت کا شرف حاصل ہو۔''

اس عبارت سے چند لطیف باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱)...... کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات ہی پڑھتے تھے۔

(۲)...... آپ ﷺ کی مشابہت اور مطابق کا شرف صرف اور صرف گیارہ رکعات پڑھنے میں ہے۔

(۳)...... جب کہ مولانا صاحب کا یہ گمان بھی ختم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیس مقرر کی تھیں اور آخر تک یہی بیس ہی رہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سلف صالحین نے گیارہ رکعات پڑھیں ہیں کیونکہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ عمر بن خطاب کے بہت بعد کا ہے۔

تنبیہ! یہ اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ اس بات کا امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو علم تھا یا نہیں کیونکہ یہ ہمارا دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سلف صالحین بھی آٹھ رکعات ہی پڑھتے تھے، نیز امام المغازی محمد بن اسحٰق جو کہ تبع تابعین میں سے ہیں انہوں نے بھی فجر کی سنتوں کے ساتھ تیرہ رکعات کو اختیار کیا ہے۔ (قیام اللیل للمروزی، ص:۹۱)

ثانیاً: یہ کہ آپ کی ذکر کردہ روایات ''کان الناس یقومون فی زمان عمر'' جس کو آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات کے ثبوت کے لیے پیش کر رہے ہیں اس میں تو ان سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی دلیل کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ دونوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔

(۸)...... علامہ شرنبلالی حنفی نور الایضاح کے مصنف اس کی شرح مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں کہ:

''ثبت انه ﷺ صلی بالجماعة احدی عشرة رکعة بالوتر.''

(مراقی الفلاح: ص ٦٩)

(۹)...... علامہ زرکشی حنفی لکھتے ہیں کہ:

'' دعوی ان النبی ﷺ صلی فی اللیلتین اللتین خرج فیهما عشرین رکعة فهو منکر لم یصح بل الثابت فی الصحیح الصلوٰة من غیر ذکر العدد وجاء فی روایة جابر انه صلی بهم ثمان رکعات الوتر ثم انتظروه فی القابلة فلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یخرج الیھم. رواہ ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحھما."

(الحاوی للفتاوی للسیوطی: ص۳۵ ج۱)

"یعنی یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو راتوں میں بیس رکعات تراویح پڑھائیں کیونکہ اس کے متعلق بیان کردہ روایت منکر اور غیر صحیح ہے۔ صحیح بخاری والی روایت میں عدد کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔"

(۱۰)...... موجودہ علماء احناف کے مرجع وماویٰ اور علماء دیوبند کے قائم شدہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی محمد بن قاسم نانوتوی کی کتاب لطائف قاسمیہ (جلد۳ ص۸) پر لکھا ہوا ہے کہ:

"وزیادة از فعل سرور دو عالم ﷺ اکداز بست."

"یعنی وتر سمیت گیارہ کا عدد جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت وہ بیس رکعات کے مقابلے میں زیادہ مؤکد ہے۔"

نیز اسی طرح مولانا محمد زکریا کاندھلوی حنفی نے "اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک: ص397 ج1 پر طحاوی نے شرح درمختار ص296 پر اور علامہ ابوسعود حنفی نے شرح کنز میں صراحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بیس رکعات ثابت نہیں ہیں آخر میں احناف کے سرتاج سید انور شاہ کشمیری کا قول نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں شاہ صاحب موصوف "العرف الشذی علی جامع الترمذی: ج3 ص 229 پر لکھتے ہیں کہ:

"ولا مناص من تسلیم انه ﷺ صلی التراویح ثمان رکعة.......... واما حدیث العشرین فمنه ضعیف."

"یعنی اس بات کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اور نہ ہی کوئی فرار کا راستہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہے اس کے علاوہ بیس والی روایت ضعیف ہے۔"

اور ملا علی قاری کا قول جو کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ تابعین نے کچھ راتوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مطابقت کی غرض سے گیارہ رکعات پڑھی ہیں۔

الحاصل: فقہاء کی ذکر کردہ عبارات سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت مل گیا ہے۔ "وھو المطلوب" اس کے بعد بھی کچھ اور ثبوت پیش خدمت ہیں۔

شوافع کا مذہب:

(۱)...... علامہ جلال الدین سیوطی جو کہ احناف اور شوافع کے نزدیک قابل اعتبار شخصیت ہیں انہوں نے اپنے ایک مستقل رسالے بنام "المصابیح فی صلوٰة التراویح" میں ثابت کیا ہے کہ رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ نے گیارہ رکعات ہی پڑھی ہیں اور انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی گیارہ رکعات والی روایت کو ترجیح دی ہے اور اس بیس رکعات والی روایت پر سخت جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" ضعیف جدا......... لا یحل الا حتجاج بحدیثه . "

"یعنی یہ حدیث سخت ضعیف اور اس کا راوی ابو شیبہ ایسا ضعیف ہے کہ اس کی روایت سے دلیل لینا ہی حرام ہے اور اس کو منکر بھی قرار دیا ہے اور مزید لکھتے ہیں کہ:

"فالحاصل ان العشرین رکعة لم تثبت من فعله ﷺ وما نقله عن صحیح ابن حبان غایة فی ماذهبنا الیه من تمسکنا بما فی البخاری عن عائشه رضی اللہ عنہا " ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة فانه هو موافق من حیث انه صلی التراویح ثمانیا ثم اوتر بثلاث فتلك احدی عشرة ومما یدل علی ذالك أیضاً انه ﷺ کان اذا عمل عملا واظب علیه کما واظب علی الرکعتین اللتین قضا هما بعدالعصر مع کونه الصلوٰة فی ذالك الوقت منهیا عنها ولو فعل العشرین ولو مرة لم یترکها ابدا ولو وقع ذالك لم یخف علی عائشه رضی اللہ عنہا حیث قالت ماتقدم والله اعلم . "

(الحاوی للفتاوی: ص۳۴۹ ج۱)

www.Kitab... nnat.com

" حاصل کلام یہ کہ بیس رکعات پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ رکعات نہیں پڑھیں، اس سے ہمارا دلیل پکڑنا بالکل درست ہے کہ آپ ﷺ تراویح کی نماز آٹھ رکعات پڑھتے تھے کیونکہ صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھے جو کہ مجموعی طور پر گیارہ رکعات ہوئیں، نیز آپ کوئی بھی عمل شروع کرتے تو پھر اس پر ہمیشگی کرتے تھے جیسا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے ظہر نماز کی دو سنتیں چھوٹ گئیں تو آپ ﷺ نے انہیں عصر نماز کے بعد پڑھا اور پھر ان پر ہمیشگی کی حالانکہ نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے تو پھر اگر آپ ﷺ کسی ایک مرتبہ بیس رکعات پڑھتے تو اپنی عادت کے مطابق لازماً اس پر ہمیشگی کرتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نہ چھپاتے جب کہ وہ خود فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔"

(۲)......علامہ حموی شافعی "شرح الاشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں کہ:

" ان النبی ﷺ لم یصلها عشرین بل ثمانیاً . "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے تراویح میں بیس رکعات نہیں پڑھیں بلکہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات پڑھی ہیں۔''

(۳)......امام بیہقی جو کہ مذہب کے مجتہد کا درجہ رکھتے ہیں اپنی کتاب (سنن کبریٰ: ص495 ج2) میں باب ''ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان۔''
میں پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ والی روایت نقل کر کے اس کی تصحیح بیان کرتے ہیں کہ ''رواہ البخاری فی صحیحہ'' یعنی یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔اور پھر اس کے بعد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس رکعات والی روایت نقل کر کے اس کے ضعیف قرار دیتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ شافعی مذہب کے اس چوٹی کے عالم کے نزدیک بھی رسول اللہ ﷺ سے صرف گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں نہ کہ بیس۔

حنابلہ کا مذہب:

(۱)...... پیچھے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صرف گیارہ رکعات ہی مروی ہیں۔ ''فلیر اجعه''

(۲)......امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ ''زادالمعاد'' میں لکھتے ہیں کہ:

" وكان قيامه ﷺ بالليل احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة ركعة قاله ابن عباس وعائشه رضي الله عنهما الصحيحين عنها كان رسول الله ﷺ لا يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة والركعتان فوق الاحدى عشرة بركعتي الفجر." (ذكره مسلم في صحيحه: ص ۸۷، ج اوّل)

''رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز گیارہ یا تیرہ رکعات ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور بخاری والی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ رکعات نہیں پڑھتے تھے اور تیرہ رکعات فجر کی سنتوں کے ساتھ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور ہے۔''

(۳)......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی گیارہ رکعات کی اجازت دی ہے۔(المسوی شرح الموطا للشاہ ولی اللہ دھلوی: ص ۱۷٤ جلد اوّل) اور (الاختیارات العلمیة لابن تیمیه رحمہ اللہ: ص۳۸)

مالکیہ کا مذہب:

(۱)......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

" الذي جمع عليه الناس عمر ابن الخطاب رضي الله عنه الي وهو احدى عشرة ركعة بالوتر وهي صلوٰة رسول الله ﷺ قيل له احدى عشرة ركعة بالوتر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال نعم وثلاث عشرة ركعة قريب قال لا ادري من اين حديث هذا الركوك الكثير. "(الحاوی للفتاوی: ص ۳۵۰ جلد اول)

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے جس عدد پر لوگوں کا اجماع کرایا اور اس پر انہیں جمع کیا وہ عدد مجھے محبوب اور پسند ہے اور وہ عدد گیارہ رکعات والا ہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی ان سے پوچھا گیا کہ گیارہ رکعات وتر کے ساتھ مراد ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور تیرہ رکعات بھی ان کے قریب ہیں۔ (کہ ان میں فجر کی سنت والی دو رکعتیں بھی داخل ہیں) یا تو پھر وتر کی رکعات پانچ تھیں" "کما مضیٰ" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول عدد یعنی گیارہ رکعات سے زیادہ رکعات لوگوں نے کہاں سے بنالی ہیں۔"

امام مالک کی اس عبارت سے بڑی اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں۔

۱: یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو گیارہ رکعات ہی پڑھنے پر جمع کیا تھا۔

۲: یہ کہ موطا میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے دو قسم کی گیارہ اور بیس والی جو روایات ملتی ہیں ان میں سے صحیح اور راجح گیارہ رکعات والی ہی ہے اسی لیے تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اسی عدد کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں کیونکہ "صاحب البيت ادرى بما فيه"

تصنیف را مصنف نکو کند بیان

۳: یہ کہ یہی عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

۴: یہی "ما انا عليه واصحابي" والا طریقہ ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متفق علیہ عمل ہے۔

۵: یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی عدد مختار ہے اور مالکیہ کے مذہب میں بھی یہی صحیح ہے۔

۶: یہ کہ اس عدد کے علاوہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد فاروقی اور عہد صدیقی میں کوئی اور عدد ثابت نہیں۔

۷: یہ کہ اس عدد سے زیادہ کا اختیار کرنا "احداث في الدين" (دین میں نئے کام کا ایجاد کرنا) ہے۔

۸: یہ کہ اہل مدینہ کا بھی یہی عمل تھا کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی اصول تھا کہ وہ زیادہ تر مسائل میں اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے تھے اور اسی کو اختیار کرتے تھے جیسا کہ حافظ ابن القیم نے بدائع الفوائد: ص 32 جلد 4 میں لکھا ہے کہ:

"ومن اصول مالك اتباع اهل المدينة وان خالف الحديث...... الخ."

۱: چہ جائیکہ وہ حدیث کے عین موافق ہو پھر تو سونے پر سہاگا کی مثال ہوگی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس گفتگو نے تو مولانا صاحب کا بالکل صفایا کر دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔اوپر زرقانی سے شرح موطا کے حوالے سے علامہ باجی کی گفتگو گذر چکی کہ رسول اللہ ﷺ نے گیارہ سے زیادہ رکعات نہیں پڑھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات کا جو حکم دیا تھا وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے لیا گیا تھا۔

۳: علامہ زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں کہ:

" وما رواه ابن ابی شيبة عن ابن عباس كان ﷺ يصلی فی رمضان عشرين ركعة والوتر فاسناده ضعيف وقد عارضه هذا الحديث الصحيح مع كون عائشة رضی الله عنها اعلم بحال النبی ﷺ ليلا . "

''زرقانی شرح موطا (ص246 جلد اوّل) میں تحریر ہے ابن ابی شیبہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما والی بیس رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے اور ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعات والی صحیح روایت (ماكان يزيد الخ) کے مخالف بھی ہے حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی رات کی تمام حالتوں کے بارے میں سب سے زیادہ واقف تھیں۔''

۴: علامہ عینی حنفی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

" وقيل احدى عشرة ركعة وهو اختيار مالك لنفسه واختاره ابوبكر ابن العربی . " (عمدة القاری شرح البخاری: ص۳۵۷ جلد سوم)

''اور امام مالک نے اپنے لیے گیارہ رکعات پڑھنے کو پسند کیا ہے اور امام ابن عربی (مالکیہ مذہب کی قابل فخر ہستی) کے نزدیک بھی یہی عدد مختار تھا۔''

الحاصل: چاروں مذاہب کے علماء اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صرف گیارہ رکعات تراویح ثابت ہے نہ کہ بیس۔ کیا ابھی بھی مولانا کو انکار کی گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟

قولہ: ان کا کہنا ہے: ان تمام صحیح احادیث الخ۔

اقول: میں کہتا ہوں: احادیث و آثار کا سب نے حال دیکھ لیا بلکہ عہد صدیقی میں گیارہ پر عمل رہا اور یہی عمل خلفاء ثلاثہ کا کہا جائے گا علاوہ ازیں مولانا صاحب کسی سے بھی صحیح سند کے ساتھ بیس کا عدد ثابت نہیں کر سکے صرف شکوک و اوہام سے مقصد حاصل نہ ہوگا۔

﴿إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ (النجم: ۲۸)

''وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔''

اور اسی طرح اجماع کا دعویٰ بھی مردود ثابت ہوا بلکہ چاروں ائمہ کا بھی اس پر اتفاق نہیں ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اپنی تحریر کردہ کتاب کوئی نہیں بلکہ ان کی طرف بیس رکعات کے قائل ہونے کی نسبت کی گئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور امام مالک وتر کے ساتھ گیارہ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ اوپر ان کا قول گذر چکا، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھنے والے کو اختیار دیا ہے وہ چاہے تو گیارہ پڑھ لے اور چاہے تو تئیس پڑھ لے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے اور امام شافعی کا قول ہے کہ:

"لیس فی شئی من هذا ضیق ولا حد ینتهی الیه لانه نافلة فان اطالوا القیام واقلوا السجود فحسن وهو احب الی وان اکثروا الرکوع والسجود فحسن." (قیام اللیل للمروزی: ص۹۲)

"یعنی نہ نفلی نماز ہے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے اگر پڑھنے والے نے قیام لمبا کیا اور رکعات کم کیں۔ (مثلاً گیارہ) تو بھی بہت اچھا اور یہ طریقہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور اگر اس نے قیام ہلکا کیا اور رکعات کی تعداد زیادہ کر لی مثلاً (بیس یا اس سے زیادہ) تو بھی اچھا ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ امام شافعی کا مکمل مذہب بیس رکعات نہیں ہے۔ کما زعم۔ بلکہ ان کے نزدیک تمام طریقے اچھے ہیں البتہ گیارہ والا طریقہ ان کے نزدیک زیادہ راجح اور محبوب ہے اس لیے کہ اسے انہوں نے "احب" قرار دیا ہے۔ الغرض کہ بیس رکعات پر چاروں مذاہب کا اجماع نہیں بالکل نہیں ہے اور ایسے اختلاف کی موجودگی میں اچھا طریقہ یہ ہے کہ:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹)

"اگر کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہو یہی بہتر اور ثواب کے اعتبار سے عمدہ ہے۔"

یعنی جس مسئلے میں بھی اولی الامر کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اسے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

"رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔"

اور فرمایا کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

"تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔"

اور فرمایا کہ:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

یعنی جو رسول اللہ ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور آپ ﷺ کا طریقہ آپ لوگوں کے لیے اطاعت کا بہترین نمونہ ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اور اوپر احادیث و آثار اور چاروں مذاہب کی عبارات سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک طریقہ آٹھ رکعات ہی تھیں اس لیے یہی ہم اہلسنّت والجماعت کا مسلک کہا جائے گا اور یہی ''ما انا علیہ واصحابی'' کا مجسم عمل ہے۔

قوله : ان کا کہنا ہے: صحیح حدیث'' علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ...... الخ''

اقول : میں کہتا ہوں: یہاں بھی وہی مطلب ہے جو '' ما انا علیہ واصحابی'' کا ہے، یعنی نبی ﷺ اور خلفاء کا متفق علیہ طریقہ ورنہ بصورتِ دیگر حق ایک طرف نہ ہوگا بلکہ ''تعدد الطرق'' لازم آئے گا ''کما سبق'' علاوہ ازیں خود مولانا صاحب نے قبول کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آٹھ رکعات تھیں کیا یہ خلفاء راشدین میں سے نہ تھے؟ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں بھی بقول آپ کے آٹھ رکعت تھیں تو کیا نعوذ باللہ وہ آٹھ رکعت پڑھتے وقت خلیفہ راشد نہ تھے؟ ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت ہی سنت نبوی اور خلفائے راشدین کی سنت ہیں، نیز آپ کسی صحیح سند کے ساتھ کسی بھی ایک خلیفہ راشد سے بیس رکعات ثابت نہیں کر سکے۔ اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تو بھی اوپر ذکر کردہ آپ حضرات والی حدیث کے مطابق وہی طریقہ صحیح کہلائے گا جس پر رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا متفقہ عمل ہو نہ کہ وہ جس پر کسی ایک خلیفہ کا عمل ہو اس طرح حق کی ایک حالت نہیں رہے گی اور قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ (الانعام: ١٥٣)

''یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی کی پیروی کرو اور مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں سیدھی راہ سے بہکا دیں گے۔''

قوله : ان کا کہنا ہے: نبی کریم ﷺ کی واجب الاطاعت حدیث کی تعمیل ہے۔

اقول : میں کہتا ہوں: تو پھر ص 13 پر آپ نے بیس رکعات کو واجب الاداء کیوں قرار دیا ہے؟ بلکہ آٹھ رکعات کو واجب الاداء کہا جائے گا جو کہ صحیح احادیث سے آپ ﷺ سے ثابت ہیں اور آپ کے ہاں بھی مسلم ہیں۔

قوله : ان کا کہنا ہے: بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں۔

اقول : میں کہتا ہوں: اوپر امام سیوطی کے قول سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کسی ایک دفعہ بھی بیس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعات نہیں پڑھیں اور محدثین اور فقہاء نے یک رائے ہو کہ متفقہ فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ ﷺ سے بیس رکعات ثابت نہیں ہیں تو پھر یہ کس کی سنت قرار دے رہے ہو؟ ذرا سوچ سمجھ کر لکھا کرو؟ نیز سنت مؤکدہ تو آپ کے نزدیک وہ عمل ہوتا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے دوام اور ہمیشگی کی ہو لیکن آپ کے ذمے ہے کہ بیس کا عمل آپ ﷺ سے کسی ایک بار تو ثابت کر کے دکھاؤ۔" اثبت العرش ثم افقش

قولہ: ان کا کہنا ہے: آٹھ رکعات تراویح اہلسنّت والجماعت کے مذہب کے خلاف عمل ہے۔

اقول: میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ کہ یوں کہا جائے کہ آج سے پہلے اہلسنّت والجماعت کا مذہب آٹھ رکعات تھیں۔

مولانا صاحب کو اہلسنّت والجماعت کا مذہب مختلف موسم میں بدلتا رہتا ہے؟ مذہب ہوا کہ ساون کا گرگٹ جو مختلف رنگ بدلتا رہتا ہے اگر اہلسنّت والجماعت سے مراد نبوی مذہب ہے تو پھر یہ کبھی نہیں بدلے گا اور اگر اس سے مراد اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہے تو وہ آپ کو مبارک ہو نیز یہ تو ذرا بتائیے کہ اہلسنّت والجماعت کا مذہب کب سے بدلنا شروع ہوا اور آٹھ سے بیس کس تاریخ کو کس سال سے شروع ہوئیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی تو لوگ آٹھ ہی پڑھا کرتے تھے۔

قارئین! آپ کو اوپر معلوم ہو چکا کہ آٹھ رکعات تراویح معمول نبوی تھی، پھر اسے مولانا صاحب کا اہلسنّت والجماعت کے خلاف کہنا ان کی عظیم جرأت ہے، نیز جب مولانا صاحب نے خود یہ بات قبول کی ہے تو پھر ایسی جرأت کیسے کر رہے ہیں بلکہ دراصل آٹھ ہی اہلسنّت والجماعت کا صحیح مذہب ہے "کما ثبت" اور اس کے برعکس چلنا ہی اہلسنّت والجماعت کے خلاف ہوسکتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (النساء: ١١٢)

"اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرلے لیکن اس سے کسی بے گناہ کو متہم کر دے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔"

مولانا صاحب!

مجھے الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

قولہ: ان کا کہنا ہے: دلائل بہت ہیں۔

اقول: میں کہتا ہوں: تو پھر آپ نے انہیں کیوں چھپایا ہے؟ وہ بھی تو ایسے ہی ہوں گے جیسے یہ آپ نے لکھے ہیں:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر ان سے زیادہ صحیح ہوتے یا زیادہ صریح ہوتے تو ایسے اہم ترین معرض میں ان کے پیش کرنے سے آپ ہرگز دریغ نہ کرتے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

قولہ: ان کا کہنا ہے: طالب حق کے لیے یہ بھی کافی ہے۔

اقول: میں کہتا ہوں: حق کے متلاشیوں نے حق پالیا اور آپ کے دلائل کا حال بھی دیکھ لیا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

آپ کے دلائل پر اب بھی آپ کے وہی معتقد کفایت کریں گے جن کی کسی شاعر نے یوں ترجمانی کی ہے کہ:

این کرامت ولی ماچہ عجیب
گربہ تائید گفت باراں شد

اب اہل بصیرت لوگ آپ کے معتقدین سے آپ کی کتنی بھی عقیدت سنیں لیکن آپ کا یہ کتابچہ دیکھنے کے بعد بے اختیار یہ شعران کی زبان پر ضرور آئے گا۔

ہم شیخ کی سنت تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

قارئین! یہ تھی مولانا کی علمی تحقیق جسے انہوں نے اپنے احناف کے لیے وثیق سمجھا مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ تدقیق کی گئی جو کہ حق تھا جھوٹ اور باطل ''مکان سحیق'' جا پہنچا۔

" فصدق سبحانہ تعالیٰ حیث قال:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ (الانبياء: ١٨)

''(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بتاتے ہو ان سے تمہاری خرابی ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين

كتبه العبد: ابو محمد بديع الدين الشاه الراشدي المحمدي السندي عفي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

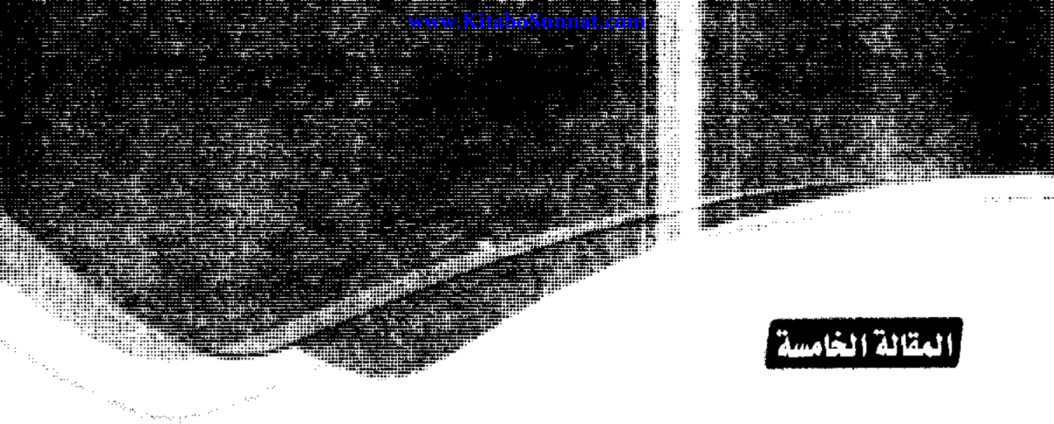

المقالة الخامسة

التنقید المضبوط فی تسوید تحریر الملبوط

فقہ وحدیث

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مسلک اہلحدیث کی ترویج و اشاعت کے لیے جو تبلیغی و تصنیفی خدمات سر انجام دیں اس کا کوئی جواب نہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ سے جو بھی کوئی سوال کرتا آپ اس کا تفصیلی اور اطمینان بخش جواب تحریر کرتے۔ ایک مرتبہ آپ ضلع نواب شاہ کے شہر مورو کی کسی بستی میں تقریر کے لیے تشریف لے گئے وہاں آپ سے کسی نے سوال کیا آپ نے قرآن و حدیث سے جواب دیا جو فقہ حنفی کے مخالف تھا جس پر وہاں کے مولوی صاحب آگ بگولا ہو گئے اور آپ کی طرف چند مزید اعتراضات کیے تو شاہ صاحب نے اس خط کا ایسا جواب دیا جس کا آج تک علماء احناف جواب دینے سے قاصر ہیں اس مقالہ میں اس مولانا صاحب کو جو فقہ حنفی فقہ حنفی کہتا رہتا تھا 100 ایسے مسائل تحریر کیے ہیں جو حدیث نبوی ﷺ سے ٹکراتے ہیں اور 40 ایسے مسائل کا تذکرہ کیا ہے جو اخلاق سوز ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذى جعل الحق فى طريق واحد وسماه صراط مستقيما وسهله لمن اراده وكان بالمؤمنين رحيما وجعل الباطل فى طريق شتىٰ قسيما فلا يبلغ السالك سبيلا مقيما بل يبقىٰ متحيرا فى غيهم لئيما لا يعرف خطا ولا صوابا ولا يعلم صحيحا ولا سقيما فقال ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام: ١٥٣) واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له سميعا عليما لا اجد من دونه وليا ولا نصيرا و نديما واشهد ان محمد االعربى عبده ورسوله ولا ارىٰ هاديا سواه ولا مرشدا ولا اماما ارسله بالهدى ودين الحق وجعله دليلا عظيما وانزل عليه كتابا مبينا وقرآنا كريما فبين لمريده بيانا شافيا عميما واوضح لطالب الحق السبيل واوقد على رأسه شمعا شميما واخبر ان هذا سبيل الله جعله نقيبا حميما وهذه سبل دونها وان على كل منها شيطانا مريداً رجيما كماقال سبحانه وتعالىٰ ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الفاطر: ٦) فمن اطاعه فقد رشد واهتدىٰ وقال الله تعالىٰ ﴿نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ومن عصاه فقد ضل وغوىٰ واعدّ له عذابا اليما اللهم صل عليه وعلىٰ آله واهله وصحبه ومن تبعهم وسلم تسليماً.

وجہ تحریر:

امابعد! کچھ دنوں کی بات ہے کہ مورو شہر ضلع نواب شاہ کے قریب کسی بستی میں دینی پروگرام میں شرکت کا موقع میسر آیا وہاں ہمارے پاس ایک تحریر دستخط کے لیے لائی گئی جس میں فقہی روایت کے مطابق چڑیا کے کنویں میں گرنے کے بسبب اس کی طہارت کے لیے اس کنویں سے ۲۰ ڈولوں کے نکالنے کا ذکر درج تھا ہم نے صحیح مسلک کے مطابق اسی پر مختصراً چند الفاظ تحریر کیے کہ حدیث شریف سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ " الماء طهور الا ماغلب عليه" یعنی پانی کا اصل حکم طہارت ہے، یہاں تک کہ اس کی اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو اور ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہیں ہو جائے اور ہم قرآن وحدیث کے علاوہ کسی چیز کو سند اور قابل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال والتفات ہی نہیں جانتے۔ یہ تحریر ایک مولوی صاحب کے ہاتھ لگی تو اس نے حدیث شریف کے سامنے سر تسلیم خم تو نہ کیا جس طرح ہر مومن کے لیے ضروری ہے۔ بموجب قولہ تعالیٰ:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۳۶)

''یعنی کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو لائق نہیں کہ جب (کسی معاملے میں) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی رکھیں۔''

بلکہ اسے جوش آیا اور یہ برداشت نہ کر سکا کہ موجودہ فقہ کو سند نہ سمجھا جائے اور اس کے مقابلہ میں قرآن وحدیث کو پیش کیا جائے، لہٰذا کچھ اعتراضات لکھ کر بھیج دیئے جن میں نہ کوئی معتبر دلیل ہے اور نہ ہی قوی ودرست جواب بلکہ مکمل مضمون عتاب بلکہ عقاب سے مشحون ہے۔ حقیقت حال سے آگاہی کے لیے یہ کتاب سپرد قلم کی جا رہی ہے جس سے موصوف کی علمی حیثیت بھی منکشف ہو جائے گی، اس کتاب کو احاطۂ تحریر میں لانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خطاء وصواب کے مابین حجاب مرتفع ہو اور اولی الالباب اور اہل تحقیق وتدقیق سے انصاف اور فصل الخطاب کی امید رکھی جائے۔

﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ (الرعد: ۴۳)

اس کتاب کا نام ''التنقيد المضبوط فی تسويد تحرير الملبوط'' رکھا جاتا ہے، نیز اب اس مولوی موصوف کی تحریر کا جواب دیا جاتا ہے متوكلا على الله المحمود''

قولہ: قرآن کریم میں آیت ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ'' کے بعد ''وَعَلَيْكُنَّ الصِّيَامُ'' نہیں لیکن اس کے باوجود آیت کریمہ ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ'' کے حکم کے مطابق عورت تابع کو مرد متبوع کے حکم میں داخل کر کے ان پر روزے فرض کیے گئے۔

اقول وبتوفيقه اجول:...یہ مولوی صاحب کی علمیت ہے۔ ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ'' سے عورتوں کو مردوں کے حکم میں داخل کرنا غلط ہے۔ بلکہ اس آیت میں تو انہیں مردوں کی زیر قیادت رہنے کا حکم ہے اگر اس آیت سے یہ استدلال کرو گے تو پھر مرد نافرمان ہو کر روزے نہ رکھے تو اس کی بیوی کو بھی نہیں رکھنے چاہئیں حالانکہ حدیث شریف ہے کہ:

((لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق)) (رواہ البخاری)

''یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔''

البتہ حدیث:

((ان النسآء شقائق الرجال)) (اخرجہ الترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی عورتیں مردوں کی مثل ہیں۔''

اس مطلب پر دلالت کے لیے کافی ہے اس کے علاوہ ایسے تکلف کی کیا ضرورت؟

﴿وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص : ٨٦)

یعنی نبی کریم ﷺ کو ارشاد ربانی ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

قرآن کریم پورا کا پورا مسلمان مرد خواہ عورت کے لیے ہے، الا یہ کہ وہ جس حکم میں تفریق بین الرجال والنساء کے لیے نص وارد ہوئی ہو۔

افسوس! سائل صاحب خود قرآن کریم پر غور کرتا تو بھی اسے عورتوں کے لیے خاص حکم مل جاتا جس طرح ارشاد ہے:

﴿وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ (الاحزاب : ٣٥)

''یعنی روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی خواتین۔''

میں کالشمس فی نصف النہار مذکور ہے۔ نیز اس مثال کا مبحوث فیہ مسئلہ سے کیا تعلق ہے؟ و سیأتی تحقیقه.

قوله: اسی طرح آیت کریمہ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ (المومنون : ٥١)

میں اگرچہ خطاب رسولوں کو ہے مگر امتیں تابعدار ہونے کے سبب اس حکم میں داخل ہیں بصورت دیگر شریعت کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔

اقول وبتائیدہ اصول: واقعتاً ہر حکم میں انبیاء کے ساتھ ان کی امتیں بھی شامل ہیں لیکن وہ کام جس کے لیے انبیاء کے ساتھ خاص ہونے پر کوئی دلیل وارد ہوئی ہو تو وہ کام ان کے ساتھ خاص مانا جائے گا جس طرح وصال الصوم وغیرہ۔

نیز اکل الطیبات کے متعلق تو مومنین کے لیے بھی خطاب وارد ہوا ہے، ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقرة : ١٧٢)

بلکہ عام انسانوں کے لیے بھی حکم موجود ہے، ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرة : ١٦٨)

سائل صاحب نے دراصل عجلت سے کام لیا ہے۔ نیز اس مثال کا بھی اصل مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کما ستعرفه۔

قولہ: آیت ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ﴾ (البقرة: ۱۷۳) میں لفظ "میتة" میں چھوٹی خواہ بڑی جاندار مردار چیز داخل ہے۔ پھر اس قرآنی حکم کو الا ما غلب علیه کی حدیث سے کس طرح رد کیا جا سکتا ہے؟

اقول وبعنه اجول یقیناً "میتة" میں تمام مردار داخل ہیں لیکن اس کا اس مسئلہ کے ساتھ کیا تعلق!! "حدیث "الا ما غلب علیه" کیسے ساتھ کس طور پر اس قرآنی حکم کا رد ہوتا ہے؟ ذرا سمجھ کر سوال کیا کریں۔ لا یدری شریف تو اس بات توضیح کرتی ہے کہ پانی اس وقت پاک ہے جب تک اس میں گری ہوئی نجس چیز اس پر غالب نہ آ جائے اور اس میں اپنا اثر نہ چھوڑے۔ جس کی بناء پر اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ چھوٹی یا بڑی چیز حلال ہے یا پاک ہے کہ اس کے ساتھ قرآن پاک کا رد لازم آتا ہے۔

نیز مکھی طعام میں مر جاتی ہے لیکن تمہارے فقہاء اسے حرام نہیں کہتے۔ وہاں آیت ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ کا خیال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح تمہاری فقہ کا مسئلہ یہ کہ شہد یا گھی میں اگر چوہا گر کر مل جائے تو وہ پانی کے ساتھ ابالنے سے پاک ہو جائے گا وہاں قرآن کے حکم کو کیوں کر رد کرتے ہو؟

ایں گنا ہے است کہ در شہر شما نیز کنند

حدیث شریف تو اوصاف ثلاثہ کے تبدیل نہ ہونے کی صورت میں پانی کو پاک کہتی ہے اور آیت کریمہ "میتة" کو حرام کہتی ہے دونوں احکام اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں اور واجب الاطاعۃ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا امثلہ سے اس مسئلہ کے متعلق استدلال کرنا خلط مبحث ہے۔ کہاں مثال اور کہاں ممثل لہ؟ کسی نے سچ کہا کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا "میتہ" وہ ہے جو مر جائے جو یہاں پر مبحوث ہی نہیں، البتہ یہاں پر بحث پانی کے متعلق ہے جسے "میتة" نہیں بلکہ ماء کہا جاتا ہے لکھتے وقت یہ خیال رکھا کریں کہ بحث کیا چل رہی ہے اور مجھے کیا لکھنا چاہیے۔

قولہ: زمزم کے کنویں میں زنجی گر کر مر گیا جس کا علم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہوا تو آپ نے کنویں کا سارا پانی نکلوا کر صاف کر دیا۔ اس روایت سے "الا ماغلب علیه" والی دو آیت کی تردید ہوتی ہے۔

اقول مستعیناً باللہ الودود روایت قطعاً صحیح نہیں کیونکہ یہ روایت سنن دار قطنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے محمد بن سیرین کے طریق سے مروی ہے جس کا سماع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں۔ جیسا کہ ائمہ حدیث مثلاً احمد بن حنبل علی بن مدینی، یحییٰ بن معین اور بیہقی رحمہ اللہ سے آپ کے حنفی مذہب کے مایہ ناز عالم حافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے۔ نیز امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کما فی الجرح والتعدیل لا بن ابی حاتم" اور ظاہر ہے کہ ایسی روایت پر جس میں راوی کا مروی عنہ سے سماع ولقاء ثابت نہ ہو منقطع کا نام صادق آئے گا جو کہ ضعیف ومردود روایات کی ایک قسم ہے اور اس اثر کو امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس کی سند میں کئی علتیں ہیں۔

❶ ...... ابن لہیعہ مشہور ضعیف ہے۔ انظر میزان الاعتدال وتهذيب التهذيب وقال البیهقی رحمہ اللہ اجمع اصحاب الحديث على ضعف ابن لهيعة وترك الاحتجاج بما ينفرد به۔

یعنی اصحاب الحدیث کا ابن لہیعہ کی منفرد روایات کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ کذا فی التلخیص الحبیر للحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ۔

❷ ...... ابن لہیعہ کا مدلس ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں ابن حبان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ "کان یدلس عن الضعفاء"

یعنی ابن لہیعہ ضعفاء سے تدلیس کرتا تھا۔ اور اس نے اس روایت میں عمرو بن دینار سے عنعنہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ یہ علت قادمہ بھی اس روایت کے مردود ہونے کے لیے کافی ہے۔

❸ ...... اس روایت کی سند میں تین راوی مجہول ہیں جن کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ ان کی عدالت تھی یا کہ وہ ضعیف تھے۔

(۱) ابو نصر بن قتادہ اور اس کا استاذ ابو عمر بن مطر اور ابو عمر کا استاذ ابو خلیفہ۔ لہٰذا ظلمات بعضها فوق بعض کے مصداق یہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔

نیز یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے لیکن اس کی سند میں بھی چار علتیں ہیں، اولاً قتادہ کا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ اس کا اقرار خود تمہارے حنفی عالم نیموی تعلیق آثار السنن میں کیا ہے۔ ثانیاً قتادہ مدلس تھا کما فی التہذیب وغیرہ، ثالثاً قتادہ سے اس روایت کو نقل کرنے والا سعید بن ابی عروبہ متغیر الحفظ ہے کما فی التهذيب ایضاً۔ رابعاً سعید بن ابی عروبہ بھی مدلس ہے کما صرح به النیموی الحنفی ایضاً اور اصول کے مطابق مدلس خواہ متغیر الحفظ راوی کی روایت نا قابل قبول ہے کما تقرر فی مقرہ اور یہ روایت طحاوی نے بھی نقل کی ہے۔

لیکن اس میں بھی جابر جعفی جیسے مشہور جھوٹے آدمی کا واسطہ موجود ہے، زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ما لقيت فيمن لقيت اكذب من جابر الجعفی ما اتيته بشئی قط الا جاء نی فيه بحديث"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جابر جعفی جیسا جھوٹا آدمی میں نے کوئی اور نہیں دیکھا میں نے جو بھی اس سے بات کی اس کے متعلق کوئی نہ کوئی حدیث گھڑ کر بیان کر دیتا، پھر ایسی روایت کو دلیل بنانا جس کا یہ حال خود تمہارے فقہاء اور ائمہ بتائیں اور اس کے راویوں کو جھوٹا یا ضعیف قرار دیں اسے حجت تسلیم کرنا کھلی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے علاوہ جن کتب میں یہ روایت ہے وہ کتب حدیث میں تیسرے طبقے کی شمار ہوتی ہیں اور تم جیسے مولویوں کو ان کتب کی احادیث سے استدلال کرنا جائز نہیں بلکہ انہیں بطور استشہاد پیش کر سکتے ہو اس کے لیے پہلے طبقہ اولیٰ (مؤطا وصحیحین) یا طبقہ ثانیہ (سنن اربعہ) سے کوئی روایت ثابت کریں پھر استشہاد کے طور پر ان کتب سے کوئی روایت نقل کریں۔ مستقل معرض استدلال میں ان کتب کی احادیث کو نہیں پیش کر سکتے۔ کما نص علیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی حجۃ اللہ البالغہ۔

نیز اس اثر میں دلالت علی المطلوب بھی نہیں خود مولوی عبدالحیٔ لکھنوی جو حنفی مذہب کا بڑا عالم ہے اس مسئلہ کے متعلق سعایہ شرح وقایہ میں فیصلہ کے طور پر لکھا ہے کہ:

فظهر من هذا البيان الواسع ان ننزح ماء البئر لوقوع النجاسة كلاً اور بعضاً لم يثبت فيه عن النبي ﷺ بسند صحيح شئي وثبت فيه آثار الصحابة والتابعين فمن بعدهم وعليه اعتمد اصحابنا لكن الآثار المذكورة لا تدل حتما على ان ذالك لنجاسة ماء البئر وان كان ظاهر بعضها انه كذالك بل يحتمل ان يكون ذالك لرفع كراهة الطبع واختيار الاحوط فلا يستقيم احتجاج بهذا الآثار على تنجس مياه الآبار بوقوع النجاسة والرد بهاحديث القلتين وغيره مما ثبت مرفوعاً۔

وقال امام الهند ولي الله الدهلوي في حجة الله البالغه ج ١ ص، ١٨٥ .

وقد اطال القوم في فروع موت الحيوان في البئر والعشر في العشر والماء الجاري وليس كل ذالك عن النبي ﷺ البتته واما آثار المنقولة عن الصحابة والتابعين كاثر ابن الزبير في الزنجي وعلي في الفارة والنخعي والشعبي في نحوالسنور فليست مما يشهد له المحدثون بالصحة والا ما اتفق عليه جمهور اهل القرون الاولىٰ وعلى تقدير صحتها يمكن ان يكون تطييبا للقلوب وتنظيفا للماء لا من جهة وجوب الشرعي كما ذكر في كتب المالكية ودون نفي هذاالاحتمال خرط القتاده وبالجملة فليس في هذا الباب شئي اعتمد بهٖ ويجب العمل عليه وحديث القلتين اثبت من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذالك كله بغير شبهة ومن المحال ان يكون الله تعالىٰ شرع في هذه المسائل لعباده شيئا زيادة على مالا ينفكون عنه من الارتفاقات وهي مما يكثر وقوعه وتعم به البلوى ثم لاينص عليه النبي ﷺ نصا جليا ولا يستفيض في الصحابة ومن بعدهم ولا حديث واحدفيه۔"

یعنی کنویں میں نجاست پڑ جانے کی صورت میں پانی کم یا زیادہ نکالنے کے متعلق کوئی بھی روایت ثابت نہیں، البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کے بعض آثار مروی ہیں جن پر ہمارے اصحاب (احناف) نے اعتماد کیا ہے لیکن ان میں بھی قطعی طور پر یہ دلالت نہیں کہ نجاست کے گرنے بسبب ہی پانی نکالا گیا تھا بلکہ ممکن ہے کہ (اگر یہ آثار ثابت ہو جائیں تو) پانی صرف طبعی کراہت کی وجہ سے نکالا گیا ہو اس لیے قلتین والی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں ان آثار سے استدلال کرنا اور کنویں کے پانی کو نجس کہنا درست نہیں اور شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ ہذا کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں باقی جو آثار ہیں وہ بھی محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے اور نہ ہی جمہور کا ان پر عمل ہے اگر ان آثار کو ثابت وصحیح تسلیم بھی کر لیا جائے، پھر بھی یہ احتمال ہے کہ کنویں سے پانی کے نکالنے کی وجہ صفائی ہو نہ کہ شریعت کا وجوبی امر، لہٰذا جب یہ احتمال موجود ہے تو ان آثار سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث قلتین ان سب (آثار) سے درجہ صحت میں قوی ہے بلکہ یہ مسئلہ چونکہ ہمیشہ درپیش آتا ہے اس لیے عقلاً محال ہے کہ کنویں سے پانی نکالنے کا امر وحکم ہوا اور نبی کریم ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے کوئی ایک روایت بھی ثابت ہو، نیز زنجی والے واقعہ کے مردود ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انا بمكة منذ سبعين سنة لم ار صغيراً ولا كبيراً يعرف حديث الزنجي ولا سمعت احداً يقول نزحت زمزم.)) (الدرايه لابن حجر)

"یعنی میں نے مسلسل ستر سال مکہ معظمہ میں گذارے ہیں لیکن (اتنے بڑے عرصہ میں) میں نے کسی چھوٹے خواہ بڑے سے اس واقعہ کے متعلق کوئی خبر نہیں سنی اور نہ ہی کسی سے یہ سنا کہ زمزم کے کنویں کا پانی نکالا گیا تھا۔"

واضح رہے کہ ابن عیینہ تبع تابعین کے زمانہ کے ہیں اگر یہ واقعہ واقعتاً سچا ہوتا تو پھر ضرور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کی جماعت کے سامنے ہی واقع ہوا ہوگا لیکن ستر سال کے طویل عرصے تک کسی بھی تابعی یا تبع تابعی کو اس واقعہ کا علم نہ ہونا یہ قرینہ صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ بھی بے ثبوت ہے اور شیخ سلام حنفی محلی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں کہ:

"قال الشافعي لايعرف هذا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وقال الزعفراني قال ابو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالله الشافعی لا نعرفه عن ابن عباس وزمزم عندنا ما سمعنا بهذا كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي ."

"یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے غیر معروف ہے اور زمزم کا کنواں ہمارے ہاں مکہ میں ہے لیکن ہم نے کبھی یہ بات نہیں سنی۔"

علاوہ ازیں برتقدیر تسلیم مرفوع حدیث کے مقابلہ میں موقوف اور صحابی اور تابعی کا قول یا عمل ہرگز قابل قبول نہیں، خود فقہاء احناف کا بھی یہی نظریہ ہے جیسا کہ ابن الہمام وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ:

" ان قول الصحابة حجة مالم ينفه شئي من السنة "

یعنی جب قول صحابی کسی مرفوع حدیث کے مخالف نہ ہو تو حجت ہے۔

كذا في امام الكلام لعبد الحئی الكهنوی الحنفی .

عجب تو سائل کے سوال پر ہے کہ لکھتا ہے کہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عمل سے حدیث رد ہوئی یا نہیں۔"

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ (الكهف : ٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم : ٣۔٤)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کوئی بات ہی نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کے کسی قول و فعل کو کسی امتی کے قول و فعل سے رد کرنا کسی مسلمان کا مذہب نہیں ہو سکتا، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح ہزار ہا بلکہ کروڑوں، اربوں کے اقوال وافعال کو امام الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین امام اعظم سید ولد آدم سیدنا وامامنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ملنے کے بعد رد کیا جا سکتا ہے لیکن آپ کے فرمان مبارک کو کسی کی رائے قیاس یا فتویٰ سے رد کرنے کی ایک ادنیٰ مسلمان بھی جرأت نہیں کر سکتا خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

" ليس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا يؤخذ من قوله ويترك الا قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم . "

(اخرجه البخاری : فی جزء القرأة)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر کسی کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمان و قول لیا جائے گا اور ترک نہیں کیا جائے گا۔"

خود فقہاء احناف نے کتنے ہی مسائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کر رکھی ہے جن میں سے چند ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

❶ ..... ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے۔ کما فی صحیح مسلم جب کہ فقہ حنفی میں ان کو تین ہی شمار کیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما اشعار (یعنی حج کے وقت قربانی کے جانور کو داغ لگا کر نشان کرنے) کو جائز ودرست کہتے تھے کما فی المحلی لا بن حزم لیکن تم اسے مکروہ سمجھتے ہو۔

❸ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما ایمان کی کمی وزیادتی کے قائل تھے۔ (عینی شرح ہدایہ) جب کہ تمہارے نزدیک ایمان بسیط ہے اور اس میں کمی وبیشی نہیں ہوتی۔

❹ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما تیمّم کے لیے ایک ضرب کے قائل تھے (کما فی سنن الترمذی) جب کہ فقہاء احناف دو ضربوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔

❺ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما جراب پر مسح کو جائز کہتے تھے۔ (ذکر ہ الزیلعی فی نصب الرایہ) جب کہ فقہاء احناف جرابوں پر مسح کے قائل نہیں۔

❻ ...... وہ سفر وغیرہ میں جمع بین الصلاتین کے قائل تھے۔ (کما فی الترمذی ومسلم وغیرھما) اور احناف جمع بین الصلاتین کے قائل نہیں۔

❼ ...... وہ ستونوں کے درمیان صف کو مکروہ جانتے تھے۔ (کما رواہ عنہ سعید بن منصور فی سننہٖ) لیکن تمہارے نزدیک مکروہ نہیں۔

❽ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما میراث میں عول کے قائل نہ تھے۔ (رواہ عنہ ابن حزم فی المحلی) لیکن احناف عول کے قائل وعامل ہیں۔

❾، ❿ ...... وہ ایک رکعت وتر اور مغرب نماز سے پیشتر (۲) رکعت سنت پڑھنے کے قائل تھے۔ (کما رواہ عنہ المروزی فی قیام اللیل) جب کہ احناف ان دونوں مسائل میں ان کے خلاف نہیں۔

⓫ ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک کتے کا منہ لگا ہوا برتن سات مرتبہ دھونے کے بغیر پاک نہیں ہوگا۔ (کما فی نیل الاوطار للشوکانی) اور فقہاء احناف تین مرتبہ دھونے کو کافی سمجھتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی بے شمار مسائل ہیں جن میں فقہاء احناف نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروار ان مسائل پر اکتفاء کیا جاتا ہے یہ اتباع ہوائے نفسانی کی بدترین مثال ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کتنے ہی اقوال کو اپنے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کیا جائے اور جو قول اپنی خواہش نفسانی کے مطابق وموافق ہو اس پر عمل کیا جائے پھر وہ سنداً چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو بلکہ مرفوع حدیث کے بھی خلاف ہو۔

الحاصل: ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کے برعکس نبوی حکم موجود ہے۔ لہٰذا وہی نافذ ہو کر رہے گا اور اس کے نفوذ میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اس کے علاوہ کنویں سے پانی نکالنے کا مسئلہ عقل سے بعید ہے کیونکہ کنویں کا سارا پانی نکالنا ناممکن ہے کچھ پانی نکال کر باقی کو پاک سمجھنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے عقلی ہے کیونکہ جب کنواں پلید ونجس ہوا تو اس کا مکمل پانی نجس ہو گیا اور پاک اور نجس پانی ایک ہی کنویں میں ساتھ نہیں رہ سکتے بلکہ پانی ایک دوسرے سے مخلوط رہے گا۔

علاوہ ازیں اہل عقل ودانش سوچیں کہ یہ فیصلہ کیسے درست ہو سکتا ہے کیونکہ چڑیا کے کنویں میں گر کر مر جانے سے فقہاء نے یہ حکم فرمایا ہے کہ اس کنویں سے بیس ڈول نکالے جائیں جب کہ بیس ڈولوں کے نکالنے سے پہلے پانی ان کے نزدیک نجس ہے بلکہ ان کے نزدیک تو انیس (۱۹) ڈول نکالنے کے بعد بھی پانی نجس رہے گا جب تک (۲۰) پورے نہیں نکالے جاتے۔ اب اہل عقل سوچیں کہ آخری ڈول یعنی بیسواں جب نکل رہا ہو گا تو ضرور اس سے پانی کنویں میں ٹپک رہا ہو گا اور وہ آخری پلید پانی تھا جو نکل رہا تھا اس طرح کنواں پلید پانی کے گرنے کے سبب دوبارہ پلید ہو جائے گا اور اس طرح قیامت کے دن تک کنویں سے ڈول نکلتے رہیں گے لیکن پانی پلید کا پلید ہی رہے گا۔

"فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون فی الارض ۔"

نیز سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے کہ:

"عن ابی عبیدة وكذالك لا ينبغی لان الآثار جاء ت فی نعتها انها لا تنزح ولا تذم ۔"

"یعنی مذکورہ بالا زنجی والے واقعہ کے غیر ثابت ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ زمزم کے متعلق (تابعین وغیرہ) کے آثار میں ہے کہ اس کا پانی کبھی بھی نکالا نہیں گیا۔"

نیز فقہاء کا اس مسئلے کہ متعلق اختلاف ہے کہ آپ لوگ کتے کے کنویں میں گر جانے سے پانی کو نجس نہیں کہتے یہاں تک کہ اس کا منہ پانی میں داخل ہو جائے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے کہ:

"ولو اخرج حيا ولم يصب فمه الماء لا يفسد ماء البئر ۔" (ج ۱، ص ۲۰۸)

"یعنی اگر کنویں میں گرا ہوا کتا زندہ نکالا جائے اور پانی اس کے منہ کو نہ لگا ہو تو پانی نجس نہیں ہو گا۔"

مقام حیرت ہے کہ چڑیا حلال ہے لیکن مرنے کے بعد مردار ہو جاتی ہے۔ (یعنی حرام لغیرہٖ ہو جاتی ہے) اس کے پانی میں گرنے سے پانی بالکل ناقابل استعمال اور جب تک (۲۰) ڈول نہ نکالے جائیں پانی پاک نہ ہو گا اور کتا جو مرنے سے پہلے ہی مردار (یعنی حرام فی نفسہٖ) ہے وہ اگر زندہ نکالا جائے اس کے اور منہ کو پانی نہ لگا ہو تو پانی پاک ہے آدھا ڈول نکالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ع

این خیال است ومحال است وجنون

قولہ: اذا تعارضا تساقطا کا مطلب کیا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول معتصما بحبل الله الودود: یہ کوئی آیت قرآنی ہے یا کوئی حدیث نبوی ہے جسے پیش کیا گیا ہے بلکہ خود تمہارا ہی اصول ہے پھر یہ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن خواہ حدیث میں کوئی تعارض نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۸۲)

''اور اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں یہ لوگ بہت اختلاف پاتے۔

اس پر بین دلیل ہے وحی اور غیر وحی کے درمیان یہی مابہ الامتیاز ہے کہ وحی الٰہی میں کسی قسم کا اختلاف نہیں جبکہ غیر وحی میں کئی اختلاف ہیں۔

مفتی صاحب! یہ تمہاری شان ہے کہ قرآن وحدیث کو آپس میں ٹکراتے رہتے ہو حالانکہ حدیث شریف میں اس سے سخت منع وارد ہوئی ہے بلکہ اگلی قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی تھا کہ وہ وحی الٰہی کو آپس میں ٹکراتے رہتے تھے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سمع النبی ﷺ قوماً یتدارؤن القرآن فقال انما هلك من كان قبلكم بهذا ضربوا كتاب الله بعضه ببعض وانما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضا فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا وماجهلتم وَكِلُوا الى عالمه.)) (رواه احمد وابن ماجه)

''یعنی نبی کریم ﷺ نے ایک قوم (کچھ لوگوں) کو سنا جو قرآن کریم میں اختلاف کر رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے اگلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک وبرباد ہوئی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کے بعض حصے کو بعض سے ٹکراتے تھے حالانکہ کتاب اللہ کا ہر حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا تم بعض کتاب اللہ کے حصے کو بعض کے ساتھ مت ٹکراؤ ہاں جس بات کا علم ہو وہ کہو اور جو تم نہیں جانتے اس کے متعلق کسی عالم سے دریافت کرو۔''

مذکورہ بالا مشار الیہ اصول تمہارے فقہاء نے اس طرح لکھا ہے کہ دو دلیل (جو ثبوت میں مساوی ہوں) مثلاً دو آیات یا دو احادیث متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جائیں گی۔ ذرا اپنے گھر کی کتب نور الانوار وغیرہ کھول کر دیکھیں اور یہاں پر علی زعمکم موقوف کا مرفوع کے ساتھ تعارض ہے جو اس قبیل سے ہی نہیں کیونکہ مرفوع کی موجودگی میں موقوف کی کوئی حیثیت نہیں اسی طرح مرفوع غیر صحیح مرفوع صحیح کے مقابلے میں نہیں آ سکتی چہ جائیکہ پیش کی گئی موقوف خود غیر صحیح ہو۔ فتدبر۔

"وقال صاحب الانوار فركن المعارضة تقابل الحجتين على السواء لامزية لاحدهما على الآخر فى الذات والصفة"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی معارض ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ دونوں اطراف کی روایات ذات اور صفت میں درجے ومقام کے لحاظ سے برابر ہوں دونوں میں سے کسی ایک کو کوئی برتری حاصل نہ ہو۔
اور یہ بات ظاہر ہے کہ مرفوع کو یقیناً موقوف پر من حیث الذات برتری حاصل ہے۔"
نیز صحیح کو ضعیف پر فضیلت حاصل ہے۔ ایضاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر محتمل ہے، اس لیے وہ (حدیث الثقلین) کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

"تقديم النص على الظاهر منصوص في كتب الاعلام قاله اللكنوي في امام الكلام ."

اسی طرح تلویح اور نور الانوار آپ کے اصول کی معتبر کتب ہیں اور درس میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں آیت:

﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ٢٠٤)

اور آیت:

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ ﴾ (المزمل: ٢٠)

کو آپس میں متعارض ومتضاد بتا کر ساقط قرار دیا گیا، پھر تمہارے فقہاء کی طرف سے آیت "اذا قرئ القرآن الآية" کو بار بار کو فاتحہ خلف الامام کی منع اور تردید کے لیے کیوں پیش کیا جاتا ہے؟ جس اصول پر خود تم ہی کاربند نہیں وہ دوسروں کے خلاف کیوں پیش کرتے ہو؟ اليس منكم رجل رشيد"

قولہ: حدیث "مَن كذب على متعمد افليتبوا مقعده من النار " سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔

اقول متشبثا بذی العرش المحمود: ہاں جس طرح آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے آپ پر واضح وکھلم کھلا جھوٹ باندھا ہے اور اس حدیث میں کذب الخ میں مذکور وعید کے مستحق بنے ہو کیونکہ دونوں کو متعارض بتا کر ساقط کر دیا ہے حالانکہ کسی بھی امتی کا قول یا عمل (چاہے وہ کتنا ہی بڑا مرتبہ پالے) نبی ﷺ کی حدیث کے معارض ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا اور اسے ہرگز رد نہیں کرسکتا۔

قولہ: اس صورت میں صحیح حدیث کو ضعیف سے جاننے کے لیے کیا دلیل ہے؟

اقول بتوفيق الله الجليل وهو حسبي ونعم الوكيل: قرآن کریم میں ہے:

﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر روایت کرنے والے کی تحقیق ضروری ہے کہ وہ فاسق ہے یا غیر فاسق اور اسی کا نام اصول روایت ہے جس سے راوی کا سچا یا جھوٹا اور ضعیف وثقہ ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح مدلس، منقطع ومرسل، روایات کے لیے بھی یہی آیت دلیل ہے کیونکہ جب درمیان سند میں کوئی واسطہ محذوف ہے یا منقطع ہوا ہے یا پھر گرا کر چھپا دیا گیا ہے یا راوی اصلاً ہی مجہول ہے تو اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ فاسق ہے یا عادل۔ لہٰذا اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح زنجی والی روایت کے حال سے معلوم ہوا اس کے بعد اس خبر کو ظاہر کرنا، کھولنا اور تبیین کرنا لازم ہے جس طرح ''فَتَبَيَّنُوا'' میں حکم ہے اور اس تبیین وتحقیق کے لیے قرائن داخلیہ وخارجیہ کو دیکھنا پڑتا ہے۔ جسے اصول درایت کہتے ہیں۔ جس طرح ہم مذکورہ زنجی والے واقعہ کے بے اصل ہونے پر قرائن ذکر کر آئے ہیں۔

الغرض: محدثین کے تمام اصول روایت خواہ درایت مذکورہ آیت سے مستنبط ہیں (اب اس کے متعلق کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

①: ((كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع .)) (رواه مسلم في صحيحه)

''یعنی جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو بھی جہاں سے حدیث سنے (بغیر تحقیق) بیان کر دے۔''

②: ((يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين .))

(رواه الخطيب في شرف اصحاب الحديث)

''یعنی یہ علم یکے بعد دیگرے عادل اور معتبر لوگ نقل کرتے رہیں گے اور جو اس علم کو غالین کی تحریف اور مبطلین کی ہاتھ چراند اور جاہل لوگوں کی تاویلوں سے بچاتے رہیں گے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ احادیث روایت کرنے کا حق صرف عادل اور ثقہ راویوں کو ہے اور ہر کسی حدیث کو (صحت وسقم کے دیکھے بغیر) نقل کرنا یا اس پر عمل کرنا جھوٹے آدمی کا کام ہے، نیز ایک حدیث شریف میں ہے۔

((تسمعون مني ويسمع منكم وتسمع من الذين يسمعون منكم .))

(الحديث رواه الخطيب في شرف اصحاب الحديث)

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) مجھ سے احادیث سنتے ہو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور ان سے پھر دوسرے لوگ سنیں گے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر مسموع روایت یعنی منقطع مرسل یا جس کے راوی کا حال معلوم نہ ہو وہ مردود ہے۔

قولہ: قرآن وحدیث کے علاوہ فقہ کو جو قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے دلیل نہ سمجھنا پیر صاحب کے لیے مخصوص ہے یا پھر یہ حکم ان کے مریدین ومعتقدین کے لیے بھی ہے؟

اقول مستعينا بالله الوهاب وبيده ازمة الصواب:

حجت ودلیل صرف وحی الٰہی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم فرمایا ہے:

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ﴾ (یونس: ۱۰۹)

''کہ جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے آپ اسی کی اتباع کرتے رہیں۔''

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (الاعراف: ۳)

''یعنی آپ اسی کے تابع رہیں جو اللہ کی طرف سے تمہاری جانب نازل کی گئی ہے اس کے علاوہ دوسروں کے پیچھے نہ لگیں۔''

اور یہ بات یقینی ہے کہ وحی صرف قرآن وحدیث ہی ہے قرآن کریم کی یہ آیت:

﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کتاب اور حکمت (حدیث) نازل فرمائی ہے۔''

اس پر شاہد ہے اور یہ کسی پیر یا مرید کا مذہب نہیں بلکہ سب سلف صالحین کا یہی مسلک ہے۔

((فاخرج الدارمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه قال لجابر بن زيد انك من فقهاء البصرة فلا تفت الابقرآن ناطق او سنة ماضية فانك ان فعلت غير ذالك هلكت واهلكت وعن عبدالله بن مسعود انه قال ما سألتمونا عن شيء من كتاب الله نعلمه اخبرناكم به اوسنة نبي ﷺ اخبرناكم به ولا طاقة لنابها احد ثتموه.))

''یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مفتی بصرہ جابر بن زید سے کہا آپ قرآن وحدیث کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ساتھ فتویٰ نہ دیا کریں وگرنہ آپ خود بھی ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ دریافت کرو گے تو بتائیں گے باقی جو چیز تم لوگوں نے بنا رکھی ہے اس کے ذریعے فتویٰ دینا ہمارے بس کی بات نہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث ہی دنیا کے لیے کافی ہیں۔اس وقت یہی دونوں چیزیں تھیں باقی دوسری فقہیں وغیرہ سب کی سب محدث ہیں۔خود شاہ ولی اللہ الدہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا کہ:

"اعلم ان النبی ﷺ یکن الفقه فی زمانه الشریف مدونا"

"یعنی نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں فقہ مدون نہ تھی۔"

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ایسا زمانہ آئے گا جو لوگ قرآن میں شبہات پیدا کر کے تم سے جھگڑیں گے پھر آپ ان کی گرفت احادیث مبارکہ کے ذریعے کرنا کیونکہ حدیث والے ہی قرآن کو زیادہ جاننے والے ہیں۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ثابت ہوا کہ قرآن کا علم صرف وہی رکھتے ہیں جو حدیث کے عالم ہیں جو کہ اہل حدیث ہی کا کام ہے وہی قرآن پاک کے صحیح مفہوم کو سمجھتے ہیں۔

"واخرج الدارمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال وتجئی قوم یقیسون الامر برأیھم."

ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اس قول سے قیاس کی مذمت معلوم ہوتی ہے جب کہ اس وقت قیاس کا رواج نہ تھا بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔اور ظاہر ہے کہ موجودہ پوری فقہ پوری قیاس وتخمین کا مجموعہ ہے۔ بلکہ مروجہ فقہ میں کئی احادیث کو قیاس کے خلاف کہہ کر رد کیا گیا ہے۔مثلاً حدیث المصراۃ، حدیث شہادۃ المرضعۃ وحدیث القضاء بیمین وشاہد، بلکہ تمہارے کعبہ وقبلہ کرخی نے اپنے اصول میں لکھا ہے کہ کل آیة او حدیث خالف ما علیه اصحابنا فھو مؤول او منسوخ . "یعنی جو بھی حدیث یا آیت، ہم احناف کے مذہب کے خلاف ہے وہ مؤول ہے یا منسوخ ہے۔

قیاس کے خلاف اسلاف سے بہت زیادہ مذمت منقول ہے۔ذیل میں چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

قال الامام جعفر الصادق اول من قاس ابلیس"

یعنی سب سے پہلے قیاس ابلیس لعین نے کیا۔" (کما فی اعلام الموقعین لابن القیم رحمہ اللہ علیہ)

اور دارمی میں حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قران مجید کی یہ آیت

﴿خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ (الاعراف: ۱۲)

"یعنی شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہوئے کہا کہ (اے اللہ) تو نے آدم کو مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔"

تلاوت کرتے ہوئے فرمایا سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ اور سنن دارمی میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اول من قاس ابلیس وما عبدت الشمس والقمر الا المقایس"

"یعنی سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا اور سورج اور چاند کی پوجا پاٹ بھی قیاس کی وجہ سے ہوئی۔"

"واخرج الدارمی عن مسروق انه قال اخاف واخشی ان اقیس فتزل قدمی وعن عامر بن شراحیل الشعبی قال واللہ لئن اخذتم بالمقایس لتحرمن الحلال ولتحلن الحرام واخرج عن عمر بن عبدالعزیز قال وایاك والمکایلة یعنی فی الکلام واخرج عن شریح قال ان السنة سبقت قیاسکم فاتبع ولا تبدع فانك لن تضل ماتمسکت بالاثر."

"یعنی مسروق کہتے ہیں میں قیاس سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ قیاس کروں اور پھسل جاؤں اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر تم قیاس کو لو گے تو پھر کسی حلال چیز کو حرام اور حرام چیز کو حلال کر ڈالو گے۔ اور عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو قیاس سے محفوظ رکھو۔ شریح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سنت قیاس سے مقدم ہے لہٰذا اسی کی اتباع کرو اور بدعت ایجاد نہ کرو اور جب تک حدیث کو تھامے رکھو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔"

ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون کے زمانے میں قیاس رائج نہ تھا۔ خود حدیث شریف میں بھی قیاس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"تفترق امتی علی ثلاثة وسبعین فرقة اعظمها فتنة علی امتی یقیسون امورهم برایهم یحرمون الحلال ویحلون الحرام."

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی ان سب میں سے فتنے کے لحاظ سے بڑا وہ ہے جو قیاس کریں گے اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کریں گے۔"

اس حدیث کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (جسے پیران پیر، بادشاہ پیر وغیرہ) کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ذکر کیا ہے۔

سنن دارمی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے فرماتے ہیں کہ

"اما تخافون ان تعذبوا اویخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال فلان."

"یعنی تمہیں حدیث نبوی کے ساتھ دیگر لوگوں کے اقوال نقل کرتے ہوئے زمین میں دھنس جانے کا خوف نہیں ہوتا۔"

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہمارے اسلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی موجودگی میں دوسروں کے اقوال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سننے سنانے کو برا جانتے تھے اسی طرح تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین وغیرہ کا بھی یہی مسلک تھا۔

" فقد اخرج الدارمی عن عروة ابن الزبير قال ما زال امربنی اسرائيل معتدلا ليس فيه شئي حتى انشاء فيهم المولدون ابناء سبايا الامم ابناء النساء التی سبت بنو اسرائيل من غيرهم فقالو فيهم بالرأی فاضلوهم . "

"یعنی جب تک بنی اسرائیل میں رائے وقیاس کے فیصلے کرنے والے پیدا نہ ہوئے تھے تب تک وہ اعتدال میں رہے اور ان کے اندر کوئی خرابی نہ تھی، بعینہٖ جب تک اس امت میں بھی موجودہ فقہ کا رواج نہ تھا تب تک سب کا عمل خالص کتاب وسنت پر تھا مروجہ فقہ کے رواج پانے کے بعد کئی طریقے جاری ہوئے۔"

اس کے متعلق حجۃ اللہ البالغہ کی عبارات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

"واخرج عن ابی سلمة انه قال للحسن البصری ماكان احد بالبصرة احب الیّ لقاء منك وذالك انه بلغنی انك تفتی برأيك فلا تفت برأيك الا ان تكون سنة عن رسول الله ﷺ او كتاب منزل . "

"واخرج عن الشعبی قال ماحدثوك هؤلاء عن رسول الله ﷺ فخذ به وما قالوه برأيهم فالقه فی الحش . "

"یعنی ابوسلمہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے ہیں کہ مجھے آپ سے ملنے کا شوق صرف اس لیے تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے آپ رائے کے ذریعے فتویٰ دیتے ہیں میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ رائے سے فتویٰ نہ دیا کریں بلکہ صرف قرآن وحدیث ہی کے ساتھ دیا کریں اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگ جب آپ کو احادیث بیان کریں تو وہ لے لو باقی جو اپنے رائے سے جو بتائیں اسے گندگی میں پھینک دو۔"

اور ظاہر ہے کہ اس وقت بیان کرنے والے صحابہ تابعین ہی ہوں گے کیونکہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کبار تابعین میں سے تھے۔

"واخرج الدارمی عن عمر بن عبدالعزيز انه كتب لا رأی لاحدفی كتاب الله وانما رأی الائمة فيما لم ينزل فيه كتاب ولم ينص به سنة من رسول الله ﷺ اخرج عن ابن سيرين انه حدث رجلا بحديث عن النبی ﷺ فقال رجل قال فلان وقال فلان كذاوكذا فقال ابن سيرين احدثك عن رسول الله ﷺ وتقول قال فلان وقال فلان كذا لا اكلمك ابداً واخرج الترمذی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ستۃ (من کتاب الحج باب ماجاء فی اشعار البدن تحت حدیث ۹۰۶)
عن ابی السائب قال کنا عند وکیع فقال الرجل عندہ ممن ینظر فی الرأی اشعر رسول اللہ ﷺ ویقول ابو حنیفہ ھو مثلۃ قال الرجل فانہ قدروی عن ابراھیم النخعی انہ قال الاشعار مثلۃ قال فرأیت وکیعا غضب غضبا شدیداً وقال اقول لک قال رسول اللہ ﷺ وتقول قال ابراھیم؟ ما احقک بان تحبس ثم لا تخرج حتیٰ تنزع عن قولک ھذا۔ وفی حجۃ اللہ البالغہ وعن عبداللہ ابن عباس وعطاء ومجاھد وما لک بن انس انھم کانوا یقولون مامن احد الا وھو مأخوذ من کلامہ ومردود الا رسول اللہ ﷺ."

"یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن یا حدیث کے بعد کسی بھی امام کی رائے حجت نہیں اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو حدیث سنائی اس نے کہا فلاں ایسے کہتا ہے اور فلاں نے ایسے کہا ہے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے وہ کہا آئندہ میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اہل الرائے میں سے ایک شخص سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (قربانی کے جانور کو) اشعار (کسی چیز سے نشان لگانا) کیا ہے جب کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اشعار مثلہ ہے یعنی جانور کو عیب دار کرنا ہے اس شخص نے کہا کہ امام صاحب نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے۔ (کہ اس نے بھی اشعار کو مثلہ کہا ہے) اس کے بعد امام وکیع سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے جیل میں بند کر دیا جائے جب تک اپنی اس بات سے رجوع نہ کر لے تب تک وہاں سے نہ نکالا جائے ابن عباس، عطاء وغیرہ سب کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ ہر کسی کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک کبھی بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ الغرض! اسلاف کتاب وسنت کے علاوہ کسی کو بھی دوسری سند نہیں سمجھتے تھے۔"

خود ائمہ اربعہ بھی اسی بات کے قائل تھے، چنانچہ ذیل میں اس مختلف ائمہ اربعہ سے منقول عبارات ملاحظہ فرمائیے:

" ففی الیواقیت والجواھر انہ روی عن ابی حنیفۃ انہ قال لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان اذا افتیٰ یقول ھذا رأی النعمان یعنی نفسہ وھو احسن ماقدرنا فمن جاء باحسن منہ فھو اولیٰ بالصواب وفی رد المختار لابن عابدین الشامی قد صح عن الامام ابی حنیفۃ وغیرہ انہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وفی عقد الجید انه قال اترکو قولی بخبر الرسول ﷺ وروی الحاکم والبیھقی عن الشافعی انه قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وفی روایة اذا رأیتم کلامی مخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط۔ وقال یوما للمزنی یا ابراھیم لا تقلدنی فی کل ماقول وانظر فی ذالك لنفسك فانه دین وکان یقول لاحجة فی قول احددون رسول الله ﷺ وان کثروا ولا فی قیاس ولا فی شئی وما ثم الا طاعة الله ورسوله بالتسلیم کذا فی حجة الله البالغه وفی المیزان الکبریٰ للشعرانی عن الامام مالك کان یقول مامن احد الامأخوذ من کلامه ومردود الا صاحب ھذا القبر وقال ایاك ان تقلد الناس قلادة سوء کذا فی تاریخ اھلحدیث للدھلوی وقال الامام احمد بن حنبل لیس لاحد مع الله ورسوله کلام وقال ایضا للرجل لا تقلدنی ولا تقلدن مالکاً والاوزاعی ولا النخعی ولا غیرھم وخذ الاحکام من حیث اخذ وامن الکتاب والسنة کذا فی الانصاف وعقدالجید وغیرھما۔"

''یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی شخص کے لیے لائق نہیں کہ دلیل معلوم کیے بغیر میرے قول پر فتویٰ دے اور امام صاحب جب بھی فتویٰ دیتے تھے تو فرماتے کہ یہ نعمان کی اپنی رائے ہے اور یہ ہمارے علم وطاقت کے مطابق ہے اور جو کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر (حق کے موافق) جانتا ہے۔اور پیش کرتا ہے تو اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے اور فرمایا کرتے کہ جب بھی کوئی صحیح حدیث مل جائے تو میرا مذہب بھی وہی ہے۔(جو اس صحیح حدیث میں مذکور ہے) اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا میرا مذہب وہی ہے جو صحیح حدیث میں مذکور ہے امام موصوف نے مزید فرمایا کہ اگر میرا کوئی قول حدیث کے خلاف نظر آئے تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو زمین پر دے مارو ایک دن امام صاحب نے اپنے شاگرد مزنی سے فرمایا کہ کسی بھی بات میں میری تقلید نہ کریں کیونکہ یہ دین ہے اس لیے خود غور وفکر کیا کریں اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کا قول حجت ودلیل نہیں پھر چاہے اس طرح کے اقوال کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ حجت ودلیل نہ قیاس ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز، صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی رضا وتسلیم کے ساتھ اطاعت کرنا لازم ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے ہر کسی کا قول لیا اور ترک کیا جا سکتا ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کا ہر فرمان لیا جائے گا کوئی بھی ترک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا جائے گا اور فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو لوگوں کی بری تقلید سے بچا کر رکھیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی موجودگی میں کسی کی کسی بھی بات میں کوئی حجت نہیں۔اسی طرح ایک شخص سے امام صاحب نے فرمایا: میری تقلید نہ کر اور نہ ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی، امام نخعی رحمہم اللہ کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کی ہاں براہ راست مسائل وہاں سے لو جہاں سے انہوں نے لیے یعنی قرآن وحدیث سے بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ منصور نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کی جملہ کتب کے نسخے لکھوا کر ملک میں عام کر دوں اور لوگوں کو حکم دے دوں کہ ان پر عمل کیا جائے اور ان سے باہر کسی اور چیز پر عمل نہ کریں لیکن امام صاحب نے خلیفہ موصوف کو منع فرما دیا اور فرمایا کہ جب لوگ احادیث سنیں گے تو خود ان پر عمل کریں گے۔(حجۃ اللہ البالغہ)

الحاصل:......خود ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اپنی فقہوں پر عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کیا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی فقہ کی کوئی کتاب بھی نہیں لکھی فقہ حنفی کی کتب جو ابھی موجود ہیں وہ صدیوں بعد لکھی گئی ہیں جن کی سند کی خبر ہے نہ روایت کی۔پھر آپ لوگ قرآن وحدیث کے علاوہ دوسری کتابوں پر عمل کرنے پر لوگوں کو کیوں مجبور کرتے ہو؟ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل کرنے کا نہیں کہا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان شاہد ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابداً كتاب الله وسنة نبيكم." (رواه الحاكم فى مستدرك)

"یعنی کہ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث۔"

اور یہی حدیث مؤطا میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

"تركت فيكم امرين الحديث اور الاحکام لابن حزم میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے "خلفت فيكم شيئين" الحدیث معلوم ہوا کہ آپ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہی دو چیزیں دی ہیں ان کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں دی اور یہی دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہیں اور انہی دونوں پر عمل کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے پھر ان کی موجودگی میں کسی دوسرے علم (مثلاً فقہ وغیرہ) کے تلاش کرنے کا مطلب ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی دوسرے ہادی ورہبر کی تلاش جاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تورات (جو آسمانی کتاب ہے) کا ورق پڑھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے:

"كما فى حديث الدارمى."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب قرآن وحدیث کی موجودگی میں کوئی دوسری آسمانی کتاب کارگر نہیں بلکہ اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں تو پھر اہل زمین کے امتیوں کی لکھی ہوئی کتب کی کیا وقعت وحیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ ایک اور حدیث میں قرآن وحدیث کے علاوہ دوسرے علم کو فضل وزائد اور بیکار کہا گیا ہے۔

"اخرج ابوداؤد وابن ماجه عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہما قال العلم ثلاثة وما سوىٰ ذالك فهو فضل آية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة ."

(الجامع الصغير: ج۲،ص۶۸) بحواله ابوداؤد وابن ماجه ومستدرك حاكم)

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تین طرح کے ہوتے ہیں۔(۱)......آیت محکمہ (۲)......سنت قائمہ۔ (۳)......قرآن وحدیث کے مطابق مقرر کیے گئے فرائض ان کے ماسواء باقی فضل۔ (زائد وبے کار) ہے۔لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رائے وقیاس فضول وبے کار ہے اس کی دین میں کوئی حاجت وضرورت نہیں۔''

اور فقہ کو قرآن وحدیث کا نچوڑ سمجھنا بھی عظیم جرأت ہے، کیونکہ فقہ کے کتنے ہی مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں ان میں سے چند مسائل لکھے جاتے ہیں جو اکثر فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں مذکور ہیں اور وہ ظاہر وواضح طور پر حدیث شریف کے خلاف ہیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

1: ((عن ابى قلابة عن انس من السنة اذا تزوج الرجل البكر على الثيب اقام عندها سبعا وقسم واذا تزوج الثيب اقام عندها ثلاثا ثم قسم قال ابو قلابة ولو شئت لقلت ان انسا رفعه الى النبى صلی اللہ علیہ وسلم))

''حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ دوسری شادی کرنے والا دلہن کے پاس اگر وہ کنواری ہو تو سات دن قیام کرے گا اور اگر وہ بیوہ ہے تو تین دن، پھر دونوں کے لیے باری مقرر کرے گا۔''

تخریج: صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب اذا تزوج الثيب على البكر رقم الحديث: ٥٢١٤، صحيح مسلم كتاب الرضاع، باب قدر ما تستحقه البكر والثيب من اقامة الزوج عقب الزفاف رقم الحديث: ١٤٦١.

فقه حنفی:

والقديمة والجديدة سواء . ''یعنی اس بارے میں پہلی اور دوسری بیوی تقسیم کے اعتبار سے برابر ہے۔'' [هدايه اولين ج ۲، كتاب النكاح، باب القسم ص: ۳۴۹]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

2: ((عن جابر ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال زكوٰة الجنين زكوٰة امة .))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مادہ جانور کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے۔''

تخریج: ابوداود، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی زکوۃ الجنین، رقم الحدیث: ۲۸۲۸۔ ترمذی، ابواب الصید، باب زکوۃ الجنین عن ابی سعید، رقم الحدیث: ۱۴۷۶

فقہ حنفی:

ومن نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر.

''یعنی جس نے اونٹنی نحر کی یا گائے ذبح کی اور اس کے پیٹ میں مرا ہوا بچہ پایا تو وہ بچہ کھانے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔'' [هداية اٰخرين كتاب الذبائح، ص: ٤٤٠ ج ٤]

حدیث نبوی ﷺ:

③: ((عن جابر ان النبی ﷺ نھی یوم خیبر عن لحوم الحمر الاھلیة واذن فی لحوم الخیل))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے روک دیا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الخیل، رقم الحدیث: ۴۲۱۹، ۵۵۲۰، ۵۵۲۴۔ صحیح المسلم، کتاب الصید والذبائح ومایوکل من الحیوان، باب اباحة اکل لحم الخیل، رقم الحدیث: ۱۹۴۱ واللفظ لمسلم۔

فقہ حنفی:

ویکرہ لحم الفرس عند ابی حنیفة.

''یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔'' [هدايه آخرين ج ٤ الذبائح ص ٤٤١]

حدیث نبوی ﷺ:

④: ((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله ﷺ من مات وعليه صيام صام عنه وليه))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے پر اگر روزوں کی قضا ہو تو وہ قضا اس کے وارث اس کی طرف سے پوری کریں گے۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، رقم الحدیث: ۱۱۴۷۔ صحیح المسلم، کتاب الصیام، باب قضاء الصوم عن المیت۔ رقم الحدیث: ۱۹۵۲

فقہ حنفی:

من مات وعليه قضاء رمضان فاوصى به اطعم عنه وليه لكل يوم نصف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاع من برا ومن تمر او شعير ولا يصوم عنه الولی .

''یعنی مرنے والے پر اگر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اور وہ ان کے بارے میں وصیت کر جائے تو اس کے وارث اس کی طرف سے روزے تو نہیں رکھ سکتے البتہ ہر دن گندم یا کھجور یا جو کا آدھا صاع میت کی طرف سے (مسکینوں کو) کھلا سکتے ہیں۔''

[هدایه اولین ج۱ كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة صفحه: ۲۲۳-۲۲۲]

حدیث نبوی ﷺ:

۵: ((عن ام الفضل قالت ان النبی ﷺ وقال لا تحرم الرضعة او الرضعتان))

''سیدہ اُمّ فضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دودھ کی ایک چسکی یا دو چسکیوں سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔''

تخریج: مسلم، کتاب الرضاع، باب المصة والمصتان رقم الحديث: ۳۵۹۳.

فقه حنفی:

قليل الرضاع وكثيره سواء اذا حصل فی مدة الرضاع يتعلق به التحريم .

''دودھ تھوڑا پیا ہو یا زیادہ، جب رضاعت کی مدت میں ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔''

هدایه اولین ج۲، کتاب الرضاع صفحه: ۳۵۰.

حدیث نبوی ﷺ:

٦: ((عن عائشة رضی اللہ عنہا عن رسول الله ﷺ قال لا تقطع يد السارق الا فی ربع دينار فصاعدا))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ دینار کے چوتھے حصے (تین درہم) کے برابر چوری کرنے یا اس سے زیادہ کی چوری کرنے پر کاٹا جائے گا۔''

تخریج: بخاری، کتاب الحدود، باب قول الله "والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما" رقم الحديث: ۶۷۹۰- مسلم، کتاب الحدود باب حد السارق ونصابها- واللفظ لمسلم رقم الحديث: ۴۴۰۰.

فقه حنفی:

واذا سرق العاقل البالغ عشرة دراهم او ما يبلغ قيمة عشرة دراهم مضروبة من حرز لا شبهة فيه وجب عليه القطع .

''جب عاقل اور بالغ دس درہموں کی چوری کرے گا یا ایسی چیز کی چوری کرے گا جس کی قیمت دس درہم ہے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔'' [هداية اولين ج۲، كتاب السرقة صفحه: ۵۳۷]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

7: ((عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال من اعطى فى صداق امراته ملا كفيه سويقا او تمرا فقد استحل))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنی بیوی کو حق مہر میں ستو یا کھجور کی دونوں ہتھیلیاں بھر کے دیں تو اس نے اس کو حلال کر لیا۔''

تخریج: ابوداود، کتاب النکاح، باب قلة المهر۔ رقم الحدیث: ۲۱۱۰.

فقه حنفی:

واقل المهر عشرة دراهم...... ولو سمى اقل من عشرة فلها العشر عندنا .

''حق مہر کم سے کم دس درہم ہے...... اور اگر کسی نے دس درہم سے کم حق مہر مقرر کیا تو ہمارے مذہب کے مطابق وہ حق مہر دس درہم ہی ہوگا۔''

[هداية اولين ج٢ ، كتاب النكاح، باب المهر صفحه: ٣٢٤]

حدیث نبوی ﷺ:

8: ((عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ لا يرجع احد فى هبته الا والد عن ولده))

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا، مگر والد اپنے بیٹے سے (واپس لے سکتا ہے)۔''

تخریج: نسائی ، کتاب الهبة، باب رجوع الوالد فيما يعطى ولده، ابن ماجه، ابواب الاحكام، باب من اعطى ولده ثم رجع فيه، رقم الحديث: ٢٣٧٨.

فقه حنفی:

اذا وهب الهبة لِاَجنبى فله الرجوع منها...... بخلاف هبة الوالد لولده .

''جب ایک آدمی کوئی چیز کسی کو ہبہ کرتا ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے مگر والد بیٹے سے نہیں لے سکتا۔'' [هدايه آخرين٣، كتاب الهبة، باب ما يصح رجوعه وما لا يصح صفحه: ٢٨٩]

حدیث نبوی ﷺ:

9: ((عن زيد بن خالد رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ (فى ضالة الابل) مالك ولها معها سقاء ها وحذائها ترد الماء وتاكل الشجر حتى يلقاها ربها))

''سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (گم شدہ اونٹ) کے بارے میں فرمایا کہ وہ پانی پیتا رہے گا، گھاس کھاتا رہے گا، یہاں تک کہ مالک اسے پالے گا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج: بخاری، کتاب اللقطة، باب اذا لم یوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهی لمن وجدها، رقم الحدیث: ۲٤۲۹۔ مسلم، کتاب اللقطة، رقم الحدیث: ۱۷۲۲۔

فقہ حنفی:

ویجوز التقاط فی الشاة والبقرة والبعیر.

''یعنی گم شدہ بکری گائے اور اونٹ لے لینا جائز ہے۔''

[هدایة اولین، کتاب اللقطة، ج ۲، ص ٦۱٥.

حدیث نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کو غسل دینے کے ذکر میں ہے:

10: ((فضفرنا شعرها ثلاثة قرون فالقینا خلفها))

''ہم نے اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے کی طرف ڈال دیں۔''

تخریج: بخاری، کتاب الجنائز، باب یلقی شعر المرأة خلفها ثلاثة قرون۔ رقم الحدیث: ۱۲٦۳، واللفظ له، مسلم، کتاب الجنائز، باب فی مشط شعر النساء ثلاثة قرون.

فقہ حنفی:

یجعل شعرها ضفرتین علی صدرها.

''عورت (میت) کے بالوں کی دو چوٹیاں بنا کر سینے کی طرف ڈال دی جائیں گی۔''

هدایه اولین ج ۱، کتاب الصلاة، باب الجنائز فصل التکفین صفحه ۱۷۹.

حدیث نبوی ﷺ:

11: ((عن عبداللہ بن زید قال خرج رسول اللہ ﷺ بالناس الی المصلی لیستسقی فصلی بهم رکعتین جهر فیهما بالقراءة واستقبل والقبلة یدعوا ورفع یدیه وحول رداءه حین استقبل القبلة))

''سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز استسقاء کے لیے لوگوں کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلے جہاں آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی، جس میں جہری قراءت فرمائی پھر قبلے کی طرف رخ کیا اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور چادر کو پلٹا۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء باب کیف حول النبی ﷺ ظهره الی الناس رقم الحدیث: ۹۸۰ باختلاف یسیر، مسند احمد: ج ٦، ص ۳۹، رقم ۱٦٤۸٤۔ جامع ترمذی رقم الحدیث: ٥٥٦۔

فقہ حنفی:

قال ابوحنیفة لیس فی الاستسقاء صلاة مسنونة فی جماعة فان صلی الناس وحدانًا جاز.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے، ہاں اگر لوگ اکیلے نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔“

[هدايه اولين ج١ ، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء صفحه: ١٧٦]

حدیث نبوی ﷺ:

١٢: ((عن جابر قال قال رسول الله ﷺ وهو يخطب اذا جآء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما))

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم میں سے کوئی ایک آئے تو اس کو چاہیے کہ دو رکعتیں مختصراً پڑھ لے۔“

تخریج: مسلم ، كتاب الجمعة باب من دخل المسجد والامام يخطب او خرج...... رقم الحديث: ٢٠٢٤.

فقه حنفی:

اذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبة.

”جمعہ کے دن جب امام نماز جمعہ کے لیے نکلے تو لوگوں کو نماز اور کلام ترک کر دینا چاہیے۔“

[هدايه اولين ج١، كتاب الصلاة باب الجمعة صفحه: ١٧١]

حدیث نبوی ﷺ:

١٣: ((عن ابن عمر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ صلوة الليل مثنى مثنى فاذا خشى احدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى.))

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت نماز پڑھ لے (یہ ایک رکعت) اس کی پوری نماز کے لیے وتر ہو جائے گی۔“

تخریج: بخاری، ابواب الوتر، باب ماجاء في الوتر صفحه: ١٣٥، رقم الحديث: ٩٩٠.

فقه حنفی:

الوتر ثلاث ركعات.

”وتر تین رکعتیں ہی ہے۔“ [هدايه اولين ج١ ، كتاب الصلوة باب صلاة الوتر صفحه: ١٤٤]

حدیث نبوی ﷺ:

١٤: ((عن عائشة رضي الله عنها قالت ان الشمس خسفت على عهد رسول الله ﷺ فبعث مناديا الصلاة جامعة فتقدم وصلى اربع ركعات فى ركعتين واربع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجدات))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب سورج گرہن ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرا کے دو رکعتیں نماز پڑھائی۔ ہر ایک رکعت میں دو دو رکوع کیے۔''

تخریج: بخاری، ابواب الکسوف، باب الجہر بالقراءۃ فی الکسوف، رقم الحدیث: ١٠٦٦۔ مسلم، کتاب الکسوف، فصل صلوۃ الکسوف رکعتان باربع رکعات، رقم الحدیث: ٢٠٨٩ واللفظ للبخاری.

فقہ حنفی:

اذا تکسف الشمس صلی الامام بالناس رکعتین کھیئۃ النافلۃ فی کل رکعۃ رکوع واحد.

''جب سورج گرہن ہو جائے تو امام لوگوں کو عام نفلی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھائے، وہ ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔'' [ھدایہ اولین ج١ ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الکسوف ص: ١٧٥]

حدیث نبوی ﷺ:

15: ((عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لیس فی حب ولا تمر صدقۃ حتی یبلغ خمسۃ او سق))

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانے اور کھجور جب تک پانچ وسق تک نہیں پہنچ جاتے تب تک ان میں زکوۃ نہیں۔''

تخریج: نسائی، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ لحبوب، رقم الحدیث: ٢٤٨٧.

فقہ حنفی:

قال ابو حنیفۃ فی قلیل ما اخرجتہ الارض وکثیرہ العشر سواء سقی سیحا او سقتہ السماء الا القصب والحطب والحشیش.

''امام ابو حنیفہ نے فرمایا سرکنڈے اور گھاس کے علاوہ زمین کی ہر پیداوار پر وہ کم ہو یا زیادہ زکوۃ ہے۔'' [ھدایہ اولین ج١ ، کتاب الزکاۃ، باب زکوٰۃ الزروع والثمار صفحہ: ٢٠١.

حدیث نبوی ﷺ:

16: ((عن مالک بن الحویرث اللیثی انہ رای النبی ﷺ یصلی فاذا کان فی وتر من صلوتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا))

''سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت میں ہوتے تو سیدھے بیٹھ جانے کے بعد کھڑے ہوتے، یعنی پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے ہو کر بیٹھتے، پھر دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہوتے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج: بخاری، کتاب الاذان، باب من استوی قاعدا فی وتر من صلوته ثم نهض، رقم الحدیث: ۸۲۳.

فقہ حنفی:

واستوی قائما علی صدور قدمیه ولا یقعد ولا یعتمد بیده علی الارض.

''اور اپنے پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو جائے نہ بیٹھے اور نہ اپنے ہاتھ زمین پر ٹیکے۔''

[هدایه اولین ج۱، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة صفحه: ۱۱۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۱۷: ((عن ابی محذورة رضی الله عنه قال القی علی رسول الله ﷺ التاذین هو بنفسه (وفیه) ثم تعود فتقول الخ))

''سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے انہیں ترجیع والی (دوہری) اذان سکھلائی۔''

نوٹ:...... اذان میں شہادتین کے کلمات پہلے دو دو مرتبہ دھیمی (آہستہ) آواز سے کہنا پھر دوبارہ دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا ترجیع کہلاتا ہے۔

تخریج: سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب کیف الاذان، رقم الحدیث: ۵۰۳۔ وسنن نسائی کتاب الاذان باب کیف الاذان، رقم الحدیث: ۶۳۳۔ وسنن ابن ماجه، باب الترجیع فی الاذان، رقم الحدیث: ۷۰۸.

فقہ حنفی:

الاذان سنة للصلوة الخمس والجمعة لا سواها ولا ترجیع فیه.

''اذان پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے سنت ہے اور اس میں ترجیع (دوہری اذان) نہیں ہے۔''

[هدایه اولین ج۱ کتاب الصلاة باب الاذان صفحه: ۸۷]

حدیث نبوی ﷺ:

۱۸: ((عن مغیرة بن شعبة رضی الله عنه ان النبی ﷺ توضا فمسح بناصیته وعلی العمامة والخفین))

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کرتے وقت اپنی پیشانی، پگڑی اور موزوں پر مسح کیا۔''

تخریج: مسلم، کتاب الطهارة، باب مسح علی الخفین، رقم الحدیث: ۶۲۶.

فقہ حنفی:

ولا یجوز المسح علی العمامة.

''پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔'' [هدایه اولین، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین صفحه: ۶۱]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

١٩: ((عن عمر رضی اللہ عنہ فی حدیثه ضرب النبی ﷺ بکفیه الارض ونفخ فیهما ثم مسح بهما وجهه وکفیه))

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں میں پھونک ماری، پھر ان دونوں کے ذریعے سے اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔''

تخریج: بخاری، کتاب التیمم، باب هل ینفخ فی یدیه بعدما یضرب بهما الصعید للتیمم، رقم الحدیث: ٣٣٨۔ مسلم، کتاب الحیض باب التیمم، رقم الحدیث: ٣٦٨۔ واللفظ للبخاری

فقه حنفی:

((والتیمم ضربتان یمسح باحداهما وجهه وبالاخری یدیه الی المرفقین))

''تیمّم کے لیے دوضربیں ہیں (یعنی اپنے ہاتھوں کو زمین پر دو بار مارنا) ایک بار چہرے پر مسح کرنے کے لیے اور دوسری بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کے لیے۔''

[هدایه ج١، اولین کتاب الطهارة باب التیمم صفحه: ٥٠]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٠: ((عن عبدالله بن المغفل رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ صلوا قبل المغرب رکعتین صلوا قبل المغرب رکعتین ثم قال فی الثالثة لمن شاء کراهیة ان یتخذها الناس سنة.))

''سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرو، تیسری بار فرمایا: ''جس کا دل چاہے''، یہ اس لیے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت (موکدہ) نہ بنالیں۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحدیث نمبر ١١٨٣۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب بین کل اذانین صلاة حدیث نمبر: ٨٣٨.

فقه حنفی:

ولا یتنفل بعد الغروب قبل الفرض.

''سورج کے غروب ہو جانے کے بعد فرض نماز سے پہلے نفلی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔''

[هدایه اولین ج١، کتاب الصلوة، باب المواقیت فصل فی الاوقات التی تکره فیها الصلاة صفحه: ٨٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٢١: ((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربع تکبیرات))

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر سنائی اور عیدگاہ کی طرف نکلے، صفیں بنائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرات کہیں۔''

تخریج: بخاری، کتاب الجنائز باب التکبیر علی الجنازة اربعا، رقم الحدیث: ۱۳۳۳۔ ایضا، باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی التکبیر علی الجنازة، رقم الحدیث: ۲۲۰۴۔ واللفظ للبخاری.

فقہ حنفی:

فلا تصح علی غائب. ''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔''

الدر المختار، باب صلاۃ الجنائز ج۲، ص ۲۰۹، طبع دارالفکر بیروت.

حدیث نبوی ﷺ:

۲۲: ((امر بلال رضی اللہ عنہ ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة.))

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔''

تخریج: بخاری، کتاب الاذان باب الاذان مثنی مثنی، رقم الحدیث: ۶۰۵، ۶۰۶۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الامر یشفع الاذان الخ، رقم الحدیث: ۸۳۸.

فقہ حنفی:

"والاقامة مثل الاذان انه یزید فیها بعد الفلاح قدقامت الصلاة مرتین."

''اقامت اذان ہی کی طرح ہے، یہ فرق ہے کہ اقامت میں "حی علی الفلاح" کے بعد دو مرتبہ "قد قامت الصلاة" کہتے ہیں۔''

[هدایه اولین ج۱، کتاب الصلاة، باب الاذان صفحه: ۸۷]

حدیث نبوی ﷺ:

۲۳: ((عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ سئل عن الخمر تتخذ خلا فقال لا))

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس سے سرکہ بنایا جا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔''

تخریج: مسلم ج۲، کتاب الاشربة، باب تحریم تخلیل الخمر الخ صفحه: ۱۶۳، رقم الحدیث: ۵۱۴۰.

فقہ حنفی:

'واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلا بنفسها او شیء یطرح فیها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا یکرہ تخلیلھا .

''شراب کا سرکہ بنایا جا سکتا ہے، برابر ہے وہ سرکہ نفس شراب سے بنایا جائے یا اس کی کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنایا جائے، اس میں کراہت نہیں۔''

[ھدایة خیرین ج ٤ ، کتاب الاشربة صفحه: ٤٩٩]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٤ ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اذا استاذنت امراة احدکم الی المسجد فلا یمنعھا .))

''ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرے تو اسے منع نہ کرو۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب استئذان المرأة زوجھا فی الخروج الی المسجد، رقم الحدیث: ٨٧٣، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد، رقم الحدیث: ١٨٣.

فقه حنفی:

یکرہ لھن حضور الجماعات ولا باس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء .

''یعنی عورتوں کا جماعت ساتھ نماز پڑھنے کے لیے مسجد جانا مکروہ ہے، مگر بوڑھی عورت فجر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے لیے جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

[ھدایہ اولین ج ١ ، کتاب الصلاة ، باب الامامة ، صفحه: ١٢٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٥ ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول الله ﷺ قال ان الله تجاوز عن امتی الخطا والنسیان وما استکرھوا علیه))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا بھول اور وہ کام جو اس سے زبردستی کروایا گیا ہو معاف کر دیے ہیں۔''

تخریج: سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی رقم الحدیث: ٢٠٤٣، ٢٠٤٥۔ رواہ البیھقی فی کتاب الاقرار، باب من لا یجوز اقرارہ، رقم الحدیث: ١١٢٣٢.

فقه حنفی:

ومن تکلم فی صلوة عامدا او ساھیا بطلت صلوته .

''جس نے دوران نماز جان بوجھ کر یا بھول کر بات چیت کر لی، اس کی نماز باطل ہوگئی۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[ھدایہ اولین ج ١، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ صفحہ: ١٣٤]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٦: ((عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه))

''سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غلام کو قتل کیا، ہم اس کو قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کا کوئی عضو کاٹا، ہم اس کا عضو کاٹیں گے۔''

تخریج: ترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الرجل یقتل عبده، رقم الحدیث: ١٤١٤۔ ابوداود، کتاب الدیات، باب من قتل عبده او مثل به ایقاد منه، رقم الحدیث: ٤٥١٥۔ ابن ماجه ابواب الدیات باب هل یقتل الحر بالعبد، رقم الحدیث: ٢٦٦٣۔ سنن النسائی، کتاب القسامة والقعود والدیات باب القود من السید للمولی رقم الحدیث: ٤٧٤٢، ٤٧٥٧.

فقه حنفی:

ولا یقتل الرجل بعبده. ''کسی آدمی کو اس کے غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔''

[ھدایہ آخرین ج ٤، کتاب الجنایات باب مایوجب القصاص صفحہ: ٥٦٣]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٧: ((عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ نهی عن ثمن الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن))

''سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور زنا کی اجرت اور نجومی کا منہ میٹھا کرانے سے منع فرمایا۔''

تخریج: بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، رقم الحدیث: ٢٢٣٧۔ مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی والنهی عن بیع السنور رقم الحدیث: ٤٠٠٩.

فقه حنفی:

یجوز بیع الکلب والفهد والسباع. ''کتے، چیتے اور دوسرے درندوں کی تجارت کرنا جائز ہے۔''

[ھدایہ آخرین ج٣، کتاب البیوع مسائل منثورة ص ١٠١]

حدیث نبوی ﷺ:

٢٨: ((عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان عائشة لما توفی سعد بن ابی الوقاص قالت ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذلك علیها فقالت والله لقد صلی رسول الله ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل واخیه))

''سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس (کی میت) کو مسجد میں لے آؤ، تاکہ میں بھی اس کی نماز جنازہ پڑھ سکوں تو ان کی اس بات کا انکار کیا گیا، تب انہوں نے کہا اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔"

تخریج: مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی جواز الصلاۃ علی المیت فی المسجد، رقم الحدیث: ۲۲۵۴.

فقه حنفی:

ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة. "میت پر مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔"

[ہدایہ اولین ج۱، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت صفحہ: ۱۸۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۲۹: ((عن علی عن النبی ﷺ قال الا لا یقتل مسلم بکافر))

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کافر کے عوض مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الدیات، باب ایقاد المسلم من الکافر، رقم الحدیث: ۴۵۳۰، نسائی، کتاب القسامة والقود والدیات، باب سقوط القود من المسلم للکافر، رقم الحدیث: ۴۷۲۹۔ ۴۷۳۸ واللفظ لابی داود.

فقه حنفی:

والمسلم بالذمی ...... الخ "مسلمان اور ذمی کافر کی دیت برابر ہے۔"

[ہدایہ آخرین ج۴، کتاب الدیات صفحہ: ۵۶۲]

حدیث نبوی ﷺ:

۳۰: ((عن ام عطیة رضی اللہ عنہا امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین والذوات الخدور فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم ویعتزل الحیض عن مصلاهن))

"سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں کو بھی نماز عید پڑھنے کے لیے عیدگاہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حائضہ عورتوں کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ عیدگاہ سے دور رہ کر مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں۔"

تخریج: رواہ البخاری، فی کتاب الصلوۃ باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب رقم الحدیث: ۳۵۱، رواہ المسلم فی کتاب صلاۃ العیدین، باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین رقم الحدیث: ۲۰۵۴.

فقه حنفی:

ویکرہ لهن حضور الجماعات.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا مکروہ ہے۔''

[هدايه اولين ج ١، كتاب الصلاة، باب الامامة صفحه: ١٢٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٣١: ((عن انس رضی اللہ عنہ ان يهوديا رضَّ رأس جارية بين حجرين فقيل لها من فعل بك هذا أفلان أفلان؟ حتى سمى اليهودى فاومت براسها فجيء باليهودى فاعترف فامر به رسول الله ﷺ فَرُضَّ راسه بالحجارة))

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تو اس بچی کو کہا گیا، تیرا یہ حال کس نے کیا، کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر کے اشارے سے ہاں کہا، پھر اس یہودی کو لایا گیا تو اس نے اعتراف بھی کرلیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر کو بھی پتھر کے ساتھ کچلنے کا حکم دیا۔''

تخریج: بخاری، كتاب الديات، باب اذا اقر بالقتل مرة قتل به واللفظ له، رقم الحديث: ٦٨٨٤ـ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب ثبوت القصاص فى القتل بالحجر، رقم الحديث: ٤٣٦١.

فقہ حنفی:

ولا يستو فى القصاص الا بالسيف.

یعنی ''قصاص تلوار ہی سے لیا جائے گا، کسی دوسری چیز سے نہیں لیا جائے گا۔''

[هدايه آخرين ج ٤، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص صفحه ٥٦٣]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٢: ((عن كثير ابن عبدالله عن ابيه عن جده ان النبى ﷺ كبر فى العيدين فى الاولى سبعا قبل القراءة وفى الاخرة خمسا قبل القراءة))

''بے شک نبی ﷺ عیدین میں پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیرات کہتے تھے۔''

تخریج: ترمذى، ابواب العيدين، باب فى التكبير فى العيدين، رقم الحديث: ٥٣٦ـ ابن ماجه، ماجاء فى صلوة العيدين، باب ماجاء فى كم يكبر الامام فى صلوة العيدين، رقم الحديث: ١٢٧٩.

فقہ حنفی:

يكبر فى الاولى للافتتاح وثلاثا بعدها ثم يقرا الفاتحة وسورة ويكبر تكبيرة يركع بها ثم يبتدى فى الركعة الثانية بالقراءة ثم يكبر ثلاثا بعدها ويكبر رابعة يركع بها.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”پہلی رکعت میں نماز کے آغاز کے لیے تکبیر کہی جائے گی اور اس کے بعد تین تکبیریں کہی جائیں گی، پھر سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جائے گی، پھر رکوع کے لیے تکبیر کہی جائے گی، پھر دوسری رکعت کا قراءت سے آغاز کیا جائے گا، پھر اس کے بعد تین تکبیریں کہی جائیں گی اور چوتھی تکبیر رکوع کے لیے کہی جائے گی۔“ [هدايه اولين ج١ ، كتاب الصلاة ، باب العيدين صفحه ١٧٣]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٣: ((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ عامة عذاب القبر من البول))

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔“

تخریج: رواه الحاكم في مستدرك عن ابن عباس رفعه الى النبي ﷺ قال عامة عذاب القبر من البول رقم الحديث: ٦٥٤، جلد١ صفحه ٢٩٣ طبع دارالكتب العلميه بيروت، سنن الدارقطني عن ابي هريرة ج١، صفحه: ١٢٨، رقم٧ طبع دارالمعرفة بيروت.

فقہ حنفی:

فان انتضح عليه البول مثل روس الابر فذالك ليس بشيء وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخصر وحزء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوة معه .

”سوئی کے سر کے برابر اگر پیشاب کے قطرے لگے ہوئے ہیں تو کوئی حرج نہیں...... اگر درہم کے برابر سخت نجاست مثلاً پیشاب، شراب، مرغ کی بیٹ یا گدھے کا پیشاب لگا ہوا ہو تو نماز درست ہے۔“ [هداية اولين ج١، كتاب الطهارات، باب الانجاس وتطهيرها صفحه: ٧٤، ٧٧]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٤: ((عن جبير بن مطعم رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ايام التشريق كلها ايام ذبح))

”سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تشریق کے تمام دن (یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) قربانی کے دن ہیں۔“

تخریج: مسند احمد: ج٤، صفحه: ٨٢ رقم الحديث: ١٦٧٩٧، ١٦٧٩٨۔ صحيح ابن حبان مع الاحسان ٣٨٤٣۔ سنن دار قطني ٤٦٧١ تا ٤٦٧٣۔ سنن الكبرى للبيهقي ج ٩ صفحه: ٢٩٥، ٢٩٦ رقم الحديث: ١٩٠٢٤، ٢٥، ٢٦۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني ج٥ ص ٦١٧ رقم الحديث: ٢٤٧٦ وثق رجاله الحافظ في فتح الباري ج ١٠ ص ٨.

فقہ حنفی:

وهي جائزة في ثلاثة ايام يوم النحر ويومان بعده .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور یہ (قربانی) جائز ہے تین دنوں میں دس تاریخ کو اور اس کے بعد دو دن۔"
(یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) [هدایه آخرین ج ٤ ، كتاب الاضحية صفحه: ٤٤٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٥: ((عن عبدالله بن عمران رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ دفع الى يهود نخل خيبر وارضها على ان يعتملوها من اموالهم ولرسول الله ﷺ شطر ثمرها))
"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہود کو خیبر کی کھجور اور اس کی زمین، آدھی بٹائی پر آباد کرنے کے لیے دی اس شرط پر کہ وہ اس کو اپنے مال سے آباد کریں۔"

فقہ حنفی:

قال ابو حنيفة المزارعة بالثلث والربع باطلة .
"امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی پر کھیتی بٹائی پر دینا باطل ہے۔"
[هدايه آخرين ج٤، كتاب المزارعه ص: ٤٢٤]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٦: ((عن انس رضی اللہ عنہ قال استخلف رسول الله ﷺ ابن ام مكتوم يؤم الناس وهو اعمى))
"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی عدم موجودگی میں) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور وہ نابینا تھے۔"

تخریج: ابو داود، كتاب الصلوة باب امامة الاعمى، رقم الحديث: ٥٩٥.

فقہ حنفی:

فيكره تقديم العبد والاعرابي والفاسق والاعمى وولد الزنا .
"غلام، دیہاتی، فاسق، نابینے اور ولد الزنا کو امامت کے لیے آگے کھڑا کرنا مکروہ ہے۔"
[هدايه اولين ج١، كتاب الصلاة، باب الامامة صفحه: ١٢٢]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٧: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ كل مسكر خمر وكل مسكر حرام))
"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ دینے والی چیز شراب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔"

تخریج: مسلم، کتاب الاشربہ، باب بیان ان کل مسکر خمر الخ، رقم الحدیث: ٥٢١٩

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((قال رسول الله ﷺ ان من الحنطة خمرا ومن الشعير خمرا ومن التمر خمرا ومن الزبيب خمرا ومن العسل خمرا))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گندم، جو، کھجور، انگور اور شہد سے کشید کی گئی چیز شراب ہی ہے۔"

تخریج: ترمذی، کتاب الاشربة، باب ماجاء في الحبوب التي يتخذ منها الخمر، رقم الحديث: ١٨٧٢ واللفظ له، ابوداود، کتاب الاشربة، باب الخمر من ماهي، رقم الحديث: ٣٦٧٦.

فقه حنفی:

ان ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال عند ابی حنيفة ولا يحد شاربه وان سكر منه .

"گندم، جو، شہد اور جوار سے شرب بنانا ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے پر اگرچہ اس کو نشہ ہی کیوں نہ ہو کوئی حد نہیں قائم کی جائے گی۔"

[هدایه آخرین ج ٤ ، كتاب الاشربة صفحه: ٤٩٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٨: ((عن ابی المليح بن اسامة عن ابيه عن النبی ﷺ نهی عن جلود السباع))

"سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے درندوں کے چمڑے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

تخریج: ابوداود، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع رقم الحديث: ٤١٣٢۔ نسائی، کتاب الفرع والعتيرة، باب النهی عن الانتفاع بجلود السباع، رقم الحديث: ٤٢٥٨۔ مسند احمد، رقم الحديث: ٢٠٧٢٥، ٢٠٧٣١.

فقه حنفی:

كل اهاب دبغت فقد طهر وجازت الصلوة فيه والوضوء منه الا جلد الخنزير والادمی .

"ہر چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے، اس میں نماز پڑھنا یا اس سے وضو کرنا جائز ہے مگر خنزیر اور انسان کا چمڑا پاک نہیں ہوتا۔"

[هداية اولين كتاب الطهارة، باب الماء الذی يجوز به الوضوء وما لا يجوز به صفحه: ٤٠]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

۳۹: ((عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ما اسكر كثيره فقليله حرام))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ آور ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔''

تخریج: ترمذی، ابواب الاشربة، باب ماجاء ما اسكر كثيره فقليله حرام، رقم الحديث: ١٥٦٥۔ ابن ماجه، كتاب الاشربه، باب ما اسكر كثيره فقليله حرام، رقم الحديث: ٩٢، ٩٣، ٣٣٩٤.

فقہ حنفی:

ولان المفسد هو القدح المسكر وهو حرام عندنا .

''ہمارے (احناف) کے نزدیک وہ شراب کا پیالہ حرام ہے، جس سے نشہ ہوتا ہے۔''
[هدايه آخرين ج ٤، كتاب الاشربة صفحه: ٤٩٧]

حدیث نبوی ﷺ:

۴۰: ((عن ابى موسى عن النبى ﷺ قال لا نكاح الا بولى))

''سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

تخریج: ابوداود، كتاب النكاح، باب فى الولى صفحه: ٢٩١، رقم الحديث: ٢٠٨٥۔ ترمذى ج١، كتاب النكاح، باب ماجاء 'لا نكاح الا بولى'، رقم الحديث: ١١٠١۔ ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لانكاح الا بولى، رقم الحديث: ١٨٨١.

فقہ حنفی:

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاء ها وان لم يعقد عليها ولى بكرا او ثيبا .

''آزاد، عاقلہ، بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضا مندی سے ولی کے بغیر ہو جائے گا وہ کنواری ہو یا بیوہ۔'' [هدايه اولين ج٢، كتاب النكاح، باب فى الاولياء والاكفاء صفحه: ٣١٣]

حدیث نبوی ﷺ:

۴۱: ((عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اذا شرب الكلب فى اناء احدكم فليغسله سبع مرات))

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کسی ایک کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو آدمی کو چاہیے کہ برتن کو سات بار دھوئے۔''

تخریج: بخارى، كتاب الوضوء، باب اذا شرب الكلب فى الاناء، رقم الحديث: ١٧٢۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب حكم الولوغ الكلب، رقم الحديث: ٦٥٠.

فقہ حنفی:

يغسل الاناء من ولوغه ثلاثا .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کتے کے منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو تین بار دھویا جائے گا۔''

[هدايه اولين ج١، كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء وما لا يجوز به صفحه: ٤٨]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٢: ((انما الاعمال بالنيات)) ''اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔''

تخریج: بخاری، کتاب العلم باب کیف کان بدا الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ١، مسلم، کتاب الامارہ باب قولہ انما الاعمال بالنية رقم الحديث: ١٩٠٧۔

فقہ حنفی:

ولا يشترط نية التيمم للحدث او للجنابة هو الصحيح من المذهب.

''حنفی مذہب کے مطابق صحیح فیصلہ یہ ہے کہ تیمّم کے لیے نیت شرط نہیں ہے۔ وہ تیمّم بے وضو ہونے کی وجہ سے ہو یا جنابت کی وجہ سے۔'' [هدايه اولين ج١، كتاب الطهارة باب التيمم، ص٥١]

حدیث نبوی ﷺ:

٣٣: ((عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال ﷺ الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع.))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیقی دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتی ہے، جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔''

تخریج: السنن الكبرى للبيهقى ج١٠ ص٢٢٣، رقم الحديث: ٢٠٧٩٦، طبع مكتبه دار الباز مكة المكرمة عن ابن مسعود، فى شعب الايمان رقم الحديث: ٥١٠١، ٤/ ٢٧٩۔ طبع دار الكتب العلميه بيروت، ابوداود: ٤٩٢٧ باختصار.

اور دوسری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس موقع پر گانا بجانا ہو تو وہ دعوت قبول نہ کی جائے ارشاد ہے:

((وأجب دعوة من دعاك من المسلمين مالم يظهروا المعازف فاذا اظهروا المعازف فلا تجبهم))

''جو بھی مسلمان تمہیں دعوت دے اگر وہاں گانا بجانا نہ ہو تو دعوت قبول کرو اور اگر گانا بجانا (موسیقی) ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کرو۔''

[رواه الدار قطنى من حديث ابن مسعود، مجمع الزوائد ج٤ ص ٤١٧]

فقہ حنفی:

من دعا الى وليمة او طعام فوجد ثمة لعبا او غناء فلا باس بان يقعد وياكل وقال ابو حنيفة ابتليت بهذا مرة فصبرت.

''کسی شخص کو ولیمے یا کھانے کی دعوت دی جائے اور وہاں موسیقی اور گانا بجانا ہو تو اس شخص کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں بیٹھنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا، ایک بار مجھ پر یہ آزمائش آئی تھی تو میں نے صبر کیا۔" [هدایه آخرین ج ٤، کتاب الکراهیه، فصل فی الاکل والشرب صفحه: ٤٥٥]

حدیث نبوی ﷺ:

۴۴: ((عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ الا لا یحج بعد العام مشرك ولا یطوف بالبیت عریان))

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف ہی کر سکے گا۔"

قرآن پاک میں بھی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ (التوبة: ٢٨)

"بے شک مشرک نجس ہیں، سو وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ جائیں۔"

تخریج: بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرك، رقم الحدیث: ١٦٢٢ واللفظ له، مسلم، کتاب الحج باب لا یحج البیت مشرك ولا یطوف بالبیت عریان الخ رقم الحدیث: ١٣٤٧.

فقہ حنفی:

لا باس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام .

"ذمی کافر کے بیت اللہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔"

[هدایه آخرین ج ٤، کتاب الکراهیه مسائل متفرقه صفحه: ٤٧٤]

حدیث نبوی ﷺ:

۴۵: ((عن ابن عمر رضی الله عنهما قال نهی رسول الله ﷺ ان یصلی فوق ظهر بیت الله))

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔"

تخریج: ترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة ما یصلی الیه وفیه، رقم الحدیث: ٣٤٦ واللفظ له، ابن ماجه، باب مواضع التی تکره فیها الصلاة، رقم الحدیث: ٧٤٦، ٧٤٧.

فقہ حنفی:

من صلی علی ظهر الکعبة جازت صلوته .

"جس آدمی نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔"

[هدایه اولین ج ١، کتاب الصلاة. باب الصلاة فی الکعبة صفحه: ١٨٥]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

۳۶: ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ قضی بیمین وشاھد))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدعی کے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا۔ (یعنی دوسرے گواہ کے عوض اس سے قسم لی)

تخریج: مسلم، کتاب الاقضیة باب وجوب الحکم بشاھد ویمین، رقم الحدیث: ٤٤٧٢

فقہ حنفی:

ولا ترد الیمین علی المدعی. ''مدعی پر قسم ہے ہی نہیں۔''

[ھدایه آخرین ج۳، کتاب الدعوی، باب الیمین صفحه: ۲۰۳]

حدیث نبوی ﷺ:

۳۷: ((عن ام ورقة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ امرھا ان تؤم اھل دارھا))

''ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنے گھر کی عورتوں کی نماز میں امامت کرائیں۔''

تخریج: ابوداود، کتاب الصلوة، باب امامة النساء، رقم الحدیث: ٥٩٢.

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((عن عائشة انها کانت تؤم النساء وتقوم وسطهن))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھاتیں اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں۔''

تخریج: مستدرك حاکم ج۱، ص ۲۲۰، رقم الحدیث: ۷۳۱ طبع دارالکتب العلمیه بیروت، السنن الکبری للبیهقی ج۱ ص ٤٠٨، ج۳ ص ۱۳۱ رقم الحدیث: ۱۷۸۰، ٥١٣٩، مصنف عبدالرزاق ج۳ ص ١٤١، رقم الحدیث: ٥٠٨٧.

فقہ حنفی:

یکره للنساء ان یصلین وحدهن جماعة.

''عورتوں کا آپس میں جماعت کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔''

[ھدایه اولین ج۱، کتاب الصلاة باب الامامة صفحه: ۱۲۳]

حدیث نبوی ﷺ:

۳۸: ((عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول اللہ ﷺ قال البیعان بالخیار ما لم یتفرقا))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج: ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء البیعان بالخیار ما لم یتفرقا، رقم الحدیث: ۱۲۴۷۔ نسائی، کتاب البیوع، باب وجوب الخیار للمتبایعین الخ عن حکیم بن حزام۔ رقم الحدیث: ۴۴۶۹۔ ابن ماجہ، ابواب التجارات باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا عن ابی برزہ اسلمی، رقم الحدیث: ۲۱۸۱.

فقہ حنفی:

واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولا خیار لواحد منهما الا من عیب او عدم رویت.

"جب کسی بیع کے بارے میں ایجاب وقبول ہو جائے تو بیع لازم ہو گئی، اب ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں الا یہ کہ کوئی عیب وغیرہ ظاہر ہو جائے۔" [هدایه آخرین ج۳، کتاب البیوع صفحه ۲۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۴۹: ((عن عمرو بن سلمة رضی الله عنه .... قال فقدمونی بین ایدیهم وانا ابن سبع سنین))

"عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا (امام بنایا) جب کہ میری عمر سات سال تھی۔"

تخریج: بخاری کتاب المغازی، حدیث: ۴۳۰۲۔ ابوداود، کتاب الصلاة، باب من احق بالامامة رقم الحدیث: ۵۸۵.

فقہ حنفی:

((ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامراة او صبی))

"امامت کے لیے مرد کسی عورت یا بچے کو آگے کھڑا کریں یہ جائز نہیں۔"

[هدایه اولین ج۱، کتاب الصلاة باب الامامة صفحه: ۱۲۳]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۰: ((عن ابی حمید الساعدی انه قال فی نفر من اصحاب رسول الله ﷺ انا احفظکم بصلوة رسول الله ﷺ فاذا جلس فی الرکعة الاخیرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته))

"رسول اللہ ﷺ نماز کے آخری تشہد (جس میں سلام پھیرنا ہوتا ہے) میں زمین پر بیٹھتے تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں اس کے نیچے سے نکال دیتے تھے اور تورک کرتے تھے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الاذان، باب سنة الجلوس فی التشهد، رقم الحدیث: ۸۲۸۔ اور ابوداود، کتاب الصلوة، باب افتتاح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ، رقم الحدیث: ۷۳۰ میں ہے کہ ((حتی اذا کانت السجدۃ التی فیھا التسلیم اخر رجلہ الیسری وقعد متوکا علی شقہ الایسر))

فقہ حنفی:

وجلس فی الاخیرۃ کما جلس فی الاولی.

''نماز کے آخری تشہد میں بھی اسی طرح بیٹھا جائے گا جس طرح پہلے تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔''

[ھدایۃ اولین ج۱، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلوۃ ص ۱۱۱]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۱: ((عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب))

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

تخریج: بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والمئموم فی الصلوت کلھا فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا وما یخافت، رقم الحدیث: ۷۵۶۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ، رقم الحدیث: ۸۷۴.

فقہ حنفی:

وھو مخیر فی الاخیرین معناہ ان شاء سکت وان شاء قراء وان شاء سبح کذا روی عن ابی حنیفۃ.

''آخری دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے، یعنی چاہے تو خاموش رہے، اگر چاہے تو قراءت کرلے اگر چاہے تو سبحان اللہ کہے ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے۔''

[ھدایہ اولین ج۱، کتاب الصلوۃ، باب النوافل، فصل القراءۃ ص ۱۴۸]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۲: ((عن سعید بن ھشام (فی وترہ ﷺ) یصلی تسع رکعات لا یجلس الا فی الثامنۃ فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعو ینھض ولا یسلم فیصلی التاسعۃ ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم یسلم تسلیما))

''رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں سیدنا سعید بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نو (۹) رکعات پڑھتے، مسلسل آٹھ رکعت بغیر قعدہ کے پڑھتے پھر (آٹھویں رکعت پڑھ کر) قعدہ کرتے، التحیات پڑھتے اور پھر (کھڑے ہو کر) نویں رکعت پڑھتے اور سلام پھیرتے۔''

تخریج: مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وان الوتر رکعۃ وان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرکعة صلوة صحيحة، رقم الحديث: ۱۷۳۹.

فقہ حنفی:

فاما نافلة الليل قال ابو حنيفة ان صلى ثمان ركعات بتسليمة جاز وتكره الزيادة على ذلك وقالا لا يزيد بالليل على ركعتين بتسليمة .

"رات کی نماز کے بارے میں ابوحنیفہ نے کہا، اگر آٹھ رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے۔ اس سے زیادہ رکعات (ایک سلام کے ساتھ) پڑھنا مکروہ ہے اور صاحبین نے کہا، رات کی نماز میں دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ جائز ہیں، اس سے زیادہ (رکعات ایک سلام کے ساتھ) جائز نہیں۔" [هدايه اولين ج۱، كتاب الصلاة، باب النوافل صفحه ۱۴۷]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۳: ((عن ابى هريرة عن النبى ﷺ انه قال اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة))

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں (پڑھنی چاہیے)۔"

تخریج: مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها باب كراهية الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن فى اقامة الصلاة الخ، رقم الحديث: ۱۶۴۴.

فقہ حنفی:

ان تفوته الركعة ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد .

"(فجر نماز) کی ایک رکعت فوت ہو چکی ہو اور دوسری رکعت مل سکتی ہو تو مسجد کے دروازے کے پاس فجر کی سنتیں پڑھ سکتا ہے۔" [هدايه اولين ج۱ ، كتاب الصلاة باب ادراك الفريضة صفحه: ۱۵۳]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۴: ((عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ الربا سبعون جزء ايسرها ان ينكح الرجل امه))

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود کے (گناہ) کے ستر درجے ہیں ان میں سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے صحبت کرے۔"

تخریج: ابن ماجه، ابواب التجارات باب التغليظ فى الربوا، رقم الحديث: ۲۲۷۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ حنفی:

ولا بين المسلم والحربى فى دار الحرب .

یعنی ''دار الحرب میں مسلمان اور کافر کے مابین جو بھی (لین دین) ہو وہ سود نہیں ہے۔''

[هدايه آخرين ج٣ كتاب البيوع باب الربا ص ٨٦]

حدیث نبوی ﷺ:

55: ((عن قيس بن عمرو رضی اللہ عنہ قال راى النبى ﷺ رجلا يصلى بعد صلوة الصبح ركعتين فقال رسول الله ﷺ الصبح ركعتين ركعتين فقال الرجل انى لم اكن صليت الركعتين اللتين قبلها فصليتهما الان فسكت رسول الله ﷺ .

''سیدنا قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، وہ فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز دو دو رکعتیں ہیں؟ تو اس آدمی نے جواب دیا، میں نے پہلے دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھی تھیں، اب پڑھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس پر خاموش ہو گئے۔

تخریج: ابو داود، كتاب الصلوة، باب من فاته متى يقضيها، رقم الحديث: ١٢٦٧.

فقہ حنفی:

اذا فاتته الركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس .

''اگر فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) فوت ہو جائیں تو ان کو طلوع آفتاب سے قبل ادا نہیں کر سکتے۔''

[هدايه اولين ج ١، كتاب الصلوة، باب ادراك الصلوة، ص: ١٥٢]

حدیث نبوی ﷺ:

56: ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے (حلالہ) کرایا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔''

تخریج: ابن ماجه، ابواب النكاح، باب المحلل والمحلل له، رقم الحديث: ١٩٣٤.

فقہ حنفی:

فان طلقها بعد وطيها حلت للاول .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر دوسرا شوہر وطی کرنے کے بعد طلاق دے دے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔''

[هدايه اولين ج ۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، ص: ٤٠٠]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۷: ((عن عقبة بن حارث رضي الله عنه انه تزوج البنة لابی اهاب عزيز فاتت امراة فقالت قد ارضعت عقبة والتی تزوج بها فقال لها عقبة ما اعلم انك ارضعتنی ولا اخبرتنی فارسل الی ال ابی اهاب فسالهم ما علمنا ارضعت صاحبتا فركب الی النبی ﷺ بالمدينة فسأله فقال رسول الله ﷺ كيف وقد قيل ففارقها عقبة ونكحت زوجها غيره))

''سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ابو اہاب کی بیٹی سے نکاح کیا، پھر اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں میاں بیوی کو دودھ پلایا ہے، عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے پہلے بھی خبر دی، چنانچہ عقبہ رضی اللہ عنہ نے سسرال کی طرف یہ معلوم کرنے کے لیے پیغام بھیجا لیکن انھوں نے بھی کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے بعد ازاں عقبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی طرف مدینہ آئے اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب کیسے تم اکٹھے رہ سکتے ہو؟ جب کہ تمہارے متعلق یہ بات کہی گئی ہے، پس عقبہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حکم سے اپنی بیوی کو الگ کر دیا اور اس نے دوسرے شوہر سے شادی کر لی۔''

تخریج: رواه البخاری، فی كتاب الشهادات، باب اذا شهد شاهد او شهود بشيءٍ رقم الحديث: ٢٦٤٠، صحيح ابن حبان ١٠، رقم الحديث: ٤٢١٨ طبع موسسة الرسالة بيروت.

فقه حنفي:

ولا يقبل فی الرضاع شهادة النساء منفرداة انما يثبت بشهادة رجلين او رجل وامراتين.

''صرف عورتوں کی گواہی رضاعت کے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی، رضاعت ثابت ہوگی دو مردوں کی گواہی سے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔''

[هدايه اولين ج ۱، كتاب الرضاع صفحه: ٣٥٤]

حدیث نبوی ﷺ:

۵۸: ((ان ابا الصهباء قال لابن عباس اتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد رسول الله ﷺ وابی بكر وثلاثا من امارة عمر فقال ابن عباس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعم))

''ابوالصہباء نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تین سال تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔''

تخریج: مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث، رقم الحدیث: ۳۶۷۴.

فقہ حنفی:

وطلاق البدعة ان یطلقها ثلاث بکلمة واحد او ثلاث فی طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصیا.

''اور طلاق بدعی یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاقیں ایک کلمے یا تین کلمات کے ساتھ دی جائیں اگر (طلاق) اسی طریقے پر دی جائے گی تو وہ تینوں واقع تو ہو جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔'' [ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ص: ۳۵۵]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

۵۹: ((عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی هریرة رضی اللہ عنہ فقراء بسم الله الرحمن الرحیم ثم قراء بام القرآن حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقال: آمین فقال الناس آمین ویقول کلما سجد: الله اکبر واذا قام من الجلوس فی الاثنتین قال: الله اکبر واذا سلم قال: والذی نفسی بیده انی لا شبهکم صلاة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم))

''نعیم المجمر کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، پھر سورہ فاتحہ کی قراءت کی، جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا، لوگوں نے بھی آمین کہا، جب سجدہ کرتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دوسری رکعت سے (تیسری کے لیے) اٹھے تو اللہ اکبر کہا پھر سلام پھیر کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔ (یعنی میری یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بالکل مشابہ ہے)''

(بدیع التفاسیر ج ۱، ص: ۱۲۳)

تخریج: سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب قراءة بسم الله الرحمن الرحیم، رقم الحدیث: ۹۰۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ حنفی:

جہری نماز میں بسم اللہ جہراً (بلند آواز) سے پڑھنے کے متعلق خود صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

قال الشافعی یجهر بالتسمية عند الجهر بالقراءة لما روى ان النبیؐ جهر فی صلوته بالتسميه.

''امام شافعی کہتے ہیں کہ جہری نماز میں بسم اللہ جہری پڑھی جائے گی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ جہر سے پڑھی ہے۔[هدايه اولين ج۱، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة ص: ۱۰۳]

لیکن باوجود یہ حدیث ذکر کرنے کے اسی صفحہ پر ایک لائن پہلے لکھا ہے:

يسر بهما (التسمية والتعوذ) ''تعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے گی۔''

[هدايه اولين ج۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة ص: ۱۰۳]

حدیث نبوی ﷺ:

٦٠: ((عن جندب بن سفيان قال شهدت الاضحى يوم النحر مع رسول الله ﷺ فلم يعد ان صلى و فرغ من صلاته وسلم فاذا هو يرى لحم اضاحى قد ذبحت قبل ان يفرغ من صلوته فقال من كان ذبح قبل ان يصلى او نصلى فليذبح مكانه الاخرى))

''سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عیدالاضحیٰ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت دیکھا (جو نماز سے قبل ذبح کی گئی تھی) تب آپ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی (ذبح) کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔''

تخریج: بخاری، كتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلوة اعاده، رقم الحديث: ٥٥٦٢ـ مسلم ج٢، كتاب الاضاحی وقتها، واللفظ له، رقم الحديث: ٥٠٦٤.

فقہ حنفی:

((فاما اهل السواء فيذبحون بعد الفجر...... وحيلة المصرى اذا اراد التعجيل ان يبعث بها الى خارج مصر فيضحى بها لما طلع الفجر))

''دیہات والے فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں...... اور شہریوں کے لیے یہ حیلہ ہے کہ اگر وہ جلد قربانی کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ شہر کے باہر جانور بھیج دیں تاکہ دیہات والے اس کو فجر طلوع ہوتے ہی ذبح کر لیں۔'' [هدايه آخرين ج٤، كتاب الاضحيه ص: ٤٤٥ـ ٤٤٦]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

61: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ قال اذا قدم یوم العید ویوم الاضحی جهر بالتکبیر))

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے جاتے ہوئے جہری تکبیریں کہتے تھے۔"

تخریج: سنن الدار قطنی ج۲، ص: ۱۷۵، کتاب العیدین، رقم الحدیث: ۱۸/۱۶۹۸۔ سنن البیهقی مرفوعا عن النبی ﷺ کتاب العیدین، باب التکبیر عیدالفطر ویوم الفطر واذا غدا الی صلاۃ العیدین، ج۳ ص ۲۷۹ طبع نشر السنه.

اس بارے میں قرآن مجید میں بھی ہے کہ **ولتکبروا الله علی ما هدا کم** ...... (الحج: ۱۸۵)

"تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر بیان کرو۔"

فقہ حنفی:

ولا یکبر عند ابی حنیفة فی طریق المصلی.

"عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات نہیں کہی جا سکتیں۔ ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔" [هدایه اولین ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص: ۱۷۳]

حدیث نبوی ﷺ:

62: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان عمر سال النبی ﷺ قال کنت نذرت فی الجاهلیة ان اعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال اوف بنذرك))

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے دور جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات بیت اللہ میں اعتکاف کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ (اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں ہے)

تخریج: بخاری، کتاب الایمان والنذور باب اذا نذر او حلف الا یکلم انسانا فی الجاهلیة ثم اسلم، رقم الحدیث: ۶۶۹۷۔ مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب نذر الکافر وما یفعل فیه اذا اسلم، رقم الحدیث: ۴۲۹۲.

فقہ حنفی:

الاعتکاف مستحب وهو اللبث فی المسجد مع الصوم ونیة الاعتکاف...... والصوم من شرطه عندنا.

"اعتکاف مستحب ہے یعنی مسجد میں روزہ رکھ کے ٹھہرنا اور اعتکاف کی نیت کرنا...... اور ہمارے نزدیک روزہ (اعتکاف کی) شرائط میں سے ہے۔"

[هدایة اولین ج۱، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ص: ۲۲۹]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

۶۳: ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال صلی رسول الله ﷺ الظهر بذی الحليفة ثم دعا بناقته فاشعرها فی صفحة سنامها الايمن))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اپنی اونٹنی کا اشعار کیا یعنی اس کی کوہان کے دائیں طرف کونشان کے لیے چیرا۔''

تخریج: مسلم، کتاب الحج، باب اشعار البدن وتقلیده عند الاحرام، رقم الحدیث: ۳۰۱۶.

فقه حنفی:

واشعر البدنة عند ابی یوسف ومحمد ولا یشعر عند ابی حنیفة ویکره.

''ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اونٹنی کو اشعار کیا جا سکتا ہے جبکہ ابو حنیفہ کے نزدیک اشعار نہیں کیا جا سکتا بلکہ مکروہ ہے۔'' [هدایه اولین ج۱، کتاب الحج، باب التمتع ص۲۶۲]

حدیث نبوی ﷺ:

جس طرح نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے کا ذکر ہے اسی طرح پانچ تکبیرات کا بھی ذکر ہے:

۶۴: ((عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال کان زید یکبر علی جنائزنا اربعا وانه کبر علی جنازة خمس فسالناه فقال کان رسول الله ﷺ یکبرها))

''عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہتے تھے اور ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبیرات کہہ دیں، ہم نے وجہ پوچھی، کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے (پانچ تکبیرات بھی) کہی ہیں۔''

تخریج: مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التکبیر علی الجنازة خمسا، رقم الحدیث: ۲۲۱۶.

فقه حنفی:

لو کبر الامام خمسا لم یتابعه المؤتم.

''اگر امام پانچ تکبیرات کہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کریں۔''

[هدایه اولین ج۱، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل الصلوة علی المیت ص۱۸۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۶۵: ((عن طلحة بن عبدالله بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازة فقراء بفاتحة الکتاب وقال لتعلموا انها سنة))

''سیدنا طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا (یہ میں نے اس لیے پڑھی ہے) تاکہ تم جان لو یہ سنت ہے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الجنائز، باب قراۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۳۳۵

فقہ حنفی:

والبداية بالثناء ثم بالصلوة .

"نماز جنازہ کی ابتدا ثنا سے کرنی ہوگی اور اس کے بعد درود پڑھنا ہوگا۔"

[ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الصلوۃ، باب الجنائز فی الصلوۃ علی المیت ص: ۱۸۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۶۶: ((عـن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قـال صليت وراء رسول الله ﷺ على امراة ماتت في نفاسها فقام عليها وسطاه))

"سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے نفاس (کے ایام) میں فوت ہوگئی میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں اس کی نماز جنازہ پڑھی، آپ ﷺ اس کے (جنازہ) کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی النفساء اذا ماتت فی نفاسھا، رقم الحدیث: ۱۳۳۱ واللفظ لہ۔ مسلم ج ۱، کتاب الجنائز باب این یکون الامام من المیت للصلاۃ علیھا ص ۳۱۱، رقم الحدیث: ۲۲۳۵

فقہ حنفی:

ويقوم الذي يصلي على الرجل والمراة بحذاء الصدر .

"جو آدمی کسی مرد یا عورت کا جنازہ پڑھا رہا ہے اس کو چاہیے کہ وہ (میت) کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔" [ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل فی الصلوۃ علی المیت ص: ۱۸۱.

حدیث نبوی ﷺ:

۶۷: ((عـن الـمغيرة بن شعبة ان النبي ﷺ قـال والسـقـط يصلى عليه ويدعى لوالديه بالمغفرة والرحمة))

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو بچہ دوران مدت حمل گر جائے (حمل ضائع ہوجائے تو) اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے گی۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الجنائز، باب المشی امام الجنازۃ، رقم الحدیث: ۳۱۸۰.

فقہ حنفی:

ومن لم يستهل ادرج في خرقة كرامة لبني آدم ولم يصل عليه .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا اس کی آواز نہ آئی ہو اس کو بنی آدم کے احترام کی وجہ سے صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔"

[ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز۔ فصل فی الصلوۃ علی المیت ص: ۱۸۱]

حدیث نبوی ﷺ:

۶۸: ((عن علی ان یھودیۃ کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیه فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل النبی ﷺ دمھا))

"ایک یہودی عورت نبی ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کو گلا گھونٹ کر مار دیا۔ نبی ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دے دیا۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۶۲.

فقہ حنفی:

ومن امتنع من الجزیۃ او قتل مسلما او سب النبی ﷺ او زنی بمسلمۃ لم ینتقض عھدہ.

"جس (کافر) نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا یا کسی مسلمان کو قتل کر دیا، نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کیا یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔"

[ھدایہ اولین ج ۲، کتاب السیرۃ، باب الجزیۃ، فصل فیما ینبغی للذمی ص: ۵۹۸]

حدیث نبوی ﷺ:

۶۹: ((عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ قال خطب رسول اللہ ﷺ عام الفتح ثم قال دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم))

"رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال خطبہ دیا، پھر فرمایا کافر کی دیت مسلمان کی نصف دیت کے برابر ہے۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الدیات، باب دیۃ الذمی رقم الحدیث: ۴۵۸۳۔ باختلاف الالفاظ، مسند احمد ج ۲، ص: ۱۸۰، رقم الحدیث: ۶۶۹۲.

فقہ حنفی:

دیۃ المسلم والذمی سواء. "مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔"

[ھدایۃ اخیرین ج ۴ کتاب الدیات ص: ۵۸۵]

حدیث نبوی ﷺ:

۷۰: ((عن عائشۃ قالت کل ذالك قد فعل رسول اللہ ﷺ قصر الصلاۃ واتم))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ہر طرح سے نماز پڑھتے تھے قصر (۲ رکعتیں) بھی کرتے تھے اور اتمام (۴ رکعتیں) بھی کرتے تھے۔''

تخریج: شرح السنة للبغوی ج٤، ص ١٦٦ رقم الحدیث: ١٠٢٣، ابواب صلاة السفر، باب قصر الصلاة طبع المکتب الاسلامی بیروت۔ سنن الدار قطنی ج٢/ ٤٠٧۔ رقم الحدیث: ٢٢٦٥۔ ٢٢٦٦ طبع دار المعرفه بیروت۔ سنن الکبری للبیهقی ج٣ ص ١٤٢ طبع نشر السنه ملتان.

فقه حنفی:

فرض المسافر فی الرباعیة رکعتان لا یزید علیهما . ''مسافر دو رکعت سے زیادہ چار رکعات نہیں پڑھ سکتا۔'' [هدایه اولین ج١ ، کتاب الصلوٰة باب صلاة المسافر ص: ١٦٥]

حدیث نبوی ﷺ:

ک: ((عن انس قال کان رسول الله ﷺ اذا خرج مسیرة ثلاثة امیال او فراسخ شعبة الشاك صلی رکعتین))

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین میلوں یا فرسخوں کے فاصلے پر نکلتے تھے تب بھی قصر کرتے تھے۔''

تخریج: مسلم ج١، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة المسافرین وقصرها، ص: ٢٤٢، رقم الحدیث: ١٥٨٣.

سنن سعید بن منصور میں ثلاثہ امیال یعنی تین میل کی صراحت موجود ہے۔

(التلخیص الحبیر، ج: ٢، ص: ٤٧ تحت حدیث: ٦١٠)

فقه حنفی:

السفر الذی یتغیر به الاحکام ان یقصد مسیرة ثلاثة ایام ولیا لیها بسیر الابل ومشی الاقدام . ''وہ سفر جس سے احکام تبدیل ہو جائیں تین دن اور تین راتیں چلنا ہے۔'' [هدایة اولین ج١، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ص: ١٦٥]

حدیث نبوی ﷺ:

ک: ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ امنی جبریل عند البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراك وصلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثله))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے دو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ مجھے امامت کرائی، ظہر سورج ڈھلنے کے وقت اور عصر ہر چیز کا سایہ برابر ہو جانے کے وقت پڑھائی۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب المواقیت، واللفظ به، رقم الحدیث: ۳۹۳۔ ترمذی ج۱، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی ﷺ صفحہ: ۳۸، رقم الحدیث: ۱۴۹.

فقہ حنفی:

واخر وقتها (ای الظهر) عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شیء مثلیه...... واول وقت العصر اذا خرج وقت الظهر .

"امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کے ڈبل ہو جائے اور عصر کا وقت اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔" [هدایه اولین ج۱، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت ص: ۸۱]

حدیث نبوی ﷺ:

۷۳: ((عن لبابة بنت الحارث انه ﷺ قال انما یغسل من بول الانثی وینضح من بول الذکر))

"سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بچی کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے پر چھینٹے مار لینا کافی ہے۔"

تخریج: ابوداود، کتاب الطهارة بول الصبی یصیب الثوب صفحه: ۶۰، رقم الحدیث: ۳۷۵۔ ابن ماجه ج۱، ابواب الطهارة وسننها، باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۳۹ رقم الحدیث: ۵۲۷.

فقہ حنفی:

ببول الصبی الذی لم یطعم .

"وہ بچہ جو ابھی کھاتا نہیں ہے اگر اس کا بھی پیشاب لگ جائے تو دھونے کا حکم ہے۔"

[هدایه ج۱، ص: ۸۴ حاشیه کتاب الطهارات، باب الانجاس وتطهیرها مطبوع مکتبه شرکیه علمیه]

۷۴: ((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ یقراء فی الفجر یوم الجمعة بالم تنزیل السجده فی الرکعة الاولٰی وفی الثانية هل اتی علی الانسان .))

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں الم تنزیل السجدة پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں هل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الجمعة باب ما یقرء فی صلاۃ الفجر یوم الجمعة، رقم الحدیث ۸۹۱.

((عن عبید الله ابن ابی رافع قال استخلف مروان ابا هریرة علی المدینة وخرج الی مکة وصلی لنا ابوهریرة الجمعة فقراء سورة الجمعة فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السجدة الأولى وفى الاخرة اذا جاءك المنافقون فقال سمعت رسول الله ﷺ يقرأ بهما يوم الجمعة .))

''عبیداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ مروان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے مکہ کی طرف نکلا، پھر ابوہریرہ نے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورة الجمعة اور دوسری میں اذا جاءك المنافقون پڑھی، پھر کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جمعہ کے دن یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔''

تخریج: مسلم، ج ۱، ص ۲۸۷، رقم الحدیث : ۸۷۷.

فقه حنفی:

ويكره ان يوقت بشيء من القران لشيء من الصلوات .

''کسی نماز کے لیے قرآن میں سے کوئی سورت مقرر کرنا مکروہ ہے۔''

[هدايه اولين ج ۱، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة فصل فى القرأة صفحه ۱۲۰]

حديث نبوی ﷺ:

۷۵: ((عن عقبة بن عامر قال قلت يا رسول الله ﷺ فى سورة الحج سجدتان قال نعم ومن لم يسجدهما فلا يقرأهما))

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سورۃ حج میں دو سجدے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ جو یہ دونوں سجدے نہیں کرتا وہ یہ نہ پڑھے۔''

تخریج: ابوداود ج ۱، کتاب الصلوٰۃ باب کم سجدة فى القرآن ص ۲۰۶ رقم الحدیث : ۱۴۰۲.

فقه حنفی:

سجود التلاوة فى القرآن اربعة عشر فى اخر الاعراف وفى الرعد والنحل وبنى اسرائيل و مريم والاولىٰ من الحج .

''قرآن میں سجدہ تلاوت چودہ ہیں، سورۂ اعراف میں اور رعد میں اور نحل، بنی اسرائیل، مریم میں اور سورۂ حج کا پہلا سجدہ (یعنی سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے)''

[هدايه اولين ج ۱ ، كتاب الصلاة، باب سجدة التلاوة ص۱۶۳]

۷۶: ((عن زيد ابن ثابت قال قرأت على رسول الله ﷺ والنجم فلم يسجد فيه .))

''سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ پر سورہ نجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج: بخاری، ج۱، ابواب ما جاء فی سجود القرآن وسنتها باب من قرا سجدة ولم یسجد فیه ص ۱٤٦ واللفظ له، رقم الحدیث : ۱۰۷۲-۷۳- مسلم، ج۱، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة ص ۲۱۵، رقم الحدیث : ۱۲۹۸.

فقه حنفی:

والسجدة واجبة فی هذه المواضع علی التالی والسامع قصد سماع القرآن اولم یقصد.

''صاحب ہدایہ سجود کے مقامات کا (جن میں سورۂ نجم بھی آ جاتی ہے) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان مقامات پر سجدہ کرنا واجب ہے، تلاوت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی۔ جس نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔'' [هدایه اولین ج۱، کتاب الصلاة، باب سجدة التلاوة ص۱٦۳]

حدیث نبوی ﷺ:

۷۷: ((فمضمض واستنشق من کف واحد.))

''سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ وضو کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے کلی اور ناک میں پانی ایک ہی چلو سے ڈالا۔''

تخریج: مشکاة ج۱، کتاب الطهارة، باب سنن الوضوء، الفصل الاول ص: ٤٥- صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة ج۱، ص ۳۱، رقم الحدیث: ۱۹۱.

فقه حنفی:

وکیفیتها ان یمضمض ثلاثا یاخذ لکل مرة ماء جدیدا ثم یستنشق.

''تین بار کلی کی جائے گی، ہر بار نیا پانی لیا جائے گا پھر اسی طرح ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔''

[هدایه اولین ج۱، کتاب الطهارة ص: ۱۸]

حدیث نبوی ﷺ:

۷۸: (وفی البعیر عشرة)

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اونٹ دس آدمیوں (کی طرف سے قربانی کے لیے) کافی ہے۔''

تخریج: ترمذی، ابواب الاضاحی باب فی الاشتراك فی الاضحیة، رقم الحدیث : ۱۵۰۱- مشکوٰة، باب الاضحیة فصل الثانی، نسائی، کتاب الضحایا باب ما تجزی عند البدنة فی الضحایا، رقم الحدیث : ٤۳۹۷- ابن ماجه، ابواب الاضاحی، باب عن کم تجزئ البدنة والبقرة، رقم الحدیث : ۳۱۳۱.

فقه حنفی:

او بدنة عن سبعة.

''اونٹ کی قربانی صرف سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔'' [هدایه آخرین ج٤، کتاب الاضحیة، صفحه: ٤٤٤]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

79: ((عن عطاء بن يسار قال سألت أبا ايوب الانصارى كيف كانت الضحايا فيكم على عهد رسول الله ﷺ قال كان الرجل فى عهد النبى ﷺ يضحى بشاة عنه وعن اهل بيته فياكلون ويطعمون ثم تباهى الناس فصار كما ترى .))

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا۔''

تخریج: ابن ماجه، ابواب الاضاحى، باب من ضحى بشاة عن اهله، رقم الحديث: ٣١٤٧.

فقه حنفی:

ويذبح عن كل واحد منهم شاة . ''ہر ایک کی طرف سے علیحدہ ایک بکری ذبح کی جائے گی۔'' [هدايه آخرين ج ٤ ، كتاب الاضحية ص: ٤٤٤]

80: ((عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يجمع بين صلوٰة الظهر والعصر اذا كان على ظهير سير ويجمع بين المغرب والعشاء .))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کی تیاری کے وقت ظہر اور عصر ایک وقت میں، مغرب اور عشاء ایک وقت میں جمع کرتے تھے۔''

تخریج: بخاری، ابواب تقصير الصلاة باب الجمع فى السفر بين المغرب والعشاء، رقم الحديث : ١١٠٧.

فقه حنفی:

ولا يجمع فرضان فى وقت بلا حج .

''دو فرض نمازیں ایک ہی وقت میں جمع کرنا حج کے علاوہ باقی ایام میں جائز نہیں۔''

[شرح الوقاية مع عمدة الرعاية كتاب الصلاة باب المواقيت جلد١ ، ص ١٣٢ ، طبع ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى]

حدیث نبوی ﷺ:

81: ((ثلاث هن على فرائض وهن لكم تطوع الوتر والنحر والاضحى))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین کام مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل ہیں: (۱) وتر (۲) قربانی اور (۳) ضحیٰ۔

تخریج: رواه الامام احمد فى مسنده ج ١، ص ٢٣١۔ رقم الحديث: ٢٠٥٠، طبع مؤسة قرطبه مصر ورواه الحاكم فى كتاب الوتر ج ١ ص ٣٠٠، رقم الحديث : ١١١٩۔ السنن الكبرى للبيهقى ج ٢ ص: ٤٦٨، رقم الحديث: ٣٢٤٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقه حنفي:

الاضحية واجبة على كل مسلم . "قربانی ہر مسلمان پر واجب ہے۔"

[هدايه آخرين ج٤، كتاب الاضحية ص: ٤٤٣]

حديث نبوي ﷺ:

٨٢: ((عن عبدالله بن عمر قال كان النبي ﷺ يفصل بين الشفع والوتر بتسليم يسمعنا))

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ وتر کے اندر دو رکعتیں اور تیسری رکعت کے درمیان سلام سے فاصلہ کرتے تھے۔"

تخريج: صحيح ابن حبان، كتاب الوتر، ذكر الخبر المصرح بالمفصل بين الشفع والوتر رقم الحديث ٢٤٣٤، طبع موسه الرساله بيروت، موارد الظمان باب الفصل بين الشفع والوتر رقم الحديث: ٦٧٨ طبع دارالكتب العلميه بيروت.

فقه حنفي:

الوتر ثلاث ركعات لا يفصل بينهن بسلام .

"وتر تین رکعتیں ہیں، درمیان میں سلام بھی نہیں پھیرا جائے گا۔"

[هدايه اولين ج١، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر صفحه: ١٤٤]

حديث نبوي ﷺ:

٨٣: ((عن علي قال قال رسول الله ﷺ (يعني في الصلاة) تحريمها التكبير وتحليلها التسليم))

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں تکبیر ہی سے داخل اور سلام ہی سے خارج ہوا جا سکتا ہے۔"

تخريج: ترمذي ج١، ابواب الطهارة، باب ماجاء مفتاح الصلاة الطهور ص ٢، رقم الحديث: ٣.

فقه حنفي:

وان تعمد الحدث في هذه الحالة او تكلم او عمل عملا ينافي الصلاة تمت صلاته .

"سلام کے عوض کوئی بھی کام کیا جو نماز کے منافی تھا یا بات چیت کی یہاں تک کہ جان بوجھ کر وضو توڑ دیا تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔"

[هدايه اولين ج١ ، كتاب الصلاة ، باب الحدث في الصلاة ص: ١٣٠]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

۸۴: ((عن عائشة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول لا طلاق ولا عتاق في اغلاق.))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ زبردستی نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔''

تخریج: ابوداود ج ۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غلط ص: ۳۰۵ رقم الحدیث: ۲۱۹۳۔ ابن ماجہ، ابواب الطلاق، باب طلاق المکروہ والناسی ص: ۱۴۷، رقم الحدیث: ۲۰۴۶۔

فقہ حنفی:

وان اكره على طلاق امراته او عتق عبده ففعل وقع ما اكره عليه. ''زبردستی طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔''

[ھدایہ آخرین ۳، کتاب الاکراہ ص: ۳۵۰]

حدیث نبوی ﷺ:

۸۵: ((عن حذيفة قال نهانا رسول الله ﷺ...... عن لبس الحرير والديباج وان نجلس عليه))

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ریشم اور دیباج کا لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔''

تخریج: بخاری، کتاب اللباس باب افتراش الحریر واللفظ لہ رقم الحدیث: ۵۸۳۷۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم استعمال اناء الذھب...... الخ، رقم الحدیث: ۵۳۹۴۔

اور ابوداؤد میں ہے:

''لا تركبوا الخز.'' ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم کے کپڑے پر نہ بیٹھو۔''

تخریج: کتاب اللباس، باب فی جلود النمور، کتاب اللباس ص: ۲۱۶، عن معاویہ رقم الحدیث: ۴۱۲۹۔

فقہ حنفی:

ولا باس بتوسده والنوم عليه عند ابى حنيفة.

''ابوحنیفہ کے نزدیک ریشمی تکیہ پر ٹیک لگانے اور ریشمی بستر پر سونے میں کوئی حرج نہیں۔''

[ھدایہ آخرین ج ۴، کتاب الکراھیہ فی اللبس: ۴۵۶]

حدیث نبوی ﷺ:

۸۶: ((عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي ﷺ بعث مناديا في فجاج مكة الا ان صدقة الفطر واجبة على كل مسلم ذكر او انثى حر او عبد صغير

www.KitaboSunnat.com

او کبیر))

''نبی ﷺ نے مکے کی گلیوں میں ندا کروائی کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد وعورت، آزاد وغلام چھوٹے اور بڑے پر واجب ہے۔''

تخریج: ترمذی، باب ماجاء فی صدقة الفطر، رقم الحدیث: ٦٧٤.

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال فرض رسول اللہ ﷺ زکاۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین))

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا جو کا مقرر کیا ہر مسلمان پر وہ غلام ہو یا آزاد مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔''

تخریج: بخاری، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقة الفطر، واللفظ له، رقم الحدیث: ١٥٠٣۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الفطر، رقم الحدیث: ٢٢٧٨.

فقہ حنفی:

یودی المسلم الفطرة عن عبده الکافر.

''مسلمان صدقہ فطر ادا کرے گا اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی۔''

[ھدایہ اولین ج١، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر ص: ٢٠٩]

حدیث نبوی ﷺ:

٨٧: ((عن عبداللہ بن مسعود ان رسول اللہ ﷺ صلی الظھر خمسا فقیل له ازید فی الصلاۃ قال وما ذاك قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین))

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھائیں، پھر آپ ﷺ کو کہا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے۔ فرمایا کیوں؟ بتایا گیا کہ آپ (ﷺ) نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ تب آپ ﷺ نے دو سجدے کیے۔''

تخریج: بخاری ج١، کتاب التھجد، باب اذا صلی خمسا، رقم الحدیث: ١٢٢٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود، رقم الحدیث: ١٢٨١.

فقہ حنفی:

وان قید الخامسة بسجدة بطل فرضه عندنا.

''پانچویں رکعت پڑھ لی تو ہم (احناف) کے نزدیک اس کی پوری فرض نماز باطل ہوگئی۔''

[ھدایہ اولین ج١، ص: ١٥٩، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

۸۸: ((عن جابر رضی اللہ عنہ قال كان معاذ يصلى مع النبى ﷺ ثم ياتى قومه فيصلى بهم))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے، پھر اپنی قوم میں جاتے اور ان کو نماز پڑھاتے، (یعنی دوسری نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفلی ہوتی اور دوسری جماعت کے لیے فرض)۔''

تخریج: بخاری ج ۱، کتاب الاذان، باب اذا صلى ثم ام قوما، ص: ۹۸، رقم الحدیث: ۷۱۱۔ مسلم ج ۱ کتاب الصلاۃ، باب القرأة فی العشاء ص: ۱۸۷، رقم الحدیث: ۱۰۴۰۔

فقہ حنفی:

ولا يصلى المفترض خلف المتنفل.

''فرض نماز پڑھنے والا نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے (نماز) نہیں پڑھ سکتا۔''

[ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ ص: ۱۲۷]

حدیث نبوی ﷺ:

۸۹: ((عن ابى سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اذا شك احدكم فى صلاته ولم يدركم صلى ثلاثا ام اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم ليسجد سجدتين قبل ان يسلم.))

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو اور اس کو پتہ نہ چلے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اس کو چاہیے کہ شک کو دور کرے اور یقین کا بنا کرتے ہوئے سلام سے قبل سجدہ سہو کرے۔''

تخریج: مسلم، کتاب المساجد، باب السهو فی الصلوة، رقم الحدیث: ۱۲۷۲۔

فقہ حنفی:

((ومن شك فى صلوته فلم يدرا ثلاثا صلى ام اربعا وذلك اول ما عرض استانف))

''یعنی جس کو اپنی نماز میں شک ہو اور اس کو پتہ نہ چل سکے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور یہ کیفیت نماز کے شروع میں ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز توڑ دے اور نئے سرے سے نماز شروع کرے۔'' [ھدایہ اولین ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب السجود، ص: ۱۶۰]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی صفة الصلوة النبويه والی حدیث میں ہے کہ:

90: ((ثم سجد فامكن انفه وجبهته الارض))

"پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ میں اپنی ناک اور اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکایا۔"

تخریج: ابوداود، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة، رقم الحديث: ٧٣٤.

نیز فرمایا:

((لا صلاة لمن لم يمس انفه للارض))

"جس نے سجدہ میں اپنی ناک کو زمین پر نہ لگایا تو اس کی نماز نہیں ہے۔"

تخریج: مستدرك حاكم، كتاب الصلوة، رقم الحديث: ٩٩٧، طبع دار الفكر بيروت.

فقہ حنفی:

((فان اقتصر على احدهما جاز عند ابى حنفية))

"جس نے ان دونوں (ناک اور پیشانی) میں سے کسی ایک کو زمین پر رکھا تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔" [هدايه اولين ج١، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص: ١٠٨]

حدیث نبوی ﷺ:

91: ((عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يد ابيد))

"سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا چاندی، گندم، جو، کھجور، نمک، ان سب کا لین دین جنس کے بدلے جنس کے ساتھ نیز برابر کے ساتھ اور ہاتھوں ہاتھ کیا جائے۔"

تخریج: مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة باب الصرف وبيع الورق نقدا، رقم الحديث: ٤٠٦٣

فقہ حنفی:

ويجوز بيع البيضة بالبيضتين والتمرة بالتمرتين.

"ایک انڈے کی دو انڈوں کے ساتھ اور ایک کھجور کی دو کھجور کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔"

[هدايه آخرين ج٣، كتاب البيوع باب الربوا ص: ٨٠]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ:

حجۃ الوداع کے قصے کے اندر آتا ہے کہ آپ ﷺ جب مزدلفہ میں پہنچے تو:

۹۲: ((فجمع بها المغرب والعشاء باذان واقامتين))

''رسول اللہ ﷺ نے جمع کیا مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔''

تخريج: الصحيح المسلم، كتاب الحج، باب حجة النبى ﷺ، رقم الحديث: ٢٩٥٠.

فقه حنفي:

ويصلى الامام بالناس المغرب والعشاء باذان واقامة واحدة.

''امام نماز پڑھائے لوگوں کو مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ۔''

[هداية اولين ج١، كتاب الحج، باب الاحرام، ص: ٢٤٧]

حدیث نبوی ﷺ:

۹۳: ((عن سعيد بن المسيب رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ كان ينهى عن بيع اللحم بالحيوان))

''سعید بن میب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع سے روکتے تھے۔''

تخريج: سنن الكبرى للبيهقى، كتاب البيوع. باب بيع اللحم بالحيوان: ٥/ ٢٩٦، ٢٩٧، طبع نشر السنة ملتان۔ سنن الدار قطنى، كتاب البيوع ج٢، ص: ٦٧٥، رقم الحديث: ٣٠٢٤، طبع دارالمعرفة بيروت۔ موطا امام مالك ج٢، ص: ٦٥٥ رقم الحديث: ١٣٣٥، طبع دار احياء التراث العربي۔ شرح السنة للبغوى، كتاب البيوع باب بيع اللحم بالحيوان ج٨ ص ٧٦ رقم الحديث: ٢٠٦٦، طبع المكتب الاسلامى بيروت.

فقه حنفي:

ويجوز بيع اللحم بالحيوان. ''زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع جائز ہے۔''

[هداية اخرين ج٣، كتاب البيوع، باب الربوا ص: ٨١]

حدیث نبوی ﷺ:

۹۴: ((عن سعد بن ابى وقاص رضي الله عنه قال سالت رسول الله ﷺ عن شرى التمر بالرطب فقال اينقص الرطب اذا يبس قال نعم فنهى عن ذلك))

''سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا سوکھی کھجور کو تازہ کھجور کے بدلے خریدنے کے بارے میں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تازہ کھجور جب خشک ہو جائے تو کم ہو جاتی ہے؟ کہا ہاں، آپ نے اس سے منع فرمادیا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج: نسائی، کتاب البیوع، باب اشتراء التمر بالرطب، رقم الحدیث: ٤٥٥٠۔ ابوداود، کتاب البیوع، باب فی التمر بالتمر، رقم الحدیث: ٣٣٥٩۔ ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء عن النھی عن المحاقلة والمزابنة، رقم الحدیث: ١٢٢٥۔ ابن ماجه، ابواب التجارات، باب بیع الرطب بالتمر، رقم الحدیث: ٢٢٦٤.

فقه حنفی:

یجوز بیع الرطب بالتمر مثلا بمثل.

''تازہ کھجور کی بیع خشک کھجور کے ساتھ، بطور برابری کے جائز ہے۔''

[ھدایة آخرین، کتاب البیوع، باب الربوا ص: ٨٣]

حدیث نبوی ﷺ:

٩٥: ((عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ رخص فی بیع العرایا بخرصها من التمر فی ما دون خمسة اوسق او فی خمسة اوسق شك داود بن الحصین))

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے بارے میں بیع عرایا کی رخصت دی ہے۔ جب وہ (کھجور) پانچ وسق تک پہنچ جائے۔''

تخریج: بخاری، کتاب البیوع، باب بیع التمر علی روس النخل بالذھب والفضة، رقم الحدیث: ٢١٩٠ بلفظ مختلفة۔ مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا، رقم الحدیث: ٣٨٩٢.

فقه حنفی:

فلا یجوز بطریق الخرص. ''اندازے (عرایا) کے طریق پر بیع کرنا جائز نہیں ہے۔''

[ھدایه آخرین، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد ج٣ ص: ٥٣]

حدیث نبوی ﷺ:

٩٦: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه اصاب ارضا بخیبر فاتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب مالا قط انفس عندی منه فما تامرنی به قال ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها فتصدق بها عمر انه لا یباع اصلها ولا یوھب ولا یورث وتصدق بها فی الفقراء وفی القربی وفی الرقاب وفی سبیل الله وابن السبیل والضیف لا جناح علی من ولیها ان یاکل منها بالمعروف او یطعم صدیقا غیر متمول فیه)).

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے نزدیک نفیس ترین مال وہ زمین ہے، جو مجھے خیبر میں ملی، اس کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا کہ اگر تو چاہے (تو یہ کر سکتا ہے) اس کی ملکیت اپنے پاس رکھے اور اس کی پیداوار صدقہ کر دے، اس لیے کہ ملکیت کو (یعنی وہ چیز جس کو وقف کر دیا جائے اس کو) نہ بیچا جا سکتا ہے، نہ وہ ورثہ میں دی جا سکتی ہے، ہاں اس کی پیداوار فقرا میں، قریبی رشتہ داروں میں، غلام آزاد کرنے میں، اللہ کے رستے میں، مسافر اور مہمان کو دینے میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور جو اس کا نگران ہے اس کو معروف طریقے سے کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الوصایا، باب الوقف و کیف یکتب ص: ۹۹۔ ۳۹۸، رقم الحدیث: ۲۷۷۲۔ مسلم ج۲، کتاب الوصیة، باب الوقف، رقم الحدیث: ٤٢٢٤.

فقه حنفي:

قال ابو حنيفة لا يزول ملك الواقف عن الوقف الا ان يحكم به الحاكم .

"جب تک حاکم فیصلہ نہیں دیتا تب تک وہ وقف کرنے والے کی ملکیت ہی رہے گی۔"

[هداية اولين ج۲، كتاب الوقف ص: ٦٣٦]

حدیث نبوی ﷺ:

٩٧: ((عن جابر رضی اللہ عنہ انـه سمع رسول الله ﷺ يـقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام))

"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں فرما رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔"

تخریج: بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، رقم الحدیث: ۲۲۳٦۔ مسلم، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة الخ، رقم الحدیث: ٤٠٤٨.

فقه حنفي:

واذ امر المسلم نصرانيا بيع خمر او بشراء ها ففعل ذلك جاز عند ابى حنيفة . "اگر مسلمان عیسائی کو شراب کی خرید وفروخت کا حکم دے تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔" [هداية آخرين ج۳، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد ص: ٥٨]

حدیث نبوی ﷺ:

٩٨: ((عن عبدالله بن ابى صعير ابيه رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اما فقيركم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فيرد عليه اكثر مما اعطاه))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فقیروں کو فطرانہ دینے سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ (یعنی فقیر بھی صدقہ فطر ادا کرے)"

تخریج: ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب من روی نصف صاع من قمح، رقم الحدیث: ۱۶۱۹۔

فقہ حنفی:

صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكا النصاب.

"صدقہ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جب وہ زکوۃ کے نصاب کا مالک ہو۔"

[هداية اولين، ج ۱، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ص: ۲۸]

حدیث نبوی ﷺ:

مسئلہ ۸۲ میں حدیث گزری، جس کے الفاظ ہیں:

99: ((تحريمها التكبير))

"نماز میں داخل ہونے کے لیے صرف تکبیر ہے۔"

تخریج: جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی تحریم الصلاۃ وتحلیلها رقم الحدیث: ۲۳۸، ج ۱، ابن ماجه، کتاب الطهارة وسننها، باب مفتاح الصلاۃ الطهور رقم الحدیث: ۲۸۶، ج ۱، ص ۲٤

نیز ایک اور حدیث میں ہے:

((كان اذا دخل فى الصلاة كبر)) "رسول اللہ ﷺ نماز میں داخل ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے۔"

تخریج: بخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، رقم الحدیث: ۷۳۹۔

فقہ حنفی:

فان قال بدل التكبير الله اجل او الله اعظم او الرحمن اكبر او لا اله الا الله او غيره من اسماء الله تعالى اجزءه عند ابى حنفية.

"اگر نماز پڑھنے والا اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل، اللہ اعظم، الرحمٰن اکبر، لا الہ الا اللہ یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے دوسرے اسماء میں سے کوئی اور نام کہتا ہے تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔"

[هداية اولين ج ۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ص: ۱۰۰]

فان افتتح الصلاة بالفارسى او قراء بالفارسية او ذبح وسمى بالفارسية وهو يحسن العربية اجزاه عند ابى حنيفة.

"اگر نماز کو فارسی سے شروع کیا یا قراءت فارسی میں کی یا جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ فارسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پڑھی اور وہ عربی زبان سے اچھی طرح واقف بھی ہے تب بھی ابوحنیفہ کے نزدیک (اس طرح کرنا) جائز ہے۔" [هداية اولين ج ١، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ص: ١٠١]

حدیث نبوی ﷺ:

100: ((عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال صليت مع النبی ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى على صدره))

"سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر انہیں اپنے سینے پر رکھ لیا۔"

تخریج: رواه ابن خزيمة فى كتاب الصلاة، باب وضع اليمين على الشمال فى الصلاة، رقم الحديث: ٤٧٩.

فقه حنفی:

ويتعمد بيده اليمنى على اليسرى تحت سرة .

"نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔"

[هداية اولين ج ١، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص: ١٠٢]

اس کے علاوہ خود اس فقہ میں کئی ایسے مسائل ہیں جو بیان کرنے کے قابل بھی نہیں بلکہ انہیں لکھنے سے قلم شرماتا ہے لیکن احقاق حق کے لیے مجبوراً ذیل میں چند ایسے مسائل کا تذکرہ قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے برائے مہربانی مندرجہ ذیل مسائل کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش فرمائیں کہ یہ مسائل کس آیت یا نبی ﷺ کے کس فرمان سے مستنبط ہیں۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

مسئله نمبر ١: قدر الدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلاة معه .

(هداية: ج ١، ص ٧٤) وهذا فى قاضى خان وعالمگیری وغيرهما)

"یعنی درہم کے بقدر غلیظ نجاست مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹھ، گدھے کا پیشاب، کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس صورت میں نماز جائز ہے۔"

مسئله نمبر٢: قال مشائخنا من صلّى وفى كمه جر وتجوز صلوٰة .

(شامی: ج ١، ص ٢٠٨)

اور درالمختار جلد ا صفحہ ۲۰۸ علی ہامش الشامی میں ہے کہ "وصلوٰة حامله ولو كبيراً" یعنی اگر چھوٹا یا بڑا کتا اٹھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتی صاحب! تبھی تو اپنے دور میں انگریزوں نے فقہ حنفی کو محمدن لان قرار دیا تھا کیونکہ جس مذہب کی نماز کتا زینت ہوسکتا ہے وہ ان کے نزدیک پسندیدہ ہے لہٰذا انگریزوں کے نزدیک مقبول ہونا باعث تعجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: قبلت المرأة المصلیٰ ولم یشتهها لا تفسد صلاته.

(شامی: ج ۱،ص ۶۲۸)

''یعنی مصلیٰ کو اگر اس کی بیوی حالت نماز میں بوسہ دے لے اور اسے شہوت نہ آئے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔''

مفتی صاحب! عمل قلیل اور عمل کثیر کا مسئلہ کہاں گیا؟ اصل میں بیوی کی شہوت کا بڑا احترام کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ٤: وان تعمد الحدث فی هذه الحالة اوتکلم اوعمل عملاً ینافی الصلاة تمت صلاته. (هدایة: ج ۱،ص ۱۳۰)

''یعنی حالت تشہد میں نمازی جان بوجھ کر ہوا خارج کردے یا نماز کے منافی کوئی کام کرے، پھر بھی اس کی نماز ہوجائے گی۔''

مفتی صاحب! نماز تو کھیل وتماشا ہوا۔

مسئلہ نمبر ٥: لو صلیٰ وفی عنقه قلادة سن کلب اوذئب تجوز صلوته.

(قاضی خان: ج، ص ۱۱)

''یعنی کتے یا بھیڑیا کے دانتوں سے بنا ہوا ہار گلے میں پہن کر نماز پڑھے تو نماز ہوجائے گی۔''

مفتی صاحب! بہت اچھی زینت ہوگی آیت ''خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' (الاعراف:۳) مسجد میں حاضری کے وقت زینت اختیار کیا کرو۔ پر خوب عمل ہوگا۔

مسئلہ نمبر ٦: وکذا اذا اصابت النجاسة لحسها بلسانه حتیٰ ذهب اثرها وکذا السکین اذا تنجس فلحسه بلسانه ومسحه بریقه.

(قاضی خان: ج ۱،ص ۱۱)

''یعنی نجاست لگی ہوئی چیز زبان کے ساتھ چاٹنے سے پاک ہوجائے گی اسی طرح پلید چاقو یا چھری بھی چاٹنے سے پاک ہوجائے گی۔''

مفتی صاحب! مزے کا مزا اور طہارت کی طہارت۔ سبحان اللہ فقہاء نے کیسے اعماق نظر وتدبر وخوض سے کام لیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ نمبر ۷: فرج البهيمة كفيها لا غسل منه بغير انزال .

(شامی: ج ۱،ص ۱٦٦)

"یعنی جانور کی شرمگاہ اس کے منہ کی طرح ہے اس میں وطی کرنے والے پر انزال کے بغیر غسل نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۸: واما فی دبر نفسه فرجع فی النهر عدم الوجوب الا بالانزال . (درمختار: ج ۱،ص ۱٦٢)

"یعنی اپنی ہی دبر میں اپنے ذکر کے ساتھ وطی کرنے والے پر انزال نہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہیں۔"

مفتی صاحب! آزما کر دیکھا ہے؟ اس طرح ممکن ہے؟

مسئلہ نمبر ۹: ولا عند ادخال اصبع ونحوه كذكر غير آدمى وذكر الخنثىٰ وميت وصبى لا يشتهى وما يصنع من خشب فى الدبر او القبل على المختار ولا عند وطى بهيمة او ميتته أو صغيره غير مشتهاة.......... فلا يلزم الا غسل الذكر بلا انزال . (درمختار: ج ۱،ص ۱٦٦)على هامش الشامى)

"یعنی دبر یا قبل میں انگلی یا آدمی کے علاوہ کسی اور کا ذکر یا خنثیٰ مشکل (جسے مردانہ وزنانہ دونوں عضو ہوتے ہیں) کا ذکر یا کسی میت کا یا نابالغ لڑکے کا یا لکڑی سے بنا ہوا عضو داخل کرنے سے یا کسی جانور یا مردہ عورت یا نابالغ لڑکی سے وطی کرنے سے ان سب حالات میں انزال نہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔"

مفتی صاحب! خوب آسانی کی ہے۔ ان الدین یسر (دین آسان ہے) کی تقاضا بھی یہی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰: ولو جامع ميتة اوبهيمة فلا كفارة عليه انزل اولم ينزل .

(هداية،ج ۱،ص ۲۱۹ اوقاضى خان ج ۱،ص ۹۸)

"یعنی مردہ عورت یا جانور سے حالت روزہ میں وطی کرنے والے پر کوئی کفارہ نہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔"

مفتی صاحب! کام سے کام رند کے رند رہے ہاتھ سے ایمان بھی نہ گیا۔

مسئلہ نمبر ۱۱: واذا ولج الرجل رجلاً فعليهما القضاء والغسل وانزل اولم ينزل ولا كفارة فيه . (قاضی خان، ج ۱، ص ۹۹)

"یعنی کوئی شخص حالت روزہ میں کسی شخص سے لواطت کرے تو اس پر روزہ کی قضا کرنا اور غسل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہے لیکن کفارہ نہیں۔"

مفتی صاحب! عجیب تربیت وتہذیب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲: او مس فرج بهيمة او قبلها فانزل اى لا يفسد صومه .

(درمختار: ج۲،ص۳۹۹ على هامش الشامی)

"یعنی اگر جانور کی شرمگاہ کو چھونے اور اسے بوسہ دینے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔"

مفتی صاحب! وہ شوقین جا کر ہاتھ ماریں جنہوں نے تمہاری فقہ نہیں پڑھی۔

مسئلہ نمبر ۱۳: لا حرم للمدينه عندنا .

(درمختار على هامش الشامی: ج۲،ص۶۲۶)

"یعنی ہم (احناف) کے نزدیک مدینہ حرم نہیں۔"

مفتی صاحب! پھر حج کرنے والے کو حاجی الحرمین کیوں کہتے ہو؟

مسئلہ نمبر ۱۴: امالو دخل بها صغيرة لا تشتهى فطلقها فاعتدت بالاشهر ثم تزوجت بغيره فجاء ت ببنت حل لواطى امها قبل الا شتهاء التزوج بها . (شامی: ج۳،ص۳۰)

"یعنی چھوٹی بچی کے ساتھ نکاح کر کے اور دخول بھی کیا پھر طلاق دے دی اور اسے نے عدت گزار کر دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا اور اس سے بچی پیدا ہوئی تو اس کے ساتھ اس کی ماں کے پہلے شوہر سے نکاح کرنا حلال ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۵: وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره۔(شامی: ج۳، ص۳۲)

"یعنی اگر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر کسی عورت کے ساتھ وطی کی تو اس کے ساتھ حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس موطوءۃ کی بہن، ماں یا بیٹی کے ساتھ نکاح کرے۔ اسی طرح عالمگیری جلد۱ صفحہ ۲۷۷ میں بھی مرقوم ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۶: صغيرة فزعمت فى المنام فهربت الىٰ فراش ابيها وهى عريانة وانتشرلها ابوها وهى ثمان سنة قال الشيخ ابوبكر محمد بن الفضل اخشىٰ ان تحرم والدتها على ابيها . (فتاوى قاضى خان: ج۱،ص۱۶۶)

"یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کو اجرت دے کر زنا کے لیے طلب کرے اور اس سے زنا کا ارتکاب کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۱۸: وكذالك لو تزوج بذات رحم محرم كالبنت والاخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والام والعمة والخالة وجامعها لا حد عليه في قول ابي حنيفة وان قال علمت انها حرام على عندابي حنيفة . (قاضي خان: ج ٤،ص٨١٢)

''یعنی اگر کسی محرم عورت مثلاً بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح کر کے اس کے ساتھ وطی کرے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں اگر چہ یہ بھی کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔''

مسئلہ نمبر ۱۹: ومن اتىٰ امراة في الموضع المكروه او عمل عملاً قوم لوط فلاحد عليه عند ابي حنيفة . (هدايه: ج٢،ص٥١٦)

''یعنی بیوی سے دبر میں جماع کرے یا کسی لڑکے کے ساتھ لواطت کرے اس پر کوئی حد نہیں۔''

مسئلہ نمبر ۲۰: ومن وطئي بهيمة فلاحد عليه لانه ليس في معنى الزنا . (هدايه: ج٢،ص٥١٧)

''یعنی اگر جانور سے وطی کر لے تو اس پر حد نہیں کیونکہ یہ کام زنا کے حکم میں نہیں۔''

مفتی صاحب! امید ہے کہ اب زنا کا جرم سامنے نہیں آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۱: العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوها لا يجوز وانكان غير مستبين الخلق يجوز واما في زماننا يجوز على كل حال وعليه الفتوىٰ . (فتاوىٰ عالمگيري: ج٥،ص٣٥٦)

''یعنی مفتی بہا قول کے مطابق علاج کرا کے حمل گرانا جائز ہے اگر چہ اس کی تخلیق مثلاً ناخن، بال وغیرہ ظاہر ہو چکی ہو۔''

مفتی صاحب! جزاکم اللہ بہترین صورت تجویز فرمائی گئی ہے کتنے ہی عیب داروں کی پردہ پوشی ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۲۲: رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوىٰ . (الدرالمختار على هامش الشامي: ج١،ص٢١٠)

''یعنی پیاسے آدمی کو شراب پینے کی اجازت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

مفتی صاحب! بہتر ہے کہ احتیاطاً شراب کی بوتل ہمراہ ہونی چاہیے جو بروقت کام آسکے۔ الضرورات تبيح المحضورات.

مسئلہ نمبر ۲۳: ولا في سرقة المصحف وان كان عليه حلية........... ولا يقطع في ابواب المسجد .... ولا يقطع على سارق الصبي الحروان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كـان عليه حلى......... ولا قطع على النباش........ ولا يقطع السارق من بيت المال لانه مال العامة وهو منهم......... واذا نقب اللص البيت فدخل واخـذ الـمـال وناوله آخر خارج البيت فلا قطع عليهما......... ومن نقب البيـت وادخل يده فيه فاخذ شيئا لم يقطع......... ان سرق من القطار بعيراً او جملاً لم يقطع . (هدايه: ج٢،ص٥٤٠ الى صج٢،ص٥٤٧)

”یعنی قرآن پاک کو چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگر چہ اس پر سونہ، چاندی وغیرہ لگی ہوئی ہو۔ اسی طرح بیت اللہ کے دروازے چرانے والے یا بچے چرانے والے اگر چہ اس (کے گلے میں) زیور پہنا ہوا ہو اور کفن چور اور بیت المال سے چوری کرنے والے کیونکہ یہ عوام کا خزانہ اور چور بھی عوام کا ایک فرد ہے اور گھر میں داخل ہو کر سامان اٹھا کر باہر والے شخص کو دے یا بازو اندر داخل کر کے سامان اٹھائے یا قطار سے اونٹ یا سامان چرائے تو ان سب صورتوں میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“

مفتی صاحب! چور آپ لوگوں کو بہت دعائیں دیں گے کہ آدھ سے زیادہ سزاؤں سے بچ جائیں گے باقی جن کو سزا ہوئی وہ آئندہ ایسی چوریاں کریں گے جن میں ان پر قطع ید آتا ہی نہیں۔

مسئله نمبر ٢٤: واذا ادعـى السارق ان العين المسروقة ملكه سقط القطع عنه وان لم يقم بيته معنا ه بعد ماشهد الشاهدان بالسرقة .

(هدايه: ج٢،ص٥٥١)

”یعنی اگر چور یہ دعویٰ کرے کہ مسروقہ چیز میری اپنی (ذاتی) ہے اور اس کے لیے اس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہ ہو تو اس پر سے قطع ید کا حکم ساقط ہو جائے گا اگر دو شاہد چوری کرنے پر گواہی بھی دے دیں۔“

مفتی صاحب! کمال ہے کہ مسروقہ چیز بھی اسے مل گئی اور سزا بھی ختم ہو گئی یہ تمہارے احسانات چور قیامت کے دن ہی اتار سکیں گے۔

مسئله نمبر ٢٥: يجوز ان يستمنى بيد زوجته وخادمته .

(شامی : ج ٢،ص٣٩٩)

”یعنی اپنی بیوی یا خادمہ سے مشت زنی کروائے تو جائز ہے۔“

مفتی صاحب! آخر عیش بھی تو ضروری ہے اور یورپ والوں کو علم نہیں ہو سکا ورنہ تمہارے لیے وظیفے مقرر کر دیتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ نمبر ۲۶: اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأته قد قیل یکرہ وقد قیل بخلافه. (عالمگیری: ج۵،ص۳۷۲)

''یعنی اپنی بیوی کے منہ میں عضو مخصوص کو ڈالے تو بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔''

مسئلہ نمبر ۲۷: اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لاباس به.

(درمختار علی هامش الشامی: ج٦،ص٣٤١ وقاضی خان: ج٤،ص٧٨٠)

''یعنی خنزیر کے دودھ سے پالے ہوئے بکری کے بچے کے گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

مفتی صاحب! کتنا مزیدار گوشت ہوگا یو پی کے علاقے میں اس طرح کے کتنے بکریوں کے بچے مل جائیں گے۔''

مسئلہ نمبر ۲۸: وان وقع للنساء شك فی امرها فانها تمتحن قال بعضهم تومر حتیٰ تبول علی الجدار فان امکنها ان ترمی فهی بکر والا فهی ثیب وقال بعضهم تمتحن ببیضة الدیك فان وسعتها فهی ثیب وان لم تسعها فهی بکر. (عالمگیری: ج۱، ص۲۲-۵۲۳)

''یعنی اگر کسی عورت کے متعلق شک ہو کہ وہ باکرہ ہے یا ثیبہ تو پھر اس کا امتحان لیا جائے گا اس کی دو صورتیں ہیں بعض نے کہا کہ اسے دیوار پر پیشاب کرنے کا حکم دیا جائے گا اگر پیشاب سیدھا دیوار پر آ گرے تو وہ باکرہ ہے ورنہ ثیبہ بعض نے کہا کہ اس کا امتحان مرغی کے انڈے کے ساتھ لیا جائے گا اگر انڈا اس کے اندر پورا آ جائے تو وہ ثیبہ ہے ورنہ باکرہ۔''

مفتی صاحب! جن بادشاہوں اور امیر لوگوں کے لیے کنواری لڑکیوں کی تلاش کی جائے گی تو ان کی بکارت (کنوار پن) پر انہیں یقین بھی تب ہی آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۹: ومن ادعت علیه امرأة انه تزوجها واقامت بینة فجعلها القاضی امرأته ولم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها. (هدایه: ج۲،ص۳۱۳) وکذالك لوادعی علیها النکاح فحکمه کذالك.

(عالمگیری: ج۳،ص۳۱۳)

''یعنی کسی عورت نے کسی شخص کے متعلق جو اس کا شوہر نہیں یہ دعویٰ کر دیا کہ اس کا اس کے ساتھ نکاح ہے اور جھوٹے شاہد بھی پیش کرتی ہے اور قاضی نے اسے اس کی بیوی قرار دے دیا تو وہ اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے اور اسی طرح کوئی شخص کسی عورت کے متعلق نکاح کا دعویٰ کر دیتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کا حکم بھی وہی ہے۔ یعنی قاضی نے اس عورت کو اس کی بیوی قرار دے دیا تو اس کے ساتھ رہ سکتا ہے اور اس کے ساتھ جماع دوسرے لفظوں میں زنا بھی کر سکتا ہے۔"

مفتی صاحب! پھر لوگ آپ سے نکاح بھی نہیں پڑھوائیں گے اور کسب (کمائی) رک جائے گا۔ آپ کی مرضی اب دیکھتے ہیں اپنے اوپر بھی یہ چھری پھیرتے ہو یا نہیں؟

مسئلہ نمبر ۳۰: اذا ذبح كلبه وباع لحمه جاز وكذا اذا ذبح حماره وباع لحمه ...... ويجوز بيع لحم السباع والحمر المذبوحة في الرواية الصحيحه . (عالمگیری: ج۳، ص۱۱۵)

"یعنی کتا، گدھا یا کوئی درندہ ذبح کر کے اس کا گوشت بیچے تو جائز ہے۔"

مفتی صاحب! آج کل جو اس طرح کے کیسز آتے ہیں تو وہ غلط ٹھہریں گے اگر وہ گوشت بیچا گیا اور کھا لیا گیا تو (کوئی بات یا حرج نہیں)

مسئلہ نمبر ۳۱: ولو القیٰ في الخمر سمكا او ملحا واتخذ من ذالك مربا لابأس به . (قاضی خان)

"یعنی شراب میں مچھلی یا نمک ملا کر مربہ بنایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۳۲: البيضة خرجت من دجاجة ميتة اكلت .

(عالمگیری: ج ۵، ص۳۳۹)

"یعنی مردہ مرغی سے انڈا نکل آئے تو کھایا جائے گا۔"

مفتی صاحب! پھر جنین کیسے حرام ہوا۔ آخر ماں گئی تو اولاد نہیں چھوڑی جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۳۳: ويحرم القدح المسكر منه وهو الذي يعلم يقينا او بغالب الرأي ."

"یعنی شراب کی وہی مقدار پینا حرام ہے جس کے متعلق یقین یا ظن غالب ہو کہ اس کے ذریعہ سے نشہ ہو جائے گا۔ یعنی اس سے کم کتنا بھی شراب پی لے وہ حرام نہیں۔"

مفتی صاحب! آپ لوگوں نے عیش پرستوں کو بچا ہی لیا ہے کہ ایک دو پیالے پیتے رہیں گے جس طرح نشہ نہ ہو اور آپ کو دعائیں کرتے رہیں گے۔

مسئلہ نمبر ۳۴: وكذالك لو قضى (يعني القاضي) بالطلاق بشهادة الزور مع علمها حل لها التزوج بآخر بعد العدة وحل الشاهد تزوجها وحرمت على الاول . (عالمگیری: ج۱، ص۲۸۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی جھوٹے شاہدوں کی شہادت پر اگر قاضی طلاق کی دعویٰ کو بحال کر دے تو وہ عورت اس شوہر کے لیے حرام ہوگئی وہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے اگر شاہدوں میں سے کوئی اس سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔"

مفتی صاحب! پھر امر طمع ولالچ پر کتنے ہی شاہد تیار ہو جائیں گے کہا جائے گا کہ تمہاری فقہ اندھی اونٹنی کی طرح ہے جہاں اسے چاہو پھیر دو۔

مسئلہ نمبر ۳۵: والذی رعف فلا یرقأ دمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئًا من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا بأس به قیل لو کتب علی جلدسیت قال ان کان فیه شفاء جاز . (قاضی خان : ج ٤،ص ٧٨٠)

"یعنی نکسیر کا خون نہ رک رہا ہو تو خون کے ساتھ پیشانی پر قرآن پاک لکھا جائے تو جائز ہے۔ اسی طرح شفا کے لیے پیشاب کے ساتھ قرآن شریف لکھنا یا مردار کی کھال پر لکھنا جائز ہے۔"

مفتی صاحب! تمہارے نزدیک قرآن کریم کا بھی یہ احترام ہے۔ شرم، شرم، شرم۔

مسئلہ نمبر ۳۶: ویجدد نکاح امرأته عند الشاهدین فی کل مرة او مرتین بحضور شاهدین . (شامی : ج ١،ص ٤٢)

"یعنی ہر ماہ ایک یا دو مرتبہ دو شاہدوں کے روبرو احتیاطاً اپنے نکاح کی تجدید کرے، یعنی ممکن ہے کہ پہلا نکاح نہ ہوا ہو یا فسخ ہو گیا ہو۔"

مفتی صاحب! کبھی اس نچوڑ پر عمل کیا ہے؟ بڑا کمائی کا راستہ ہے یہ مہنگائی کا دور ہے اور نکاح پڑھانے کی اجرت کم از کم پانچ یا دس روپے ہوگی۔ (اب تو مہنگائی اور بڑھ گئی ہے اور اس دور میں مولوی حضرات ۱۰۰۰ سے ۵۰۰۰ روپے لیتے ہوں گے۔) (مترجم)

مسئلہ نمبر ۳۷: ویتخذ جلده (یعنی الکلب) مصلیٰ ودلواً .

(درمختار علی هامش الشامی : ج ١،ص ٢٠٨)

"یعنی کتے کی کھال سے نماز پڑھنے کے لیے مصلیٰ یا کنویں کے لیے ڈول بنایا جائے تو درست ہے۔"

مفتی صاحب! بہت اچھا مصلیٰ بنے گا۔ حجاز سے لانے کی تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتنے ہی کتے گھوم رہے ہیں ایک کو پکڑ کر ذبح کر کے گوشت بیچ دیا جائے اور اس کے دانتوں سے خاص نماز میں زیب تن کرنے کے لیے ہار بنا لیا جائے باقی رہی کھال آدھی تو اس کھال سے مصلیٰ بنا لیں اور آدھی سے ڈول جو کہ کنویں پر رکھنے کے کام آجائے گا جس سے باآسانی کنویں سے پانی نکال سکتے ہیں۔ ایک ہی چیز کتنی مفید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔قربان جائیں ایسی فقاہت پر۔

مسئلہ نمبر ۳۸: ثم الاحسن زوجة . (درمختار: ج ۱،ص ۳۷۸)

یعنی علی الترتیب امامت کے حقداروں کے بیان میں) ’’پھر وہ امامت کرائے جس کی بیوی دوسرے لوگوں کی بیویوں سے زیادہ خوبصورت ہو۔‘‘

مفتی صاحب! خوبصورتی سے مراد معلوم نہیں کیا ہے۔’’وللناس فیما یعشقون مذاھب‘‘ امریکا سے امین منگوائیں جائیں گے کیونکہ وہاں ہر سال عالمی حسینہ کا انتخاب ہوتا ہے۔ سچ ہے کہ اس مسئلے کے بعد آپ کو خود آپ کا ضمیر ملامت نہ کرتا ہوگا۔فقہاء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ ایسا امام فضول خیالات سے پرہیز کرنے والا ہوگا۔ (اگرچہ مشاہدہ میں اس کے برعکس ثابت بھی ہو جائے) لیکن سوال تو انتخاب کا ہے۔ اس کے لیے سوچنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۳۹: اذا اراد ان یحیل لامتناع وجوب الزکوٰة لما خاف ان لا یؤدی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یشق به ویسلمه الیه ثم یستوھبه . (فتاویٰ سراجیه علی ھامش القاضی خان،ص ۱۵۲)

’’یعنی جو شخص چاہے کہ زکوٰۃ بھی ادا نہ کروں اور گناہ سے بھی بچ جاؤں اس کے لیے یہ حیلہ ہے کہ سال مکمل ہونے سے پہلے ایسے معتمد شخص کو اپنی ملکیت ہبہ کردے جس سے واپس بھی لے سکے بعد میں اس سے ہبہ کروالے۔‘‘

مفتی صاحب! بہت اچھی تجویز پیش کی ہے۔خوامخواہ لوگ چٹیوں میں پڑے ہوئے ہیں سوان سے بھی چھوٹ جاؤ اور گناہ سے بھی بچ جاؤ،لیکن ذرا خیال رکھنا کہ اس راز کا علم کراماً کاتبین کو نہ ہو سکے۔﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق: ۹)

مسئلہ نمبر ۴۰: ویطھر لبن وعسل وسحن ودھن بغلی ثلاثا ولحم طبخ بخمر بغلی وتبرید ثلاثا . (درمختار علی ھامش الشامی: ج ۱،ص ۳۳۴)

’’یعنی دودھ شہد، گھی اور تیل وغیرہ نجس ہو جائے تو تین مرتبہ آگ پر جوش دلانے سے پاک ہو جائے گا۔اسی طرح شراب میں پکا ہوا گوشت بھی تین مرتبہ جوش دلا کر ٹھنڈا کرنے سے پاک ہو جائے گا۔‘‘

مفتی صاحب! کمال ہے آپ لوگوں نے بچا ہی لیا ہے، آخر کیوں اپنی چیز چھوڑی جائے۔ نبی ﷺ بھی ایسی فقاہت سے محروم رہے لیکن یہ فقہاء حضرات کو نصیب ہوئی۔

الغرض! فی الوقت یہ چالیس مسائل عرض کیے ہیں برائے مہربانی بتایا جائے کہ کس آیت مبارکہ یا کس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث شریف سے مأخوذ ہیں؟؟؟ کیا ابھی بھی موجودہ فقہ کو قرآن وحدیث کا نچوڑ وخلاصہ کہنے کی جرأت کرو گے کچھ تو رب تعالیٰ سے ڈرو۔

اس کے علاوہ اگر یہ فقہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے تو اس میں اختلاف وتناقض وتعارض کیوں ہے؟ چاروں مذاہب کی کتب فقہ سامنے رکھیں ایک ہی چیز شافعی مذہب میں حلال تو حنفی مذہب میں حرام ایک کام مالکیوں کے نزدیک جائز تو حنابلہ کے نزدیک ناجائز۔ مثلاً مسح رأس کا مسئلہ تمہارے نزدیک ربع الرأس شوافع کے ہاں ثلاث شعرات اور مالکیوں کے نزدیک استیعاب الرأس کما ذکرہ صاحب الهدایه اور حنابلہ کے نزدیک اختیار کما فی کتبهم خود فقہ حنفی میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کا حکم ایک طرف ہے تو ابو یوسف کچھ کہتے ہیں اور محمد شیبانی کچھ اور کسی مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ابو یوسف ہے تو محمد الگ اور کہیں ان کے ساتھ محمد ہے تو ابو یوسف جدا اور کہیں تو زفر کا قول سب سے مختلف ہے۔ ایسی امثلہ سے کتب فقہ بھری ہوئی ہیں ذیل میں ہدایہ سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں۔

نمبر ۱: المرفقان والکعبان یدخلان فی الغسل خلافاً للزفر۔

(هدایه: ج ۱، ص ۱۶)

”یعنی ہمارے نزدیک بازو اور پاؤں دھونے میں کہنیاں اور ایڑیاں شامل ہیں (یعنی بازو اور پاؤں دھوتے وقت کہنیوں اور ایڑیوں کو دھونا بھی لازم ہے۔) جب کہ زفر کہتے ہیں کہ لازم نہیں۔“

نمبر ۲: فان قاء بلغما فغیر ناقض عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابو یوسف ناقض اذا ملأ الفم۔ (هدایه: ج ۱، ص ۲۵)

”یعنی امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک بلغمی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب کہ ابو یوسف کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔“

نمبر ۳: الماء المستعمل لا یطهر الاحداث......... وقال زفر وهو احد قول الشافعی ان کان المستعمل متوضأ فهو طهور وان کان محدثا فهو طاهر غیر طهور......... وقال محمد وهو روایة عن ابی حنیفة وهو طاهر غیر طهور......... وقال ابو حنیفه وابویوسف هو نجس......... ثم فی روایة الحسن عن ابی حنیفة نجاسة غلیظة .... وفی روایة ابی یوسف عنه وقوله نجاسة خفیفة۔ (هدایه: ج ۱، ص ۳۸)

”یعنی یہ مسئلہ ماء مستعمل کے متعلق ہے کہ وہ طاہر (پاک) ومطہر (پاک کرنے والا) ہے یا کہ نجس؟ زفر کہتے ہیں اگر مستعمل پانی متوضی کا استعمال شدہ ہے تو مطہر ہے اور اگر غیر متوضی کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال شدہ ہے تو نہیں اور محمد نے کہا کہ طاہر ہے لیکن مطہر نہیں ایک روایت میں امام ابو حنیفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور امام ابو حنیفہ کے دوسرے قول اور ابو یوسف کے قول کے مطابق نجس ہے جب کہ حسن بن زیاد نے امام صاحب سے نقل کیا ہے اگر ماء مستعمل سے نجاست غلیظہ دور کی گئی ہے تو نجس وگرنہ طاہر جب کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے نقل کیا ہے نجاست خفیفہ بھی موجب نجاست ہے۔“

نمبر ٤: فان بالت فیها شاة نزح الماء كله عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد لا ینزح الماء الا اذا غلب علی الماء الخ. “ (ج ١، ص ٤٢)

”یعنی اگر کنویں میں بکری پیشاب کر دے تو بقول ابو حنیفہ وابو یوسف کنویں کا مکمل پانی نکالا جائے گا اور بقول محمد جب تک پانی تبدیل نہ ہو تب تک نہیں نکالا جائے گا۔“

مفتی صاحب! الا ماغلب علیہ کی وجہ سے ہمارے اوپر تو ناراض ہو گئے ابن فرقد کے متعلق کیا کہو گے؟

نمبر ٥: سور الحمار والبغل مشكوك.......... ویروی نص محمد علی طهارته.......... وعن ابی حنیفه انه نجس. (ج ١، ص ٤٧-٤٦)

”یعنی گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے اور محمد کے نزدیک پاک ہے اور ابو حنیفہ کے نزدیک نجس۔“

نمبر ٦: وان حدث الامام او المقتدی فی صلاة تیمم وبنی عند ابی حنیفة وقال لا یتیمم. (ج ١، ص ٥٤)

”یعنی اگر جنازہ نماز میں امام یا مقتدی بے وضو ہو جائے تو بقول ابو حنیفہ تیمّم کر کے باقی نماز مکمل کرے اور بقول ابو یوسف ومحمد تیمّم نہیں کرے گا۔“

نمبر ٧: ولا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة الا ان یكون مجلدین او نعلین وقالا یجوز اذا كانا ثخینتین لا یشفیان. (ج ١، ص ٦١)

”یعنی جراب پر مسح جب تک چمڑے سے بنے ہوئے نہ ہوں تو جائز نہیں اور بقول ابو یوسف ومحمد موٹے کپڑے سے بنے ہوئے ہوں تو جائز ہے۔“

نمبر ٨: ولو اصاب البدن قال مشائخنا یطهر با الفرك لان البلوىٰ فیه اشد وعن ابی حنیفة انه لا یطهر الا بالغسل۔(ج ١، ص ٧٣)

”یعنی ہمارے مشائخ کے بقول جسم پر لگی ہوئی منی کھرچنے سے طہارت حاصل ہو جائے گی اور بقول ابو حنیفہ دھونے کے بغیر طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔“

نمبر ٩: فان افتتح الصلاة بالفارسیة او قرأ فیها بالفارسیة او ذبح وسمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالفارسية وهو يحسن العربية اجزأه عند ابی حنيفة وقالا لا يجزيه الا فی الذبيحة او ان لم يحسن العربية اجزأه. (ج ۱، ص ۱۰۱)

''یعنی عربی زبان جانتے ہوئے بھی فارسی میں نماز شروع کرے یا قرأت فارسی میں کرے یا ذبح کرتے وقت فارسی میں بسم اللہ کہے تو بقول ابو حنیفہ جائز اور بقول ابو یوسف و محمد ذبح کے علاوہ ناجائز ہے۔''

نمبر ۱۰: ان اقتصر على احدهما جاز عند ابی حنيفة وقالا لايجوز الاقتصار على الانف۔(ج ۱، ص ۱۰۸)

''یعنی بقول ابو حنیفہ سجدہ میں پیشانی یا ناک میں سے کوئی ایک ٹکالے تو درست ہے بقول ابو یوسف و محمد صرف ناک ٹکانا درست نہیں۔''

نمبر ۱۱: ويستحسن على سبيل الاحتياط فيما يروى عن محمد ويكره عندهما. (ج ۱، ص ۱۲۱)

''یعنی ابن الحسن کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحسن و بہتر ہے جب کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے۔''

نمبر ۱۲: ويكره لهن حضور الجماعات......... وقالا يخرجن فی الصلاة كلها. " (ج ۱، ص ۱۲۶)

''یعنی عورتوں کے لیے نماز کے لیے جماعت میں شمولیت کے لیے آنا مکروہ ہے اور ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ سب نمازوں میں (جماعت میں) شمولیت کے لیے نکل سکتی ہیں۔''

نمبر ۱۳: الوتر واجب عند ابی حنيفه وقالا سنة. " (ج ۱، ص ۱٤٤)

''یعنی ابو حنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور ابو یوسف و محمد وتر کو سنت کہتے ہیں۔''

نمبر ۱٤: واذا استشهد الجنب غسل عند ابی حنيفة وقالا لا يغسل. "

(ج ۱، ص ۱۸۳)

''یعنی جنبی شخص اگر شہید ہو جائے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور ابو یوسف و محمد کہتے ہیں نہیں دیا جائے گا۔''

نمبر ۱۵: ولا شئی فی الزيادة حتیٰ يبلغ الاربعين فيكون فيها درهم ثم فی كل اربعين درهما درهم وهذا عند ابی حنيفة وقالا مازاد على المأتين فزكوته بحسابه. " (ج ۱، ص ۱۹٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی نصاب سے زائد چالیس سے کم درہموں پر زکوۃ نہیں، اس کے بعد ابو حنیفہ کے نزدیک ہر چالیس پر ایک درہم اور بقول ابو یوسف ومحمد دوسو سے زائد نصاب ہی شمار ہوگا۔"

نمبر ۱۶: ثم تضم بالقيمة عند ابى حنيفة وعندهما بالا جزاء . "

(ج ۱،ص ۱۹۶)

"یعنی زکوۃ میں سونا کو چاندی کے ساتھ ملاتے وقت بقول ابو حنیفہ قیمت کا اعتبار ہوگا اور بقول ابو یوسف ومحمد وزن کا۔"

نمبر ۱۷: والصاع عند ابى حنيفة ومحمد ثمانية ارطال بالعراقى وقال ابو يوسف خمسة ارطال وثلاث وطل . " (ج ۱،ص ۲۱۰)

"یعنی صاع بقول ابو حنیفہ ومحمد عراقی آٹھ رطل ہے اور بقول ابو یوسف پانچ رطل اور ایک تہائی ہے۔"

نمبر ۱۸: ولواقطر فى احليله لم يفطر عند ابى حنيفة وقال ابو يوسف يفطر وقول محمد مظطرب فيه . " (ج ۱،ص ۲۲۰)

"یعنی اگر مخصوص عضو کے سوراخ میں کسی چیز کے قطرے داخل کرے تو بقول ابو حنیفہ روزہ فاسد نہیں ہوا اور بقول ابو یوسف روزہ فاسد ہوگیا اور محمد کا قول اس کے متعلق مشترکہ ہے۔"

نمبر ۱۹: ومن اصبح غير ناوٍ للصوم لاكفارة عليه عند ابى حنيفة وقال زفر عليه الكفارة......... وقال ابو يوسف ومحمد اذا اكل قبل الزوال تجب الكفارة . " (ج ۱،ص ۲۲٤)

"یعنی روزے کی نیت کے بغیر ہی صبح ہوگئی تو بقول ابو حنیفہ اس پر کفارہ نہیں اور بقول زفر کفارہ لازم ہے اور بقول ابو یوسف ومحمد زوال سے پہلے کچھ کھالیا تو کفارہ لازم ورنہ نہیں۔"

نمبر ۲۰: ولو بلغه الحديث فاعتمده فكذالك عند محمد لان قول الرسول ﷺ لاينزل عن قول المفتى وعن ابى يوسف خلاف ذالك لان على العامى الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فى حقه الى معرفة الاحاديث . " (ج ۱،ص ۲۲٦)

"یعنی کسی نے حالت روزہ میں سینگی لگوائی ا سے حدیث پہنچی کہ سینگی کی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا۔ اس لیے جان بوجھ کر کچھ کھالیا۔ بقول ابو یوسف اس پر کفارہ لازم ہے، کیونکہ عامی حدیث کو سمجھنے کا اہل نہیں۔ جب تک اسے کوئی مفتی فتویٰ نہ دے۔ اور بقول محمد اس پر کفارہ نہیں کیونکہ اس نے حدیث پر اعتماد کیا ہے اور نبی ﷺ کا فرمان مفتی کے قول سے کم نہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۲۱: ومن اغمی علیه فاهل عنه رفقاء ه جاز عند ابی حنیفه وقالا لا یجوز ." (ج ۱، ص ۲۵۵)

"یعنی بے ہوش آدمی کی طرف سے اس کے ساتھیوں نے احرام باندھا تو بقول ابوحنیفہ جائز اور بقول ابویوسف ومحمد ناجائز ہے۔"

نمبر ۲۲: فان ادهن بزیت فعلیه دم عند ابی حنیفة وقالا علیه الصدقه ."

(ج ۱، ص ۲۶۶)

"یعنی محرم اگر تیل لگائے تو بقول ابوحنیفہ اس پر دم (جانور ذبح کرنا) اور بقول ابو یوسف ومحمد صدقہ ہے۔"

نمبر ۲۳: ودم الاحصار علی الامر وهذا عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابویوسف علی الحاج ." (ج ۱، ص ۲۹۸)

"یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کا امر کرتا ہے احصار (بیماری، دشمن یا کسی سبب سے حج سے رک جانا) کی صورت میں بقول ابوحنیفہ ومحمد دم دینا آمر پر ہے اور بقول ابویوسف حج کرنے والے پر۔"

نمبر ۲۴: ثم جمیع المسمیٰ للتی حل نکاحها عندابی حنیفة وعندهما یقسم علی مهر مثلیهما ." (ج ۲، ص ۳۱۳)

"یعنی کوئی شخص ایک عقد میں دو عورتوں سے نکاح کرتا ہے جن میں سے ایک وہ ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح حلال نہیں۔ایسی صورت میں اس کا نکاح اس کے (جس کے ساتھ اس کا نکاح درست نہیں) ساتھ باطل ہے اور دوسری کے ساتھ نکاح درست ہے اور بقول ابوحنیفہ مقرر شدہ مہر اسے بھی ملے گا جس کے ساتھ اس کا نکاح درست ہے اور بقول ابو یوسف ومحمد دونوں میں سے ہر ایک کو مہر مثل کے اعتبار سے برابر تقسیم کیا جائے گا۔"

نمبر ۲۵: ولغیر العصبات من الاقارب ولایة التزویج عند ابی حنیفة .... وقال محمد لا تثبت وهو روایة عن ابی حنیفة وقول ابی یوسف فی ذالك مصطرب والاشهر انه مع محمد ." (ج ۲، ص ۳۱۸)

"یعنی عصبات کے علاوہ دیگر اقرباء کو بھی ولایت حاصل ہے جب کہ محمد کے نزدیک عصبات کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ایک روایت کے مطابق ابوحنیفہ سے بھی یہی قول مروی ہے اور ابویوسف کا قول اس کے متعلق مختلف ہے اور ان کا مشہور قول محمد کے قول کی طرح ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۲۶: ولو تزوجها على الف ان اقام بها وعلى الفين ان اخرجها فان اقام بها فلها الالف وان اخرجها فلها مهر المثل لايزاد على الفين ولا ينقص على الالف وهذا عند ابی حنیفه وقالا شرطان جميعاً جائزان وقال شرطان جمیعاً فاسدان ." (ج ۲،ص ۳۲۹)

"یعنی اگر کسی شخص نے اس شرط پر شادی کی کہ اگر میں نے بیوی کے پاس رہائش اختیار کی تو اسے ایک ہزار اور اگر وہاں سے لے جا کر کہیں اور جگہ رہائش اختیار کی تو دو ہزار مہر دوں گا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر اس کے پاس رہا تو ایک ہزار اور اگر وہاں سے لے گیا تو مہر مثل ہے نہ ایک ہزار سے کم اور نہ ہی دو ہزار سے زیادہ اور بقول ابو یوسف ومحمد دونوں شرطیں جائز ہیں اور بقول زفر دونوں شرطیں فاسد ہیں۔"

نمبر ۲۷: واذا تزوج امة فالاذن في العزل الى المولىٰ عند ابی حنيفة وعن ابی یوسف ومحمد ان الاذن اليها ." (ج۲،ص ۳۴۲)

"یعنی اگر لونڈی سے نکاح کرے تو ابوحنیفہ کے بقول عزل کا اختیار مولیٰ (لونڈی کے مالک) کو ہے جب کہ ابو یوسف ومحمد کہتے ہیں کہ عزل کا اختیار خود اسے (لونڈی) کو ہے۔"

نمبر ۲۸: ثم مدة الرضاع ثلاثون شهراً عند ابی حنيفة وقال سنتان وهو قول الشافعی وقال زفر ثلاثة احوال . (ج ۲،ص ۳۵۰)

"یعنی مدت رضاعت ابوحنیفہ کے نزدیک (۳۰) ماہ ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک دو سال اور زفر کے نزدیک تین سال ہے۔"

نمبر ۲۹: وهذا عند ابی حنيفة وقال في الاول ثنتان وفي الثانيه ثلاث وقال زفر في الاول لايقع شئی وفي الثانية تقع واحدة ." (ج۲،ص ۳۶۲)

"یعنی طلاق کی دو صورتیں ہیں۔(۱) بیوی سے کہے ایک سے دو تک یا کہے ایک سے دو کے درمیان تجھے طلاق ہے۔(۲) اسے کہے ایک سے تین تک یا کہے ایک سے تین کے درمیان تجھے طلاق ہے۔ بقول ابوحنیفہ پہلی صورت میں ایک طلاق اور دوسری صورت میں (۲) واقع ہوئیں اور بقول ابو یوسف ومحمد پہلی صورت میں۔(۲) اور دوسری میں (۳) واقع ہوئیں اور بقول زفر پہلی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی اور دوسری صورت میں ایک واقع ہوئی۔"

نمبر ۳۰: فهي واحدة وقال زفر تقع ثنتان لعرف الحساب وهو قول الحسن بن زياد ." (ج۲،ص ۳۶۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی بیوی سے کہے کہ انتِ طالق واحدة فی ثنتین پھر اس کی نیت حساب کی ہو یا نہ ہو تو بقول ابوحنیفہ ایک طلاق اور بقول زفر دو واقع ہوئیں۔''

نمبر ۳۱: ثم الاصل عند ابی حنیفة انه متی شبه الطلاق بشئی یقع بائنا ای شیء کان الشبه به ذکر العظم اولم یذکر...... وعند ابی یوسف ان ذکر العظم یکون بائنا والا فلا وعند زفر ان کان المثیبة به مما یوصف بالعظم عند الناس یقع بائنا والا فھی رجعی وقیل محمد مع ابی حنیفه وقیل مع ابی یوسف .'' (ج ۲،ص ۳۷۱)

''یعنی ابوحنیفہ کے اصول کے مطابق کسی چیز کو طلاق کے ساتھ تشبیہ دی پھر چاہے اس کی عظمت بیان کرے یا نہ کرے ہر صورت میں طلاق بائنہ واقع ہوگی اور بقول ابو یوسف اگر اس نے عظمت بیان کی تو بائنہ ورنہ نہیں اور بقول زفر جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اگر وہ واقعتاً ایسی ہے جس کی عظمت بیان کی جاتی ہے تو بائنہ ورنہ رجعی اور محمد کو بعض ابوحنیفہ اور بعض ابو یوسف کے موافق کہتے ہیں۔''

نمبر ۳۲: وان قال انت علی حرام کظھر امی ونوی به طلاقا اوایلاء لم یکن الاّ ظھارا عند ابی حنیفة وقال ھو علی مانویٰ .'' (ج ۲،ص ۴۲۱)

''یعنی بیوی سے کہا کہ تو میرے لیے اپنی ماں کی طرح ہے اور اس کی نیت طلاق یا ایلاء کی ہو بقول ابوحنیفہ یہ ظہار ہے اور بقول ابو یوسف ومحمد جو نیت ہے وہ ہی مراد ہوگا۔''

نمبر ۳۳: وان کان الزوج قد اقربا لحبل طلقت من غیر شھادة عن ابی حنیفه وعندھما تشترط شھادة القابله .'' (ج ۲،ص ۴۳۳)

''یعنی اگر بیوی سے کہے کہ تجھے حمل ٹھہرنے کی صورت میں طلاق ہے، پھر شوہر نے حمل ٹھہرنے کا اقرار کیا تو طلاق واقع ہوگئی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں صرف شوہر کے حمل ٹھہرنے کے اقرار ہی سے طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ ابو یوسف ومحمد کے بقول اگر دائی شہادت دے تو طلاق ہوئی ورنہ نہیں۔''

نمبر ۳۴: وان قال لغلام لا یولد مثله لمثله ھذا ابنی عتق عند ابی حنیفة وقالا لا یعتق .'' (ج ۲، ص ۴۵۲)

''یعنی اگر کسی نے ایسے غلام کو اپنا بیٹا کہہ دیا جس کی اس جتنی اولاد نہیں ہوسکتی تو بقول ابوحنیفہ وہ آزاد ہوگیا اور بقول ابو یوسف ، محمد نہیں ہوگا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۳۵: "لان الاستیلاد لا یتجزی عندھما وعند ابی حنیفة یصیر نصیبه ام ولدله ثم یتملك نصیب صاحبه الخ." (ج ۲،ص۴۷۶)

"یعنی اگر دو حصے داروں کی لونڈی کو بچہ پیدا ہوا اور ان میں سے ایک دعویٰ کرے کہ وہ میرا ہے تو اس کا نسب ثابت ہو گا اور لونڈی اس کی ام الولد ہو گی، کیونکہ ابو یوسف اور محمد کے نزدیک استیلاد متجزی نہ ہو گا اور بقول ابو حنیفہ اس کا اپنا حصہ ام الولد ہو گا اور باقی حصے کا قیمت کے ذریعہ سے مالک بنے گا۔"

نمبر ۳۶: ومن حلف لایشرب من دجلة فشرب منها باناء لم یحنث حتی یکرع منها کرعًا عند ابی حنیفة وقالا اذا شرب منها باناء یحنث."

(ج۲،ص ۴۹۱)

"یعنی اگر قسم اٹھایا کہ دریا دجلہ سے پانی نہیں پیے گا پھر برتن سے پانی بھر کر پی لیا تو بقول ابوحنیفہ حانث نہیں ہوا۔ اور بقول ابو یوسف ومحمد اگر برتن بھر کر بھی پیا تو حانث ہے۔"

نمبر ۳۷: ویعتق یوم اشتراہ عند ابی حنیفه حتی یعتبر من جمیع المال وقالا یعتق یوم مات." (ج ۲،ص۴۹۷)

"یعنی اگر قسم اٹھائی کہ میں نے جو غلام آخر میں خریدا وہ آزاد ہے ایسی صورت میں بقول ابوحنیفہ خرید کرنے والے دن ہی سے وہ آزاد ہے جب کہ بقول ابو یوسف ومحمد جس دن وہ فوت ہو گا اسی دن سے آزاد ہو گا۔"

نمبر ۳۸: ومن اتی امرأة فی الموضع المکروہ او عمل عمل قوم طول فلا حد علیه عند ابی حنیفة ویعزر وقال فی الجامع الصغیر ویودع فی السن وقالا هو کالزنا فیحد." (ج۲،ص۵۱۶)

"یعنی اپنی بیوی سے خلاف فطرت جماع کر لے یا لواطت کر لے تو بقول ابوحنیفہ اس پر کوئی حد نہیں بلکہ اسے تعزیر دی جائے گی اور جامع صغیر میں ہے کہ اسے جیل میں بھیج دیا جائے گا ابو یوسف ومحمد کہتے ہیں اس کا حکم زنا کا حکم ہے، لہٰذا اس پر حد نافذ ہو گی۔"

نمبر ۳۹: واذا قال الحاکم للحداد اقطع یمین هذا فی سرقة سرقها فقطع یسارة عمداً او خطأ فلاشئی علیه عند ابی حنیفه وقالا لا شئی علیه فی الخطاء ویضمن فی العمد وقال زفر یضمن فی الخطأ ایضاً."

(ج ۲،ص۵۴۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اگر حاکم حداد (حد نافذ کرنے والے) سے کہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دے اگر اس نے عمداً یا خطاً دائیں کے بجائے بایاں کاٹ دیا تو بقول ابو حنیفہ اس پر کوئی ضمان (چٹی) نہیں اور بقول ابو یوسف ومحمد اگر جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو ضمان ہے ورنہ نہیں اور بقول زفر اگر خطا سے بھی ایسا کیا ہے تو ضمان دے گا۔''

نمبر ۴۰: ولا یفادی بالاساری عند ابی حنیفة وقالا یفادی بهم اساری المسلمین . " (ج ۲،ص ۵۶۷)

''یعنی بقول ابو حنیفہ مسلمان قیدیوں کے بدلے میں کافروں کے قیدی آزاد نہیں کیے جائیں گے بقول ابو یوسف ومحمد آزاد کیے جائیں گے۔''

نمبر ۴۱: ثم للفارس سهمان وللراحل سهم عند ابی حنیفة وقالا لفارس ثلاثة اسهم . " (ج ۲،ص ۵۷۲)

''یعنی مال غنیمت میں سے بقول ابو حنیفہ سوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ ہے اور بقول ابو یوسف ومحمد سوار کے لیے تین حصے ہیں۔''

نمبر ۴۲: وان مات او قتل فی ردته انتقل ما اکتسبه فی اسلامه الی ورثة المسلمین وکان ما اکتسبه فی حال ردته فیئا وهذا عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف ومحمد کلاهما لورثته . " (ج ۲،ص ۶۰۱)

''یعنی بقول ابو حنیفہ بحالت ارتداد فوت ہونے یا قتل ہونے والے شخص کا وہ مال جو بحالت اسلام اس نے کمایا مسلمان ورثہ میں تقسیم ہوگا اور بحالت کفر کمایا ہوا مال فے شمار ہوگا اور بقول ابو یوسف اور محمد دونوں حالتوں میں ورثہ کو ملے گا۔''

نمبر ۴۳: ومن اشتری عشرة اذرع من مأة ذراع من دارٍ اَوْ حمام فالبیع فاسد عند ابی حنیفه وقالا هو جائز . " (ج ۳،ص ۲۳)

''یعنی ایک سو ذراع کے گھر یا غسل خانہ سے دس ذراع خرید لے تو یہ سودا بقول ابو حنیفہ فاسد ہے اور بقول ابو یوسف ومحمد جائز ہے۔''

نمبر ۴۴: ولا یجوز بیع دو القزعند ابی حنیفة لانهٗ من الهوام وعند ابی یوسف یجوز اذا ظهر فیه القز تبعاله وعند محمد یجوز کیفما کان . "

(ج ۳،ص ۵۴)

''یعنی ریشم کے کیڑے کا بیچنا بقول ابو حنیفہ ناجائز اور بقول ابو یوسف اگر اس میں ریشم ظاہر ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز اور بقول محمد ہر حال میں جائز ہے۔"

نمبر ۴۵: ولو ضمن الخلاص لا یصح عند ابی حنیفه.......... وعندهما هو بمنزلة الدرك.......... فیصح." (ج۳،ص۱۲٦)

"یعنی اگر وکیل غلام کو آزاد کروا دینے کی ضمانت طلب کرے۔ (اگر اس میں کسی کی حقداری بھی ثابت ہو جائے تو) ضمانت بقول ابوحنیفہ غیر صحیح اور بقول ابو یوسف ومحمد صحیح ہے۔"

نمبر ۴٦: وهذا عند ابی حنیفة وقالا یأخذ الکفیل." (ج ۳،ص۱۴۹)

"یعنی بقول ابوحنیفہ ترکہ تقسیم کرتے وقت کسی وارث وغیرہ سے ضامن طلب نہیں کیا جائے گا اور بقول ابو یوسف ومحمد ضامن لیا جائے گا۔"

نمبر ۴۷: قال ابو حنیفة شاهد الزور اشهره فی السوق ولا اعزره وقالا نوجعه ضربا ونحسبه."

"یعنی ابوحنیفہ کہتے ہیں میں جھوٹے شاہد کو بازار میں مشہور کروں گا لیکن تعزیر نہیں دوں گا اور ابو یوسف ومحمد کہتے ہیں کہ ہم اسے ماریں گے اور جیل میں بند کریں گے۔"

نمبر ۴۸: وان امراهٗ ان یشتری بها عبداً بغیر عینه فاشتراه فمات فی یده قبل ان یقبضه الآمر مات من مال المشتری وان قبضه الآمر فهوله وهذا عند ابی حنیفه وقالا هو لازم للآمر اذا قبضه المامور." (ج ۳،ص۱۸٦)

"یعنی مقروض کو قرض والی رقم سے غیر متعین غلام خرید کرنے کا حکم دے، لہٰذا اس نے بموجب امر خرید کیا لیکن خرید کرنے کے بعد اسی کے قبضہ میں آمر کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو بقول ابوحنیفہ خرید کرنے والے کی رقم ضائع ہوئی اور بقول ابو یوسف ومحمد آمر کو رقم ادا ہو گی بشرطیکہ مقروض کے قبضہ میں آ چکا ہو۔"

نمبر۴۹: ویرد الثمن کله فی قول ابی حنیفة وقالا یرد حصة الولد ولا یرد حصة الام." (ج۳۔ص۲۲۷)

"یعنی ام الولد فوت ہو گئی اور بچہ چھ ماہ سے پہلے پیدا ہوا ہو اور بیچنے والا اس پر دعویٰ کر دے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک خرید کرنے والے کو پوری قیمت واپس کرے اور بقول ابو یوسف ومحمد صرف ماں کی قیمت واپس کرے۔"

نمبر ۵۰: وللمودع ان یسافر بالودیعة ان لها حمل ومؤنة عند ابی حنیفة وقالا لیس له ذالك ان کان لها حمل ومؤنة." (ج ۳،ص۲۸۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یعنی امین کو اختیار ہے کہ امانت اپنے ساتھ سفر میں لے جائے اگر چہ وہ وزنی اور تکلیف دہ ہو بقول ابو حنیفہ اور بقول ابو یوسف ومحمد اگر امانت وزنی اور تکلیف دہ ہو تو اسے اختیار نہیں۔“

نمبر ٥١: وان وهبها واحد من اثنتين لا يجوز عند ابى حنيفة وقالا يصح.“ (ج٣،ص٢٨٨)

”یعنی اگر ایک شخص دو آدمیوں کو ایک گھر ہبہ کرتا ہے تو ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں اور بقول ابو یوسف ومحمد صحیح ہے۔“

نمبر ٥٢: وان كانا كاتباها ثم اعتقها احدهما وهو موسر ثم عجزت يضمن المعتق لشريكه نصف قيمتها ويرجع بذالك عليها عند ابى حنيفة وقالا لا يرجع عليها.“ (ج٣،ص٣٥٥)

”یعنی دو آدمیوں کی لونڈی تھی جس سے انہوں مکاتبت کی، پھر ان میں سے ایک نے اسے آزاد کر دیا اور وہ ہے بھی امیر وفراخ رزق اور لونڈی رقم کی ادائیگی سے عاجز ہے تو ایسی صورت میں آزاد کرنے والا اپنے شریک کو آدھی قیمت دے گا اور بقول ابو حنیفہ اس سے رجوع کرے گا اور بقول ابو یوسف ومحمد رجوع نہیں کرے گا۔“

نمبر ٥٣: وفى الدابتين لا يجوز.......... على الركوب عند ابى حنيفة وعندهما يجوز.“ (ج٣،ص٤٢٣)

”یعنی دو جانوروں میں دو شریکوں کا سواری کرنے پر باری مقرر کرنا ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز اور ابو یوسف ومحمد کے نزدیک جائز ہے۔“

نمبر٥٤: قال ابو حنيفة يكره لحم الأتن والبانها وابوال الابل وقال ابو يوسف ومحمد لا بأس بابوال الا بل.“ (ج٣،ص٤٥٢)

”یعنی بقول ابو حنیفہ گدھیوں کا گوشت اور دودھ اور اونٹنیوں کا پیشاب مکروہ ہے اور بقول ابو یوسف اور محمد اونٹوں کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں۔“

نمبر ٥٥: قال ابو حنيفة المساقاة بجزء من الثمر باطلة وقالا جائزة.“ (ج٣۔ص ٤٣١)

”یعنی آبادی کے حصے پر زمین کے لیے پانی دینا ابو حنیفہ کے نزدیک باطل اور ابو یوسف ومحمد کے نزدیک جائز ہے۔“

نمبر ٥٦: ومن آجر بيتا ليتخذفيه ناراً وكنيسة اوبيعة او يباع فيه الخمر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بـالسـواد فـلا بأس وهذا عند ابی حنيفة وقالا لا ينبغی ان يكره لشئی من ذالك ." (ج۳،ص۴۷۲)

''یعنی آتش کدہ یا گرجا یا کلیسا یا شراب بیچنے کے لیے گھر کرائے پر دے تو بقول ابوحنیفہ جائز اور بقول ابو یوسف ومحمد نا جائز ہے۔''

نمبر ۵۷: هـذا قـول ابـی حـنيفة وقال ابو يوسف ومحمد والحسن وزفر المرتهن متطوع فی الوجهين ." (ج۴،ص۵۵۴)

''یعنی گروی رکھا ہوا غلام قتل ہو جائے تو اور جس کے پاس گروی تھا وہ فدیہ دینے پر راضی ہو تو بقول ابوحنیفہ اگر گروی رکھنے والا موجود ہے تو وہ اس وقت متنفل (لازمی وضروری نہیں ہے) اور غیر حاضر ہے تو نہیں اور بقول ابو یوسف ومحمد، لولوی اور زفر دونوں حالتوں میں متنفل ہے۔''

نمبر ۵۸: ومـن لـه الـقـصـاص فی الطرف اذا استوفاه ثم سری الی النفس ومات يضمن دية النفس عند ابی حنيفة وقالا لا يضمن ."

(ج ۴،ص۵۸۹)

''یعنی قصاص میں انگلیوں کے کٹنے کے اثر سے فوت ہو گیا تو بقول ابوحنیفہ قصاص لینے والے پر میت کی ضمان (چٹی) ہے ابو یوسف ومحمد کہتے ہیں کہ نہیں ہے۔''

نمبر ۵۹: ولـو حـفـر فـی الطريق ومات الواقع فيه جوعًا او غما لا ضمان عـلـی الـحـافر عند ابی حنيفه.......... وقال ابو يوسف.......... ان مات غماً فالحافر ضامن وقال محمد هو ضامن فی الوجوه كلها ."

''یعنی کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی گر گیا پھر بھوک یا غم سے مر گیا امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھودنے والے پر کوئی چٹی نہیں اور بقول ابو یوسف اگر غم سے مر گیا تو حافر پر چٹی ہے محمد نے کہا ہر حال میں ذمہ دار ہے۔''

نمبر ۶۰: ومـن اوصـیٰ لجيرانه فهم الملاصقون عند ابی حنيفة وقالا هم الـمـلاصـقـون وغيـرهـم مـمـن يسكن محلة للوصی ويجمعهم مسجد المحلة ." (ج۴،ص۶۸۹)

''یعنی اگر پڑوسیوں کے لیے کوئی وصیت کرے تو بقول ابوحنیفہ وہ پڑوسی مراد ہوں گے جن کے گھر اس کے گھر سے متصل ہوں اور بقول ابو یوسف ومحمد مکمل محلّہ بلکہ محلّہ کی مسجد بھی مراد ہے۔''

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار مسائل غور کرنے سے دیکھیں کہیں زفر الگ ہے تو کہیں محمد اور کہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو یوسف۔ اسی طرح متاخرین احناف میں بھی اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر ہدایہ کی مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱: والدراهم اولی من الدقيق فيما يروى عن ابی يوسف وهذا اختيار الفقيه ابی جعفر .... وعن ابی بكر الاعمش تفضيل الحنطة . "

(ج ۱، ص ۲۱۰)

"یعنی صدقہ الفطر میں آٹے سے درہم دینا بہتر ہے یہ قول ابو یوسف سے مروی ہے اور یہی فقیہ ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے اور ابوبکر اعمش کے نزدیک گندم افضل ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ عراق کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔"

نمبر ۲: وقوله من كسوة مثلها اشارة الى انه يعتبر حالها وهو قول الكرخی .... والصحيح انه يعتبر حاله . " (ج ۲، ص ۳۲۵)

"یعنی مطلقہ کو کپڑے (یعنی نفقہ) دینے میں بقول کرخی عورت کے حال کا اعتبار ہوگا اور صحیح مذہب شوہر کے حال کا اعتبار ہوگا۔"

نمبر ۳: هذا تخريج الرازی وقال الكرخی يتحالفان فی الفصول الثلاثه ثم يحكم مهر المثل بعد ذالك . " (ج ۲، ص ۳۳۷)

"یعنی مثلاً مرد کہے کہ مہر ایک ہزار ہے اور بیوی کہتی ہے نہیں دو ہزار ہے اس کی تین صورتیں ہیں بہر حال مثال ایک ہزار ہے یا دو ہزار یا ڈیڑھ ہزار۔ ابوبکر جصاص رازی نے مسئلہ اس طرح تخریج کیا ہے کہ پہلی صورت میں تو مرد کا قول معتبر ہے اور دوسری صورت میں عورت کا اور تیسری صورت میں دونوں سے قسم اٹھوائی جائے گی اگر دونوں نے اٹھالی تو ڈیڑھ واجب ہوگا اور بقول کرخی تینوں حالات میں قسم اٹھائیں گے، پھر مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

نمبر ۴: وطلاق السكران واقع واختيار الكرخی والطحاوی انه لا يقع . "

(ج ۲، ص ۳۵۸)

"یعنی حالت نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ کرخی اور طحاوی کہتے ہیں کہ نہیں واقع ہوگی۔"

نمبر ۵: هكذا ذكره القدوری فی مختصره وذكره الامام المعروف بخواهر زاده ان عندنا يجوز ان يبدأ بقتالهم اذا تعسكروا . " (ج ۲، ص ۶۰۸)

"یعنی قدوری نے مختصر میں ذکر کیا ہے کہ باغیوں سے قتال کی ابتدا نہ کی جائے بلکہ انہیں دعوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی جائے ہاں اگر خود قتال کریں تو ان سے قتال کیا جائے اور ان کی اجتماعیت کو توڑا جائے گا اور امام خواہرزادہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر ان کا اجتماع ہو تو امام کو (قتال) میں پیش قدمی کرنا جائز ہے۔"

نمبر ٦: وعن نصر بن يحيى انه وقف كتبه الحاقا لها بالمصحف وهذا صحيح......... واكثر فقهاء الامصار على قول محمد." (ج٢۔ص٦٤٠)

"یعنی نصر بن یحییٰ سے مروی ہے کہ اس نے قرآن پاک کے ساتھ اپنی کتب وقف کی ہیں اور یہی صحیح ہے اور اکثر فقہاء نے محمد کے قول پر اعتماد کیا ہے۔

نمبر ٧: فان بيعت بجنسها متفاضلاً جاز......... ومشائخنا لم يفتوا بجواز ذالك في العوالي والغطارفة لانها اعزا الاموال في ديارنا." (ج ٣،ص١٥٩) "وفي الحاشيه اى البخارى وسمرقند.

"یعنی جعلی درہموں کی کمی وبیشی میں تبدیلی کرنا جائز ہے اور ہمارے مشائخ نے عوامی اور غطارفہ (جعلی درہموں کی اقسام) میں جواز کی فتویٰ نہیں دی کیونکہ ہمارے ملک بخاریٰ اور سمرقند میں یہ معزز ملکیت شمار ہوتے ہیں۔

نمبر٨: والصحيح انه يشترط اذا كان مؤجلا وهو اختيار شمس الائمة السرخسي وعندهما ببيعين مكان الدار تسليم الدابة الايفاء."

(ج ٣،ص٩٦)

"یعنی بیع سلم کی قیمت ادا کرنے کے لیے مقام مقرر کرنا اگرچہ بعض کے نزدیک شرط نہیں لیکن صحیح مذہب کے مطابق شرط ہے اور سرخسی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور ابو یوسف ومحمد کے نزدیک گھر اور جانور کی جگہ متعین ہے، لہٰذا شرط نہیں۔"

نمبر ٩: وان اقام الخارج وصاحب اليدكل واحد منهما على بينة للنتاج فصاحب اليد اولى......... وهذا هو الصحيح خلافا لما يقوله عيسىٰ بن ابان." (ج٣،ص٢٢١)

"یعنی ڈاکہ زنی کی دعویٰ میں دو مدعیوں نے شاہد پیش کیے تو پھر جس کے ہاتھ میں ہے وہ زیادہ حقدار ہے صحیح مذہب یہی ہے جب کہ عیسیٰ بن ابان اس کے خلاف کہتے ہیں۔"

نمبر١٠: يكره التعشير والنقط في المصحف......... قالو اى زماننا لابد للعجم من دلالة فترك ذالك اخلال بالحفظ وهجران القرآن فيكون حسنا." (ج٤،ص٤٧٣۔٤٧٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی آیات قرآنی کی دھائیاں لگانا اور حروف پر نقطے لگانا مکروہ ہے لیکن ہمارے زمانے میں عجمیوں کے لیے ضروری ہے کیونکہ قرآن پاک یاد کرنا اور پڑھنا چھوڑ دیا جائے گا۔ اس لیے مکروہ نہیں بلکہ مستحسن و بہتر ہے۔''

اس فقہ شریف میں مندرجہ بالا اختلافات کے علاوہ راجح و مرجوع کا اختلاف بھی موجود ہے کبھی کسی کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے تو کبھی کسی اور کے قول کو ذیل میں ہدایہ سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

نمبر۱: ویطول القرأة ای فی صلاۃ الکسوف ویخفی عند ابی حنیفۃ وقالا یجھر......... والترجیح قدمر من قبل کیف وانھا صلاۃ النھار.''

(ج۱،ص۷۶۔۱۷۵)

''یعنی صلاۃ الکسوف میں بقول ابوحنیفہ قراءت سری پڑھی جائے اور بقول ابو یوسف ومحمد جہراً پڑھی جائے اور ترجیح کا بیان پہلے گزر چکا کہ یہ دن کی نماز ہے۔''

نمبر۲: وعن ابی حنیفۃ انہ لایجب الکفارۃ بالجماع فی الموضع المکروہ اعتبارا بالحدعنہ والاصح انھا تجب الخ. (ج۱،ص۲۱۹)

''یعنی بقول ابوحنیفہ حالت روزہ میں خلاف فطرت جماع کرنے والے پر کفارہ نہیں اس اعتبار سے تو اس پر حد بھی نہیں اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔''

نمبر۳: '' ثم لا فرق بین الاصلی والعارضی قیل ھذا فی ظاھر الروایۃ وعن محمد انہ فرق بینھما لانہ اذا بلغ مجنونا التحق بالصبی فانعدم الخطاب مااذا بلغ عاقلاً ثم جن وھذا مختار بعض المتأخرین.''

(ج۱،ص۲۲۴)

''یعنی رمضان المبارک میں کچھ دن مجنون رہنے کے بعد ہوش میں آیا تو اسے پچھلے روزوں کی قضا دینی ہوگی اور ظاہر روایت کے مطابق اسے جنون اصلاً یعنی بلوغت سے پہلے ہی سے ہو یا عارضی یعنی بعد میں ہوا ہو۔ محمد نے دونوں میں فرق کیا ہے کیونکہ اصلی جنون نابالغ لڑکے کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کے لیے کوئی حکم ہی نہیں۔''

نمبر۴: وعن ابی حنیفۃ اذا کان فی موضع لایستبین الفجر او کانت اللیلۃ مقمرۃ او متغیمۃ اوکان ببصرۃ علۃ وھو یشك لایأکل......... وان کان اکبر رأیہ انہ اکل والفجر طالع فعلیہ قضائہٗ عملاً بغالب الرأی وفیہ الاحتیاط وعلی ظاھر الروایۃ لاقضاء علیہ۔'' (ج۱،ص۲۲۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی چاندنی یا بادلوں یا آنکھوں میں بیماری کے بسبب فجر کا یقین نہ ہو سکا، لہٰذا ایسے وقت سحری کی کہ اسے غالب گمان طلوع فجر کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اسے اس روزے کی قضا دینی لازم ہے۔ اور احتیاط بھی اسی میں ہے اور ظاہر روایت مطابق اس پر قضا نہیں۔"

نمبر ۵: ومن اغمی علیه فاهلَّ عنه رفقاء جاز عند ابی حنیفة وقالا لایجوز وفی الحاشیة وهو (ای قولهما) قول الفقهاء."

"یعنی بے ہوش شخص کی طرف سے اس کے رفقاء نے احرام باندھا تو بقول ابو حنیفہ جائز اور بقول ابو یوسف ومحمد ناجائز ہے اور عام فقہاء کا قول یہی ہے۔"

نمبر ٦: "ثم قال ابو حنیفة لابد من نقل کل المتاع حتیٰ لو بقی وتد یحنث لان السکنی قد ثبت بالکل فیبقی مابقی شئی منه وقال ابو یوسف یعتبر الاکثر لان نقل الکل قد یتغیر وقال محمد یعتبر نقل مایقول به کد خدائیتهٗ لان ماوراء ذالك لیس من السکنی قالو هذا احسن وارفق بالناس."

(ج۲،ص۴۸۵)

"کسی نے کسی گھر میں نہ رہنے کی قسم اٹھائی تو بقول ابو حنیفہ مکمل سامان اس سے نکالنا ہو گا حتیٰ کہ کوئی کیل بھی رہنے نہ پائے اگر رہ گئی تو حانث ہو گیا اور بقول ابو یوسف اکثر سامان کا اعتبار ہو گا اور بقول محمد صرف ضروری ضروری اشیاء کا اعتبار ہو گا فقہاء کہتے ہیں یہ قول زیادہ بہتر اور عمل کے لحاظ سے آسان ہے۔"

نمبر ۷: "قالوا وقول ابی یوسف اصح لاسیما فی دیارنا." (ج۳،ص۱۱۵)

"یعنی اگر کسی چیز کی قیمت کے متعلق کہے کہ ایک درہم یا دو درہموں کے برابر پیسے تو ابو یوسف کے نزدیک جائز اور محمد کے نزدیک ناجائز اور ابو یوسف کا قول زیادہ صحیح ہے۔ خاص طور پر ہمارے شہروں میں۔"

نمبر ۸: "وان قالوا اشهدنا هم وغلطنا ضمنوا وهذا عند محمد وعند ابی حنیفة وابی یوسف لاضمان علیهم." (ج۳،ص۱۷٦)

"یعنی شاہدوں پر دیگر شاہد گواہی دینے کے بعد کہیں کہ ہم نے انہیں بنانے میں غلطی کی ہے تو پھر ضمان ان کے ذمے ہے یہ قول محمد سے مروی ہے اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک ان پر کوئی بھی ضمان نہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۹: "وعن ابی یوسف ان الختم لیس بشرط ایضا فسهل فی ذالك لما ابتلی بالقضاء ولیس الخبر كالمعاينة واختار شمس الائمة السرخسی قول ابی یوسف ." (ج ۳،ص ۱٤۰)

"یعنی ایک قاضی کا لکھا ہوا فیصلہ دوسرے کے پاس پہنچے تو اس پر ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک قاضی کی مہر شرط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وہ خود قاضی ہے، اس لیے اس کے لیے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ معلومات ہے اس لیے اس کے لکھے ہوئے فیصلے پر مہر ضروری نہیں فقیہ سرخسی نے اسے اختیار کیا ہے۔"

نمبر ۱۰: "ویروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعليه الاعتماد ."

(ج ۱،ص ۱۰۲)

"یعنی اصل مسئلہ (عربی جانتے ہوئے بھی نماز میں تکبیریں یا قراءت فارسی میں پڑھنے کی جواز) میں ابوحنیفہ کا ابو یوسف ومحمد کے قول کی طرف رجوع روایت کیا جاتا ہے اور اعتماد اس قول پر ہے۔"

پھر جب آپ کے مرجحین حضرات ومحققین یا جنہیں آپ لوگ مجتہد فی المذہب کہتے ہوا ان کے درمیان اتنا اختلاف موجود ہے، پھر یہ کون سا دین ہے جس کے ہر مسئلہ میں اختلاف اور ہر موقعہ پر ترجیح کا ایک نیا انداز ہے؟ لہٰذا اس سے تو بہتر یہ تھا قرآن وحدیث پر عمل کیا جاتا اور ہر کسی کے قول کے مقابلہ میں انہیں ہی ترجیح دی جاتی وباللہ التوفیق.

ذیل میں مفتیٰ بہ قول کے متعلق ہدایہ سے کچھ عبارات نقل کی جاتی ہیں۔

نمبر ۱: "ثم عن ابی حنیفة انه یعتبر التحریك بالاغتسال وهو قول ابی یوسف وعنه بالتحریك بالید وعن محمد بالتوضی .... وبعضهم قدروا بالساحة عشراً فی عشر بذراع الكرباستوسعة الامر علی الناس وعلیه الفتویٰ ." (ج ۱،ص ۳۷۔۳٦)

"یعنی (ماء کثیر کو جاننے کے لیے حوض کی ایک جانب حرکت دی جائے وہ دوسری طرف نہ پہنچے تو ماء کثیر ہے اس میں اگر ایک طرف نجاست گری ہے تو دوسری طرف سے وضو کر سکتے ہیں لیکن اختلاف حرکت میں ہے کہ وہ حرکت کس طرح دی جائے۔) بقول ابوحنیفہ وابو یوسف ایک طرف غسل کیا جائے گا۔ (پھر اگر دوسری جانب حرکت نہ پہنچے تو وہ ماء کثیر ہے۔) دوسری روایت ابو یوسف سے مروی ہے کہ ہاتھ سے حرکت دی جائے گی بقول محمد ایک طرف سے وضو کیا جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا بعض نے کہا طول وعرض دس دس ہاتھ ہو تو وہ ماء کثیر شمار ہوگا اور فتویٰ اس پر ہے۔

نمبر ۲: وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد وعليه الفتوى .

(ج۲۔ص۳۳۳)

امام محمد کے نزدیک مدت نسب کا آغاز اس دن سے ہوگا جس دن وطی کی گئی اور اسی پر فتویٰ ہے جب کہ نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ:

وقال ابو حنيفة وابو يوسف من وقت النكاح كما فى النكاح الصحيح

''یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مدت نسب کا آغاز وقتِ نکاح سے ہوگا۔''

نمبر ۳: " وفى الجامع الصغير ولو حلف لاياكل رأسا فهو على رؤس البقر والغنم عندابى حنيفه وقال ابو يوسف وعلى الغنم خاصة وهذا اختلاف عصر وزمان كان الرأس فى زمانه فيهما وفى زمنها فى الغنم خاصة وفى زماننا يفتى على حسب العادة كما هو المذكور فى المختصر . " (ج۲،ص۴۹۰)

''یعنی کسی آدمی نے سری نہ کھانے کی قسم اٹھائی تو ابو حنیفہ کے نزدیک جیسا کہ جامع صغیر میں موجود ہے اس سے گائے اور بکری کی سری مراد ہوگی جب کہ ابو یوسف کے نزدیک صرف بکرے کی سری مراد ہوگی۔ یہ مختلف فتاویٰ زمانہ کے اعتبار سے ہیں اور ہمارے زمانہ میں اسی چیز پر فتویٰ ہوگا جو عادتاً رائج ہوگی۔

نمبر ٤: "ويفتى بقولهما لان التحلى به على الانفراد معتاد . "

(ج۲،ص۵۰۳)

''یعنی اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ زیور زیب تن نہیں کرے گا اور پھر اس نے ہیروں کا ہار پہن لیا تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی قسم ٹوٹ جائے گی جب کہ ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

نمبر ٥: "واذا تم له مأة وعشرون سنة من يوم ولد حكمنا بموته قال وهذه رواية الحسن عن ابى حنيفه وفى ظاهر المذهب يقدر بموت الاقران وفى المروى عن ابى يوسف بمأة سنة وقدروى بعضهم بتسعين والا قيس ان لا يقدر بشئيا لارفق ان يقدر بتسعين . "

(ج۲،ص۶۳۳) وفى الحاشية: ج۲،ص۶۲٤) وعليه الفتوىٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی مفقود الخبر شوہر کی عمر جب ۱۲۰ سال ہو جائے گی تب اسے مردہ تصور کیا جائے گا۔(یعنی اب اس کی گھر والی عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے) حسن لولوی نے ابو حنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے جب کہ ظاہر مذہب کے مطابق اس کے ہم عمروں کی عمروں کا حساب لگایا جائے گا جب کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ سو سال شمار کیے جائیں گے جب کہ بعض نے ۹۰ سال مقرر کیے ہیں جب کہ قرین قیاس یہ بات ہے کہ اس کے لیے کوئی اندازہ مقرر نہ کیا جائے جب کہ آسانی اس میں ہے کہ ۹۰ سال کا اندازہ مقرر کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

نمبر ۶: ''وتعتبر في ذالك حالهما جميعا قال العبد الضعيف وهذا اختيار الخصاف وعليه الفتوى.'' (ج۲،ص۴۳۷)

''یعنی بیوی کا نان ونفقہ شوہر اور بیوی کے حالات دیکھ کر مقرر کیا جائے گا جبکہ فقیہ خصاف کا بھی یہی موقف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

نمبر ۷: '' ولا يجوز بيع بيضة عند ابي حنيفة وعندهما يجوز.'' (ج۳،ص۵۴) وفي الحاشية قال الامام المحبوبي وعليه الفتوىٰ وفي الذخيرة فانه اختيار الصدر الشهيد.''

''یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک ریشم کے کپڑے کی فروخت ناجائز ہے جبکہ ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے بقول امام محبوبی فتویٰ اسی پر ہے جب کہ فقیہ صدر شہید نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔''

نمبر ۸: ''ويجوز بيع الخبز بالحنطة والدقيق متفاضلا.......... وعن ابي حنيفه انه لا خير فيه والفتوىٰ على الاول.'' (ج۳،ص۸۵)

''یعنی روٹی کی بیع گندم یا آٹے کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اس خرید وفروخت میں خیر نہیں ہے جبکہ فتویٰ پہلے قول پر ہے۔

لہٰذا مفتی بہ قول صاحبین کا ہوا اور اسی صفحہ پر ہے کہ:

''ان كان الخبز نسيئة يجوز عندابي يوسف و عليه الفتوىٰ.''

''یعنی اگر روٹی ادھار ہو پھر بھی ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

نمبر ۹: ''وهذا اختلاف عمروزمان والفتوىٰ على قولهما في هذا الزمان.'' (ج۳،۱۵۷)

''یعنی یہ اختلاف (کہ قاضی گواہوں کے ظاہراً قابل اعتبار ہونے کے علاوہ ابو حنیفہ کے نزدیک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی حالت کے متعلق دریافت نہیں کرے گا جبکہ ابو یوسف ومحمد کے نزدیک کرے گا) باعتبار زمانہ کے ہے جبکہ اس دور میں ابو یوسف اور محمد کے قول پر فتویٰ ہے۔''

مفتی صاحب اگر زمانہ کے تبدیل ہونے سے فتویٰ میں تبدیلی ہوتی ہے تو پھر کم ازکم باہمی مشورہ سے ایسی ایک مدت مقرر کردیں جس میں پہلے والا فتویٰ برقرار ہے۔

﴿ولیس لکم الی ذلك سبیل فسبحان من قال لا مبدل لکلماته وهو السمیع العلیم﴾ (الانعام)

نمبر ۱۰: ''ولا الا ستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامة وتعلیم القرآن والفقه والاصل ای کل طاعة یختص بها المسلم لایجوز الا ستیجار علیه عندنا وعند الشافعي یصح فی کل مالا یتعین علی الاجیر......... وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الا متناع ضیع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ۔''

(ج۳،ص۳۰۳)

''یعنی اذان حج، امامت، قرآن یا فقہ کی تعلیم دینے کی اجرت (تنخواہ وغیرہ) لینا جائز نہیں ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ کسی بھی عبادت کے کام پر مسلمان کے لیے ہمارے نزدیک اجرت لینا جائز نہیں ہے اور شافعی کے نزدیک درست ہے، جبکہ آج کل ہمارے بزرگوں نے اس طرح کی اجرت لینے کو مستحسن اور بہتر گردانا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی امور سرانجام دینے میں کاہلی، سستی آگئی ہے لہٰذا اجرت نہ دینے سے قرآن کا حفظ کرنا باقی نہیں رہے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

مفتی صاحب! آخر شریعت تو آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ نے جب دیکھا کہ ہم (مولویوں) کا گذران تو بند ہو رہا ہے تو یکدم اپنے مذہب کو ترک کر دیا اور جسے قرآن وحدیث کا نچوڑ قرار دے رہے تھے، اس سے توبہ کر لی اور بھاگ کر شافعی کے دروازہ پر جا کر دستک دی، واقعتاً پیٹ بہت سارے کام کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ونعوذ باللہ من ذالك

نمبر ۱۱: ''قال ابو حنیفة المزارعة بالثلث والربع باطله......... وهی فاسدة عندابی حنیفة وقالا جائزة......... الا ان الفتویٰ علی قولهما لحاجة الناس الیها۔'' (ج۳،ص۴۲۴)

''یعنی ایک تہائی یا ایک چوتھائی کے برابر زمین کو مزارعت پر دینا ابوحنیفہ کے نزدیک باطل اور فاسد ہے، جبکہ ابو یوسف ومحمد کے نزدیک جائز ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کیوں کہ عوام کو اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت ضرورت ہے۔"

مفتی صاحب! ایسی محتاجی اور ہوسکتی ہے کہ آج بہت سارے مولوی اور فقیہ زمیندار بن گئے ہیں جب دیکھا کہ ہمارا امام تو ہمیں بھوک کے ہاتھوں مروا دے گا لہٰذا بھاگو صاحبین کی قول کی طرف آپ نچوڑ پر کس طرح عمل پیرا ہیں۔ دیکھ لیا ہم بھی امام کا قول ترک کرتے ہیں لیکن اماموں کے امام ولیوں کے ولی، نبیوں کے نبی، رسولوں کے رسول، سچے مرشد، امامِ اعظم، قائد اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے مگر تم ہو کہ اپنے امام کے قول کو ضرورت نفسانی کی وجہ سے ترک کر کے دوسرے اماموں کا سہارہ لیتے ہو سوچو؟ حالانکہ تم امام ابو حنیفہ کو تمام ائمہ سے افضل، اعلم اور فقیہ کہتے ہو اور انہیں امام اعظم سمجھتے ہو اور اپنے آپ کو انہی کے مقلد کہتے ہو یعنی حنفی کہلاتے ہو جب کہ اپنے آپ کو شافعی، مالکی، حنبلی، یوسفی، محمدی، زفری، حسینی، سرخسی، خصافی، طحاوی اور کرخی وغیرہ نہیں کہلاتے۔ پھر بھی ادنیٰ کے قول کی وجہ سے اعلیٰ کے قول کو ترک کر دیتے ہو۔" اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر "جب کہ دوسری طرف مندرجہ ذیل شعر تمہارا بنایا ہوا ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل

علی من رد قول ابی حنیفه

پتہ نہیں یہ لعنتیں کہاں کہاں تک پہنچیں گی ان لعنتوں سے کوئی امام یا فقیہ یا کوئی مفتی اور مجتہد بچ سکے گا؟ کیوں کہ سب نے امام کے اقوال کو رد کیا ہے جب ان سب نے امام کے اقوال کو ترک کیا ہے تو پھر ہم نے سب سے اعلم، افضل اور مطلق طور پر اعلیٰ یعنی نبی ﷺ کے قول کی وجہ سے کسی کے قول کو ترک کر دیا گیا تو کون سا گناہ کا کام کیا؟

"لان قول الرسول ﷺ لا ینزل عن قول المفتی۔" (ھدایہ: ج ۱، ۱۲۶)

"جب تمہارے لیے ایک مفتی یا مجتہد کے قول کو دوسرے مفتی یا مجتہد کے قول کی وجہ سے ترک کیا جا سکتا ہے حالانکہ مجتہد قد یخطی وقد یصیب کہ مجتہد سے خطا بھی ہو سکتی ہے اور وہ درست بھی ہو سکتا ہے تمہارے یہاں مسلم ہے تو پھر ہمارے لیے بطریق اولیٰ جائز ہے کہ ہم المعصوم عن الخطا (یعنی نبی ﷺ) کے قول کی وجہ سے غیر معصوم کے قول کو رد کر دیں۔ تم کہو گے کہ تمہیں حدیث کا علم نہیں ہے، مگر یہ عذر نہیں ڈھونگ ہے اور اس کی تردید کے لیے اتنا کافی ہے کہ بہت سارے سابقہ لوگوں کی تحقیقات بعد میں آنے والے رد کرتے آئے ہیں جیسا کہ ہدایہ کی اوپر والی عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا۔ ایضاً کتابوں کا تقابل کرنے سے معلوم ہوگا کہ بعد میں آنے والوں میں بھی قرآن و حدیث کو سمجھنے کا مادہ موجود ہے۔ مثلاً محمد بن حسن شیبانی کی کتاب الحج ابن الہمام کی فتح القدیر کے ساتھ تقابل کر کے دیکھیں اور انہیں کی موطا کا زیلعی کی نصب الرایہ کے ساتھ تقابل کریں اسی طرح طحاوی کی تصنیفات کے ساتھ قاسم بن قطلو بغا کی مصنفات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تقابل کریں تو آپ کو اپنی آنکھوں سے نظر آئے گا کہ "کم ترك الاول للآخر" اس کے علاوہ آپ لوگ خود کئی مقامات پر بعد میں آنے والوں کی تحقیق کو سابقہ لوگوں کی تحقیق پر ترجیح دیتے ہوں کما مضی۔ بتائیے آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ بقول شما آپ لوگوں کو اس قسم کا اختیار برتنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

فما هو جوابكم فهو جوابنا

اس کے علاوہ ایک ہی امام سے مختلف روایات ہیں ایک میں جائز تو دوسری میں ناجائز کسی میں ایک کام باطل تو کسی میں درست ایک میں کوئی چیز حلال تو دوسری میں حرام ذیل میں ہدایہ میں سے چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ آپ کو دوبارہ اس طرح کا سوال کرنے کی ہمت نہ ہو۔

دم میں جب تک دم ہے تو دامنِ وفا چھوٹے نہیں
رشتہ الفت جہاں تک ہو سکے ٹوٹے نہیں

۱: فاذا زادت على الاربعين وجب فى الزيادة بقدر ذالك الى ستين عند ابى حنيفة......... وروى الحسن عنه انه لايجب فى الزيادة شئى حتى تبلغ خمسين الخ . (ج۱،ص۱۸۹)

"یعنی ابوحنیفہ کے نزدیک اسی اندازے سے چالیس بیلوں سے زیادہ پر ساٹھ تک زکوۃ ہوگی جب کہ حسن لؤلؤی ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ چالیس سے اوپر پچاس تک۔"

۲: وان وجد فى ارضه فعن ابى حنيفة فيه روايتان ." (ج۱،ص۲۰۰)

"اگر کسی کے اپنی زمین میں سے کان ملی تو اس کے متعلق ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ اس پر زکوۃ ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس پر کچھ نہیں۔"

۳: ويواجره قال العبد الضعيف هذا رواية القدورى فى مختصره وفى الجامع الصغير لايجوزان يواجره ذكر فى الكراهية ." (ج۲،ص۶۱۲)

"یعنی قدوری نے مختصر میں روایت ذکر کی ہے کہ وہ بچہ جو اپنے والدین سے بھٹک گیا اور کسی کو مل گیا تو اس بچہ کو مزدوری پر لگا دینا جائز ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ ناجائز ہے۔"

کہیے مفتی صاحب! کون سی کتاب سچی ہے اور کون سی جھوٹی؟ کون سا راوی ضعیف ہے اور کون سا ثقہ ابوالحسن القدوری یا امام محمد؟

آپ کہیں گے کہ ہدایہ کے مصنف نے جامع الصغیر والی روایت کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ "وهو الاصح" لیکن متن والے نے تو اس کو ترجیح دی ہے اور یہی تو ہماری دلیل ہے کہ آپ کی فقیہ تو تنازعہ ہی تنازعہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممنون ستم کہ فرستد پیام صلح
بگریزم ازفرد کہ گریزد زنان صلح

٤: وقال محمد يصح وهو قول الشافعي وابويوسف معه في رواية ومع ابي حنيفة في رواية. " (ج۲،ص ٥٦٥)

"یعنی مالک کی اجازت کے بغیر غلام کو پناہ دینا ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز، محمد کے نزدیک درست اور ابویوسف ایک روایت میں ابوحنیفہ کے موافق ہیں تو دوسری روایت میں ابومحمد کے ساتھ جب کہ پہلی روایت کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہے کہ " ذکرها الكرخي واعتمد عليه القدوري في شرحه الخ" یعنی اسے کرخی نے ذکر کیا ہے اور فقیہ قدوری نے اس پر اعتماد کیا ہے اور دوسری روایت کے متعلق لکھتے ہے کہ " ذكرها الطحاوي واعتمد عليها صاحب الاسرار الخ" یعنی اسے طحاوی نے ذکر کیا ہے اور اس پر صاحب الاسرار نے اعتماد کیا ہے۔"

کہیے مفتی صاحب کرخی سچے ہیں یا طحاوی؟ دونوں راوی ہی آپ کے قبلہ وکعبہ ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ آپ کس پر جرح کرتے ہیں اور کس کے تعدیل کرتے ہیں۔ ایضاً ایک روایت کو قدوری معتبر قرار دیتے ہیں اور دوسری کو صاحب الاسرار، بتائیے کہ کس کی تحقیق معتبر ہے۔ آپ یہاں کس کی تقلید کریں گے یا غیر مقلد بن کر اپنی تحقیق کریں گے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

٥: ومحمد مع ابي يوسف فيما ذكره الخصاف ومع ابي حنيفة فيما ذكر الطحاوي. " (ج۳،ص ۲۰۳)

"یعنی مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور وہ مدعی علیہ سے قسم طلب کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی اور ابویوسف کے نزدیک قسم نہیں لی جائے گی جب کہ محمد کے بارے میں خصاف کہتے ہیں کہ وہ ابویوسف کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور طحاوی کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔"

بتائیے مفتی صاحب! کون جھوٹا ہے اور کون سچا؟ خصاف یا طحاوی؟

سنبھل کر رکھنا قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سوداء سر بند پا بھی ہے

اور حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قوله فيما ذكره الطحاوی هذه رواية عجيبة لان الشيخ ابا جعفر الطحاوی قال فی مختصره انه لم نجد رواية هذا عن محمد كذا قال صاحب غاية البيان ۔"

"یعنی اس روایت کو ذکر کرنے کی نسبت طحاوی کی کرنا بھی عجیب ہے کیوں کہ طحاوی نے از خود المختصر میں کہا ہے کہ اس بارے میں محمد سے ہمیں روایت نہیں ملی ہے، جیسے کہ صاحب غایۃ البیان نے کہا ہے غضب ہو گیا اب طحاوی کی طرف نسبت کرنے کے حوالہ سے صاحب ہدایہ کو سچا کہیں یا نہایۃ البیان کے مؤلف کو سچا کہیں جسے محشی بھی ترجیح دے رہا ہے۔

مفتی صاحب! روایات میں اختلاف، راویوں میں اختلاف، ان کے معتبر وغیر معتبر ہونے میں اختلاف اورنسبتوں میں بھی اختلاف، بس اب اللہ خیر کرے ؎

گر ہمیں مکتب است و این ملاں
کار طفلاں تمام خواہد شد

۶: هذا الذى ذكره قول ابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد لاتقبل.........
وذكر الخصاف قول محمد مع قولهما ۔"(ص ۴۱۹)

"یعنی شراکت وار حصہ میں اختلاف کریں اور تقسیم کرنے والے گواہی دیں تو معتبر ہے یہ قول ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا ہے جبکہ محمد کے نزدیک قبول نہیں ہے جبکہ خصاف نے کہا کہ اس کا قول بھی ان کے موافق ہے۔"

مفتی صاحب! فیصلہ کریں کہ کون سا راوی ثقہ اور کون سا ضعیف ہے؟ مصنف ہدایہ یا خصاف؟ کہہ دیں کہ سب سچے ہیں ان کے علاوہ بھی کئی مثالیں ہیں۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس ظاہر روایت معتبر ہے۔ حالانکہ ایسے بھی نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں جنہیں تم نے ظاہر الروایۃ کا مقام دیا ہے ان میں بھی بہت زیادہ اختلاف ہے۔"كما لايخفى على من له ادنى ممارسة فى كتاب الفقه"

بنے کیوں کر جو ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

اور آپ کے پاس بھی تو کسی ظاہر روایت کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے جیسے ہدایہ ص: ۴۴۷ میں موجود ہے کہ:

"قال وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن على ابويه ثلاثا على الاب الثلثان وعلى الام الثلث لان الميراث لهما على هذا لمقدار قال العبد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الضعيف هذا الذي ذكره رواية الخصاف والحسن وفي ظاهر الرواية كل النفقة على الاب .“ الخ

”یعنی بالغ بیٹی یا بیٹے کا نفقہ (خرچہ) ماں باپ پر یعنی دو حصے والد پر اور تین حصے ماں پر ہے کیوں ماں باپ کو اسی حساب سے ترکہ ملتا ہے بندہ ضعیف (صاحب ہدایہ) کہتا ہے کہ یہ تذکرہ قدوری نے کیا ہے۔ اسی طرح خصاف اور حسن لؤلؤی نے امام صاحب سے روایت کی ہے اور ظاہر روایت کے مطابق تمام نفقہ والد کے ذمہ ہے۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قدوری نے ظاہر روایت کو ترک کر کے خصاف اور حسن لؤلؤی کی روایت پر فتویٰ دیا ہے جب کہ صاحب ہدایہ کی بھی یہی رائے معلوم ہو رہی ہے ایضاً آپ کے کئی فقہاء نے غیر ظاہر الروایۃ پر عمل کیا ہے مولوی عبدالحیٔ صاحب نے امام الکلام ص:۲۱۶ طبع پاکستان میں تحریر کیا ہے کہ:

”وهو ان كان ضعيفا رواية لكنه قوى دراية ومن المعلوم المصرح فى غنية المستملى شرح منية المصلى وغيره انه لا يعدل عن الرواية اذا وافقها دراية اله “

”یعنی غیر ظاہر روایت اگر اصول (یعنی اصولِ حنفیہ) کے موافق ہے تو اسے ترک نہیں کیا جائے گا اور منذری نے بھی ج ۱ ص:۴۶۴ ۔“

اس اصول کو قبول کیا ہے۔ نیز آپ کے مشہور عالم ملک العلماء الکاسانی بدائع الصنائع، ج ۲، ص:۵۳۳ میں وضع بعد الرکوع کے قائل ہوئے ہیں۔

حالانکہ ظاہر روایت اس کے خلاف ہے ایسی دیگر کئی مثالیں موجود ہیں۔” وفيما ذكرناه كفاية لمن له دراية . “

اگر آپ یہ کہیں گے کہ ہمیں صاحب ہدایہ کی روایت اور نقل پر اعتبار ہے تو یہ عذر بھی درست نہیں ہوگا۔ کیوں ہدایہ کی کتنی ہی روایات کو زیلعی حنفی نے نصب الرایۃ میں نایاب کہا ہے، یعنی کتب احادیث میں ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ اسی طرح علامہ لکھنوی نے مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الہدایۃ صفحہ ۱۳ میں صاحب ہدایہ کی گیارہ غلطیاں پکڑی ہیں۔ نیز ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

”الا ترى الى صاحب الهداية من اجلة الحنيفه والرافعى شارح الوجيز من اجلة الشافعية مع كونهما من يشار اليهما بالا نامل ويعتمد عليه الا ماجد والا ماثل قد ذكر ا فى تصانيفهما مالم يوجدله اثرعنه خبيرا . “

”یعنی احناف کے بڑے عالم صاحب ہدایہ اور شوافع کے بڑے عالم رافعی شارح وجیز اگر یہ مشہور اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل اعتبار ہیں مگر اپنی کتابوں میں انہوں نے ایسی روایات لکھی ہیں جن کا علماء حدیث کے پاس کوئی نشان ہی نہیں ملتا، نیز اوپر صاحب ہدایہ کا طحاوی کی طرف ایک روایت کو منسوب کرنا غلط ثابت ہو چکا ہے کیونکہ بقول محشی خود طحاوی اس روایت کے وجود کا بھی قائل نہیں ہے۔ کما مر فی موضعہ .

الغرض! صاحب ہدایہ کا نقل کرنا بھی آپ کے احناف کے نزدیک علی الاطلاق معتبر نہیں ہے بلکہ تنقیح اور تحقیق کے بعد بھی ان کی نقل کردہ روایات میں کئی غلطیاں دیکھنے میں آئیں گی نیز کئی بعد میں آنے والے فقہاء نے ہدایہ کے خلاف فتوے دیئے ہیں۔

مثلاً علامہ شرنبلالی مصنف نور الایضاح نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں اور انہوں نے اس بارے میں مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے۔ نیز ہندوستانی احناف کے سرتاج مصنف مالا بدمنہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ میری نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔ اور نماز مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنے کو علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق جلد ا، صفحہ ۲۶۶ میں اور ملا علی قاری نے شرح نقایہ جلد ا صفحہ ۱۲۵ میں مستحب قرار دیا ہے۔ نیز علامہ محمد عابد سندھی حنفی نے المواہب اللطیفہ میں سری نماز میں فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور مرزا مظہر جان جاناں حنفی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے کما فی ابجد العلوم اور جناب شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ کے والد فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (امام الکلام) اور طحاوی جماعت ثانیہ کے قائل تھے اسی طرح شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے۔

اور مولوی عبدالحئی نے سعایہ میں عصر اور فجر کے بعد طواف کے نفل کو جائز کہا ہے اور ملا علی قاری مرقات میں اور شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ بحر العلوم ارکان اربعہ میں آمین بالجہر کو سنت مانتے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں مدت رضاعت دو سال لکھی ہے اور علامہ ابوالحسن سندھی کبیر جنہیں تمہارے علماء حنفی شمار کرتے ہیں، نے حاشیہ بخاری میں گاؤں میں جمعہ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہا ہے اور شیخ سلام اللہ دہلوی نے محلی شرح مؤطا میں اور مخدوم محمد عابد نے المواہب اللطیفہ میں اور شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادہ میں رفع الیدین کو سنت تسلیم کیا ہے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض علماء فاتحہ خلف الامام کو بلا کراہت مستحسن کہتے ہیں۔

نیز جمع میں المضمضۃ والاستنشاق کو جائز قرار دیتے ہیں، نیز علامہ شبلی زیلعی کبیر عثمان نے کنز کی شرح تبیین الحقائق کے حاشیہ میں چھوٹے بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنے کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔ نیز حافظ زیلعی نصب الرایہ میں صاحب ہدایہ کے ان دونوں قولوں کو رد قرار دیتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اور صلاۃ الاستسقاء باجماعت مسنون نہیں ہے بلکہ دونوں کو ثابت مانتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوالطیب سندھی شرح الترمذی میں تکبیر تحریمہ اور سلام کی فرضیت کے قائل ہیں نیز اونٹ کے گوشت کو ناقص الوضوء مانتے ہیں اور علامہ لکھنوی التعلیق الممجد میں آخری قعدہ میں تورک کو سنت قرار دیتے ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدوں کو تسلیم کرتے ہیں اور السعایہ میں دہ دردہ کے مسئلہ کو بے ثبوت کہتے ہیں اور علامہ حسن عجمی حنفی سفر میں جمع بین الصلاتین کرتے تھے اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (ابجد العلوم)

اور علامہ محمد قاسم نانوتوی کی کتاب لطائف قاسمیہ میں آٹھ رکعات تراویح کو افضل کہا گیا ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں ایک رکعت وتر کو سنت کہتے ہیں اسی طرح علامہ عبیداللہ سندھی نے بھی مسوّی کے حاشیہ میں اس کے جواز کی طرف میلان دکھلایا ہے ایسے کئی مسائل ہیں جن کا یہاں احصاء اور استقصاء ممکن نہیں ہے۔

آمدم برسر مطلب: اس قدر اختلاف کی موجودگی میں فقہ کو قرآن وحدیث کا نچوڑ اور خلاصہ نہیں کہا جا سکتا۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۸۲)

مفتی صاحب! آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ فقہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟ ائمہ میں سے کسی ایک سے اس طرح کی کوئی روایت ہے؟

﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (النمل: ٦٤)

یا آپ نے خود تحقیق کر کے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ حالانکہ بزعم شما آپ تو ایسی تحقیق سے قطعاً محروم ہیں، اس لیے کہ تحقیق تو سابقہ لوگوں کا کام تھا آپ کے نزدیک تو مقلد کے لیے صرف امام کا فرمان ہی کافی ہے۔

"واما المقلد فمستنده قول مجتهد لا ظنه ولا ظنه." (مسلم الثبوت ص ۳)

"یعنی مقلد کے لیے دلیل اس کے امام کا قول ہی ہے نہ اس کا ظن (گمان) اور نہ ہی اس کا اپنا ظن۔"

پھر بتائیے کہ آپ نے تحقیق کیسے کر لی کیا آپ غیر مقلد بن گئے ہیں؟

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

یا پھر آپ کسی کے کہنے میں آ گئے ہیں اور اعتبار کر بیٹھے ہیں تب تو آپ اس کے مقلد ٹھہرے ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ: انگریزی ماہ تاریخ، سال لکھنے کے لیے ان کے پاس کون سی دلیل رہے گی؟

اقول: بتوفيق الله المنان واليه استند وعليه التكلان:

تاریخوں کا حساب قمری اور شمسی دونوں طرح سے ہوتا ہے اور انگریزی مہینے شمسی حساب کے مطابق ہیں جب کہ اسلامی مہینے قمری حساب کے مطابق ہیں اور دونوں کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

قال الله سبحانه وتعالىٰ:

﴿وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۲)

''یعنی ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے، پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو ظاہر کر دیا تاکہ تم اللہ کے فضل کو تلاش کرو اور سالوں کے حساب اور شمار کو معلوم کر لو اور ہم نے ہر چیز تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔''

وقال جل وعلىٰ:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

(یونس: ۵)

''یعنی وہ اللہ ہے جس نے سورج کو چراغ اور چاند کو روشن بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر لو۔''

یہاں قمری تاریخوں کا تذکرہ ہے لہٰذا جو بھی تاریخ لکھی جائے وہ جائز ہے اگر کہو گے کہ اسلامی سن کے علاوہ دوسرا کوئی سن لکھنا ناجائز ہے تو بتائیے کہ ہجرت سے قبل کون سا سن رائج تھا؟ اس بارے میں آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے یا آپ کے ''نچوڑ'' میں اس کا کوئی تذکرہ ہے؟ علاوہ ازیں غیر مذہب کی تاریخوں کو بھی بطور حساب استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ (طٰہٰ: ۵۹)

''یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ (مقابلہ کے لیے) تم سے میلہ والے دن کا وعدہ ہے جب کہ لوگوں کو پہلے پہر میں جمع کیا جائے۔''

معلوم ہوا موسیٰ علیہ السلام نے غیر مسلموں اور فرعونوں کی تاریخوں کو استعمال کیا ہے اور ہر نبی کا طریقہ ہمارے لیے قابل اتباع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۹۰)

''یعنی یہ (انبیاء کی جماعت ہے) انہیں اللہ نے ہدایت دی (لہٰذا) آپ بھی ان کی ہدایت کی اقتداء کریں۔''

ہاں! جس مسئلہ کے متعلق ہمارے نبی ﷺ نے منع کر دیا اس میں سابقہ انبیاء کی اتباع نہیں کی جائے گی لہٰذا پہلے قرآن وحدیث سے اس بارے منع دکھلائیے؟ پھر اعتراضات کیجئے۔

گر زعشقت جزے ہست بگوائے واعظ

ورنہ خاموش کہ ایں شورہ فغاں چیزے نیست

نیز نوح علیہ السلام کی صفت میں مذکور ہے کہ:

﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ (العنکبوت: ۱۴)

''یعنی وہ اپنی قوم میں پچاس کم ہزار سال رہے۔''

یہ کون سے حساب سے سال تھے؟ نوح علیہ السلام کے ساتھ تو بہت کم لوگ تھے۔

﴿وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ (ھود: ۴۰)

''لہٰذا یقیناً یہ سال دوسری اقوام کے حساب سے تھے۔''

مفتی صاحب! اتنا تو بتایئے کہ آیت:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ (یونس: ۱۶)

''یعنی میں اس سے پہلے (کتنے سال کی) عمر تم میں رہا ہوں۔''

اس آیت میں غیر مذہب والے مخاطب ہے نہیں یا نہیں؟ لہٰذا یہ سال کس سن کے حساب سے تھے؟

یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ:

﴿فَلَبِثَ فِى السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ﴾ (یوسف: ۴۲)

''یعنی پھر وہ چند سال جیل میں رہے۔''

یہ سال کس سن کے حساب سے تھے؟ اس وقت حاکم تو غیر مسلم تھا؟

موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ:

﴿وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾ (الشعراء: ۱۸)

''یعنی فرعون نے انہیں کہا کہ آپ اپنی عمر کے کئی سال ہمارے اندر رہے ہیں۔''

یہاں فرعون نے کس سن کے حساب سے سال شمار کیے ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں! مذہبی معاملات کا تعلق ہجری مہینوں سے ہے مثلاً روزہ وغیرہ باقی معاملات کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ:

"اما امور دينا كم فاليكم." (مشكوٰة)

''یعنی تمہارے دنیاوی امور تمہارے سپرد ہیں۔''

ایضاً اللہ تبارک وتعالیٰ نے تاریخوں کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔

" وفي الحديث وسكت عن اشياء من غير نسيان رحمة لكم لاتبحثوا عنها." (رواه الدارقطني)

''یعنی کچھ اشیاء سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھول کی وجہ سے نہیں بلکہ تم پر رحم کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے۔''

لہٰذا ان میں بحث نہ کیا کریں۔

وهذا آخر الكلام في هذاالمرام والحمد لله العلام على التمام وحسن الختام والصلاة والسلام على رسوله الامام وعلى آله العظام وصحبه الكرام وعلى الذين اتبعوهم بالاحسان الى يوم القيام.

حررهٔ العبد ابومحمد بديع الدين شاه عفى عنه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة السادسة

المبسوط المضبوط فی جواب المخطوط المبسوط

فقہ حنفی کا دوسرا رُخ

یہ کتاب بھی اُسی حنفی کے ایک مخطوطے کا جواب ہے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کی پہلی کتاب کے جواب میں اُس حنفی نے لکھا تھا۔ اس کتاب میں علماء احناف کے اُن مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق شریعت سے کچھ نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الذی میّز بین الطیب والخبیث فرفع ما طاب درجة فی القدیم والحدیث والصلوٰة والسلام علی رسوله الالیث ارسله بالدین الواصب البغیث لیظهره علی الدین کله ولو کره الغبیث النبیث وعلی آله وصحبه ومن تبعهم الذین نشروا دینه فی اقطار الارض بالسیر الحثیث واستاصلوا کل باطل عارضوا ببرهان یهیث.

امابعد! آپ کا رسالہ مردود مقالہ ملا۔ حق تو یہ تھا کہ ہمارے مضمون کا جواب دیا جاتا اور اگر آپ کے پاس اس کا جواب نہ تھا تو پھر اس کو قبول کر لیتے، یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے مگر بقول شاعر ؎

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

اصل مقصد سے ہٹ کر آپ نے غیر ضروری اور طویل مضمون لکھ کر بھیج دیا ہے جو کہ ظاہری طور پر فرار اختیار کرنے کا نمونہ ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ایسی عبارت لائق کراہت وحقارت کا کوئی تعرض نہ کیا جاتا اس لیے کہ

آنکس کہ زقرآن و خبر نہ رہی
آں ہست جوابش کہ جوابش نہ رہی

مگر آپ نے اس رسالے میں اپنے تعلق کا ذکر کیا ہے اس لیے اعراض کے بجائے ہم مزید صحیح نمونے سے تعلق استوار کرنے کے لیے چند اوراق تحریر کرتے ہیں۔

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

پیارے بھائی! مجھے اس بات کی حیرانگی ہے کہ آپ نے رسالہ ''التفصیل الجلیل'' غور سے پڑھا بھی ہے کہ نہیں؟ اگر مطالعہ کیا ہے تو پھر آپ اس کو سمجھے بھی نہیں؟ اس لیے کہ اس میں ہم نے آپ کی تاویلوں پر جو نقوض وارد کیے ہیں ان میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ بلاتعرض و بحث کے مضمون کو غیر صحیح اور طویل کہہ کر آنکھیں بند کر کے آگے چلے گئے ہو۔

عزیز من! آپ کا مضمون بھی تو دلچسپ تھا، جس سے لطف اندوز ہو کر مجھے اتنا کچھ لکھنا پڑا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

چنانچہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

آپ نے الزام دیا ہے کہ ہم نے یہ مضمون آپ پر رعب ڈالنے کے لیے لکھا ہے مگر ہم نے تو صرف احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے لکھا تھا مگر آپ خواہ مخواہ شکایتیں کر رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے آپ خود بخود مرعوب ہو رہے ہیں، اس لیے تو آپ نے شکایت کی ہے لہٰذا ہم آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ ہمارا مقصد آپ کو ڈرانا نہیں بلکہ سیدھے راستے پر لانا ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ))

آپ دوبارہ اپنے دل سے ہر قسم کا خوف وہراس نکال کر غور وفکر سے اس رسالے کا مطالعہ کریں کہ واقعتاً صحیح جواب اور نقص باصواب ہے اور جو آپ نے لکھا ہے، اکثر کا جواب پہلے ہی اس میں موجود ہے مگر کیا کریں ؎

تہی داستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیوان تشنہ ہے آرد سکندر را

دراصل آپ کا اصل مضمون سے اعراض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اسے سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور اب جو آپ نے لکھا ہے یہ بادل نخواستہ لکھا ہے اس لیے کہ آپ نے اس رسالہ میں خود لکھا ہے کہ (یا یہ کہیں کہ عبارت غلط ہوگی) آپ انصاف سے کہیں کہ کیا بموجب حدیث:

((والاثم ما حاك فی صدرك)) (اخرجه مسلم)

آپ کو اپنا ضمیر بھی تو حق کے چھپانے اور باطل کی مدد کرنے پر ملامت کرتا ہوگا؟

آپ نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ ''ہم امام صاحب کی توہین کرتے ہیں۔''

یہ بالکل غلط ہے، امام صاحب کے بارے میں کچھ کہنے کی ہمارے مذہب میں اجازت نہیں ہے مگر ان کے اجتہاد پر تنقید اور ان کے مسلک پر اعتراض کرنا ہر کسی کا حق ہے۔

((ما من احد الا وماخوذ من کلامه ومردود الا رسول الله ﷺ))

''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے کلام کے علاوہ ہر شخص کے قول کو چھوڑا بھی جا سکتا ہے اور قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔''

کن مجہول انسانوں سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ امام صاحب کی تحقیر کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کون ایسا اہل حدیث ہے جو اس طرح کہے گا؟

آپ کسی ایک ذمہ دار انسان کا نام تو لیں جس سے آپ نے سنا ہو؟

((من حدث بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین)) (مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے کوئی ایسی حدیث بیان کی جسے جھوٹ سمجھا جائے تو بیان کرنے والا ان جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

اس لیے یہ چیز ملحوظ خاطر رہے۔ ہر وہ انسان جو صحیح معنی میں اہل حدیث ہے وہ کسی کو بھی برے الفاظ کہنے کا قائل نہیں ہوتا ورنہ اس کو خطا کار سمجھا جائے گا، توہین تو آپ کے گھر سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں میں ہے کہ:

قرآن مجید کو نکسیر سے لکھنا، پیشاب سے لکھنا، قرآن مجید کو فقہ سے کم مرتبہ دینا، بلکہ عورت کے اعضاء کو اس سے زیادہ مرتبہ دینا۔ وغیرہ وغیرہ

یہ کن کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے؟ جیسا کہ مذکورہ رسالے میں گذر چکا ہے، آپ کی درمختار (علی الهامش الشامی: ۱/ ۵۶۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے نیز ایسا شخص آپ کے ہاں کافر بھی نہ ہوگا جیسا کہ درمختار کے اسی صفحہ پر ہے۔

((لا يكفر بها حتى الخوارج الذين يستحلون دمائنا واموالنا وسب الرسول))

''یعنی کافر نہیں ہوگا اور خارجی لوگ بھی کافر نہیں ہیں جو ہمارے خون اور مال اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا حلال جانتے ہیں۔''

اور عالمگیری میں قران کریم کے اوپر پاؤں رکھنے کے متعلق بھی ذرا دیکھیں:

((رجل وضع رجله على المصحف ان كان على وجه الاستخفاف يكفر والا فلا)) (۵/ ۳۲۲ مطبوعه مصر)

''اگر کوئی آدمی قرآن مجید پر پاؤں توہین کے خیال سے رکھے گا تو وہ کافر ہوگا اور بغیر توہین کے رکھنے والا کافر نہ ہوگا۔''

کیا خود پاؤں رکھنا قرآن کریم کی توہین نہیں ہے؟

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات پر زنا کی تہمت لگانے والا بھی کافر نہیں ہوگا جیسا کہ مسئلہ نمبر ۷ کی بحث میں آئے گا۔

خلفاء راشدین کے صحابی ہونے کا منکر بھی کافر نہ ہوگا، جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱۶ میں آئے گا۔ درمختار میں ہے کہ نبی ﷺ کو (گرگویم زبان سوزد) گالیاں دینے سے بھی ذمی کا ذمہ نہیں ٹوٹتا بلکہ باقی رہتا ہے اور عبارت اس طرح ہے:

((ولا ينتقض عهده...... بالزنا بمسلمة وقتل مسلم وافتان مسلم عن دينه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقطع الطريق وسب النبی ﷺ)) (درمختار: ۳/ ۴۲۸)

''کسی مسلمان عورت سے زنا کرنے، مسلمان مرد کو قتل کرنے، مسلمان کو اپنے دین سے مرتد کرنے، ڈاکہ ڈالنے اور نبی ﷺ کو گالی دینے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا۔''

اور اسی طرح ''خزانة الرواية باب فی نقص عهد للذمی'' میں ہے کہ:

((وفی الكنز ولا ينقض عهده بالاباء عن الجزية والزنا بمسلمة وقتال مسلم وسب النبی ﷺ))

''کنز الدقائق میں ہے کہ جزیہ دینے سے انکار کرنے، مسلمان عورت سے زنا کرنے مسلمان مرد کو قتل کرنے اور نبی ﷺ کو گالی دینے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا۔''

آپ نے مولوی احمد علی کے متعلق لکھا ہے کہ ''وہ مولوی داؤد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے'' ایسے واقعات اس کے برعکس بھی آپ کو ملیں گے، لیکن اہل حدیث کے مذہب میں تعصب نہیں ہے۔

((ليس منا من مات علی العصبية)) (مشکوٰۃ)

''جو عصبیت کی موت مرا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

ہمارے دستور کا فقرہ ہے کہ تعصب بھی آپ جناب کے گھر سے ہی ملے گا۔

خود علامہ عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں بہت سارے احناف کے متعصب ہونے کی تصریح کی ہے چنانچہ صفحہ ۳۳ طحاوی کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

((سلك فيه (يعنی معانی الآثار) مسلك الانصاف وتجنب عن طريق الاعتساف الا فی بعض المواضع قد عزل النظر فيها عن التحقيق وسلك مسلك الجدل والخلاف الغير الانيق كما بسطه فی تصانيفه فی الفقه))

''علامہ طحاوی نے معانی الآثار میں انصاف کا راستہ اپنایا ہے اور تعصب والے راستے کو چھوڑنے کی کوشش کی ہے مگر بعض مقامات پر تحقیق اور انصاف سے ہٹ کر نزاع اور اختلاف کا راستہ اختیار کیا ہے جیسا کہ میں نے ان کو تصانیف میں (بطور حاشیہ وغیرہ) کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔''

صفحہ ۳۵ میں ابو منصور الاستوائی کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

((تعصب بآخره فی المذهب من ادی الی ايحاش العلماء واغراء الطوائف فلعنوه علی المنابر حتی ابطله نظام الملك املی مجالس وكان يقال له شيخ الاسلام))

''اس نے اپنی آخری عمر میں مذہبی تعصب سے کام لے کر علماء کے خلاف نفرت پیدا کی اور لوگوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہ کرنے کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ لوگوں نے منبروں پر کھڑے ہو کر اس پر لعن طعن شروع کر دی تو پھر اس سلسلے کو نظام الملک نے ختم کیا۔"

صفحہ ۵۰ پر امیر کاتب کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ:

((کان راسا فی الحنیفة بارعا فی الفقه واللغة والعربیة کثیر الاعجاب بنفسه شدید التعصب علی من خالفه بدل علیه کلماته الواقعة فی تصانیفه...... شدید التعصب فی مذهب یبسط اللسان علی مخالفه))

"علماءِ احناف کا قائد، فقہ اور عربی زبان کا ماہر، اپنے آپ کو فخریہ انداز میں پیش کرنے والا، مخالفین کے خلاف سخت متعصب، اپنی کتابوں میں حقیقی الفاظوں کو تبدیل کرنے والا اور اپنے مذہب کے متعلق سخت تعصب سے کام لینے والا اور مخالفین کے متعلق زبان درازی کرنے والا تھا۔"

صفحہ ۸۹ میں عبدالرحمٰن بن علی النفهنی کے متعلق لکھتے ہیں:

((کان حسن العشرة کثیر العصبیة لاصحابه))

"اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح پیش آنے والا اور بڑا متعصب انسان تھا۔"

صفحہ ۱۱۳ میں ابوالقاسم العکبری کے لیے لکھتے ہیں:

((کان متعصبا لابی حنیفة))

"ابوحنیفہ کے معاملہ میں بہت متعصب تھے۔"

۱۱۸ میں علی بن بلبان الفارسی کے لیے لکھتے ہیں کہ:

((ویتعصب لمذهبه))

"اپنے مذہب کے لیے تعصب رکھتا تھا۔"

صفحہ ۱۵۲ میں عیسیٰ بن سیف الدین کے لیے لکھتے ہیں:

((کان متغالیا فی التعصب لمذهب ابی حنیفة قال له والده یوما کیف اخترت مذهب ابی حنیفة واهلك کلهم شافعیة فقال اترغبون عن ان یکون فیکم رجل واحد مسلم))

"ابوحنیفہ کے مذہب کے متعلق بہت غلو سے کام لیتا تھا۔ اس کے والدہ نے اس کو کہا کہ تو نے ابوحنیفہ کا مذہب کیسے اختیار کیا۔ باقی سب گھر والے تو شافعی مذہب کے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم میں ایک انسان مسلمان بھی ہو؟"

اس بزرگ کے بقول شافعی بلکہ سب غیر حنفی غیر مسلم ہیں۔ یہ عجیب ادب واحترام کی مثال ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صفحہ ۱۸۱ میں شیخ کمال الدین ابن الہمام کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((وقد سلك في اكثر تصانيفه لا سيما في فتح القدير مسلك الانصاف متجنبا عن التعصب المذهبي والاعتساف الا ماشاء الله))

''اپنی اکثر کتابوں خاص کر فتح القدیر میں مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بچتے ہوئے انصاف کا راستہ اختیار کیا ہے، الا ماشاء اللہ۔''

صفحہ ۱۰۸ میں احناف کے سرخیل علامہ بدر الدین العینی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((ولو لم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان اجود واجود))

''اگر اس میں مذہبی تعصب کی بو نہ ہوتی تو بہت اچھا انسان ہوتا۔''

اسی طرح آپ تعصب کی گرم گرم مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ لکھنوی النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ:

((قال بحر العلوم الكهنوي في شرح تحرير الاصول: اعلم ان بعض المتعصبين قالوا اختتم الاجتهاد المطلق على الائمة الاربعة ولم يوجد مجتهد مطلق بعدهم والاجتهاد في المذهب اختتم على العلامة النسفي صاحب الكنز ولم يوجد مجتهد في المذهب وهذا غلط ورجم بالغيب فان سئل من اين علمتم هذا؟ لا يقدرون على ابداء دليل اصلا ثم هو تحكم على قدرة الله تعالى فمن اين يحصل علم ان لا يوجد الى يوم القيامة احد يتفضل الله عليه بمقام الاجتهاد فاجتنب عن مثل هذه التعصبات))

''بحر العلوم لکھنوی شرح تحریر الاصول میں فرماتے ہیں کہ بعض متعصب علماء نے یہ کہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چار اماموں پر ختم ہوگیا ہے۔ ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ حنفی مذہب میں اجتہاد کنز کے مصنف علامہ نسفی پر ختم ہے اور اب مذہب کا کوئی مجتہد نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے اور اندھیرے میں تیر چلانا ہے اور اگر ان کو یہ کہا جائے کہ یہ بات آپ نے کہاں سے معلوم کی ہے؟ تو اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اپنا حکم چلانا ہے۔ آخر ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ قیامت تک ایسا کوئی دوسرا انسان پیدا نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اجتہاد کے منصب پر فائز کرے گا؟ اس قسم کے تعصب سے بچنے کی ضرورت ہے۔''

نیز صفحہ ۱۸ پر رقمطراز ہیں کہ:

((فطائفة قد تعصبوا في الحنيفة تعصبا شديدا والتزموا بما في الفتاوى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التزاما شديدا وان وجدوا حديثا صحيحا او اثرا صريحا على خلافه وزعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحا لاخذ به صاحب المذهب ولم يحكم بخلافه))

''ایک گروہ نے حنفیت کے متعلق بڑے تعصب سے کام لیتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں حنفیت کی سخت پابندی کی ہے اگرچہ اس کے خلاف صحیح حدیث یا اثر بھی کیوں نہ ہو اور اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو مذہب کا امام ''ابوحنیفہ'' اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ دیتا۔''

ان دونوں بزرگوں کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اجتہاد پر ناراض ہونا، حسد کرنا، اجتہاد سے منع کرنا اوراس کے بند ہونے کا دعویٰ کرنا یہ سب مذہبی تعصب ہے اور فتاویٰ کی کتابوں پر گھٹنے ٹیک لینا اور حدیث کی کتابوں کی پرواہ نہ کرنا بھی تعصب کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو امن اور سلامتی میں رکھے۔

نیز لکھنوی صاحب نے الفوائد البہیہ میں احناف کے تعصب کی کچھ دیگر مثالیں بھی لکھی ہیں چنانچہ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

((واما قول بعض المجهولين والمتعصبين ان عيسى والمهدى يقلدان الامام ابا حنيفة ولا يخالفانه فى شىء من طريقه)) الخ

''باقی یہ بات جو بعض جاہل اور متعصبن احناف نے کہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں گے اور ان کے مذہب کی کسی مسئلے میں بھی مخالفت نہیں کریں گے۔''

اور صفحہ ۱۱۶ میں ہے کہ:

((والى الله المشتكى من جهلة زماننا حيث يطعنون على من ترك تقليد امامه فى مسئلة واحدة لقوة دليلها)) الخ

''ہمارے دور کے بعض جاہل لوگ جو طعنہ زنی کرتے ہیں ان لوگوں پر جو قوت دلیل کو دیکھ کر تقلید چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے متعلق اللہ کے ہاں ہی ہم شکوہ کرتے ہیں۔''

صفحہ ۲۲۰ میں ناصر الدین سمرقندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((وكان يبسط لسانه فى حق الائمة والعلماء))

''ائمہ دین اور علماء کے متعلق زبان درازی کیا کرتا تھا۔''

مولانا صاحب! یہ شخص تو وہ ہے جس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ:

((عظيم القدر قوى العلم اوحد او انه فى الادب مجتهد زمانه له تصنيفات كثيرة المنافع))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بڑے مرتبے والا، علم میں طاقتور، اپنے وقت کا بے مثال ادیب، اپنے زمانے کا مجتہد، بہت سی مفید کتابوں کا مصنف۔''

پھر جو حنفی مذہب میں امامت اور اجتہاد کے منصب پر فائز ہو اس کی زبان ائمہ اور علماء کے بارے میں اس طرح کھلی ہوئی ہو تو عام احناف کا کیا حال ہوگا؟

آپ نے تو بعض عوام پر الزام لگایا ہے مگر ہمارے پاس تو ثقہ اور معتبر ذرائع سے خبر پہنچی ہے کہ آپ کے وقت کے علماء نے اہل حدیث کو خنزیر جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اگر آپ کو اس کی بھی تحقیق چاہیے تو ہم ان شاء اللہ یہ بات بھی ثابت کردیں گے۔

پھر صفحہ ۱۷۱ پر محمد بن شجاع ثلجی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

((برع فی العلم وکان فقیه العراق فی وقته والمقدم فی الفقه))

''علم کے ماہر اور عراق میں اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے۔''

پھر لکھتے ہیں:

((قال زکریا بن محمد الساجی کان کذابا احتال فی ابطال حدیث رسول الله ﷺ نصرة لابی حنیفة))

''زکریا بن ساجی کہتا ہے کہ محمد بن شجاع جھوٹا انسان تھا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی نصرت اور تائید کیلئے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو باطل ورد کرنے کے لیے ناجائز اور غلط حیلے کیا کرتا تھا۔''

تعصب کے لیے ایسی اور کیا قبیح مثال ہوگی کہ اپنے امام کے مذہب کو بچانے کے لیے نبی ﷺ کی حدیث کو باطل بنا دیا جائے اور وہ بھی ایسا شخص جو پورے عراق کا فقیہ ہو اور وقت کے فقہیوں پر مقدم بھی ہو اور امام صاحب کے شاگردوں کا شاگرد ہو، تو پھر آپ لوگوں نے تو نہ معلوم کیا حشر مچا رکھا ہوگا۔

روادارد	ستم	سلطان	بیضہ	نیم	بہ
سیخ	بہ	مرغ	ہزار	یالش	شکر	زنند

صفحہ ۱۷۶ میں محمد بن عبدالستار الکردری کے لیے لکھتے ہیں کہ:

((بسط الکلام فی بعض مواضعها بالشناعة علی الامام الشافعی واتباعه))

''بعض مقامات پر امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف بدکلامی کی ہے۔''

آخر تقلید مذہبی کی یہی شان ہے کہ جو:

((یسب ابا الرجل فیسب اباه ویسب امه فیسب امه)) (الحدیث)

نیز لکھنوی صاحب الفوائد البہیہ کے حاشیہ التعلیقات السنیہ: ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وما فی بعض الفتاوی انه یجوز للشافعی ان یکون حنیفا ولا یجوز بالعکس فتعصب لائح وتشدد واضح لا یلتفت الیه))

''بعض فتاویٰ میں ہے کہ شافعی تو حنفی ہوسکتا ہے لیکن حنفی کے لیے جائز نہیں کہ وہ شافعی ہو جائے یہ سخت تعصب اور واضح تشدد ہے جس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔''

ثابت ہوا کہ آپ کے فتاویٰ کی کتابوں میں بھی تعصب بھرا ہوا ہے۔ تعصب تو آپ کے گھر میں بھی موجود ہے پھر دوسروں کو مورد الزام کیوں ٹھہراتے ہو۔ کچھ اللہ سے ڈرو، یہ فقہاء کی بے عزتی نہیں کہ ان کی غلطیوں کی نشاندھی کی جائے اور نہ ان پر لعن آخر هذه الامة اولها چسپاں کیا جا سکتا ہے۔

لکھنوی صاحب نے بھی وہ افراد پیش کیے جنہوں نے اپنے سے پہلے لوگوں پر بدکلامی کی ہے۔ بڑی بے عزتی تو یہ ہے کہ کتابوں کی طرف غلط نسبتیں کی جائیں، جیسا کہ آپ نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ کما سیاتی

ہم نے تو ایک عبارت بھی جھوٹی نہیں لکھی۔ آپ اللہ کو گواہ بنا کر جواب دیں کہ آپ کی کتابوں میں پیشاب اور خون سے قرآن لکھنے کی اجازت نہیں؟ کیا ماں، بہن، بیٹی غرض ہر محرم عورت سے وطی کرنے پر حد معاف نہیں؟ کیا نماز میں عورت کے اعضاء کو دیکھنے کی اجازت نہیں؟ کیا اپنے آپ سے وطی کرنے کا ذکر نہیں؟ عورت کا دیوار پر پیشاب کرانا یا اس کے اندر مرغی کا انڈہ داخل کر کے بکارت وعدم بکارت معلوم کرنے جیسا منحوس فلسفہ آپ کی کتابوں میں موجود نہیں؟ اور پھر روزے دار پر مردہ انسان یا جانور سے وطی کرنے پر کفارہ معاف نہیں؟ اور پھر کیا خوبصورت عورت والے کو امام بنانے کا حکم نہیں؟ اور کیا پلیدگی کو چاٹ کر پاک کرنے کی اجازت نہیں؟ اللہ کے واسطے جواب دیں، یہ جو حوالہ جات ہم نے رسالہ ''التفصیل'' میں لکھے ہیں کیا ان کتابوں میں نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں بلکہ ضرور موجود ہیں تو پھر آپ کیسے ان کو بے جا حملے کہتے ہیں؟ اور ان کو "لعن آخر هذه الامة اولها" کا مصداق بناتے ہیں۔ آپ کو حق تھا کہ آپ ان عبارتوں کی حسب سابق تاویلیں کرتے مگر پہلی تاویل نے ہی آئندہ کے لیے دروازے بند کر دیئے۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

اگر آپ ان کی صحیح تاویل پیش کرنے سے قاصر تھے تو پھر آپ اپنے مذہب سے رجوع کر کے اہل حدیث ہو جاتے جیسا کہ آپ کا لکھا ہوا معاہدہ آپ کے دستخطوں کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے۔

قال: المرأ یوخذ باقراره.

''اہل حق کے لیے اس طرح جائز نہیں ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سب معاہدوں سے تجاوز کر کے آپ نے جو نواب صاحب کے حوالے سے دو عبارتیں لکھی ہیں، ہمیں افسوس ہے شاید کہ آپ نے ہمارا رسالہ پڑھا ہی نہیں۔ اس لیے کہ اس میں آپ کے طویل الزامات کا قطعی جواب موجود ہے بلکہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ:

''کوئی بھی کتاب ہمارے مسلمات میں سے نہیں ہے۔''

پھر دوسروں کی کتابوں کے نام لینا سراسر غلط طریقہ ہے جبکہ قرآن وحدیث کے علاوہ ہمارا کوئی دستور نہیں، نہ مذہبی کتاب، نہ کوئی فتاویٰ یا کوئی دین اور نہ کوئی دوسرا عمل کرنے کا طریقہ۔ پھر دوسری کتابیں آپ کیوں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں؟

ہاں البتہ فقہ حنفی کی کتابیں آپ کی مذہبی کتابیں ہیں جن پر آپ کا عمل بھی ہے اور آپ کے لیے سند بھی اور آپ ان پر مذہبی فتوے بھی دیتے ہیں۔ پھر آپ کے مخالفین کو یہ حق حاصل ہے کہ بیشک وہ ان کتابوں پر تنقید کریں اور ان کی قابل اعتراض عبارات سے آپ کے مذہب کو مطعون کریں، اب آپ کو بھی چاہیے کہ آپ بھی ہماری طرح ان کتابوں سے مطلق بیزاری کا اعلان کریں اور یہ کہیں کہ ہم حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کتابیں قابل اتباع ہیں، نہ ہی ان پر ہمارا فتویٰ ہے اور نہ ہی ان کو ہم مذہبی کتابیں سمجھتے ہیں بلکہ ہماری مذہبی کتاب فقط قرآن وحدیث ہے، اس صورت میں معاملہ درست ہو سکتا ہے اور اصلاح بھی ہو سکتی ہے مگر جب تک آپ کا ان کتب (فقہ حنفی) پر ایمان ہے اور ان کو قابل اتباع سمجھتے ہیں اور انہی پر آپ کا فتویٰ ہے اور عمل ہے تب تک تو آپ کے مخالفین ان پر تنقید سے باز نہیں آئیں گے اس لیے کہ عوام کو یہ کتابیں پڑھا کر پکا کر دیا گیا ہے کہ یہی دین کی کتابیں ہیں اور یہی عین شریعت ہیں۔ ان میں ہی حق وصواب موجود ہے (جن کی چند مثالیں پیش کی گئیں) پھر کیوں نہ لوگوں کو خبردار کیا جائے کہ جن کو آپ دینی کتابیں کہتے ہیں، ان میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔

برعکس نام زندگی را بہ نہند کافور

ہمارا اصول:

آپ کو دوبارہ اپنے اصول بتانا چاہوں گا، ہم سوائے قرآن وحدیث کے کسی دوسرے کے قول (غیر نبی چاہے کوئی بھی ہو) کو نہ سند سمجھتے ہیں اور نہ حق مانتے ہیں اور نہ واجب الاتباع جانتے ہیں اور نہ ہی اس وقت تک اس کو قبول کرتے ہیں جب تک قرآن وحدیث کے موافق نہ ہو، ہم ہر ایک قول کو چاہے مقلد کا ہو یا غیر مقلد کا، اول اس کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں، پھر قبول کرتے ہیں۔ ہم کسی بھی فقیہ کو دین کے لیے سند نہیں مانتے۔ پھر ہم پر اعتراض کرنا کہ یہ فلاں کا قول ہے یا فلاں نے اس طرح لکھا ہے۔ یہ تو اوٹ پٹانگ مارنا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی بھی اہل حدیث نے یہ نہیں کہا کہ فلاں امام یا مجتہد یا اہل حدیث عالم کی کتاب علی الاطلاق معتبر ہے۔ کتاب وسنت دیکھے بغیر اس پر عمل بھی کریں اور فتویٰ بھی دیں۔ اگر کوئی اس طرح کہے گا تو وہ اہل حدیث نہیں ہے۔ آپ نے اس قسم کی عبارتیں نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کیا ہے اور انتقام لینے کی غرض سے عبارات لکھنے کی تکلیف اٹھائی ہے مگر نہ تو یہ انتقام ہے اور نہ ہی کسی چیز کا بدلہ ہے بلکہ بظاہر شکست کو قبول کرنا ہے اس لیے آپ نے عبارتیں نقل کرتے ہوئے اس طرح بھی لکھا ہے کہ:

''ایں گناہ است کہ در شہر شما نیز کنند''

اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے قبول کر لیا ہے کہ واقعتاً یہ عبارتیں آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ اعتراض وتنقید کے قابل ہیں۔ ہاں اگر آپ کو ہم سے انتقام لینا ہے تو ہمارے مسلم اصولوں پر اعتراض کریں۔ آپ کی نظروں میں کوئی آیت یا حدیث قابل اعتراض ہے، تو اس کو پیش کریں، پھر انتقام کا پتہ چلے گا، باقی اس طرح تو کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو راہِ فرار اختیار کرنا ہے۔

مولانا صاحب! نواب صاحب ہمارے امام نہیں ہیں، یہ آپ نے بہتان لگایا ہے کہ یہ اہل حدیثوں کا امام ہے۔

خبردار! اہل حدیثوں کا دوسرا کوئی بھی امام نہیں ہے فقط ایک ہی امام اعظم، قائد اعظم، جناب محمد مصطفی ﷺ ہیں۔

اگر آپ کو کسی ایک جملہ نبوی ﷺ پر بھی اعتراض ہے تو صد بار پیش کریں۔ اسی طرح آپ انتقام لے کر اپنا سینا ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ ہمارا اعتراض فقہ پر اس لیے ہے کہ آپ نے اس کو ہمارے امام محمد رسول اللہ ﷺ کے دستور کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے، اس لیے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کے دین کے مقابلے میں جس فقہ کو آپ پڑھاتے ہیں اور عمل کراتے ہیں، اس میں بھی اس طرح کے فضیلت واحکام موجود ہیں۔

اگر آپ کو اس بات پر ناراضگی ہوئی ہے یا کوئی صدمہ پہنچا ہے تو آپ ہمارے امام ﷺ کے کسی قول یا فعل پر اعتراض کر کے دلِ مضطرب کو سکون دے دیں دوسروں کے اقوال کے ذریعہ آپ ہمیں نشانہ نہیں بنا سکتے اس لیے کہ ہمارا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی امام نہیں ہے۔

ہمت ہے تو اعتراض کریں؟

آپ اس طرح میدان میں آئیں کہ جس طرح ہم نے آپ کی کتابوں اور مقتداؤں پر اعتراضات کیے ہیں، آپ بھی (اگر جواب نہیں دیتے اور قابل اعتراض مذہب کو بھی نہیں چھوڑتے) تو ہمارے امام اور مقتدا ﷺ پر اعتراض کریں پھر ہم بھی سمجھیں گے کہ ہمارے مذہب پر اعتراض ہوا ہے اور ہمارے امام پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملہ ہوا ہے، اس لیے جواب دینا چاہیے مگر کیا کریں نہ ہماری کتاب پر اعتراض، نہ دین پر اور نہ ہی ہمارے امام پر......

مولانا صاحب! اس طرح دوسروں میں چھپ کر آپ اپنی جان نہیں چھڑا سکتے بلکہ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دوسروں کے دامن میں ہاتھ ڈالا ہے اور احادیث کے عوض دوسروں کے اقوال کو مشعل راہ بنایا ہے اور ان کے فتاویٰ پر ایسا جمود اختیار کیا ہے جس کی وجہ سے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے اور فقہ کو بچانے کے لیے احادیث کی تاویل کرتے ہیں بلکہ آپ تو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ میں تغیر و تبدل سے بھی نہیں ٹلتے جیسا کہ علماء دیوبند کے رئیس علامہ محمود الحسن صاحب المعروف بشیخ الہند نے قرآن مجید میں اپنی طرف سے آیت میں اضافہ کیا ہے لکھتے ہیں:

ارشاد ہوا:

فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم.

مولانا صاحب! اللہ کے لیے قرآن کھول کر دیکھیں، حفاظ کرام سے پوچھیں کہ شیخ الہند صاحب کی پیش کردہ آیت کس سورت میں اور کس پارے میں ہے، اس قرآن میں ہے یا کسی دوسرے قرآن میں؟ شاید کہ دیوبند میں اترے ہوئے قرآن میں ہو!! باقی اس قرآن میں تو نہیں ہے۔ دوسری مثالیں سنیں:

آپ کے مایہ ناز عالم علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ: صفحہ ۱۱۱ میں اعمال کو ایمان سے خارج ثابت کرنے کے لیے دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

((من یومن باللہ فیعمل صالحا))

میں حرف تعقیب آیا ہے، جس سے بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

یہ آیت بھی اس قرآن میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دوسری مثالیں بھی ہیں مگر دو بڑی ہستیوں کے ذکر خیر پر اکتفا کرتے ہیں۔ حدیث کے متعلق بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ملتان سے شائع ہونے والا رسالہ ''سیوف المقلدین'' نظر سے گزرا جس میں صحیح مسلم کی حدیث ''مالی اراکم رافعی ایدیکم کاذناب خیل شمس'' میں ''عند الرکوع والرفع منہ'' کے الفاظ بڑھائے ہوئے ہیں حالانکہ صحیح مسلم کی کسی کتاب یا باب میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ اسی طرح سنن دارقطنی صفحہ ۱۲۱ میں ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

((فلا یقرأن احدکم منکم شیئا من القرآن اذا جھرت بالقراءۃ الابام القرآن
ھذا اسناد حسن ورجالہ ثقات کلھم))

''جب میں اونچی آواز قراءت کروں تو تم میں سے کوئی بھی قرآن میں سے فاتحہ کے علاوہ کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ پڑھے۔‘‘

یہ روایت فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے لیے صریح نص ہے مگر علامہ احمد علی سہارنپوری اپنے رسالہ ’’الدلیل القوی‘‘ جو کہ قراءۃ خلف الامام کی ممانعت میں لکھا ہے اس میں یہ روایت جملہ ’’الا بام القرآن‘‘ حذف کر کے درج کی ہے اور فاتحہ نہ پڑھنے کے لیے اس سے استدلال کیا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں، بلکہ خود ہدایہ شریف کھولیں جس کے لیے کہا گیا ہے کہ:

ان الهداية كالقرآن قد نسخت
ما مضى قبلها في الشرع من كتب

’’بیشک ہدایہ قرآن کی مانند ہے اس نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔‘‘

اس میں کئی ایسی روایتیں ملیں گی جن کا وجود ہی نہیں ہے اگر یقین نہیں تو اپنے قابل فخر علامہ جمال الدین زیلعی کی کتاب ’’نصب الرایہ‘‘ کھول کر دیکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحب ہدایہ نے احادیث نقل کرنے میں کتنی سینہ زوری کی ہے۔

خود مولوی عبدالحئ لکھنوی نے مقدمہ ہدایہ میں کئی جگہیں ذکر کی ہیں جہاں ہدایہ والے نے احادیث پر ہاتھ صاف کیے ہیں، بلکہ احادیث میں تحریف اور ہاتھ کی صفائی دکھانے میں آپ کے فقہاء اس حد تک پہنچے ہیں کہ خود حنفی علماء کا بھی ان پر اعتبار نہیں رہا، نہ ہی ان کی لکھی ہوئی احادیث پر بھروسہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کے رکن رکین علامہ ملا علی قاری موضوعات کبیر صفحہ ۹۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں:

((لا عبرة بنقل النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث الى احد من المخرجين))

’’نہایۃ اور ہدایہ کے دیگر شارحین کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ یہ محدث نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے اصل مخرجین تک احادیث کو باسند نقل کیا ہے۔‘‘

علامہ لکھنوی مقدمہ عمدۃ الرعایہ: ۱۳ مطبوعہ یوسفی میں لکھتے ہیں کہ:

((ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة في نفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها ايضا من المعتبرين والفقهاء الكاملين لا يعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتمادا كليا ولا يجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت في الكتب المعتبرة وهي موضوعة ومختلقة))

’’فقہ کی کتابیں اگرچہ فروعی مسائل کے لحاظ سے اعتبار کے لائق ہیں اور ان کے مصنفین معتبر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامل فقیہ تھے لیکن جوانہوں نے احادیث نقل کی ہیں ان پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ان کی قوی اور قطعی ہونے کے لیے فقط یہی چیز کافی نہیں کہ یہ حدیث فقہ کی کتابوں میں ہے اس لیے کہ یہ وضعی اور خود ساختہ اور من گھڑت ہیں۔''

یعنی فقہاء کی نقل کردہ احادیث پر کوئی بھی اعتبار نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محدث نہیں تھے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ محدث مفلس نہیں تھے بلکہ فقہاء تھے۔

ع آنچہ استاد ازل گفت ہما مے گویم

حنفی دوستو! جب آپ کی قرآن وحدیث سے اتنی ہاتھ کھچائی ہے تو کیا نبی کریم ﷺ سے اس سے زیادہ دشمنی بھی ہوسکتی ہے؟ ''قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر'' پھر کیوں نہیں ظاہر ہوتے؟ چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ میدان میں آئیں اور دوسروں کو ہمارے منہ نہ لگائیں۔

جرأت ہے تو......

اہل حدیث کو صاف پکار کر کہیں کہ اگر آپ ہماری فقہ کی کتابوں پر تنقید کریں گے تو ہم بھی تمہاری کتابوں یعنی قرآن وحدیث پر تنقید کریں گے۔ اگر آپ ہمارے مقتداؤں کی غلطیاں پکڑیں گے تو ہم بھی تمہارے امام محمد ﷺ کی باتوں میں غلطیاں پکڑیں گے۔ (معاذ اللہ) اس طرح ہی مقابلہ کی صورت باقی رہ سکتی ہے۔

سامنے آ کے نئے نقش بنا، رنگ جما
اپنے فن سے کبھی فنکار نہیں کرتا ہے حذر

آپ کا یہ سوال بھی غلط ہے کہ آپ فقہاء کی غلطیوں کو پیش کرتے ہیں اہل حدیثوں کی غلطیوں کو کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ اس لیے کہ اہل حدیث اپنے لکھے ہوئے کو مطلقاً کوئی بھی وزن نہیں دیتے۔

انما الاعتماد علی روایتہ لا علی رأیہ.

ہم کسی بھی کتاب کو قابل استناد نہیں مانتے۔ پھر کس چیز کی ضرورت ہے؟ بلکہ یہ کتابیں جن پر آپ کے دین کا دارومدار ہے اور ان کے ماننے والے ان کو معصوم عن الخطا اور ان پر اعتراض حرام سمجھتے ہیں اور ان کو عین دین نبوی کہتے ہیں تو پھر کیوں نہ ان پر تنقید کر کے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے۔ نیز آپ نے عبارت کو نقل کرتے ہوئے بڑی جرأت سے خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ عبارتیں تو بالکل موجود نہیں اور بعض کو نقل کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔

ایضاً نواب وحید الزمان کی کتاب ''نزل الابرار'' آپ کے ہاتھ لگی ہے۔ اس میں سب مسائل اہل حدیث کے نہیں ہیں، اس میں تو احناف، شوافع، حنابلہ بلکہ سب کے مسائل موجود ہیں اور بہت سارے مسائل جو کہ احناف کے ہیں جن کو آپ نے اہل حدیث کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ظاہر ہو جائے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستبدی لك الایام ما کنت جاھلا
ویاتیك بالاخبار ما لم تزود

نواب وحید الزمان پر الزامات کی اصل حقیقت:

(ساس سے نکاح جائز ہے۔ الخ)

"اقول لعنة الله علی الکاذبین" نزل الابرار میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے ایسا جواز پیدا ہو۔ یہ تو ظاہری افتراء اور بہتان ہے یا تو پھر آپ کسی جھوٹے ناقل کے نقل پر اعتبار کیے ہوئے ہیں۔

سنو! نزل الابر: ۲/ ۲۰ (جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے) اس میں یہ عبارت ہے:

((ویحرم ابدا بالمصاھرة اربع ثلاث بمجرد العقد الاولی زوجة ابیه وان علا والثانیة زوجة ابنه وان سفل والثالثة ام زوجته وان علت من نسب او رضاع وقیل لا محرم بمجرد العقد بل بالدخول بالبنت))

یہ عبارت بالکل صریح ہے کہ ساس یعنی بیوی کی ماں ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ عورت کے ساتھ فقط عقد نکاح ہونے سے اس کی ماں اس خاوند کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ چاہے عورت سے وطی ہو یا نہ ہو۔ اتنی وضاحت کے ساتھ نواب صاحب نے اپنا مذہب بیان کیا ہے۔ اس سے آگے "قیل" سے کن کا خیال نقل کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ مجرد عقد سے نہیں بلکہ جس عورت سے نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو اس کی ماں حرام ہے۔ یہ کہنے والا نہ تو نواب صاحب ہے اور نہ کوئی دوسرا اہل حدیث ہے بلکہ کوئی مجہول ہے۔ یہ نواب صاحب کا مذہب نہیں لہٰذا نواب صاحب کی طرف نسبت کرنا جھوٹ معلوم ہوتا ہے بلکہ آپ کی کتابوں میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ محرمات سے نکاح کرنے والے پر حد نہیں ہے۔ "کما ذکرناہ فی رسالتنا التفصیل الجلیل" بلکہ قاضی خان: ۴/ ۴۰۷ (کتاب الحدود) میں تو اس طرح ہے:

((وتزوج باخت امراته او بامها او تزوج امراة لها زوج فجامعها وقال علمت انها علی حرام لا یجب الحد عند ابی حنیفة فی هذه الوجوه کلها وان قال علمت انها علی حرام......))

"اگر سالی یا ساس یا خاوند والی عورت سے نکاح کیا اور پھر اس سے وطی کی اور یہ بھی کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ عورت میرے لیے حلال نہیں تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق کوئی حد نہیں۔"

مولانا صاحب! آپ ہی بتائیں کہ سالی یا ساس سے نکاح کی اجازت نواب صاحب نے دی ہے کہ قاضی خان نے؟ یہ فتویٰ اہل حدیث کا ہے یا حنفی مذہب کا؟ ذرا سوچ کر بتائیں کہ اگر اس طرح حد معاف ہوگئی تو لوگ کیا سمجھیں گے؟ قطع نظر اس بات سے کہ نواب صاحب کے نزدیک وہ نکاح صحیح ہے یا فاسد، مگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۸۲ میں ہے کہ:

((فلو تزوجها نكاحا فاسدا لا تحرم عليه امها بمجرد العقد بل بالوطی))

''اگر عورت سے فاسد نکاح ہوا ہے تو ایسی صورت میں جب تک اس سے وطی نہ ہو تو اس کی ماں یعنی فاسد نکاح والے کی ساس سے نکاح حرام نہیں ہے۔''

اسی طرح شامی: ۲/ ۲۸۶ میں بھی ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ یہ فتویٰ بھی نواب صاحب کا ہے یا آپ کے بزرگوں کا؟ دراصل نواب صاحب نے اس کی طرف اشارہ ''قیل'' سے کیا ہے؟ اگر یہ کسی اور کا قول نہیں ہے تو پھر آپ خود غور وفکر کریں، مزید وضاحت کے لیے فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۱۱۰ پر پڑھیں۔

سوال: زید کا نکاح ایک کنواری لڑکی سے ہوا۔ نکاح کے چند دنوں بعد لڑکی بیمار ہوگئی اور رسوم شادی کے بغیر غیر مدخولہ فوت ہوگئی یعنی ناکح سے ہم بستر ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئی۔ اب اگر لڑکی مذکورہ کی ماں جو بیوہ ہے۔ زید موصوف کے ساتھ نکاح کرے تو از روئے قرآن وحدیث جائز ہے؟

جواب: زید کا اس کی منکوحہ غیر مدخونہ کی ماں سے نکاح جائز نہیں۔

﴿لقوله تعالىٰ: وامهات نساء كم﴾ یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں۔ واللہ اعلم

یہی فتویٰ اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۳۰/ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء میں بھی موجود ہے۔

{مسئلہ ۲} غناء وغیرہ کا مسئلہ۔

اقول: حقیقت یہ ہے کہ غناء کی حرمت وعدم حرمت کے متعلق تمام مذاہب کے علماء کے خیالات مختلف ہیں۔ نواب صاحب جواز کا کہتے ہیں مگر از راہ تحقیق اس میں ان کی غلطی ہے۔ محقق سب ناجائز کہتے ہیں چنانچہ اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲۴ نومبر پہلی دسمبر ۱۹۳۴ء میں علامہ ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا فتویٰ درج ہے۔

سوال ۲۲۲: ہماری برادری کے بعض لوگ شادیوں میں ڈھول بجاتے ہیں اور دلہن کے سر میں سندھور لگا کر شادی کرتے ہیں اور نکاح پڑھاتے ہیں ایسی شادیوں میں ڈھول وغیرہ بجتے ہیں اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں اور اس طعام ولیمہ میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں اور شادیوں میں ڈھول وغیرہ بجانا کیسا ہے جواب تحریر فرمائیں۔

جواب ۲۲۲: ڈھول بجانا اور سندھور لگانا رسم کفار ہے۔ جائز کام میں شرکت کرنا جائز ہے ناجائز میں منع ہے۔

اور نواب صاحب نے یہ بھی آپ کی فقہ سے نقل کیا ہے۔

سنیں: امام محمد بن الحسن الشیبانی لکھتے ہیں (صحت یا عدم صحت ان کے سر پر ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((رجل دعی الی ولیمة او طعام فوجد هناك لعبا او غناء فلا باس بان یقعد ویاکل قال ابو حنیفة رضی الله عنه ابتلیت بهذا مرة))(الجامع الصغیر للامام محمد: ۱۵۲)

یہی عبارت ہدایہ صفحہ ۴۵۵، اخیرین میں بھی موجود ہے، اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "فصبرت" اب آپ بتائیں کہ نواب صاحب تو لغایۃ اجازت دیتے ہیں مگر امام الاحناف تو صبر کر کے ڈھول بجنے والی مجلس میں بیٹھ کر کھانے میں بھی شریک ہوئے۔ آپ کو نواب صاحب کے قول پہ افسوس ہوا ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "اللہ جانے کیا حشر ہوگا۔"

حالانکہ نواب صاحب کے اس قول پر کبھی کسی اہل حدیث نے فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ اہل حدیث تو فقط حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، ہمارا دعویٰ نہیں ہے کہ فلاں عالم کی لکھی ہوئی کتاب خطا سے پاک ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ آپ کے مذہب کا کیا حشر ہوگا، جس کے بانی "بقول تلمیذہ وبعض کبراء مذهبه کصاحب الهدایة" ڈھول والی مجلس میں بیٹھ کر دعوت وغیرہ کھاتے ہوں۔

مولانا صاحب! گواہی کا مسئلہ بھی اس پر متفرع ہے جبکہ نواب صاحب ناجائز نہیں کہتے اس لیے تو شادی کو معتبر کہتے ہیں مگر آپ تو بتائیں کہ جو ڈھول ڈھمکے کا کھانا کھا کر ڈھول والی مجلس میں شریک ہو، اس کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

میرے پہلو سے گیا پالا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

آپ کی کتاب "خزانة الروایة فصل فی لو احق الضیافة" میں ہے کہ: فعلی هذا حرمة التغنی وغیره تکون مقیدة باللهو فلا یکون بغیر اللهو لغرض الدین کما فی العرس والولیمة واستعداد الغزاة والقافلة والحصول رقة قلوب عباد الله المرضیة عند الله لا یکون حراما علی مذهب الحنفیة...... فما ورد من الحرمة المطلق فمحول علی المقید علی قضیة حمل المطلق علی المقید هکذا سمع من العلماء المحققین.

مولانا صاحب! اب تو آپ کی بھی جان چھوٹ گئی۔ شادی بیاہ میں حنفی مذہب کے مطابق ڈھول وغیرہ بجانا حلال ہے اور یہی محققین احناف کی تحقیق ہے۔

مسئلہ ۴: (طہارت جامہ کے متعلق آپ نے نواب صدیق حسن خان کی کتاب "الدین الخالص" کا حوالہ دیا مگر آپ نے عبارت نہیں لکھی)

اور یہ کتاب اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں، بغیر دیکھے ہم اس کو کیسے تسلیم کریں۔ بہر حال آپ نواب صاحب پر غصے ہوتے ہیں کہ "طہارۃ الثوب" کو صحۃ الصلاۃ کے لیے مشروط نہیں کہتے (اللہ ہی حقیقت حال کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتا ہے) اس لیے کہ یہ ایسی بڑی غلطی نہیں ہے کیونکہ عدم التشریط عدم الایجاب کو مستلزم نہیں ہے مگر ذرا اپنے گھر کو سنبھالیں آپ کے پاس اس کا حکم کس طرح ہے؟ سنیں! آپ کے پاس پلیدگی تو دو قسم کی ہے۔

(۱) سخت پلیدگی (۲) ہلکی پلیدگی۔

پہلی قسم: مثلاً پیشاب، شراب، مرغی اور بطخ کا پاخانہ، خون، پیپ، حیض نفاس، مردار جانور کا پیشاب وغیرہ وغیرہ۔ ان کے لیے حکم ہے کہ اگر درہم کے برابر کپڑے پر لگا ہو تو اس میں نماز درست ہے۔

دوسری قسم: ہلکی پلیدگی۔ مثلاً حلال جانوروں اور پرندوں کا پاخانہ، پیشاب ان کے لیے حکم ہے کہ اگر کپڑے کا چوتھا حصہ بھرا ہوا نہ ہو تو اس میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ دیکھیے ہدایہ، عالمگیری، درمختار قاضی خان وغیرہ۔

اب ذرا ایمانداری سے بتائیں کہ اگر آپ کے ہاں کپڑے کی پاکیزگی نماز کے لیے شرط ہے تو پھر درہم جتنی جگہ پر پاخانہ، پیشاب، حیض، نفاس، خون، پیپ وغیرہ لگی ہو تو آپ اس میں نماز کیسے درست کہتے ہیں؟ ایسی مثالیں امام محمد کی جامع صغیر: ۹ میں بھی موجود ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ نواب صاحب غلطی سے پاک ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم آپ کی طرح دوسروں کی کتابوں کو سند نہیں سمجھتے اس لیے ضروری ہے کہ جو آپ کی کتابوں میں عجائبات موجود ہیں ان کو مسلمانوں کی نصیحت کے لیے ظاہر کیا جائے۔ اس مسئلے کے متعلق ہمارا مذہب ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر) ((لا تقبل صلاة بغير طهور)) (ترمذی)

مسئلہ ٤: (بیوی کو افیون کھلانی واجب ہے)

اقول: مولانا صاحب یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے اور آپ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت نواب صاحب کی یہ ہے:

((اما الافيون والحشيش فلا يجب اعدادهما على الزوج بالاتفاق ولو كانت لها عادة بهما وقيل يجب عليه اعداد الافيون لان الناس مختلفون في تحريم قليلها مالا يسكر وهي تستعمل دواء في اكثر الامراض فان كانت تاكلها براى الطبيب الحاذق فيجب اعداده على الزوج وهو الراجع)) (نزل الابرار: ۲/ ۲۱۷)

اب آنکھوں والے دیکھیں کہ نواب صاحب نے اپنا مسلک ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ افیون وغیرہ عورت کو نہیں دینی اگرچہ اس کی عادت بھی ہو۔ باقی کسی اور کا قول انہوں نے مجہول صیغے سے نقل کیا ہے۔ اس سے اہل حدیث مراد نہیں ہیں بلکہ اہل حدیثوں کا تو اس سے متعلق اتفاق نقل کیا ہے کہ اس کو نہیں دی جائے گی۔ باقی قیل کا اشارہ دوسری طرف ہے۔ نواب صاحب نے ان کی ستر پوشی کی ہے بلکہ قیل کہہ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ بھی کیا ہے مگر آپ کے متلبس اعتراض نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم مشار الیہ کو ظاہر کریں۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ نیکاں برد

قیل کے مشار الیہ کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں ایک تو ان کا استعمال قلیل ہے، جب تک اس میں سکر اور نشہ نہ ہو۔ اب انصاف کریں کہ کون اس کو مطلقاً حرام کہتا ہے اور کون نشہ کی قید لگاتا ہے، چنانچہ دوسرے سب مطلقاً حرام سمجھتے ہیں۔ نزل الابرار والے نے بھی بالاتفاق منع کا فیصلہ صادر فرمایا ہے بلکہ آپ کی کتابوں میں تو جس قدر شراب سے نشہ نہ ہو اتنی پینے کی اجازت ہے اور کتنے بھی جام نوش کرے اور جب تک نشہ نہ ہو اتنی شراب حرام نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی حد ہے۔ قاضی خان ۲: ۲۰۹ کتاب الاشربۃ میں ہے:

((ویحرم القدر المسکر منه وهو الذی یعلم یقینا او بغالب الرأی انه یسکر))

اور ہدایہ صفحہ: ۴۹۷ اخیرین میں ہے کہ:

((لان المفسد هو القدح المسکر وهو حرام عندنا))

''ہم احناف کے پاس شراب کا وہ پیالہ حرام ہے جو نشہ کرے۔''

اور یہ بھی یقین ہو کہ اتنی شراب نشہ آور ہوتی ہے۔ اب بتائیں کہ نشہ نہ ہونے تک ایسی چیزوں کے استعمال کی کون اجازت دیتا ہے؟ محدثین تو سب کے سب مطلق منشیات کو حرام کہتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں صاف ظاہر ہے کہ ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام. (اخرجه الترمذی وغیرہ)

وجہ دوم علاج کے لیے آپ کے مذہب میں حرام چیز بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے چنانچہ درمختار علی ہامش الشامی: ۱/ ۲۱۰ میں ہے کہ:

((وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیه الفتوی))

''مفتی بہ قول یہ ہے کہ علاج کی وجہ سے حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔''

اسی صفحہ پر شامی بھی جواز کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں اور بالاتفاق جواز نقل کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جو بھی وجوہات اجازت کے لیے لکھی گئی ہیں یہ سب آپ کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ مقید اجازت بھی آپ کے مذہب کے مطابق کہلائے گی۔

مولانا صاحب! ذرا دل کو سنبھال کر یہ واضح اور صریح عبارت پڑھیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لو شرب الافیون یجوز للتداوی وان قصدبه السرور فلا))

(خزانة الروایة باب فی التداوی والعلاج: ۵۹۵)

یعنی علاج کے لیے افیون پینی جائز ہے۔

اب تعصب سے ہٹ کر بتائیں کہ یہ ''قیل'' والا مذہب کس کا ہے؟

احناف کا مذہب ہے یا اہل حدیث کا؟ نواب صاحب نے تو منع کی ہے لیکن آپ کے حنفی بھائی نے تو حلال کردی۔

عجب بھرزہ طرف ے شود مقابل ما

ذرا علماء احناف کے روحانی پیشوا، حکیم الامۃ الحنفیۃ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب کا فتوٰی بھی پڑھیں۔

''بلکہ شراب کے سوا جتنے نشہ ہیں جیسے افیون، جائے پھل، زعفران وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ دوا کے لیے اتنی مقدار کھالینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آئے اور اس دوا کا لگانا بھی درست ہے جس میں یہ چیزیں پڑی ہوں اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جائے حرام ہے۔'' (بہشتی زیور: ۶۱ حصہ سوم)

نیز فتاوٰی لکھنوی حصہ سوم ۱۰۸ میں ہے کہ:

''اگر علم شفا باشد وسوائے افیون از ادویہ مباحہ کداوی شفائے بخشد جائز است بلا کراہت۔''

مولانا صاحب! ذرا غور سے عبارت سنیں۔ فقہاء نے تو اس کے وجوب کا حکم نقل کیا ہے۔

شامی: ۵/ ۲۹۷ میں ہے کہ:

((سئل ابن حجر المکی عمن ابتلی باکل نحو الافیون وصار ان لم یاکل منه هلك فاجاب ان علم ذالك قطعا حل له بل وجب لاضطراره الی ابقاء روحه کالمیتة للمضطر ویجب علیه التدریج فی تنقیصه شیئا فشیئا حتی یزول تولع المعدة من غیر ان تشعر فان ترك ذالك فهو آثم فاسق اهـ. ملخصا قال الرملی وقواعدنا لا تخالفه))

نیز آپ کے پاس تو افیون کی تجارت بھی جائز ہے۔ درمختار علی ہامش الشامی: ۵/ ۳۰۱ میں ہے کہ:

((ومفاده صحة بیع الحشیشة والافیون))

مسئلہ ۵: دولہا پر پھول پھینکنا جائز ہے۔ الخ

اقول: نواب صاحب کی عبارت اس طرح ہے کہ:

((اما استعمال الصفرة للعروس والمعرس والقاء الورد والریا حین والقاء اوشاحها علی الاعناق والرؤس فمما لم یامر به الشارع ولا نهی عنه فیبقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحا ان لم یقصد التشبه لان الطیب کان محبوبا عند النبی ﷺ وای عبد احق واحری لاستعمال الطیب والتزین من العروس والمعرس والله اعلم)) (نزل الابرار: ۲/ ۷۶)

ظاہر ہے کہ نواب صاحب دلیل سے ثابت کر رہے ہیں کہ اس کے متعلق منع کا حکم وارد نہیں، اس لیے مباح کہا جائے گا۔ یہ تو آپ کا بھی مذہب ہے جیسا کہ قاضی خان: ۴/ ۷۷۸ کتاب الحظر کے ابتداء میں ہے کہ "والاصل فی الاشیاء الاباحة" اب آپ قرآن یا حدیث سے منع ثابت کریں ورنہ مباح ہے۔ نیز نواب صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خوشبو پسند تھی۔ پھر دولہا دلہن کے علاوہ زیادہ خوشبو کا حقدار کون ہے؟ آپ پر ضروری ہے کہ آپ اس دلیل کو رد کریں۔ باقی خالی اعتراض آپ کو زیب نہیں دیتا۔ رد کرنے کی صورت بھی یہ ہے کہ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ ﷺ کو خوشبو پسند نہیں تھی یا پھر شادی کے موقعہ پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ "ولیس لکم الی ذلك سبیل" اور یہ عذر بھی غلط ہے کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے اور آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس کے موجد ہندو ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ دیکھنے میں تو یوں آیا ہے کہ مسلمان عام طور پر خوشبو دار پھول استعمال کرتے ہیں نیز نواب صاحب نے "ان لم یقصد التشبه" کی قید لگائی ہے پھر اعتراض کس چیز کا؟ اور یہ کہنا کہ یہ رسم رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہ تھی۔ یہ سوال بھی کم علمی کی وجہ سے ہے اس لیے کہ زمانہ نبوت میں اگر کوئی کام نہ ہو اور اس کو ناجائز کہنا تو کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو دین سمجھ کر کیا جائے یا ثواب ملنے کا عقیدہ رکھا جائے تو پھر محدثات میں داخل ہوگا۔ جیسا کی ارشاد نبوی ہے کہ:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد)) (بخاری ومسلم)

جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔

لفظ "امرنا هذا" میں غور کریں اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے:

((اما امور دنیا کم فالیکم)) (احمد)

''رہا معاملہ آپ کے دنیاوی کاموں کا تو یہ آپ کی صوابدید پر ہیں۔''

خود آپ کی کتابوں میں بھی شادی وغیرہ میں پیسے بانٹنے اور مٹھائی تقسیم کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری: ۴/ ۲۲۵ طبع نولکشور میں ہے کہ:

((لا باس بنثر السکر والدراهم فی الضیافة وعقد النکاح))

''ضیافت اور شادی وغیرہ میں پیسے پھینکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

اسی طرح "خزانة الروایة فصل فی الضیافة والولیمة ولواحقها" (۵۶۷) میں بھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب! آپ نے پھولوں کے لیے تو بہت جلد فتویٰ صادر کر دیا ہے کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کے بزرگوں نے یہ جو اجازت عطا فرمائی ہے اس کو آپ کس قوم کی رسم کہیں گے؟ بلکہ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے کہ ایسے پیسے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لکھا ہو، وہ بھی سر پر سے گھما کر دیئے جا سکتے ہیں۔ عبارت اس طرح ہے:

((نثر الدراهم والدنانير والفلوس التي كتب عليها اسم الله تعالى مكروه عند البعض وقيل غير مكروه وهو الصحيح))

"دینار، درہم اور پیسے وار کرنا جن پر اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوں بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے ہاں مکروہ نہیں اور یہی صحیح ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب! اب تو آپ کے ادب واحترام والے ڈھنڈورے کا راز کھل گیا ہے۔ یہ پھینکے ہوئے پیسے کیا لوگوں کے قدموں تلے نہیں آئیں گے؟ اب بھی آپ کہتے ہیں کہ اہل حدیث بے ادب ہیں۔

یہ ادب آپ کو مبارک ہو۔ اب ذرا اس کے متعلق ایک زبردست فتویٰ حاضر خدمت ہے۔ علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

((وبر تقدير عدم ثبوت ارتكاب ايں امور از بدعات سيئة نخواهد شد بل از امور مستحدثه مباحه والله اعلم)) (فتاوی لکھنوی حصہ دوم: ۹۲)

ان کاموں کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے بدعات میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ نئے کام مباح ہیں۔

علماءِ دیوبند کے سرتاج علامہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

"چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہیں مگر اس وقت میں نہ چاہیے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو۔" (فتاویٰ رشیدیہ: ۹۱)

علامہ علاء الدین المارديني المعروف بابن الترکمانی جس کی حدیث دانی پر علماءِ احناف کو ناز ہے۔ وہ اپنی کتاب "الجوهر النقي" وهو في ذيل السنن الكبرى للبيهقي: ۷/ ۲۸۸" میں خوشی کے موقع پر تقسیم کرنے اور پھینکنے کے لیے حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ابن المنذر اور خطابی سے بھی اباحت نقل کرتے ہیں۔ خزانۃ الروایۃ: ۳۳۲ قلمی نسخے میں ہے کہ:

((لا بـاس بـنثر السكر والدراهم في الضيافة وعقد النكاح في الشرعة ومن السنة نثر السكر والارز على راس الزوج وانتهاب القوم ذالك تبركا به ثبت بالآثار والاخبار))

بس اب تو راضی ہو جائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیسے، مٹھائی، چاول وغیرہ دولہے کے اوپر پھینکنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے اور اوپر گھمائی ہوئی چیز کو لے کر تبرک حاصل کرنا چاہیے۔ پھر جب علماء احناف کی کتابیں اس کی اجازت سے بھری ہوئی ہیں بلکہ حدیث سے ثابت کر رہے ہیں اب بھی آپ اس کو ہندوؤں کی رسم کہیں گے؟

مولانا صاحب! ذرا گنگوہی دارالافتاء کے دو فتوے بھی لکھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر فتویٰ دینا کہ یہ کس قوم کا رواج ہے۔

(۱) سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں ہے اور چند سال کھانا لوجہ اللہ کھلانا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۷۸)

بتائیں کہ میلاد اور سالگرہ وغیرہ کے دن منانا کس کی پیروی اور اتباع ہے؟

حدیث "من تشبه بقوم فهو منهم" (آپ کی ہی ذکر کردہ) یہاں تو وارد نہ ہوگی؟

سوال: بعض صوفی قبر اولیاء پر چشم بند بیٹھتے ہیں اور سورۂ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس بات کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بنیت خیر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۱)

بتائیں کہ قبر والوں سے فیض حاصل کرنا کس جماعت کا عقیدہ ہے؟

مزید دوسری کتابوں کے حوالے بھی سنیے:

((ولا بأس بشد الخرز على ساقي الصبي او للمهد تعليلا)) (عالمگیری: ٤/ ٢٤٠)

"اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بچے کے بازو اور جھولے کے ساتھ بیماری سے بچنے کے لیے دھاگہ باندھ لیا جائے۔"

بتائیں یہ کہ یہ کس کی رسم ہے؟

خزانۃ الروایۃ: ۳۳۲ قلمی نسخہ میں ہے کہ:

((ومن السنة ان يغتسل الزوج رجليها ويرمى ذالك الماء فى زوايا البيت لتدخله من ذالك البركة))

"سنت طریقہ یہ ہے کہ دولہا اور دلہن کے دونوں پاؤں دھو کر، اس پانی کو گھر کے چاروں کونوں میں پھینکنا چاہیے تاکہ گھر میں برکت داخل ہو۔"

واہ بھئی واہ! مولانا صاحب!! یہ کس نبی کی سنت ہے؟ ہندوؤں کی اور رسمیں بھی ہوتی ہیں۔ برائے مہربانی پہلے اپنی کتابیں ٹٹولیں پھر ایسی باتیں کریں تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ شیش محل میں بیٹھ کر باہر والوں پر پتھر پھینکنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

اگر مزید معلومات چاہتے ہو تو اعلیٰ حضرت تھانوی صاحب کے اعمال قرآنی اور بہشتی زیور کا مطالعہ کریں، جہاں پر کئی رنگینیاں آپ کو ملیں گی۔

مسئلہ ٦: "وقيل البنج مباح لانه حشيش" الخ

اقول: مولانا صاحب یہاں بھی آپ نے عبارت نقل کرتے ہوئے خیانت سے کام لیا ہے۔ نواب صاحب تو اس کو مباح نہیں کہتے بلکہ ناجائز کہتے ہیں بلکہ مشتبہ اور مباح وغیرہ تو آپ کی فقہ کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں چنانچہ اصل عبارت اس طرح ہے:

((وقال صاحب الدر اكل البنج والحشيش والافيون حرام لكن حرمتها دون حرمة الخمر ولو سكر باكلها لا يحد بل يعذر وقيل البنج مباح لانه حشيش اما السكر منه فحرام قال في النهر هو التحقيق ويستفاد منه ان قليل الافيون بحيث لا يسكر مباح سيما اذا استعمل دواء براى الطبيب الحاذق قلت وكذالك التنباك واستدل المحرمون بحديث نهى عن كل مسكر و مفتر ولا شك ان التقوى هو الاجتناب من هذه الاشياء المشتبهة والله اعلم))

(نزل الابرار: ٢/ ٣٠٠-٣٠١)

آپ ایمانداری سے بتائیں کہ الدرر اور النہر کس کے مذہب کی کتابیں ہیں اور یہ عبارت نواب صاحب کی، تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا حصہ "بل يعذر" تک درمختار: ٢/٩٤ علی ہامش الشامی میں ہے اور قیل میں اشارہ شامی کی طرف ہے اس نے صفحہ ٥/٢٩٤ میں ہدایہ وغیرہ سے عبارت نقل کی ہے اور "النهر الفائق" علامہ سراج الدین عمر بن نجیم کی مشہور کتاب ہے۔ الغرض یہ کتابیں آپ کے فقہاء کی ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ کتابیں آپ کے فقہاء کی ہی ہیں اور یہ عبارتیں بھی ان کتابوں میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے عمداً دوسروں کو بدنام کرنے کے لیے اس طرح تصرف کیا ہے جو کہ کسی عالم کے شان سے بعید نہ تھا۔

الحاصل نواب صاحب نے جن فقہاء کی عبارتیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض اس کو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور بعض اس کو مقید کہتے ہیں کہ جب تک نشہ نہ ہو یا پھر علاج کی غرض سے استعمال کی جائے جیسا کہ حسامی کا مصنف اس کو تحقیق مذہب کہہ کر تمام اقوال کے درمیان تطبیق دیتا ہے۔ باقی نواب صاحب نے جو مذہب پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے وہ یہ ہے کہ بھنگ وغیرہ مشتبہات میں سے ہے یعنی جس کی حرمت اور حلت ظاہر نہ ہو مگر حکم اس کا حرام والا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((الحلال بین والحرام بین وبینھما امور مشتبہات والمومنون وقافون عند الشبھات)) (بخاری)

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان شک والی چیزیں ہیں اور ایمان والے ان شک والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔''

مولانا صاحب نے تو صرف مشتبہ کہا ہے تو ان پر اتنا مواخذہ کیا گیا ہے اور جن فقہاء نے اس کو بالکل حلال اور مباح کہا ہے ان کو آپ کیا کہیں گے؟

علماء احناف کا بھنگ کے متعلق فتویٰ:

تمہارے فقہاء کی بھنگ کے متعلق عبارات ملاحظہ فرمائیں:

((کما لا یحد من البنج...... وذکر شمس الائمة السرخسی فی اثناء الکلام (ای لبن الرماك) مباح کالبنج)) (قاضی خان: ٤/ ٦٧٦)

بھنگ مباح ہے اس کے استعمال کرنے پر کوئی حد نہیں:

((وفی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیة والبنج مباح للتداوی)) (الشامی: ٥/ ٢٩٤ حاشیہ ھدایہ: ٤٨٧ اخرین)

حضرت تھانوی صاحب کی عبارت گزری، فرماتے ہیں، شراب کے علاوہ باقی تمام چیزیں علاج کے لیے استعمال کی جا سکتی ہیں، جب تک ان سے نشہ نہ ہو۔

خزانة الروایة باب حد الشرب میں ہے کہ:

((ولو سکر من نبیذ العسل والزرا والجعد ونحو ذالك او البنج او لبن الرماك لم یحد فی الکافی المسکر من المباح کالبنج ولبن الرماك وشرب المکرد لا یوجب الحد))

اب تو مسکر وغیر مسکر کے سوال میں بھی تخفیف ہو گئی ہے۔ غالباً اب آپ کو ''قیل'' کے معانی بھی سمجھ میں آ گئے ہوں گے۔

مولانا صاحب! علاج کے لیے تو آپ کے فقہاء نے شراب کی اجازت دی ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری: ۴/ ۲۳۶ میں ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ولو ان مریضا اشار الیه الطبیب بشرب الخمر روی عن جماعة من ائمة البلخ انه ینظر ان کان یعلم یقینا انه یصح حل له التناول))

''اگر کوئی طبیب کسی مریض کو شراب پینے کا کہے اور اسے یہ معلوم ہو کہ اس کو شراب پلانے سے یہ ٹھیک ہو جائے گا تو شراب اس کے لیے حلال ہے، بیشک شراب استعمال کرے۔''

بلکہ حنفی مذہب میں تو علاج کے لیے کتے کی ہڈیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔

کتے کی ہڈیوں سے علاج:

((واما عظم الکلب فیجوز التداوی به هکذا قال مشائخنا))

(عالمگیری: ٤/٢٣٥)

''کتے کی ہڈیوں سے علاج کرنا جائز ہے یہی ہمارے مشائخ کا قول ہے۔''

برائے مہربانی تعصب چھوڑ کر اپنی کتابوں کا مطالعہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے؟ آپ کا دل بھی اس شعر کو پڑھنے کے لیے جوش مارے گا کہ:

اگر ہمیں مکتب است ویں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

مسئلہ ۷: ((ولو قذف عائشة رضی اللہ عنہا بالزنا کفر باللہ ولو قذف سائر نسوة النبی ﷺ لا یکفر)) (عالمگیری: ٢/ ٨٨٥)

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والا کافر نہیں ہے۔''

مولانا صاحب! کیا کہہ رہے ہو؟ آپ زندہ تو ہیں؟ سانسیں باقی ہیں کہ نہیں؟ یہ ہے ادب واحترام اور اسی کا نام ہے فقاہت اور یہی ہے فقہ کی شرافت؟

٢۔ ((رجلان اختصما فی شئی فقال احدهما لصاحبه یا ابن الزانیة (وهر که خدائے را باین نام است) وکان اسم المشتوم محمد قال الشیخ الامام ابو القاسم رحمہ اللہ علیہ لم یکن کفرا لان اوهام الناس لم تنصرف الی النبی ﷺ فلم یکن کفرا ما لم ینوه)) (قاضی خان: ٤/ ٨٨٢، کتاب السیر)

''یعنی اگر کسی محمد نامی شخص کو گالی دیتے ہوئے کہے کہ اے زانیہ کے بیٹے! تو ایسی حالت میں وہ کافر نہ ہوگا اس لیے کہ عام گمان اس کا محمد ﷺ کی طرف نہیں ہوگا جب تک اس کی نیت نہ کرلے۔''

مولانا صاحب! ہوش میں آئے ہیں یا نہیں۔ نشہ اترا ہے یا ابھی تک باقی ہے؟ بتائیں یہ مثال دینے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ضرورت تھی، معاذ اللہ جس کو رسول اللہ ﷺ یاد نہ تھے وہ بھی یاد کرے۔ کیا یہ تاویل جو آپ نے یہاں پیش کی ہے، نواب صاحب کے کلام میں نہیں ہو سکتی تھی؟ کیا آپ نے نواب صاحب کی نیت معلوم کر لی تھی؟ ”علیم بذات الصدور“ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

۳۔ ((لو نسب الی الانبیاء الفواحش کعزمه الی الزنا نحو الذی یقول الحشویة فی یوسف علیہ السلام کفر لانه شتم لهم وقیل لا یکفر))

(خزانة الروایة باب فی الارتداد والفاظ الکفر: ۴۹۱)

”بعض فقہاء کے نزدیک نبیوں کی طرف زنا کے ارادے کی نسبت کرنا بھی کفر نہیں ہے؟“

مولانا صاحب! یہ (قیل) نواب صاحب والے (قیل) کے برابر ہے یا اس سے کم یا زیادہ ہے؟

مسئلہ ۸: (متعہ کے متعلق آپ نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے)

نواب صاحب کی اصل عبارت ”نزل الابرار“ سے نقل کی جاتی ہے۔

((قال: ونکاح المتعة والموقت وخالف بعض التابعین وکذالك بعض اصحابنا فی نکاح المتعة فجوزوها لانه کانه ثابتا جائزا فی الشریعة کما ذکره الله فی کتابه فما استمعتم به منهن فاتوهن اجورهن وقراءة ابی بن کعب وابن مسعود فما استمعتم به منهن الی اجل مسمی یدل صراحة علی اباحة المتعة فالاباحة قطعیة لکونه قد وقع الاجماع علیه والتحریم ظنی ولا یرفع القطعی بالظنی واجاب الجمهور بانه قد وقع الاجماع علی التحریم ایضا فی الجملة وانما الخلاف فی التابید هل وقع ام لا وکون هذا التابید ظنیا لا یستلزم ظنیة التحریم الذی وقع النسخ به فالحاصل ان الناسخ للتحلیل المجمع علیه هو التحریم المجمع علیه المقید بقید ظنی وهو التابید فالناسخ والمنسوخ قطعیان لان قوله تعالی الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم یدل علی التحریم کما روی عن ابن عباس ان کل فرج سواهما حرام وفی هذا الجواب ما فیه اذا الایتان اللتان یستدل بهما علی تحریم المتعة مکیتان وقد احل المتعة بعدهما بالاتفاق فعلم ان الآیتین المذکورتین لا تدلان علی تحریم المتعة ولو فرضنا فتکون احادیث التحلیل مثبتة لامر زائد والزیادة علی الکتاب بالخبر المشهور جائزة وبالجملة القول بتحریم المتعة لا یخلو عن اشکلا وشبهة التحلیل لم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتفع الی الآن قال شیخنا ابن القیم الصحیح ان النهی عنها انما کان عام الفتح وان النهی یوم خیبر انما کان عن الحمر الاهلیة وظاهر کلام ابن مسعود اباحتها او اباحتها عند الضرورة وعند الحاجة فی الغزو عند عدم النساء وشدة الحاجة الی المرأة فمن رخص فیها فی الحضر مع کثرة النساء و امکان النکاح المعتاد فقد اعتدی والله لا یحب المعتدین وافتی ابن عباس بحلها للضرورة فلما توسع الناس فیها ولم یقتصروا علی موضع الضرورة امسك عن فتواه ورجع عنها وقد قال بحلتها جماعة من الصحابة بعد رسول الله ﷺ منهم اسماء بنت ابی بکر وجابر بن عبدالله وابن مسعود وابن عباس و معاویه و عمرو بن حریث و ابو سعید وسلمة ومعبد قال الحافظ والاجود ما ذهب الیه جماعة من المحققین انها لم تحل قط فی حالة الحضر والرفاهیة بل فی حال السفر والحاجة والاحادیث ظاهرة فی ذالك وقال الاوزاعی یترك من قول اهل الحجاز متعة النساء ومن قول اهل المدینة اتیان النساء فی ادبار هن والله اعلم بالصواب)) (نزل الابرار: ۲/ ۳۳۔ ۳۵)

اب آپ اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں اور غور کریں۔ اگر کوئی بھی سمجھدار انسان تعصب کو چھوڑ کر اس عبارت کا مطالعہ کرے گا، تو کبھی بھی یہ گمان نہیں کرے گا کہ نواب صاحب کو متعہ کی حرمت کے متعلق شک ہے یا اس کی اجازت دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ عبارت اپنے مطلب میں واضح ہے بلکہ آپ نے ماقبل اور مابعد کو چھوڑ کر عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ لکھا ہے کہ نواب صاحب متعہ کے حرام ہونے میں شک کرتے ہیں۔ حاشا وکلا، سچ یہ ہے کہ:

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفته من الفهم السقیم

نواب صاحب نے یہاں دونوں طرف کے دلائل ذکر کیے ہیں اور بعد میں لکھتے ہیں کہ قرآنی آیات سے اس کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ہی تحلیل کا شبہ مرتفع ہوتا ہے بلکہ ازروئے سنت واجماع امت اس کی حرمت کا ہرگز انکار نہیں کرتے۔

نواب صاحب کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ متعہ جائز تھا، پھر حرام ہوگیا۔

۲۔ اور یہ حلت بھی ضروری حالت میں تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ جو کہتے ہیں کہ حلت بغیر ضرورت کے تھی، تو یہ بات محققین کے مذہب کے مطابق غلط ہے۔

۴۔ متعہ کی حرمت قطعی ہے۔

۵۔ حدیث سے خواہ اجماع امت سے حرمت ثابت ہے، پھر اس اجماع کا انکار سبیل المومنین کا انکار ہے۔

۶۔ اس کی حرمت کے قطعی ہونے پر کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

۷۔ متعہ کی حلت منسوخ ہو چکی ہے۔

۸۔ تحریم اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ قطعی دلیل سے ثابت ہے۔

۹۔ متعہ کے منسوخ ہونے پر بھی اجماع امت ہے۔

۱۰۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ جو اس کی حلت کا فتویٰ دیتے تھے، انہوں نے بھی رجوع کر لیا تھا۔

۱۱۔ جو متعہ کی حلت کے قائل ہیں ان کا قول نہیں لیا جائے گا، یعنی کہ ان کا قول قابل قبول نہیں ہے۔ اس وضاحت کے بعد بھی کون صاحب عقل سلیم ہے جو نواب صاحب کے مذہب کے متعلق شک کرتا ہے بلکہ یہ بات واضح ہے کہ نواب صاحب نے تو متعہ کے حرام ہونے پر احادیث اور اجماع جیسی قطعی دلیلیں پیش کی ہیں۔ باقی اثبات کے استدلال کو کمزور کہہ رہے ہیں، ہر انسان کا اپنا الگ طریقہ استدلال اس کی سمجھ کے مطابق ہوتا ہے۔

((وفوق کل ذی علم علیم .))

بلکہ دوسری جگہ پر تو نواب صاحب نے بھی واضح الفاظ میں متعہ کی حرمت کی تصریح کی ہے۔

"نهى عن نكاح المتعة نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا یعنی ایک مدت معین کر کے عورت سے نکاح کرنا۔ نہایہ میں ہے کہ اوائل اسلام میں یہ جائز تھا، پھر حرام ہو گیا لیکن شیعہ کے نزدیک اب بھی جائز ہے۔" (وحید اللغات مصنف وحید الزمان صفحہ ۹ کتاب م)

دو چار سطریں آگے جا کر مزید لکھتے ہیں کہ:

"اب رہا نکاح متعہ تو وہ جنگ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر جنگ خیبر کے بعد حرام ہوا پھر فتح مکہ یعنی یوم اوطاس میں حلال ہوا پھر تین دن بعد ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا۔ اس میں صرف روافض کا اختلاف ہے۔" (کذافی مجمع البحار)

بعد میں آیت ہے:

﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾

اس پر یہی اوپر والا اعتراض وارد کرتے ہیں اور اس کے بعد جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجازت آتی ہے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد "متعة النكاح" نہیں ہے، بلکہ بعض کی مراد متعۃ الحج اور بعض کی متعة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطلاق ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ متعہ کی حرمت آخری فرمان نبوی میں ہے۔

۲۔ یہ آخری حرام کرنے والا حکم ہمیشہ ابدالآباد کے لیے ہے۔

۳۔ شیعہ کے علاوہ باقی سب مسلمان اس کو حرام کہتے ہیں۔

آخر میں صفحہ ۹ پ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ:

''زرقانی نے شرح موطا میں ایک جماعت سلف اہل سنت سے بھی اس کی اباحت نقل کی ہے، مگر جمہور اہل سنت اور آئمہ اربعہ اس کی حرمت کے قائل ہیں۔''

اور بعض جنہوں نے حلال کہا ان کے لیے دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ان کو آخری حرمت والا حکم نہ پہنچا تھا ورنہ متعہ تو سب کے ہاں حرام ہے۔ چنانچہ ''رفع العجاجۃ سنن ابن ماجہ: ۲/ ۴۵'' میں ہے کہ:

''متعہ نکاح یہ ہے کہ ایک میعاد معین تک نکاح کرے، جیسے ایک دن دو دن ایک ہفتہ ایک ماہ ایک سال تین سال کے لیے یہ نکاح اوائل اسلام میں حلال تھا، پھر حرام ہوا پھر حلال ہوا پھر قیامت تک حرام ہو گیا لیکن بعض لوگ اس کی حرمت سے مطلع نہیں ہوئے اور اباحت کے قائل رہے۔''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ نواب صاحب بھی حرمت کے قائل تھے اور بعض کے اختلاف سے وہ جڑے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ وہ حرام کہنے والوں میں شامل ہیں۔

الاول: حرمت کے دلائل نقل کر رہے ہیں۔

الثانی: ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر حلال کہنے والوں کا مدار ہے وہ تو ان کا رجوع ثابت کر رہے ہیں، جیسا کہ نزل الابرار کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، نیز وحید اللغات صفحہ ۹ میں ۲۴ میں بھی تصریح کی ہے۔

الثالث: جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعہ منقول ہے اس سے مراد معروف متعہ نہیں بلکہ متعہ الحج ومتعۃ الطلاق وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

الرابع: اباحت کے قائلین کو معذور سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کو حکم نہیں پہنچا اس لیے ان کا قول سند نہیں ہے۔

الخامس: اوپر والی عبارتوں سے یہ ثابت ہوا کہ حرمت والا حکم ہی ہمیشہ کے لیے ہے۔

الحاصل: نواب صاحب اس باب میں قیامت تک حرمت کے قائل ہیں۔ وللہ الحمد، البتہ آپ کی فقہ سے متعہ کے لیے کچھ گنجائش ملتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعہ، احناف کے نزدیک:

۱۔ ((او تزوج امرا ة بغیر شهود او تزوجها متعة او تزوج امراة بغیر اذن مولاها او العبد تزوج امراة بغیر اذن مولاه ووطئها لا یجب الحدعند ابی حنیفة فی هذه الوجوه کلها وان قال علمت انها حرام علی))

(قاضی خان: ٤/ ٨٢٠ کتاب الحدود)

امام صاحب کے نزدیک متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے، اگرچہ متعہ کرنے والا کہے کہ مجھے علم تھا کہ یہ عورت میرے لیے حرام تھی۔

اسی طرح عالمگیری: ۲/ ۷۵۵ میں اور حکیم الامۃ الحنفیۃ کی تتمہ فتاویٰ امدادیہ حصہ دوم: ۱۹۱ میں بھی تصریح فرمائی گئی ہے کہ متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں۔ اگر اس پر حد نہیں تو پھر بدکار لوگوں کے لیے اس سے گنجائش نکلتی ہے۔

۲۔ ((قال الشیخ الامام الاجل شمس الائمة الحلوائی وکثیر من مشائخنا قالوا اذا سمیا ما یعلم یقینا انهما لا یعیشان الیه کالف سنة ینعقد ویبطل الشرط کما لو تزوجها الی قیام الساعة او خروج الدجال او نزول عیسی هکذا روی الحسن عن ابی حنیفة)) (عالمگیری: ۲/ ۲۹۱)

طویل مدت مقرر کرنے سے نکاح ہو جائے گا، مثلاً ایسی مدت جس تک زندہ نہ رہنے کا یقین ہو غرض طویل مدت تک متعہ حنفی مذہب میں جائز ہے۔

۳۔ ((ولو تزوجها مطلقا وفی نیته ان یقعد معها مدة نواها فالنکاح صحیح کذا فی التبیین ولو تزوجها علی ان یطلقها بعد شهر جائز کذا فی البحر الرائق)) (عالمگیری: ۲/ ۲۹۱)

مدت مقرر ظاہر نہ کرے، دل میں اگر ایک مہینہ یا کوئی دوسری مدت مقرر کر لے تو پھر بھی جائز ہے اور نکاح صحیح ہے۔

اسی طرح کا اشارہ درمختار علی ہامش الشامی: ۲/ ۲۹۳ میں بھی موجود ہے۔

مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے بات کریں کہ کیا یہ متعہ کے لیے چور دروازہ نہیں ہے؟ بلکہ یہ واضح طور پر ایک حرام کام کو حلال بنانے کے لیے حیلہ بنایا گیا ہے۔ دوسروں کی طرح ظاہر نہ کرے بلکہ دل میں بیشک متعہ کی نیت ہو اور دل میں بیشک موقت نکاح کا ارادہ ہو۔

رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس کو متعہ سے غرض تھی وہ حاصل ہوگیا، اب ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے کہ اگر ظاہر کیا تو ہوسکتا ہے اس پر شیعہ ہونے کا کوئی فتویٰ لگا دے۔

((انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی))

مولانا صاحب! عجیب بات ہے کہ نواب صاحب نے حرمت کی تصریح بھی کی اور صرف خاص دلیلوں کی دلالت پر بات کی، تو آپ ان پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے کے لیے تیار تھے، مگر اتنی سہولت اور گنجائش جو آپ کے فقہاء نے دی، اس پر آپ کو کوئی غیرت نہیں ہے؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

۴۔ خود امام زفر سے بھی موقت نکاح کے صحیح ہونے کا فتویٰ منقول ہے۔ (شامی: ۲/ ۳۰۱) میں ہے کہ:
ثم رجع، (یعنی صاحب فتح القدیر) "قول زفر لصحة الموقت علی معنی انه ینعقد موبدا ویلغو التوقیت"

اب ہم بھی دیکھیں کہ آپ حنفیت کے اس رکن اعظم کے لیے کونسا فتویٰ صادر فرماتے ہیں؟

۵۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ متعہ کے لفظ سے نہیں بلکہ نکاح کے لفظ سے اگر متعہ ہو تو جائز ہے۔

((فی المضمرات قالوا والفرق بینهما الاول بلفظ التمتع لا بلفظ النکاح ولو سماها نکاح جاز)) (خزانة الروایة باب ما ینعقد به النکاح: ۳۳۰)

۶۔ ((بخلاف ما اذا قال خذی هذه الدراهم لا تمتع بك لان المتعة کانت سبب الاباحة فی الابتداء فبقیت شبهة)) (عالمگیری: ۲/ ۷۵۶)

انصاف سے بتائیں اس کام میں اور متعہ میں کیا فرق ہے؟ اسی طرح ''خزانة الروایات باب حد الزنا: ۴۴۵ میں ہے کہ:

((اذا زنی بمستاجرة لم یحد عند ابی حنیفة))

''اگر کسی عورت کو اجرت یا مزدوری پر لا کر اس سے زنا کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔''

نیز فرمان ہے کہ:

((ان ما اخذه الزانیة ان کان بعقد الاجارة فحلال عند الاعظم))

(حاشیہ شرح الوقایة: ۲۹۸ نولکشور)

یعنی زانیہ کی اجرت مقرر کر لی جائے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں حلال ہے۔ اب بتائیں کہ باقی کیا تفاوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا؟ صرف یہی کہ مقرر نہ کرے۔

چہ جوانمردی است دلا کہ دزدے بکف چراغ دارد

خلاصہ کلام فقہ حنفیہ کے مطابق متعہ کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے نہ ہی متعہ کرنے والے کو نام ظاہر کرنا چاہیے اور نہ ہی دن مقرر کرنے چاہئیں، فقط دل میں متعہ کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے۔ یہ ہے آپ کی مبارک فقہ.....؟

مسئلہ ۹: (مشت زنی کے متعلق)

اقول: یہاں پر بھی آپ نے سخت جعلسازی اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اللہ کا خوف آپ نے رخصت کر دیا ہے۔ سنیں! نواب وحید الزمان کی عبارت اس طرح ہے:

((ویکره النكاح باليد اى الاستمناء بالكف وقيل جائز وحديث من نكح بيده فهو ملعون ضعيف)) (نزل الابرار: ۲/ ۷٤)

اور حاشیہ میں لفظ یکرہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((اى تحريما لانه اضاعة النطفة وقد قال النبى ﷺ تزوجوا الودود الولود فانى مكاثر بكم الامم يوم القيامة))

مشت زنی مکروہ تحریمی ہے اور اسے جائز بھی کہا گیا ہے اور حدیث (جس نے مشت زنی کی وہ شخص ملعون ہے) ضعیف ہے۔

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ نواب صاحب کے ہاں یہ کام جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی اہلحدیث کے ہاں جائز ہے۔ استغفر اللہ بلکہ قیل سے مراد آپ کے بزرگ حنفی علماء ہیں۔ ذرا حوالہ جات دیکھئے:

۱۔ ((ولو خاف الزنا يرجى ان لا وبال عليه)) (درمختار على هامش الشامى: ۲/ ۱۰۰)

۲۔ ((وله ذلك ان كان اعزب)) (مراقى الفلاح: ۱/ ۵۷۔ وهكذا فى الشامى: ۲/ ۱۰۰۔ نقلا عن السراج وفى الطحاوى ايضا)

۳۔ ((ومن الناس من قال لا يفسد صومه فى الاستمناء بالكف وهل يباح له ان يفعل ذالك فى غير رمضان ان اراد الشهوة لا يباح وان اراد تسكين الشهوة قالوا نرجو ان لا يكون آثما)) (قاضى خان: ۱/ ۹۸)

٤۔ ((اذا عالج ذكره بكفه حتى امنى لم يفطر)) (عناية شرح الهداية: ۲/ ٦٤)

۵۔ ((بل لو تعين الخلاص من الزنا به وجب لانه اخف وعبارة الفتح فان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب)) (شامی: ۲/ ۱۰۳)

۷۔ ((واذا استمنى بكفه...... فلما انفصل اخذا حليله حتى سكنت فارسل فخرج بلا شهوة)) (فتح القدير شرح الهداية: ۱/ ۵۴)

۸۔ ((ولا امة او كان الا انه لا يقدر الوصول اليها لعذر)) (شامی: ۲/ ۱۰۳)

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مشت زنی کی اجازت ہے۔ کنوارہ ہو یا بیوی اور لونڈی کو جب کوئی عذر ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ۔ اسی طرح اگر کسی کو زنا کا خوف ہو یا شہوت کا غلبہ ہو پھر مشت زنی کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں ہے۔ امید ہے کہ اس کو کوئی عذاب بھی نہیں ہوگا بلکہ ایسے حالات میں مشت زنی واجب ہے اور اس کو ثواب بھی ملے گا نیز اگر روزے کی حالت میں بھی مشت زنی کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اور اگر مشت زنی کرتے ہوئے انزال کے وقت عضو کے سوراخ کو پکڑ کر شہوت کو ٹھنڈا کرے تو پھر اگر منی خارج ہو جائے تو اس سے اس پر غسل لازم نہ ہوگا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ایسے کاموں سے دلچسپی کن کو ہے؟ نواب صاحب نے تو حرام ہونے کی تصریح کی ہے بلکہ اسی کتاب نزل الابرار: ۲/ ۶۶ میں صاف لکھتے ہیں کہ:

((وهو مكروه كراهة التحريم عندنا))

''ہمارے ہاں تو مشت زنی مکروہ تحریمی ہے۔''

باقی حدیث: ''من نكح بيده فهو ملعون'' کو ضعیف کہنے والے کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ تو ان کی تحقیق ہے اور اس روایت پر مشت زنی کی حرمت کا دارومدار بھی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے دلیل قرآن کی یہ آیت کافی ہے:

﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝﴾ (المومنون: ۶۔۷)

''سوائے اپنے بیویوں اور کنیزوں کے جو ان کے قبضے میں ہوں کیونکہ ان کے معاملے میں ان پر کوئی ملامت نہیں البتہ ان کے سوا جو کوئی اور ذریعہ چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

نواب صاحب حاشیہ میں دوسری روایت لکھ کر اس روایت کو موید بناتے ہیں گویا کہ متابعت اور شواہد کی وجہ سے ضعف قادح نہیں رہتا۔ عجیب بات ہے کہ نواب صاحب کی مکمل عبارت آپ ہضم کر گئے اور آپ کو ڈکار بھی نہ آیا۔ فقط ''قیل'' والے الفاظ نقل کر کے کہتے پھر رہے ہیں کہ نواب صاحب نعوذ باللہ مشت زنی جائز کہتے ہیں مگر دنیا نے دیکھا کہ اس ''قیل'' سے مراد کون تھے اور اس کو واجب بلکہ عین ثواب کا کام کہنے والے کون تھے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے مذہب (اہلحدیث) میں تو اس طرح ہے کہ اگر شہوت کا غلبہ ہو اور بیوی نہیں ہے تو روزے رکھے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

((ومن لم يستطع منكم الباءة فليصم فانه له وجاء)) (بخاری)

''جو تم میں شادی کی طاقت نہیں رکھتا روزے رکھے اس لیے کہ یہ اس کیلئے ضبط نفس کا ضامن ہے۔''

ایضاً ضبط نفس کے متعلق بھی ہمارے مذہب میں ہے کہ:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ (النور: ٣٣)

''ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔''

مسئلہ ١٠: (وله الاستمناء بيدها)

اقول: مولانا صاحب! یہ بھی آپ کے جز ہیں۔ سنیں شامی شریف: ٢/١٠٠ میں ہے کہ:

((ويجوز ان يستمني بيد زوجته وخادمته .)) آه

''نیز اپنی بیوی اور خادمہ سے بھی مشت زنی کرانا جائز ہے۔'' سبحان اللہ

یہ فقہ اور تہذیب الفقہاء ہے۔ اچھا بیوی تو منکوحہ ہوئی لیکن خادمہ سے مشت زنی کرانا تو عجیب تہذیب ہے۔ یہ مسائل اور ان جیسے دوسرے مسائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ فقہ حنفی بادشاہوں، امیروں، پیروں اور وڈیروں کی سہولت کے لیے ہے اس لیے کہ خادمائیں تو بڑے آدمیوں کے پاس ہوتی ہیں۔ یہ سب ان لوگوں کی عیش پرستی کے طریقے ہیں۔ بلکہ آپ کے فقہاء نے عورت کو جس طرح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، اس کا بیان آنے والے مسئلہ میں آئے گا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ بیوی کو آپ کس طرح استعمال کرتے ہیں؟

وسوف ترى اذا انكشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار

نیز آپ نے یہ بھی قبول کیا ہے کہ ہم بری نہیں ہیں۔ آخر آپ انکار بھی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ہر برے کام میں حرام کردہ چیز کو کسی نہ کسی طرح استعمال کی اجازت بھی تو آپ کے پاس سے ملے گی۔

قلم کو زبردستی روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور زیادہ کیا لکھیں؟

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ آپ نے ہمیں گھر کی صفائی کے لیے کہا ہے مگر ہمارے گھر کی کتابوں (قرآن وحدیث) میں کسی بھی مسلمان کو اعتراض کی بات نہیں ملے گی۔ باقی دوسری کتابیں نہ ہمارے پاس معتبر ہیں اور نہ سند اور نہ ہی حجت ہیں۔ اس لیے نہ ہی ان کتابوں کو ہماری طرف منسوب کیا جائے اور نہ ہی وہ ہمارے گھر کی کتابیں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ۱۱: (دبر میں کرنا بڑا گناہ نہیں ہے۔الخ)

اقول: مولانا صاحب! یہ کس جملے کا ترجمہ ہے۔ اللہ سے ڈریں، اتنا بھی ناحق نہ کریں۔ نواب صاحب کی عبارت اس طرح ہے۔

((وعندنا لا یکون حکم الوطی فی الدبر کحکم الوطی فی الحیض لان حرمة الآخر قطعیة بخلاف حرمة الاول))

یہ عبارت آپ نے بھی لکھی ہے مگر اس عبارت کے کون سے لفظ میں ہے کہ یہ بڑا گناہ نہیں ہے، جبکہ نواب وحید الزمان تو حرام ہونے کی تصریح کر رہے ہیں، پھر بھی اتنا جھوٹا الزام۔ نواب صاحب تو اتنا کہتے ہیں کہ اتیان فی الحیض کی حرمت اتیان فی الدبر سے سخت شدید ہے، جوکہ نص قرآنی سے ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (البقرة: ۲۲۲)

''جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

اس میں جو چھوٹا گناہ ہے یہ کہاں سے لیا ہے؟ کیا حرام کام درجات میں متفاوت نہیں ہوتے؟ یہ بھی آپ کا ہی مسئلہ ہے کہ حرمت از قرآن قطعی اور خبر واحد کی حرمت ظنی ہے۔ نیز قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ٥ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ٥ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥﴾ (الانعام: ۱۵۱۔ ۱۵۳)

''آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں، ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔"

آپ بتائیں کہ یہ تمام کام ایک جیسے حرام ہیں؟

الٹی سمجھ کسی کو ہرگز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

بلکہ یہی علت آپ کے فقہاء نے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ حاشیہ شرح العقائد النسفیۃ: ۱۲۱ میں ہے کہ "لكونه حرمة ثابتة بدليل ظني" یعنی وطی فی الدبر کی حرمت دلیل ظنی سے لی ہوئی ہے نہ کہ قطعی سے۔ بس یہی الفاظ نواب صاحب نے کہے تھے جو آپ کے بڑے لکھ گئے تھے۔

فقہ حنفی اور دُبر میں وطی:

مولانا صاحب! دبر سے دلچسپی تو فقہ حنفی میں نظر آ رہی ہے جیسا کہ ان اقتباسات کو غور سے پڑھنے کے بعد آپ کو بھی نظر آئے گا۔

۱۔ ((ولو فعل هذا بعبده او امته او زوجته بنكاح صحيح او فاسد لا يحد اجماعا)) (خزانة الرواية باب حد الزنا: ٤٤٦)

"اور اگر کوئی لونڈی یا غلام یا اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے باجماع علماء احناف اس پر کوئی حد نہیں۔"

۲۔ ((ووطئها في الدبر على المعتمد)) (درمختار على هامش الشامی: ٢/٥٣٠)

"یعنی حنفی مذہب کے معتمد علیہ قول کے مطابق رجعی طلاق دی ہوئی عورت کی دبر میں وطی کرنے سے رجوع ہو جائے گا۔"

اور صاحب شامی اسی صفحے پر اس عبارت کی شرح میں لکھتا ہے کہ:

((لان عليه الفتوى كما في الفتح والبحر))

"ہم احناف کا فتویٰ بھی اسی قول پر ہے جیسا کہ فتح القدیر اور البحر الرائق میں ہے۔"

۳۔ ((ابيح وطي حامل والجماع فيما دون الفرج)) (خزانة الرواية فصل في العزل واسقاط الولد: ٣٧٠)

"یعنی فرج کے علاوہ ہر جگہ عورت سے وطی کرنا مباح ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب وحید الزمان نے تو باوجود حرمت کی تصریح کرنے کے صرف یہی کہا کہ "اتیان فی الحیض" کی حرمت کے برابر نہیں ہے تو آپ نے یکدم آسمان سر پر اٹھا لیا ہے مگر یہاں خاموشی کیوں؟ اس لیے کہ فقاہت اور فقہاء کی یہ تحقیق ہے، ہر جگہ کا مطلب نہ جانے کہاں تک پہنچے گا۔

اب یہ عبارت بھی ذرا دیکھنا:

٤۔ ((اذا دخل الرجل ذكره فی فم امرأته قد قيل يكره وقد قيل بخلافه))

(عالمگیری: ٤/ ٢٥٤، الباب الثلاثون من كتاب الكراهة)

''عورت کے منہ میں عضو مخصوص ڈالنا کسی فقیہ کے ہاں حرام نہیں ہے لیکن بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک مکروہ بھی نہیں ہے۔'' نعوذ باللہ

بیوی کو معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں؟ عیش پرستی کی بھی حد ہوتی ہے بلکہ مزید صاف لکھا ہے کہ دبر میں کرنا زنا نہیں ہے جیسا کہ فرمایا:

٥۔ ((انه ليس بزنا...... ولا هو فی معنی الزنا)) (هدايه: ٢/ ٥١٦)

٦۔ حتیٰ کہ زنا کی تعریف آپ کے پاس تو اس طرح سے ہے کہ:

((فی الكنز الزنا وطی فی قبل خال عن ملك وشبهة)) (خزانة الرواية باب حد الزنا: ٤٤٥)

اور قاضی خان ۴/ ۸۲۰ کتاب الحدود میں ہے کہ:

((اما الزنا وهو ايلاج الذكر فی قبل الاجنية))

یعنی زنا عضو مخصوص سے کسی عورت (کی شرمگاہ) میں وطی کرنے کو کہتے ہیں لیکن دوسری جگہ تو زنا نہیں کہیں گے۔ اسی لیے تو آپ کے پاس وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرہ بھی ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ

٧۔ عالمگیری: ۲/ ۲۸۳ میں ہے کہ:

((ولو نظر الى دبر المرأة لا تثبت به حرمة المصاهرة كذا فی فتاوی قاضی خان وكذا لو وطی فی دبرها لا يثبت به الحرمة كذا فی التبيين))

''عورت کی دبر دیکھنے یا اس میں وطی کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی پھر اس کو رخصت ہے کہ جس بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے چاہے اس کی ماں یا بہن یا لڑکی سے بھی شادی کرلے۔''

نیز لڑکی سے وطی کے متعلق پڑھیں:

٨۔ ((ولو وطی امرأة فی دبرها اولاط بغلام لم يحد عند ابی حنيفة))

(خزانة الرواية باب حد الزنا: ٤٤٦، وهكذا فی قاضی خان: ٤/ ٨٢٢)

٩۔ بلکہ خود اپنی دبر میں وطی کرنے کے متعلق درمختار کی عبارت ہم نے رسالہ التفصیل میں نقل کی ہے حتیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بعض بزرگوں نے اس فعل کو جنت کی نعمتوں میں سے شمار کیا ہے۔

(الشامی: والدر: ۳/ ۲۴۰ باب الوطی الذی یوجب الحدود الذی لا یوجب الحد)

نیز خزانۃ الروایۃ باب حد الزنا: ۷۴۴ قلمی نسخے میں ہے کہ:

((فی عریضة اللطائف دربیان ولدان وغلمان فی قوله تعالی یوطف علیهم ولدان مخلدون وقوله تعالی کانهم لؤلؤ مکنون))

پیغامبر فرموده غلمان وولدان یکے اس تو آں کودکان کہ اہل بہشت را خدمت کند بعضے چوں مروارید سفید وبعضے چوں مروارید لعل اندام خون رنگ وہر کہ آں رابیند عاشق ایشاں گردد وگوشوارہ چوں در گوش زناں ودستوانہ نیز ہم چناں واز بالاصورت مرد واز فرد ہم چوں زناں تا اگر مومناں را خاطر کشد مراد شاں حاصل گردد اکنون چوں از فرود ہم چوں زنند از بہر ایں معنی تا اہل بہشت غیرت نہ کنند کہ در حرم مرد چہ کنند۔

۱۰۔ ((لا یکره بیع جاریة ممن یاتیها فی دبرها او بیع غلام من لوطی))

(الشامی: ۵/ ۲۵۰)

”ایسے آدمی کو لونڈی یا غلام فروخت کرنا جو دبر میں وطی یا لواطت کرتا ہو تو اس تجارت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔“

اب آپ بتائیں کہ دبر کے استعمال کے لیے حالات سازگار کون بنا رہا ہے؟

۱۱۔ آپ کی عقائد والی کتاب میں ہے کہ:

((وفی استحلال اللواطة بامراته لا یکفر علی الاصح))

(شرح العقائد النسفیه: ۱۶۸)

”بیوی کی دبر میں وطی کو حلال کہنا صحیح مذہب کے مطابق کفر نہیں ہے۔“

اب آپ ہی بتائیں کہ دبر کی قدر وقیمت آپ کے پاس ہے یا کسی اور کے پاس؟

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ:

((لا تاتوا النساء فی ادبارهن)) (مسند ابی یعلی الموصلی)

”عورت کے ساتھ دبر میں صحبت مت کرو۔“

((لا ینظر الله یوم القیامة الی رجل اتی امراته فی دبرها)) (بیهقی)

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھیں گے جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے گا۔“

((من اتی النساء فی اعجاز هن فقد کفر)) (طبرانی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص عورتوں کی دبر میں وطی کرتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔''

﴿فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

(البقرة: ٢٢٢)

''ان عورتوں کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنے کا حکم دیا ہے۔''

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (المومنون: ٧)

''جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

مسئلہ ١٢: بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

اقول: مولانا صاحب! یہ سراسر بہتان ہے، جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں وہ نزل الابرار میں نہیں بلکہ اس میں یہ الفاظ ہیں:

((فصل تحرم ابدا الام وهي الوالدة والجدة من كل جهة اى لاب اولام وان علت والبنت ولو كانت من زنا او شبهته وهو الحق لاطلاق قوله تعالى وبناتكم وقيل تحل له بنته من الزنا لان الحرام لا يثبت به الحرمة وقال النبي ﷺ الحرام لا يحرم الحلال والمصاهرة والنسب ويكفي في التحريم ان يعلم انها بنته ظاهر و ان كان انسب لغيره)) (نزل الابرار: ٢/ ١٩)

اس میں واضح الفاظ ہیں کہ بیٹی حرام ہے چاہے زنا سے ہو، یا شبہ ہو اور حق مذہب بھی یہی ہے کہ بیٹی ہر حالت میں حرام ہے ''قیل'' سے مجہول قول نقل کرنے کے بعد پھر اس لیے لکھتے ہیں کہ ''حرام ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے چاہے نسب جس کا بھی ہو'' مگر ظاہر ہے کہ اس کی بیٹی ہی معلوم ہوتی ہے اس لیے ہر حالت میں یہ حرام ہے۔ ایسی صاف بات کو چھپا کر کسی مسلمان کی طرف غلط نسبت کرنا یہ عالم دین کے لیے بدترین دھبہ ہے۔

مولانا صاحب! آپ کے مذہب میں تو اس سے زیادہ کی بھی اجازت ہے جیسا کہ میں نے سابقہ رسالے میں قاضی خان کے حوالے سے بات نقل کرتے ہوئے بتایا تھا کہ آپ کے ہاں تو اگر سگی بیٹی سے نکاح بھی کیا اور وطی بھی کی، اس پر بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اب آپ ہی دیکھیں کہ اس سے کتنی گنجائش نکلتی ہے۔

صورت دوم: آپ کے مسلک میں ہے کہ صغیرہ نابالغہ سے وطی کرنے والا، اس کی بیٹی اور ماں سے نکاح کر سکتا ہے۔ قاضی خان: ۴/ ۴۰۷۔ ۴۰۸ میں ہے کہ:

((زنا بصغيرة لا تحتمل الجماع فافضاها لا حد عليه في قولهم...... ولا تحرم عليه امها وبنتها بهذا الوطى))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی اگر کسی نے چھوٹی نابالغہ سے وطی کرتے ہوئے اس کو زخمی کر دیا تب بھی اس پر اس کی ماں اور بیٹی حلال ہے۔"

صورت سوم: ابھی مسئلہ ۱۱ میں گزرا ہے کہ وطی فی الدبر سے آپ کے پاس حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورت چہارم: "ویثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد كذا في محيط السرخسي" (عالمگیری: ۲/ ۲۸۱۔۲۹۲)

"پھر فاسد نکاح والی عورت (مثلاً متعہ والی وغیرہ) میں اگر بیٹی ہو تو یہ فقہی عبارت کے مطابق حرام نہ ہوگی۔"

یہ ہے نواب صاحب کے "قیل" سے مراد۔ نواب صاحب تو ہر حالت میں حرام کہہ رہے ہیں۔ باقی آپ کی فقہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ فاسد نکاح والی کی بیٹی سے بیشک نکاح کر لیں۔

صورت پنجم: ((وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره)) (شامی: ۲/ ۲۸۰)

اگر کوئی عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر کسی عورت سے وطی کرتا ہے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی پھر چاہے اس کی ماں، بیٹی اور بہن سے نکاح کر لے۔

اسی طرح عالمگیری: ۲/ ۲۸۵ پر بھی لکھا ہوا ہے۔

مولانا صاحب! بتائیں کہ یہ حرام کو حلال بنانے کے حیلے نہیں ہیں؟ اللہ سے ڈریں جتنا ہی آپ فقہ کو بچانے کی کوشش کریں گے، اتنے ہی مزید راز فاش ہوں گے کیونکہ!

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

"لف خرقہ" والے مسئلے نے تو آپ کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

اب ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر فقہی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

((صغيرة فزعت في المنام فهربت الى فراش والدها عريانة وانتشر لها ابوها وهي ابنة ثمان سنين قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل اخشى ان تحرم والدتها على ابيها)) (قاضی خان: ۱/ ۱۶۶)

حنفیو! اپنی فقہ پر اب ماتم کرو، افسوس کرو اور اپنے آپ کو پیٹو کیا بیٹی ننگی ہو کر باپ کے پاس آئے اور باپ کو انتشار ہو جائے۔ "كبرت كلمة تخرج من افواههم" اب بھی اس فقہ کی حمایت کریں گے اور اس کے برحق ہونے کا دعویٰ کریں گے اور اس کو دین سمجھیں گے یا فقہ القرآن والحدیث کہیں گے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ عارض نہ زلف رونا دیکھتے ہیں
نہ جانیں کہ ان میں وہ کیا دیکھتے ہیں

سنیں ماں اور بیٹی سے نکاح کی شرمناک مثال:

((اما لو دخل بها صغيرة لا تشتهى فطلقها فاعتدت بالاشهر ثم تزوجت بغيره فجائت ببنت حل لواطی امها قبل الاشتهاء التزوج بها)) (الشامی: ۲/ ۲۷۸)

مثلاً زید نے نابالغ لڑکی سے شادی کی اور دخول کے بعد طلاق دے دی۔ اس نے عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی سے شادی کر لی اور اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے زید کو شادی کی اجازت ہے۔ پہلے ماں سے پھر اس کی بیٹی سے۔

اب بھی فقہ میں یہ عقیدہ رکھیں کہ:

پھرے زمین پھرے آسمان ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گر خدا پھر جائے

مسئلہ ۱۲: (اما عند اهل الحديث فشرب الدخان واكل التنباك مكروه تنزيه)

اقول: مولوی صاحب! یہاں بھی آپ کی زبردست خیانت ہے، پوری عبادت اسی طرح ہے کہ:

((اما عند اهل الحديث فشرب الدخان واكل التنباك مكروه كراهة تنزيه او تحريم)) (نزل الابرار: ۲/ ۲۱۶)

''اہلحدیث کے نزدیک سگریٹ پینا یا تمباکو کا نشہ کرنا مکروہ تنزیہی...... یا مکروہ تحریمی ہے۔''

آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ عمداً ''او تحریم'' کے لفظ کو حذف کر کے دھوکہ میں ڈال کر نواب صاحب کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

سگریٹ، حقہ وغیرہ نہ کسی اہلحدیث اور نہ ہی نواب صاحب کے نزدیک جائز ہے بلکہ اس چیز سے منع کرتے ہیں اور بعض تو اس میں سختی کرتے ہیں اور بعض اس کو مکروہ تنزیہی اور بعض اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک سگریٹ یا تمباکو پینا جائز ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ جواز کا مسئلہ آپ نے نواب صاحب کی کس عبارت سے لیا ہے؟

آپ سے گزارش ہے کہ آپ ذرا اپنے گھر میں تو جھانک کر دیکھیں وہاں کیا اندھیر ہے؟ علماء دیوبند کے سرتاج مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

''حقہ پینا مباح ہے مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا درست نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۸۶)

مولانا صاحب! اب سنائیں مکروہ کہنے پر تو آپ آگ بگولہ ہو گئے تھے اب تو مباح ہو گیا ہے۔ اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں رہی۔ فقط مسجد میں آنے سے پہلے کلی کر لینی چاہیے۔ اب حکیم الامۃ الحنفیہ کا بھی فرمان سنیں:

''بضرورت کھانا پینا دونوں جائز ہیں اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ نہیں ہے۔'' (فتاویٰ امدادیہ: ۱۴۷)

مولانا صاحب! کہیں تو مزید عبارات لکھوں، آپ کی بیشمار کتابیں میرے سامنے ہیں، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے مایہ ناز مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اس کے حلال کے متعلق تیس صفحات پر مشتمل ''ترویح الجنان بتشریح شرب الدخان'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا۔ اسمه ینجر عن رسمه اور اس میں بہت سارے حنفی علماء مثلاً علامہ عبدالغنی نابلسی، علامہ حموی، علامہ طحطاوی سے تمباکو کا حلال ہونا نقل کیا ہے، ذیل میں اس رسالے سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ((والحق فی الاختلاف الاول هو الاباحة ولا سبیل الی اثبات الحرمة من الادلة الشرعیة)) (ص: ۲۲)

۲۔ ((هل یجوز اکل التنباك اختلفوا فیه فمن کره الاستعاط به تحریما کره اکله کذالك ایضا ومن جعله تنزیها جعله تنزیها والحق انه لا وجه لهذا ولا لذالك فلا یبقی الا الا باحة فیما هنالك کیف وفی اکله خصوصا مع الورق الماکول فی دیارنا منافع کثیرة لیعلمها مستعملوها لطائع سلیمة)) (ص: ۴۳)

۳۔ ((ذکر صاحب التبیان فی الزجر عن شرب الدخان عن الفاضل هاشم السندهی انه قال یجوز للتداوی وبدونه لا ینبغی ان یفعل ولو فعله احد فی الصوم افطر ولم یلزم الکفارة)) (ص: ۴۰)

۴۔ ((ماء التنباك الذی یقال له ما القدرة وهو ما یجعل فی آلة شرب الدخان المعروفة فی دیارنا بحقة قیل نجس ولا وجه له فان الحاقه بالماء المنتن بطول المکث المتفق علی طهارته اولی من الکل لبقاء اسم الماء فیهما وقد صرح علمائنا بان المشقة تجلب التیسیر وجعلها فی الاشباه قاعدة وذکر لها فروعا مما تعم به البلوی وحکم فی بعضها بالطهارة وفی بعضها بالعفو لعموم البلوی فینبغی ان یکون ماء التنباك علی تقدیر تسلیم استحالته ونجاسته اما طاهر او معفو عنه لعموم البلوی)) (ص: ۴۴، ۴۳۴۴)

ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک تمباکو حلال ہے اور اس کو حرام کرنے کیلئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے تمباکو کا کھانا، پینا، ناک میں لینا یہ سب جائز ہے۔ خاص کر پان میں استعمال کرنا تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت مفید ہے۔ بقول شاعر ؎

نہ پا سکیں گے کبھی فاقہ حبیب کی گرد
غبار راہ سے جو کارواں رہے آزاد

نیز حقے کا پانی پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے کا کوئی بھی سبب نہیں ملتا۔ فرضاً اور تقدیراً اگر اس کو پلید کہیں گے تو تب بھی عمومی بلوئی کی وجہ سے طاہر یا معفوعنہ ہے۔ مولانا صاحب! کیسے اب تو ضرور خوشی سے جھوم گئے ہوں گے؟

مسئلہ ۱۴: (شراب میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی کھانا۔

اقول: مولانا صاحب یہ بھی آپ کی فقہ کا مسئلہ ہے۔ درمختار علی ہامش الشامی: ۱/۲۲۳ میں ہے۔

فقہ حنفی اور شراب:

((ولو عجن خبز بخمر صب فیه خل حتی یذهب اثره فیطهر)) آه

قاضی خان: ۴/۳۷۶ اور عالمگیری: ۴/۲۹۴ میں ہے:

((کالرغیف اذا وقع فی خمر ثم فی خل یطهر وکذا الرغیف اذا خبز بخمر ثم وقع فی الخل))

"شراب میں آٹا گوندھے اور اس کو بعد میں سرکے میں گوندھ لے تو وہ روٹی پاک ہے۔ اسی طرح اگر روٹی شراب میں گر جائے اس کو نکال کر سرکے میں بھگو دیں تو وہ روٹی پاک ہو جاتی ہے۔"

یہ تمام مسائل آپ کے دربار عالیہ سے صادر ہوتے ہیں۔

بلکہ امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق شراب میں گوشت پکا کر تین دفعہ اس کو پانی میں ڈال کر نکال لیں تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ ففی القاضی خان: ۱/ ۱۲ وعند ابی یوسف یغلی اللحم فی الماء الطاهر ثلاثا فیطهر آه"

مزید شراب کے متعلق دلچسپ مسائل اگلے مسئلے میں ذکر کیے جائیں گے۔

مسئلہ ۱۵: (لو سقی ما یوکل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اکله)

اقول: مولانا صاحب! یہ عبارت بھی آپ کی کتابوں کی ہے۔ قاضی خان: ۴/ ۵۷ کتاب الاشربة میں ہے کہ "فان سقاشاة وذبحها من ساعة اکل لحمها" اور عالمگیری: ۴/ ۲۱۸ الباب الحادی عشر من کتاب الکراہۃ میں ہے:

((ولو شرب شاة خمر فذبحها من ساعته لا یکره))

یہ ثابت ہوا کہ اگر بکری نے شراب پی ہو اور اس کو فوراً ذبح کر دیا جائے تو اس کا گوشت حلال ہے۔ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن نواب صاحب نے تو اپنی عبارت میں صاف (یکرہ) کے الفاظ لکھے ہیں۔ نزل الابرار: ۳/ ۹۳ یعنی مکروہ ہے۔ یہ عبارت آپ نے جان بوجھ کر حذف کر دی ہے، کیا یہ دیانتداری ہے؟ شاید آپ کو نواب صاحب پر اس لیے غصہ آیا ہے کہ انہوں نے مکروہ کہا ہے، اس لیے کہ آپ کی کتابوں میں مثلاً عالمگیری کے مطابق مکروہ بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کو نواب صاحب پر غصہ اس لیے آیا ہو کہ جو چیز آپ کے ہاں مکروہ نہیں ہے، اس چیز کو نواب صاحب نے مکروہ کہا ہے۔

مولانا صاحب! ناراض نہ ہوں عالمگیری کے اسی صفحے میں ہے:

((وذکر محمد جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکله ویکره))

''جس بکری کے بچے نے گدھی کا دودھ پیا اس کا گوشت کھانا حلال ہے لیکن مکروہ کہلائے گا۔''

اب آپ کیا کہتے ہیں، یہ عبارت تو نواب صاحب کی عبارت کے مشابہ ہے۔ ذرا غور کریں بقول شاعرؔ

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ایک اور مزیدار عبارت پیش خدمت ہے۔ درمختار علی ہامش الشامی: ۵/ ۴۸۳ میں ہے:

((الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکله بصیرورته مستهلکا لا یبقی له اثر))

اور قاضی خان: ۴/ ۷۸۰ میں ہے ''اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا باس به'' خنزیر کے دودھ پر پلے ہوئے بکری کے بچے کا گوشت بھی حلال ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مولانا صاحب! اب اعتراض کریں؟ اور فقہ کو بچائیں؟ دیکھتے ہیں کہ کیسے فقہ بچتی ہے؟

شب چوں روز شدہ از شمع رخسارت
جامہ بروئے کشی یا نہ کشی ظلماں نہ شود

اوپر مسئلہ ۴ میں گزرا کہ شراب سے جب تک نشہ نہ ہو، حرام نہیں ہے، نیز علاج اور پیاس کی وجہ سے بھی جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ شراب کے لیے بھی آپ کے پاس گنجائش موجود ہے۔ آپ نے ام الخبائث کا بھی گیت گایا ہے لیکن آپ کی کتابوں میں تو اس کے برعکس ہے۔ اسی لیے حافظ شیرازی نے اسی طرح کے فقہاء کی ترجمانی یوں کی ہے۔

آں تلخوش کہ صوفی ام الخبائث خواند
اشهى لنا واحلى من قبلة العذارا

بلکہ شراب کے لیے تو کئی ایسے مسائل میں ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ((ولو القى فى الخمر سمكا وملحا واتخذ من ذالك مربا ذكر فى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکتاب لا باس به)) (قاضی خان: ٤/ ٦٧٢)

''اگر مچھلی اور نمک کو شراب میں ڈال کر مربہ بنا لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

۲۔ ((رجل حمل لذمی خمرا فانه یطیب له الاجر))(جامع صغیر امام محمد: ۱۵۳)

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اگر کسی کو مزدوری پر شراب اٹھوا کر لے جانے کو کہے تو اٹھانے والے کے لیے یہ مزدوری پاک ہے۔''

سبحان اللہ! اس سے کوئی دوسرا اجر والا کام ہے، اب بھی ام الخبائث کہتے ہیں؟

۳۔ ((ان ما یتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولا یحد شاربه عنده وان سکر منه...... وهذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی...... واذا تخللت الخمر سواء صارت خلا بنفسها او بشیء یطرح فیها ولا یکره تخلیلها)) (هدایة: ٤٩٦۔ ٤٩٧، ٤٩٩ اخیرین)

یعنی گندم، جو، شہد اور مکئی سے اخذ کی گئی شراب امام صاحب کے نزدیک حلال ہے اور نشہ بھی ہو تب بھی امام صاحب کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

اگر انگور کا رس جوش دے کر گرم کیا جائے اور اس کا تیسرا حصہ باقی رہے، اس کے باوجود امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک طاقت حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔ اگر شراب کا سرکہ بنا لیا جائے تب بھی حلال ہے اور شراب کا سرکہ بنانے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

ہم اہلحدیثوں کے نزدیک سرکہ بنی ہوئی شراب حرام ہے اور اس کا سرکہ بنانا بھی ناجائز ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم)

٤۔ ((دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر)) (درمختار برهامش شامی: ٥/ ٢٤٩)

''شراب کا گھونٹ بھر کے لقمے کو حلق سے نیچے اتارنا بھی جائز ہے۔''

٥۔ ((وضع توکیل مسلم ذمی یبیع خمرا و خنزیرا وشراء هما))

(درمختار علی هامش الشامی: ٤/ ٤١٧)

''اگر مسلمان کسی ذمی کو شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کے لیے وکیل مقرر کرے جائز ہے۔''

مولانا صاحب! آپ کی کتابوں میں کسی نہ کسی طرح شراب کی تجارت اور اس کے حلال ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چوٹ دشمن کی بھی ضائع نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں آپ کے فقہاء کے تفقہ کا اعتراف ہے اور ان کو داد دینے کے لیے مجبور ہیں، اس لیے جہاں انہوں نے شراب کو حلال کہا ہے وہاں اس کی وجوہات بھی بیان کی ہیں، جیسا کہ شامی صاحب: ٦/ ٤٥٦ میں فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فان الخمر موعودة فی العقبی فینبغی ان یحل من جنسها فی الدنیا انموذج ترغیبا))

"چونکہ جنت میں شراب کے ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے لہٰذا اس دنیا میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی جنس حلال ہونی چاہیے تا کہ بہشت والی شراب کی رغبت پیدا ہو۔"

اس لیے کہ بغیر چکھے اور مزہ لیے اس کے سرور اور ذائقہ کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہاں کیا ہوگا؟ کیا لطف اور مزے ہوں گے؟ یہ ہے آپ کی فقہ جس کا بھرم رکھنا آپ فرض سمجھتے ہیں اور جس پر سے پردہ اٹھانا آپ ایسا گناہ سمجھتے ہیں جیسے کہ اس کی مغفرت کی کوئی امید باقی نہ ہو۔

سچ ہے کہ ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

فقہ حنفی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

مسئلہ ۱۶: (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق)

اقول: مولانا صاحب نواب صاحب نے آپ کے بڑے سے یہ عبارت نقل کی ہے، آپ کے حنفی مفسر آلوسی کی تفسیر "روح المعانی" کھول کر دیکھیں، لکھتے ہیں:

((واستدل بها الآية ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا الاية) علی ان من الصحابة رضی اللہ عنہم من لیس بعدل لان الله تعالی اطلق الفاسق علی الولید بن عقبة فیها فان سبب النزول قطعی الدخول وهو صحابی بالاتفاق فیردبها علی من قال انهم کلهم عدول ولا یبحث عن عدالتهم فی روایة ولا شهادة وهذا احد اقوال فی المسالة وقد ذهب الیه الاکثر)) (۱۳۳/۲۶)

"آیت مبارکہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ سے دلیل لیتے ہوئے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض اعتبار کے لائق نہیں ہیں اس لیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمومی لحاظ سے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہا ہے۔ یہی شان نزول کے لحاظ سے قطعیت سے ثابت ہے اور باتفاق علماء یہ صحابی تھا۔ اس لحاظ سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدول ہیں ان کی عدالت اور شہادت کے متعلق بحث نہیں کی جائے گی۔ اس مسئلے کے متعلق یہ ایک قول ہے اور اکثر علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔"

اسی طرح آپ کے دوسرے حنفی مفسرین نے بھی مثلاً زمخشری نے تفسیر کشاف میں، نسفی نے مدارک میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابن حیان الغرناطی نے البحر المحیط میں لکھا ہے، نواب صاحب نے تو تھوڑی سی بات تحریر کی ہے، کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو عدول مانتے ہیں لیکن ان کے ہاں تو کام تمام ہے۔ نواب صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

((ومعنى كون الصحابة عدولا انهم صادقون فى الرواية لا انهم معصومون))

(جیسا کہ آپ نے بھی نقل کیا ہے) یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ نواب صاحب صحابہ کو عادل مانتے ہیں اور فسق سے مراد خطا سے عدم معصوم ہونا ہے نہ کہ گناہ یا خروج عن الطاعۃ والعیاذ باللہ

اور یہ ظاہر ہے کہ غیر نبی کوئی بھی خطا سے معصوم نہیں ہے اور نواب صاحب خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ فاسق نہیں کہتے بلکہ انہوں نے مجہول کے صیغے سے نقل کیا ہے کہ "ومثله يقال معاوية" یعنی اس طرح جناب معاویہ اور دوسروں کے متعلق کہا جاتا ہے۔

مولانا صاحب! یہ الفاظ جنہوں نے کہے ہیں ان کو بھی ہم ظاہر کرتے ہیں کہ کون ہیں؟

١۔ ((وخصمه من اهل البغى (شامى: ٣/ ٤٧٧) وذكر فى المبسوط ان القضاء بشاهد ويمين بدعة اول من قضى به معاوية. (توضيح: ٤/٨ على هامش التلويح) لان غاية امرهم البغى والخروج على الامام (شرح العقائد النسفية: ١٠٦) والصحيح من اطلق (شرح فقه الاكبر: ٨٢ نولكشور) دون الفقه كانس وابى هريرة (نور الانوار مطبوع ديوبند: ١٤٥) دون الفقه مثل ابى هريرة وانس بن مالك (حسامى يوسفى: ٤٤) فيهم عدول وغير عدول)) (تلويح: ٢/ ٦)

یعنی (معاذ الله نقل كفر كفر نباشد) سیدنا امیر معاویہ باغی اسلام، بدعتی، امام پر چڑھائی کرنے والے، محارب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قاتل تھے اس لیے باغی کہنا صحیح ہے۔

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجتہد نہ تھے (گویا کہ چاروں ائمہ سے بھی ان کو کم کہیں گے نعوذ باللہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس خادم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں غیر فقیہ (بے سمجھ) تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض معتبر اور بعض غیر معتبر ہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس مجہول تھیں۔ (توضیح بر ہامش تلویح: ٢/ ٦)

سیدنا وابصہ بن معبد اور سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہما کو بھی مجہول لکھا ہے۔ (حسامی: ٤٧)

٢۔ ((واما سلمان الفارسى رضی اللہ عنہ فهو وان كان افضل من ابى حنيفة من حيث الصحبة فلم يكن فى العلم والاجتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابى حنيفة)) (الشامى: ١/ ٤٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (توراۃ وغیرہ کے عالم) اگرچہ صحابیت کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ سے افضل ہیں لیکن علم اور اجتہاد میں اور دین کے نشر کرنے میں اور احکام مدون کرنے میں ان کے برابر نہیں۔"

یہ غلو کے کمالات دیکھیں کہ آپ نے اپنے امام کو صحابی جلیل سے بھی بڑھا دیا ہے نیز درمختار برحاشیہ شامی: ۱/ ۴۱ میں ہے کہ "ھو کالصدیق" وہ صدیق کی طرح ہے یعنی امام ابوحنیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں گویا کہ وہ دوسرے خلفاء جناب عمر، جناب عثمان اور جناب علی رضی اللہ عنہم سے بہتر ہے۔ اس سے زیادہ بھی کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین ہوگی۔

۳۔ ((سب الشیخین لیس بکفر (شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری: ۸۶/ ۸۷) ولو قال عمر و عثمان وعلی رضی اللہ عنہم لم یکونوا اصحابا لا یکفر (عالمگیری: ۲/ ۸۶۵) الامر بقتل الحسین لا یوجب الکفر)) (شرح الفقہ الاکبر للقاری: ۸۷)

"اگر کوئی یہ کہے کہ جناب عمر وعثمان وعلی صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں تو تب بھی اس کو کافر نہیں کہیں گے۔ جناب حسین کے قتل کا حکم دینے والا بھی کافر نہ ہوگا۔"

اب بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کون کرتے ہیں؟ ان کو غیر معتبر، مجہول اور امن پر بغاوت کے فتوے اور خروج علی المسلمین کے فتوے لگانا کن کا کام ہے اور پھر ان کو ائمہ سے بھی کم سمجھنا اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کے باوجود بھی آپ کا ایمان قائم ہے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صحابہ کی جماعت سے خارج کریں تو تب بھی آپ کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

مولانا صاحب! تعصب اچھا نہیں۔ اپنی کتابیں کھول کر دیکھیں۔ نواب وحید الزمان نے تو آپ پر پردہ ڈالا ہے۔ مگر کیا کیا جائے آپ کو اپنی ستر پوشی پسند نہیں آئی اس لیے مجبوراً آپ کے راز کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے تاکہ جو لوگ صرف حسن ظن کی بناء پر آپ کے مذہب پر فدا ہیں آپ کے ہر حکم کو "کالوحی من السماء" سمجھ بیٹھے ہیں ان کو بھی پتہ چلے کہ حقیقت کیا ہے ؏

میں نے تازہ پھول سمجھ کر تیرے عارض چومے
لیکن جب گھر آیا تو ہونٹوں کو جلتا ہوا پایا

بالجملہ ان کے لگائے ہوئے بہتانوں کا جواب دیا گیا اور حقیقت واضح کر دی گئی۔ حق تو یہ تھا کہ آپ یہ عبارتیں دیکھ کر ہم پر اعتراض نہ کرتے۔ بہرحال ہم نے آپ کے اعتراض کا پردہ چاک کرتے ہوئے کما حقہ وضاحت سے جواب دیا۔ امید ہے کہ اس کے بعد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ فقہ حنفی کی کتابیں اس سے بھی کہیں زیادہ جواہرات سے بھری ہوئی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصویر کا دوسرا رخ:

جمال یار نہ دارد نقاب و پردہ ولے
غبارہ بنشاں تا نظر توانی کرد

مولانا صاحب! مولانا وحید الزمان کی کتاب نزل الابرار آپ کے ہاتھ لگی ہے جس کو دیکھ کر آپ نے مذہب اہلحدیث کو مطعون بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر آپ کو سوچنا چاہیے تھا کہ نواب وحید الزمان کس مذہب کا آدمی ہے؟ اور کس جماعت سے اس کا تعلق ہے؟ جو کہ آپ کے حنفی کارخانے (نور محمد اصح المطابع) سے چھپی ہے کہ مطالعہ کیا ہوتا تو یہ حرکت نہ کرتے بہرحال آپ کو آئینہ دیکھانے کے لیے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

''مولانا وحید الزمان کا خاندان چونکہ حنفی تھا اس لیے اوائل عمر میں مولانا کو حنفی مسلک سے بڑا شغف رہا، یہی وجہ ہے کہ شیخ مسیح الزمان (ان کے والد) کے ایماء پر جس کتاب کا پہلے ترجمہ کیا وہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''شرح الوقایہ'' ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں اس کی اردو میں نہایت مبسوط شرح لکھی، جس میں غیر مقلدین کے تمام اعتراض کا تارو پود بکھیرا اور مسلک احناف نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے اور اس غرض سے اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار کی حدیثوں کی تخریج پر ایک رسالہ لکھا، جس میں بتایا ہے کہ اصول فقہ کا دارو مدار حدیث پر ہے۔ محض قیاس پر نہیں۔ عقائد میں بھی پورے پورے ماتریدی تھے، چنانچہ علامہ تفتازانی کی شرح العقائد النسفیہ کی احادیث کی تخریج کی مگر بعد میں آپ برادر بزرگ مولانا بدیع الزمان کی صحبت اور حدیث کی کتابوں کے ترجمہ سے غیر مقلد بن گئے تھے۔ (ص: ۱۰۰)

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ وحید الزمان ابتداء سے ہی حنفی تھے اور غیر مقلدین کی سخت تردید کیا کرتے تھے۔ آخر میں ان کے خیالات تبدیل ہوئے تھے اس لیے یہ نزل الابرار جماعت اہلحدیث کی کتاب نہیں ہو سکتی اور آپ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ کتاب تقلید ترک کرنے کے بعد لکھی ہے۔ ''لانہ لیس لکم الی ذلك سبیل'' اب دیکھنا یہ ہے جس شخص کی حالت یہ ہو کہ اہلحدیث وغیرہ مقلدین کی تردید زور وشور سے کر رہا ہے اور خاندانی حنفی ہو اس کو اہلحدیث جماعت کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اب دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا نے شرح الوقایہ کی شرح غیر مقلدین کی اس شورش کی وجہ سے لکھی تھی جو انہوں نے یہ کہہ کر برپا کر رکھی تھی کہ احناف کے تمام مسائل قیاس پر مبنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں۔ اس کتاب میں اہلحدیث کے انہی اعتراضات کا ایک ایک کر کے تارو پود بکھیرا اور نہایت مدلل جوابات دیئے ہیں۔'' (ص: ۱۱۸)

جو شخص شدت سے حنفیت کا حامی اور مسلک اہلحدیث کا مخالف ہو اس کی کتاب کو خالص مذہب اہلحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کتاب کہنا ہی غلطی ہے اور نواب صاحب نے احادیث کی کتابوں کے ترجمے ۱۳۱۰ ہجری کے بعد میں مکمل کیے ہیں اور آپ کی وفات ۱۳۳۸ ہجری میں ہوئی ہے جیسا کہ اسی کتاب میں مذکور ہے۔ اس کے مطابق نواب صاحب نے تقلید بالکل آخری عمر میں ترک کی ہے تو آپ بتائیں کہ جن کے خیالات میں حنفیت ملوث تھی وہ کیسے فوری طور پر خالص مسلک اہلحدیث کی ترجمانی کر سکتے ہیں؟ بلکہ دوسرا اقتباس آپ ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا کی تالیفات میں بس یہی ایک کتاب (یعنی هداية المهدي من الفقه المحمدي) ایسی ہے کہ جب چھپ کر منظر عام پر آئی تو طبقہ اہلحدیث ہی میں وہ شورش برپا ہوئی کہ تمام لوگ آپ کے سخت مخالف ہوگئے کیونکہ اس کتاب میں ان لوگوں کی رائے میں بھی بعض ایسی باتیں لکھ دی تھیں، جن کا لکھنا روانہ تھا۔ (ص:۱۳۴)

اور یہ کتاب ۱۳۲۴ ہجری میں چھپی تھی (حیات وحید الزمان، ص: ۱۴۲) اس کے بعد خود نواب صاحب ''وحید اللغات مادہ ''رحی'' میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب پر ہمارے زمانہ کے مسلمانوں کو بہت غصہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کتاب کل مسائل میں کسی فریق کے موافق نہیں ہے بلکہ "خذ ما صفا ودع ما كدر" پر عمل کیا ہے نہ اہلحدیث ہمارے زمانہ کے اس کو پسند کرتے ہیں نہ مقلدین نہ امامیہ نام کے سنی جو درحقیقت ناصبی ہیں۔ میرا بھروسہ اللہ جل جلالہ پر ہے۔ "اعتزل تلك الفرق كلها" پیش نظر ہے۔ جب امام مہدی ظاہر ہوں اس وقت اس کتاب کی صحیح حالت معلوم ہو جائے گی۔

اس میں کتنی وضاحت کی گئی ہے کہ علماء اہلحدیث نواب صاحب کی کتابوں سے مطمئن نہ تھے انہوں نے بذات خود اس چیز کی وضاحت کی جیسا کہ مذکورہ عبارت سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں۔

۱: اہلحدیث اس کی کتابوں کو قبول نہیں کرتے اسی لحاظ سے آپ کا سوال بھی غلط ہوا کہ آپ فقط احناف کی تردید کرتے ہیں بلکہ نواب صاحب کی تردید آپ کو مطلوب تھی، جو ہو چکی ہے۔

۲: نواب وحید الزمان اہلحدیث نہ تھے۔

۳: وہ اہلحدیث کو دوسرے فرقوں کی طرح سمجھتے تھے۔

۴: اہلحدیثوں سے اعتزال اور علیحدگی کا اعلان کرتے تھے۔

دوسرا اقتباس پیش خدمت ہے۔

''مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم نے کتاب ''ہدیۃ المہدی'' تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک بڑا گروہ جیسے مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولوی محمد حسین صاحب لاہوری اور مولوی عبداللہ غازی پوری اور فقیر اللہ صاحب پنجابی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہم رحمہم اللہ تم سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل ہو گئے ہیں اور عامہ اہلحدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا۔'' (وحید اللغات مادہ شر)

مولانا صاحب! اب تو آپ کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ نواب وحید الزمان کے خیالات میں اگرچہ تبدیلی آ چکی تھی لیکن اس کے باوجود اہلحدیث علماء کی اس کی تصنیفات کے بعد جو امیدیں اس سے وابستہ تھیں ختم ہو گئی تھیں۔

بقول شاعر ؎

اب تک تیرے جسم کو سمجھا تھا اک اچھوتا سپنا
جسے چھو کر میں نے امیدوں کا محل گرایا

گویا کہ اس میں حنفیت باقی تھی اور یہ ''نزل الابرار'' جس کو آپ نے اہلحدیثوں کے مقابلے میں سہارا بنایا ہے یہ اسی کتاب ''ہدیۃ المہدی'' (جس کی وجہ سے علماء اہلحدیث نواب صاحب سے بددل ہوئے تھے) کا خلاصہ ہے اور ہدیۃ المہدی اصل کتاب ہے جیسا کہ خود نزل الابرار کے ابتداء میں خطبہ کے بعد ذکر کرتے ہیں:

((قد الفت فيه كتابا طويلا سميته بهدية المهدى من الفقه المحمدى درجت فيه المسائل مع اثباتها واحكامها بالشواهد والدلائل ونقضت فيه حجج المخالفين ومتمسكاتهم ونبهت فى كل موضع على غلطاتهم وشراتهم غير ان بعض اخوانى سال منى ان اجرد له المسائل من غير تعرض الدلائل حتى يكون متنا متينا فى فقه اهل الانصاف ونظير المتون الشوافع والاحسان فاستخرت الله تعالىٰ وشرعت فيه مع استيلاء الكبر وتوافر الهموم والبلابل وتكاثر الافكار والقلاقل اسال الله سبحانه ان يجعله متدار سابين الطلاب والافاضل ومقبولا فى الزمن من الآتى والقابل فمن اراد معرفة الحجج والدلائل فعليه بكتاب الهدية ومن قصر نظره على حفظ المسائل فعليه بهذا الكتاب الحافل من حفظه فهو الفقيه الماهر والحبر الباهر وسميته بنزل الابرار من فقه النبى المختار وعلى الله التوكل وبه الاستنصار))

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ نزل الابرار ہدیۃ المہدی کا اختصار ہے بلکہ بعینہٖ وہی کتاب مع حذف دلائل ہے، جس سے جماعت اہلحدیث نے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے جو اہلحدیثوں کو توقع تھی کہ نواب صاحب اہلحدیث ہو جائیں گے، ختم ہو گئی تھی۔ الغرض نزل الابرار کی عبارتوں سے اگرچہ سب اعتراضات جھوٹے ہیں اور اہلحدیث کے مذہب پر اعتراض بعید از عقل ہے اس لیے کہ نواب صاحب دوسری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ فرماتے ہیں:

''غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی۔'' (وحید اللغات مادہ شعب)

یہ عبارت بھی واضح کرتی ہے کہ نواب صاحب نہ غیر مقلد تھے اور نہ اہلحدیث تھے بلکہ اہلحدیثوں پر تنقید کرتے رہے اس لیے ان کی کتابوں کو اہلحدیثوں کی کتابیں کہنا بہت بڑا سنگین جرم ہے اس لیے کہ دوسری جگہ اہلحدیثوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکدار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابوحنیفہ اور شافعی رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔'' (وحید اللغات مادہ شر)

یہ عبارت تو نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ نواب صاحب مقلد تھے جنہوں نے تقلید نہ چھوڑی تھی بلکہ انہوں نے تو حنفی مذہب پر قائم ہونے کا اعلان کیا تھا ❶ جیسا کہ ''نور الہدایۃ'' کے ابتداء میں لکھتے ہیں:

''بندہ عاصی پر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد منان محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزمان لکھنوی فاروقی حنفی مولف اس کا ان حاجیوں کی خدمت میں جو کہ اس کتاب کے مطالعہ سے مسرور و محفوظ ہوں عرض رساں ہے۔ الخ'' (نور الہدایہ ترجمہ شرح الوقایہ مطبع رزاقی کانپور)

مولانا صاحب! اب تو یقین آ گیا کہ یہ آپ کا ہی ایک رکن ہے اور جن کتابوں پر آپ کو اعتراض ہے وہ آپ کے بھائی کی ہی کتابیں ہیں، اس لیے کہ نواب وحید الزمان کی حقیقت آنکھوں والوں کے لیے واضح کر دی گئی ہے تاکہ آج کے بعد کوئی صاحب علم وبصیرت ان کتابوں کو آلہ کار بنا کر کوئی مذہب اہلحدیث پر اعتراض نہ کر سکے۔

لقد ظهرت فلا تخفى على احد
الا على احد لا يعرف القمرا

مولانا صاحب! آپ نے نزل الابرار سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی توہین کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔

❶ یہ آپ کے حنفی بھائی نے نسبت کی ہے جو کہ قابل اعتماد نہیں ہے، اس لیے کہ یہ انہوں نے تعصب کی بنیاد پر نسبت کی ہے، جیسا کہ ان ہی عبارتوں میں اہلحدیث کے ساتھ منافرت اور تعصب واضح ہے۔ بموجب اصول متعصب کی جرح معتبر نہیں ہوتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صاحب! یہ تو آپ کے بھائی کا ہی فتویٰ ہے اور آپ نے مکمل عبارت بھی ذکر نہیں کی۔ ذرا آگے بھی دیکھئے۔عبارت اس طرح سے ہے۔

((نعم يعزر من اهان ابا حنيفة او الشافعي او غير هما من المجتهدين والمحدثين والسلف الصالحين وائمة الدين وكذالك من اهان اهلحديث كالامام البخارى او آذاهم بقول او فعل وكذالك من منع عن سنة النبى ﷺ مثل رفع اليدين عند الركوع وعند الاعتدال او الجهر بآمين او زجر من فعله او اهانه وكذالك من او جب تقليد مجتهد معين من المجتهدين فى جميع المسائل وطعن تاركه وكذالك من منع المسلمين على اختلاف مذاهبهم عن دخول المسجد والصلواة فيه او خص المسجد طائفة منهم))

(نزل الابرار: ۲/ ۳۰۴)

''ہاں! جو شخص امام ابوحنیفہ، شافعی ودیگر علمائے مجتہدین، محدثین، سلف صالحین اور ائمہ دین کی توہین کرے گا اس کو سزا دی جائے گی اور اسی طرح اس آدمی پر بھی تعزیر لگائی جائے گی جو اہلحدیث علماء مثلاً امام بخاری کی توہین کرے یا ان کو اپنے قول یا فعل سے تکلیف دے اور اسی طرح رفع الیدین قبل الرکوع وبعد الرکوع اور بلند آواز آمین جیسی سنت سے اگر کوئی منع کرے گا تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اسی طرح جو تمام علماء مجتہدین میں سے کسی خاص کی تقلید کو واجب کہے اور جو شخص مذہبی اختلافی مسائل کی وجہ سے مسلمانوں کو مساجد میں آنے سے منع کرے یا کسی خاص جماعت کے لیے مسجد مخصوص کرے ان سب پر تعزیر لگائی جائے گی۔''

اور حاشیہ میں ''او اذاهم بقول او فعل'' کے اوپر لکھتے ہیں کہ:

((لقول جهلة الاحناف لاهل الحديث انهم ليس لهم مذهب او هم وهابية او منكر اولياء ونحوه منه))

''جاہل احناف جو اہلحدیثوں کو کہتے ہیں کہ ان کا کوئی مذہب نہیں ہے یہ وہابی ہیں اور اولیاء کے منکر ہیں وغیرہ۔''

اب آپ بتائیں کہ احناف پر یا آمین، رفع الیدین پر ناراض ہونے والوں یا اس پر مسخری کرنے والوں یا اہلحدیث کو وہابی لامذہب کہنے والوں پر تعزیر لگائیں گے؟ یا ''افتومنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض'' پر عمل کریں گے؟

آپ نے نواب صاحب کی امیر معاویہ کے متعلق جو عبارت نقل کی ہے وہ مکمل نقل نہیں کی اس کے باوجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی ذکر کردہ عبارت نے ہی آپ کا کام تمام کر دیا ہے اس لیے کہ اس میں الفاظ یہ ہیں "ان صحت هذه الحكاية"

اس سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب اس واقعہ کو صحیح سمجھتے ہی نہیں جس پر اس سوئے ادب واقعہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ نواب صاحب نے اس کو حکایت سے تعبیر کیا ہے اور کسی حدیث یا روایت سے تعبیر نہیں کیا، اس لیے اس سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب اس حکایت کو جعلی سمجھتے ہیں "فاندفع ماورد" آپ نے غیر مقلدین کی تردید کے لیے لکھا ہے۔ مولانا صاحب ان کتابوں کو تو کوئی بھی واجب الاطاعت نہیں سمجھتا۔ آپ پر تو کوئی بات نہیں لیکن یہ کتابیں ہمارے ہاں بھی سند کا درجہ یا حجت نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک قابل قبول فقط قرآن وحدیث ہیں بس۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

اس لیے ایسی کتابوں پر تنقید کوئی ضروری بھی نہیں، بالخصوص جب آپ کے سارے الزامات غلط ثابت ہوئے، اس کے باوجود ہمارا دستور ہے کہ تقریر حوالہ تحریر کے ذریعے ہم ہر غلط مسئلے کی تردید کرتے ہیں خواہ وہ مسئلہ مقلدین کا ہو یا غیر مقلدین کا۔ آپ نے یہ الزام دیا تھا کہ ہم غیر مقلدین پر تنقید نہیں کرتے۔ آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ آپ کا تو ہمارے ساتھ میل جول ہی نہیں ہے۔ اگر میل جول ہوتا تو آپ کو بھی پتہ چل جاتا۔ باقی تمہاری کتابیں تمہارے پاس دین ہیں، پھر یہ غلطیاں ناحق انبیاء، صحابہ خواہ قرآن وحدیث کے لیے توہین آمیز، دل دہلانے والے، سینہ جلانے والے اور خوف کو گرم کرنے والے مسائل۔ اس سب کچھ کے باوجود ان کتابوں کا تحفظ کرنا اور ان کی طرف سے دفاع کرنا غیرت اسلامی کے خلاف ہے۔

مولانا صاحب! اس لیے کہ ابھی ہمارا خون ٹھنڈا نہیں ہوا کہ آپ خرافات کے مجموعہ کو دین نبوی کا نام دے کر لوگوں کو عمل کے لیے مجبور کریں اور ہم خاموش رہیں۔

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ہم بے غیرت نہیں کہ آپ جو چاہیں لکھیں اور ہم خاموش رہیں بلکہ غیرت اور محمدی حمیت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ جو چیز حق کے مقابلے میں لائی جائے اس کا مقابلہ کیا جائے، اس کے فتنوں اور نقصانات سے عوام کو آگاہ کیا جائے تا کہ عوام لاعلمی کی وجہ سے آپ کے دام تزویر (جھوٹے مسائل) میں نہ پھنس جائیں اور جن لوگوں کے ذہنوں پر آپ نے حکومتیں کر کے نامرد بلکہ مردہ بنا کر گندم کے عوض جو دے کر ہمیشہ کے لیے قرآن وحدیث سے محروم کر دیا ہے، بالفاظ دیگر ان کو بچہ سمجھ کر لکڑی کا پتان ان کے ہاتھ میں پکڑا کر ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غفلت کی نیند سلا دیا ہے ایسے غافلوں کو جگانا بہت ضروری ہے۔

آپ نے ہمارے عربی رسالے بنام "الجواب الدلات عن الاسئلة الثلاث" پر بھی نظر کرم فرمائی ہے کہ نہیں۔ شاید کہ آپ نے رسالہ غور سے پڑھا ہی نہیں ہے۔ ہم نے عربی میں اختصار کی وجہ سے لکھا تھا اور خیال یہ تھا کہ یہ اس طرح مزید دلچسپ ہوگا مگر واقعہ یہ ہے کہ

قدر گل بلبل بدا ند یا بداند عنبری
قدر جوہر شہہ بد اند یا بدا ند جوہری

مسئلہ اولیٰ: (یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے) کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔

عجیب بات ہے آپ کو صریح روایت بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ لفظ "حتی یفرغ من صلاته" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرض نماز تھی اس لیے کہ آپ سنتیں اور نوافل اکثر گھر میں پڑھتے تھے۔ "کما لا یخفی علی من طالع کتب الحدیث" اور آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا۔ ان الفاظ سے ہر ایک جان سکتا ہے کہ آپ نے فرض نماز کے بعد دعا کی ہے۔ اس کے متعلق ہم نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے امید ہے اس کے مطالعہ سے تشفی ہو جائے گی۔

بیس رکعات تراویح پر دعویٰ اجماع؟

مسئلہ دوم: (اس مسئلہ میں بھی آپ نے اپنی علمیت دکھانے کی کوشش کی ہے)

مولانا صاحب! اذان کے مسئلہ پر تراویح کا قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اذان کے متعلق صریح اتفاق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی مرفوع حدیث ہے جبکہ اس کے برعکس آٹھ تراویح کے متعلق تو مرفوع احادیث موجود ہیں جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اور بیس تراویح کے متعلق نہ مرفوع اور نہ ہی کوئی موقوف روایت ہے اور جو آپ نے مرفوع روایت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ذکر کی ہے اس کے ساقط اور نامعتبر ہونے پر محدثین تو کیا سب احناف بھی متفق ہیں۔ خود اپنی کتابیں دیکھیں جیسا کہ عمدة القاری للعینی، التعلیق الممجد لکھنوی، فتح القدیر لابن الھمام، در المختار لابن العابدین، البحر الرائق لابن نجیم، وغیرہ کا مطالعہ کریں اور موقوف کے لیے بھی ہم کہتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے ہی ثابت کریں ان میں بھی صریح وارد نہیں ہے۔

اگر آپ کی نظر میں کوئی درست اثر ہو تو پیش کریں؟ لیکن یہ بھی یاد رہے؟

نام میرا سن کے مجنون کو جمائی آ گئی ہے
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگے

آپ نے تواتر کا نام لیا ہے لیکن یہ تو بتائیں کہ یہ تواتر روایتی ہے یا عملی ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی الاول: تواتر تو کیا اس کے متعلق کوئی صحیح روایت بھی نہیں ہے۔

وعلی الثانی: یہ فقط آپ کی تمنا ہے۔ عنقریب اس کی بھی تحقیق ان شاء اللہ پیش کی جائے گا۔

آپ نے روایت "لاتجتمع امتی علی الضلالة" بھی ذکر کی ہے۔ لیکن پہلے بیس رکعتوں پر اجماع تو ثابت کریں کہ کس وقت ہوا اور کن مجتہدین نے اس پر اجماع کیا ہے؟ خالی دعوے کرنے سے آپ کو مطلب حاصل نہیں ہوگا۔

اجماع کے دعویٰ کے لیے ہمت چاہیے، کسی بھی ایک صحابی سے صحیح سند سے ثابت کریں۔ خالی دعویٰ کرنے سے کوئی کام نہیں بنے گا۔

سپر و تیغ نداری قصد جنگ مکن
جگر شیر نداری سفر عشق مکن

آپ کی تصریح کے مطابق آپ کے اجماع اور تواتر کا دارو مدار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے۔ اب سنو! موطا امام مالک میں دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں جن کو ذکر کر کے حقیقت واضح کر رہے ہیں۔

۱۔ ((مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن كعب وتميما الداری ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة))

۲۔ ((مالك عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين ركعة))

۱۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔

۲۔ یزید بن رومان کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ اب آٹھ اور بیس رکعت والی روایتیں دونوں سامنے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون سی حدیث صحیح اور کون سی ضعیف ہے۔ کون سی مقبول اور کونسی مردود ہے اور یہ سب پر واضح ہے کہ آٹھ رکعت والی روایت بالکل صحیح اور اپنے مطلب میں صریح ہے اور بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور نہ ہی دال علی المطلوب ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔

الاول: پہلی روایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے سائب بن یزید ہیں جن کا شمار چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً سات آٹھ سال تھی۔ (تہذیب: ۳/ ۴۵۰) اس لیے انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سعید کو پایا تھا اور دوسری روایت (بیس رکعت) کے ناقل یزید بن رومان ہیں جو عہد فاروقی کو نہیں پاسکے بلکہ بعد کے آدمی ہیں۔ علماء احناف نے بھی قبول کیا ہے، چنانچہ مشہور عالم علامہ جمال الدین زیلعی نصب الرایۃ: ۲/ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں کہ "یزید بن رومان لم یدرك

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر" اسی طرح احناف کے سرخیل علامہ بدرالدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ:۱/ ۸۷۶ میں اور متاخر احناف میں سے نیموی نے آثار السنن: ۲/ ۵۸ میں لکھا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ وہ صحابی جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اس کی روایت افضل ہوگی یا بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آنے والا جس نے آپ کی زیارت بھی نہ کی ہو۔ معلوم نہیں یہ روایت اس نے کس سے سنی ہے؟ جس سے سنی وہ ثقہ تھا یا ضعیف تھا؟

وعلی الثانی: ضعف خفیف تھا یا شدید۔ وعلی التقدیر مدلس مختلط تو نہ تھا؟ ظاہر ہے کہ جس نے اس دور کو پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لقاء کیا اس کا نقل کرنا ایسے آدمیوں سے مقدم ہے۔ "کما لا یخفی علی من له ادنی وقوف علی هذه الفن"

والثانی: سائب بن یزید کی روایت میں اتصال ہے اور رواۃ سب ثقہ و معتبر ہیں اور یزید بن رومان والی روایت میں انقطاع ہے اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان واسطہ نامعلوم شخص یعنی مجہول روای ہے اور مجہول راوی کی روایت اصولاً معتبر نہیں ہوتی۔

والثالث: سائب والی روایت قولی ہے لیکن یزید والی روایت نہ قولی ہے اور نہ فعلی ہے بلکہ تقریری (تینوں اقسام میں سے ادنیٰ قسم) بھی نہیں ہے اس لیے کہ راوی یہ بیان نہیں کرتا کہ یہ کام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اذن یا امر سے تھا اور نہ ہی ان کے عمل و علم کا اس کے متعلق کوئی ذکر ہے۔

اس لیے بھی کہ روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے یقین ہونے کا بھی ذکر نہیں۔ صریح اور صحیح روایت کا کیسے مقابلہ کرسکتی ہے۔

والرابع: سائب بن یزید کی روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے اس لیے کہ سیدنا عمر اور ابی بن کعب و تمیم الداری یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور یزید والی روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تصریح نہیں ہے۔ علی التقدیر علی حجة الروایة اور یہ بھی واضح نہیں کہ وہ پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین کرام تھے۔ اس لیے کہ عہد فاروقی میں تابعین بے شمار موجود تھے۔ اس لحاظ سے جس روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر نہیں ہے وہ صریح روایت کے سامنے مردود کہلائے گی اور آپ کا اجماع والا مسئلہ تو ہباءً منثوراً ہوگیا ہے اس لیے اگر آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہونے کا دعویٰ کریں گے تو یہ بات بالکل غلط ہوگی کیونکہ علی تقدیر الثبوت عن الصحابة، جناب عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس کے خلاف ہیں اور اگر آپ کہیں کہ بیس تراویح پر اجماع تابعین کے دور میں ہوا ہے تو یہ دعویٰ بھی کئی وجوہات کی بنا پر باطل ہوگا۔

وجہ الاول: شروع میں اختلاف رہا ہے (اگر یزید والی روایت کو صحیح مان لیا جائے) اس لیے کہ متاخر اجماع آپ کی فقہ کے مطابق مقدم اختلاف کو رفع نہیں کرسکتا۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((واذا انکر کون المعوذ تین من القرآن لا یکفر وقال بعض المتاخرین یکفر لا نعقاد الاجماع بعد الصدر الاول علی انهما من القرآن والصحیح هو الاول لان الاجماع المتاخر لا یرفع الاختلاف المتقدم))

اور اگر کوئی معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرے کہ یہ قرآن میں سے نہیں ہے تو وہ کافر نہ ہوگا بعض متاخرین علماء کہتے ہیں کہ اس کو کافر کہا جائے گا اس لیے کہ صدر اول کے بعد اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ یہ قرآن میں سے ہے اور صحیح قول پہلا ہے اس لیے کہ بعد کا اجماع پہلے اختلاف کو ختم نہیں کر سکتا۔

الوجہ الثانی: خود صحابہ کے بعد بھی آٹھ تراویح کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ اپنے حنفی بھائی کی کتاب ما ثبت بالسنۃ ص ۸۸ دیکھیں۔

الوجہ الثالث: آپ کے اندر یہ ہمت نہیں کہ آپ تمام صحابہ سے بالاستقصاء بیس رکعتیں ثابت کر سکیں اور نہ ہی تابعین سے "عدد بالنسبة الی الباقین" زیادہ ہو اور نہ ہی چند تابعین سے ثابت کر کے دوسروں کا اس پر سکوت ثابت کر سکتے ہیں، اس لیے کہ آٹھ رکعت بعض السلف سے بھی ثابت نہیں لہٰذا فیما نحن فیه . آپ نہ اجماع ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اکثریت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ فتدبر .

الوجہ الرابع: منقطع روایت ضعیف ہے اور متصل صحیح لہٰذا صحیح کی مخالفت روایت سازی کہلائے گی بلکہ اس میں منکر ہونے کا بھی احتمال ہے اس لیے کہ یزید کے مجہول استاد کا معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ثقہ تھا یا ضعیف یا متروک یا وضاع تھا؟

الوجہ الخامس: جناب سائب کی روایت مرفوع احادیث کے موافق ہے۔ چنانچہ بخاری: ۱/۱۵۴۔ مسلم مع نووی: ۱/۲۵۴ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة))

آٹھ رکعات تراویح اور علمائے احناف:

آپ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کے متعلق کتنے حنفی علماء ہیں، جن کی کتابوں میں تصریح آئی ہے کہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ آٹھ رکعتیں تراویح پڑھا کرتے تھے، مثلاً "عمدة القاری للعینی: ۵/ ۳۵۸، البحر الرائق لابن نجیم: ۲/ ۲۶ نصب الرایة للزیلعی: ۲/ ۱۵۳، فتح القدیر لابن الهمام: ۲/ ۲۰۵ المرقاة لملا علی قاری: ۲/ ۳۲۰، ما ثبت بالسنة للشیخ عبدالحق: ۸۸ وغیرهم اور اس حدیث پر ہندوستانی حنفی عالم نے آثار السنن: ۲/۵۴ میں باب باندھا ہے کہ "باب التراویح بثمان رکعات" اور شاہ ولی اللہ الدہلوی "المسوی من احادیث الموطا: ۱/ ۱۷۴" میں انہوں نے ان الفاظ سے باب باندھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ "القيام باحدى عشرة ركعة مع طول القراءة"

اسی طرح دوسری روایت امام محمد بن نصر المروزی کی کتاب قیام اللیل میں ہے کہ:

((عن جابر بن عبدالله رضی اللہ قال صلى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات ثم اوتر))

"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آٹھ رکعت پڑھائیں اور پھر وتر پڑھائے۔"

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال: ۲/ ۳۱۱ میں لکھتے ہیں کہ اسنـــاده وسط، اور تیسری روایت آپ کے ہندوستانی بھائی نیموی کی آثار السنن: ۲/ ۵۵ میں ہے کہ:

((وعنه قال جاء ابى بن كعب رضی اللہ عنہ الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله! انه كان منى الليلة شيء يعني في رمضان قال وما ذاك يا ابى قال نسوة في دارى قلن انا لا نقرا القرآن فتصلى بصلواتك قال فصليت بهن ثمان ركعات و اوترت فكانت سنة الرضا ولم يقل شيئا رواه ابو يعلى وقال الهيثمى اسناده حسن))

بلکہ دیوبندی جماعت کے سردار علامہ سید انور شاہ کشمیری العرف الشذی شرح جامع الترمذی: ۳۲۹ میں کہتے ہیں کہ:

((لا مناص من تسليم ان تراويح عليه السلام كانت ثمانية ركعات...... واما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق))

اس بات کے قبول کرنے میں اور کوئی چارہ گوئی نہیں کہ آپ ﷺ کی نماز تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں اور بیس رکعت والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

اس لیے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آٹھ رکعت والی روایت کو ہی راجح کہا جائے گا اس لیے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی موافقت ہے۔ اس کے متعلق امام مالک کا قول ہم عنقریب ان کے مذہب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

یزید والی روایت کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں اور بیس نہیں پڑھیں۔ پھر کیسے جناب عمر رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے رکعتیں پڑھائیں گے اس لیے اجماع والا جو دعوٰی ہے برائے مہربانی اس کو اپنی جیب میں ڈال لیں۔ ایسے ہی ندامت نہ اٹھائیں اور سنیں! آٹھ رکعت پر من وجوہ اجماع ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے۔

اول آپ کے احناف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت کے مدعی ہیں "وان کان ذلك فی غایة البعد" اور خود ہی یہ قبول کرتے ہیں کہ بیس رکعات کا رواج سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی ڈالا تھا اور پہلے آٹھ رکعتیں ہی تھیں۔ اس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں بھی آٹھ پر ہی اتفاق تھا اور بقول شما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس اجماع کی مخالفت کیسے کی؟ بلکہ جو اجماع بذات خود سند ہے اس کے خلاف قول کیسے مستند ہوگا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حدیث "لا تجتمع امتی علی الضلالة" بیس رکعت کے لیے یا آٹھ رکعت کے لیے۔

آپ کو تو حسرت سے یہ شعر پڑھنا چاہیے ؎

میں منتظر وصال وہ آغوش غیر میں
قدرت اللہ کی درد کہیں اور دوا کہیں

مولانا صاحب! یہ تو بتائیں کہ اجماع اول حق تھا یا باطل تھا؟

علی الاول: اس کا معارض باطل ہوا۔ بقولہ تعالیٰ

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲)

''پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔''

آپ کی بیس رکعت پر اجماع ہونے کا دعویٰ غلط ہوا کہ باطل پر اجماع کیسے ہوگا؟

وعلی الثانی: حدیث: "لا تجتمع امتی علی الضلالة" کا کیا کریں گے؟ یہ روایت تو آپ نے خود ہی نقل کی ہے۔

دوم: خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سائب والی روایت پر اجماع کی تصریح ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ:

((حدثنا یحیی بن سعید القطان عن محمد بن یوسف ان السائب بن یزید اخبرہ ان عمر جمع الناس علی ابی وتمیم فکانا یصلیان احدی عشرة))

یہ روایت علامہ نیموی حنفی نے "التعلیق الحسن علی آثار السنن" میں بھی ذکر کی ہے۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آٹھ رکعتیں پڑھنے پر جمع کیا تھا۔ اب اس صراحت کے بعد بھی آپ بیس رکعت کے اجماع کی رٹ لگائیں گے حالانکہ یہاں تو خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وقت اجماع ثابت ہوا ہے اور یزید والی روایت برعکس ثابت ہوئی ہے۔

ہم نے چاہا کہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف کہ وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم: جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حکم سے ائمہ کرام کو آٹھ رکعتوں کے لیے مساجد میں مقرر کیا تھا اور اس وقت کسی بھی صحابی نے اعتراض نہیں کیا اس لیے اس وقت سب آٹھ رکعت پر متفق تھے یہی مطلوب ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ فاروقی تراویح متواتر تھی، لیکن انصاف کریں کہ وہ آٹھ رکعت تھیں یا بیس رکعت تھیں۔ ذرا سوچو کہ آپ کی تمنا کیا تھی اور کیا ہوگا؟

سچ ہے کہ "الحق یعلو ولا یعلی" نیز آپ نے چودہ سو سال کی بات تو کر لی ہے لیکن آپ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ آپ نے کون سے سال دیکھے ہیں اور کہاں کہاں آپ گئے ہیں؟ گھر میں بیٹھ کر استقرائے تمام کا دعویٰ کرنا علماء منطق کے لیے شرم کی بات ہے۔ ذرا دنیا گھوم کر دیکھیں اور مساجد کا معائنہ کریں تاریخ اور کتب کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کتنے لوگ آٹھ رکعت تراویح ادا کر رہے ہیں اور حدیث "لا تزال طائفة من امتی علی الحق" (بخاری) پر قائم ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور نمازِ تراویح:

آپ نے زبانی جمع وتفریق کے لیے امام احمد کا نام لیا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ امام احمد کا بیس رکعت والا مذہب نہیں بلکہ ان کا مذہب تو اختیار کا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ الدہلوی المسوی: ۱/۱۷۴ میں لکھتے ہیں کہ: "قلت خیر احمد بین احدی عشرة وثلاث وعشرین" اسی طرح قیام اللیل للمروزی "الاختیارات العلمیة" للامام ابن تیمیة اور زاد المعاد لابن قیم دیکھنی چاہیے اور جامع الترمذی دیکھیں تو آپ کو مزید معلوم ہو جائے گا۔

امام مالک رحمہ اللہ اور نماز تراویح:

آپ نے عدد بڑھانے کے چکر میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے مگر یاد رکھیں اس میں بھی آپ نے غلطی کی ہے اس لیے کہ امام مالک کا مذہب بھی (آٹھ مع الوتر) گیارہ رکعت کا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

((الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب الی وهی احدی عشرة رکعة وهی صلاة رسول الله ﷺ قیل له احدی عشرة رکعة بالوتر؟ قال نعم! وثلاث عشرة قریب قال: ولا ادری من این احدث هذا الرکوع الکثیر))

(الحاوی للفتاوی للسیوطی: ۱/ ۳۵۰)

''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جس عدد پر لوگوں کو جمع کیا اور اجماع کرایا وہ عدد مجھے بہت پسند ہے اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ زیادہ رکعتیں کہاں سے لائے ہیں اور دین میں نئی چیز کا اضافہ کیا ہے۔

مولانا صاحب! یہ عبارت بار بار پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں ہر کوئی یہی کہے گا کہ امام مالک کا مذہب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھ رکعت تراویح ہے اور یہی ان کے پاس معتبر ہے اور ان کی تحقیق کے مطابق نبوی خواہ فاروقی عدد ایک ہی ہے اور زائد عدد کو محدث فی الدین کہتے ہیں ایسی صراحت کے بعد امام مالک کی طرف بیس رکعت کی نسبت کرنا بہتان بازی ہوگی اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جو روایتیں ان کو ملی ہیں ان میں صحیح اور مقبول روایت سائب والی ہی ہے اور اس کے برعکس یزید والی روایت غیر صحیح و مردود ہے یہ سب روایتیں امام مالک نے موطا میں ذکر کی ہیں۔

اور سائب والی روایت لی ہے جس میں تعداد آٹھ رکعت ہے اس سے زائد کو محدث کہتے ہیں اور یزید والی روایت اگر صحیح ہوتی تو اس کو رد نہ کرتے۔ (لان صاحب البيت ادرى بما فيه)

الغرض تراویح والے مسئلے کو نماز جمعہ پر قیاس کرنا سخت ترین غلطی اور بے سمجھی ہے اس لیے کہ اذان پر اتفاق کی روایت میں تصریح موجود ہے۔ اگر آپ ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس صراحت جیسی صراحت اب تراویح کے متعلق دکھائیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ مجبوراً ہم یہ شعر پڑھیں گے۔

ہیں وہ قول کے پکے ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ میں مارا تو کیا مارا

مسجدیں اور محراب:

مسئلہ سوم میں بھی آپ نے عجیب ارشاد فرمایا ہے جب کہ رسالے میں ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ مسجد اپنی اصل حالت پر رہی تھی نہ ہی اس میں تبدیلی کی گئی اور نہ ہی محراب بڑھایا گیا پھر خواہ مخواہ کا اعتراض تو تعصب کا ثمرہ ہے، جو آپ نے عبارت ملا علی قاری سے نقل کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے محراب بڑھایا تھا یہ عبارت انہوں نے علامہ سمہودی کی کتاب وفاء الوفاء سے لی ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے میں تصریح کی تھی اور یہ بھی واضح کیا تھا کہ یہ بات بے سند اور بغیر دلیل کے ہے اور کئی وجوہات (جن کو نقل کر دیا گیا) کی بناء پر یہ نسبت غلط اور بے بنیاد تھی تو پھر اس عبارت کو سامنے رکھ کر ساری تقریر کو رد کرنا تحقیق کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔

آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر محراب زیادہ کیا جاتا تو دنیا میں تو اتر محراب نہ ہوتا اور نہ ہی کسی کو موجد کہنے میں اعتراض کیا جاتا اس لیے کہ بعض موجد عمر بن عبدالعزیز کو کہتے ہیں کہ اور بعض سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں۔

((تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى))

مگر یہ دونوں نسبتیں غلط ہیں اور یہ روایت ہم نے اپنے عربی رسالے میں سنن ابوداود سے نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

((فلن تزل ثابتة حتى الان))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ تمام تو ہمات کو دور کر دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے انبیاء کی اقتداء ان معاملات میں ہوگی جس سے منع نہ کیا ہو لیکن مولانا صاحب یہ بات آپ کو بہت فائدہ دے گی، جب محراب بنانے سے منع کیا گیا ہو۔

((وما عولتم عليه ففي غاية السقوط كما سياتي في موضعه ان شاء الله تعالىٰ))

بہر حال اگر یہ اصول آپ قید لگا کر مانتے ہیں تو پھر جب منع نہیں کیا گیا تو پھر اس کو سنت ماننے میں کونسا شبہ حائل ہے بلکہ اس کی اقتداء ضروری ہے۔ فتدبر

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن شریف والا محراب رواج نہیں ہے۔ یہ بات بھی آپ کی کم علمی پر دلالت کرتی ہے اس کے متعلق تفصیل سے بحث آئے گی، ان شاء اللہ اور آپ نے مجمع الزوائد والی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جو صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مجمع الزوائد والے نے مسند بزار کا حوالہ دیا ہے اور مسند بزار کی سند اس طرح سے ہے۔

((حدثنا محمد بن مرداس نا محبوب بن الحسن ثنا ابو حمزة عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله انه كره الصلوة في المحراب))

اس روایت پر چند وجوہات کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔

اولاً: اس کی سند میں محبوب بن الحسن ہے (اس کا اصل نام محمد ہے اور محبوب اس کا لقب ہے) اس کے متعلق تقریب التہذیب: ۴۴۱ میں لکھا ہوا ہے کہ: "صدوق فيه لين" اس وجہ سے روایت شہادت کے علاوہ معتبر نہ ہوگی اس لیے پہلے دوسری روایت کی متابعت چاہیے۔ "والافلا كما نحن فيه"

ثانیاً: ابراہیم کا علقمہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (المراسیل لابن ابی حاتم الرازی)

ثالثاً: ابوحمزہ "وهو القصاب الاعور" مشہور ضعیف راوی ہے۔ میزان الاعتدال للذہبی: ۲/۲۲۴ میں اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

((قال احمد متروك الحديث وقال الدارقطني ضعيف وقال ابو حاتم يكتب حديثه وقال البخاري ليس بالقوى عندهم وقال النسائي ليس بثقة))

تقریب التہذیب: ۵۱۸ میں ہے کہ "مشهور بكنيته ضعيف من السادسة" یہ روایت بمع ضعفہا نزاع سے خارج ہے اس لیے کہ اس میں محراب سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس میں نماز کی کراہت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں مساجد میں محراب بنانے کا رواج تھا ورنہ کراہت اور عدم کراہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ من وجہ محراب کا ثبوت ملتا ہے۔ فتفکر

اور اس قسم کی روایت کا سہارا لینا اہل علم کی شان نہیں ہے اسی طرح آپ نے جو بھی روایتیں ذکر کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ سب ضعیف ہیں جیسا کہ ہم پہلے اپنے عربی رسالے میں ان کا ذکر کر چکے ہیں کہ کوئی روایت بھی محراب کا منع کرنے کے متعلق صحیح نہیں ہے۔

معلوم نہیں آپ نے یہ رسالہ غور سے پڑھا بھی ہے کہ نہیں؟ اگر آپ کو اس کے ضعف میں شبہ تھا تو تحقیق کے لیے آپ مزید سوال کر سکتے تھے لیکن ایسے ہی غیر مفید تردید لکھنے کا کیا مطلب ہے؟

"لعلکم لا تدرون ما یخرج من راسکم" بہرحال آپ کی ذکر کردہ روایات پر سلسلہ وار کلام کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے بیہقی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے جس کی سند صحیح نہیں ہے۔ بیہقی نے تو اس طرح نقل کیا ہے۔

((انبا ابو نصر بن قتادة انبا ابو الحسن محمد بن السراج ثنا مطین ثنا سهل بن زنجلة الرازی ثنا ابو زهیر عبدالرحمن بن مغراء عن ابن ابجر عن نعیم بن ابی هند عن سالم بن ابی الجعد عن عبدالله بن عمر فذكره))

ابوالحسن بن السراج مجہول راوی ہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے اور مجہول راوی کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں نیز شیخ البیہقی بھی غیر معروف ہے نہ ہی اس کا نام اور نہ ہی اس کا حال معلوم ہے اور پھر اس روایت کا مرفوع ہونا بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ روایت دراصل سالم بن ابی الجعد کا اپنا قول ہے۔ کما سیاتی

اس کے بعد آپ نے ابن ابی شیبہ کی روایتیں ذکر کی ہیں آپ کو چاہیے تھا کہ اصل مصنف ابن ابی شیبہ کو دیکھ کر تحقیق کرنے کے بعد روایتیں درج کرتے لیکن تحقیق کے منافی ہے اس لیے آپ نے بغیر سوچے ان کو درج کر دیا ہے۔ بہرحال نمبروار ہم ان کو ذکر کرتے ہیں تاکہ آپ کو حقیقت حال معلوم ہو۔

ا۔ روایت نمبر ا، اس سند سے ہے:

((حدثنا وكیع قال حدثنا ابو اسرائیل عن موسى الجهنی قال قال رسول الله ﷺ لا تزال امتی))

یہ روایت بالکل ضعیف اور باطل ہے۔

الاول: موسیٰ بن عبداللہ الجہنی نہ صحابی ہے اور نہ ہی تابعی ہے بلکہ چھٹے طبقے سے ہے اور اس کی کسی ایک صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کتنے واسطے ہیں۔ ایسے حالات میں تو کبھی کبھی دس راویوں کے واسطے بھی ہو جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ یہ معتبر ہیں یا غیر معتبر ہیں۔ مدلس ہیں کون ہیں مختلط تو نہیں ہیں۔ ایسی مجہول سند جس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال ہے کہ:

((بينهما مفازة تنقطع فيها اعناق المطى))

ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ یقیناً ایسی روایت مردود اور باطل ہوتی ہے۔

ثانیاً: ان کا تلمیذ ابو اسرائیل، اسمه اسماعيل بن خليفة الملائى، قال فى التقريب ٤٢ "صدوق سىئ الحفظ نسب الى الغلو فى التشيع" اور اس کے حاشیہ تعقیب التقریب میں علامہ امیر علی حنفی لکھتے ہیں کہ:

((حتى قال ابن عدى عامة ما يرويه يخالف فيه الثقات))

اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال: ۱/ ۱۰۵ میں ان کو "واہ" کہتے ہیں اور ۳: ۱۴۱ میں لکھتے ہیں کہ ابو اسرائیل کی سب روایتیں معتبر راویوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ وہ واحد شخص تھا جس کو ائمہ نقاد نے ضعیف کہا ہے اور یہ ان شیعہ حضرات میں سے تھا، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں۔

مولانا صاحب! اب آپ ایمان سے بتائیں کہ ایسے آدمی کی گواہی یا روایت معتبر ہوگی۔

۲۔ روایت نمبر۲، اس سند سے ہے:

((حدثنا عبدالله بن ادريس عن مطرف عن ابراهيم قال قال ابن مسعود اتقوا المحاريب))

یہ روایت بھی منقطع ہے اس لیے کہ ابراہیم نخعی کی کسی صحابی سے بھی ملاقات نہیں اور نہ ہی سماع ثابت ہے۔ (تهذيب التهذيب، المراسيل لابن ابى حاتم، المحلى، لابن حزم) یہ سند بھی مجہول ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۳۔ روایت نمبر۳، اس طرح ہے:

((هشيم قال حدثنا عبيدة عن سالم بن ابى الجعد قال كان اصحاب محمد ﷺ يقولون از من اشراط الساعة ان تتخذ المذابح فى المساجد يعنى الطاقات))

یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لیے کہ عبیدۃ (هو ابن معقب) بالکل ضعیف ہے۔ قال فى التقريب: ٣٤٩ ضعيف واختلط بآخره اور عام ائمہ جرح وتعدیل مثلاً سفیان ثوری یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمن بن مہدی، ابن المبارک، احمد، یحییٰ بن معین ابوزرعۃ، ابو حاتم، نسائی، ابن عدی، ابن حبان، ساجی، یعقوب بن سفیان، جریر، ابن خزیمہ ان سب نے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ بن سعید القطان نے اس کو متروک الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب: ۷/ ۷۵) نیز وہ مع ضعف کے متغیر الحفظ بھی ہے۔ "كما وصفه لذالك صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التقریب وکذا وصفه به شعبة وابن حبان کما فی التهذیب" نیز اس روایت میں دلالت علی المطلوب نہیں ہے اس لیے کہ یہ طاق (دروازے) ہیں جو آج تک عیسائیوں کے گرجا گھروں میں لگے ہوئے ہیں اور جو صرف طاقوں اور محرابوں کی شکل میں بنے ہوئے ہیں۔ اس سے مشابہت منع ہے جیسا کہ بعض جگہوں پر ایسی مسجدیں بھی دیکھی گئی ہیں جن میں بہت سارے محراب بنے ہوئے ہیں اور اس روایت کا "علی تقدیر الصحة مبحوث عنه" محراب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

۴۔ روایت نمبر۴، اس سند سے ہے کہ:

((ابن ادریس عن لیث عن قیس عن ابی ذر قال من اشراط الساعة ان تتخذ المذابح فی المساجد))

یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لیے کہ لیث بن ابی سلیم غیر معتبر راوی ہے۔ ففی التقریب: ۴۳۲، اختلط اخیرا و لم یتمیز حدیثه فترك، اور ابن عیسیٰ، ابن یونس، بزار، یحییٰ القطان نے متغیر الحفظ اور ابو حاتم، ابن معین، سفیان بن عیینہ، ابن سعد، ابن عدی، جوز جانی وغیرہم نے ضعیف کہا ہے۔ (تهذیب: ۸/ ۴۶۸۔ ۴۷۶)

اور ابن حبان کہتے ہیں کہ:

((اختلط فی اخر عمره فکان یقلب الاسانید ویرفع المراسیل ویاتی عن الثقات بما لیس من حدیثهم))

لیث آخری عمر میں سند کو تبدیل کر دیا کرتا تھا۔ مرسل روایتوں کو متصل بنا دیتا تھا۔ معتبر اور ثقہ راویوں سے وہ روایتیں ذکر کرتا تھا، جو انہوں نے روایات ذکر بھی نہیں کی ہوتی تھیں اور نہ ہی ان رواۃ کو ان احادیث کی خبر ہوتی تھی، پھر ایسے راوی کی روایت کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اس روایت کا مطلب بھی اوپر والی روایت والا ہی ہے۔

۵۔ روایت نمبر ۵ کی سند اس طرح ہے کہ:

((حدثنا وکیع قال حدثنا اسماعیل بن ابراهیم بن المهاجر عن ابیه عن علی فذکره))

اسماعیل ضعیف راوی ہے کما فی التقریب: ۴۰ اور امام احمد، وابن معین، بخاری، نسائی، ابو حاتم، ابوداؤد، ابن الجارود، ابن حبان، ساجی ان تمام نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب: ۱/ ۲۷۹) اور ان کا باپ ابراہیم بھی معتبر نہیں ہے۔ "ففی التقریب: ۳۸ صدوق لین الحفظ، وفی تعقیب التقریب لامیر علی الحنفی قال الثوری لا باس به وقال القطان لیس بالقوی"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس روایت میں بھی محراب کا انکار نہیں ہے بلکہ الصلاۃ فی المحراب کا ہے جو اس کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ "فافهم ولا تكن من الغافلين"

چھٹی روایت اور ساتویں روایت نہ حدیث ہے اور نہ ہی کسی صحابی کا قول ہے۔ چھٹی روایت ابراہیم کا قول ہے جو تابعی بھی نہیں ہے اور ساتویں روایت سالم کا قول ہے جو کہ تابع ہے اور تابع و تبع تابعین کا قول تو آپ کے ہاں بھی سند نہیں ہے بلکہ اس کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں دو ایسے آثار ہیں جو ان اشاروں کے خلاف محراب کے ثبوت ہیں۔

نیز ابراہیم نخعی کے اثر کی سند میں مغیرۃ بن مقسم مدلس آدمی ہے۔ بالخصوص ابراہیم نخعی سے تدلیس کیا کرتا تھا اس لیے اس سے نقل کردہ روایت ضعیف شمار کی جاتی تھی۔ "ففي التقريب ٥٠٤ انه كان يدلس ولا سيما عن ابراهيم وفي التهذيب: ١٠/ ٢٧٠ عن احمد انه يجعل يضعف حديث مغيرة عن ابراهيم وحده" اس کو ابن فضیل، ابن حبان اسماعیل القاضی نے سب نے اس کو مدلس کہا ہے۔

اور یہاں پر ابراہیم نخعی سے معنعناً روایت کی ہے اس لیے یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ کما تقرر فی الاصول اور سالم راوی والی روایت کے مرفوع ہونے میں مخدوش ہے۔ فتدبر.

۸۔ روایت نمبر ۸ کی سند اس طرح ہے کہ:

((حدثنا وكيع قال حدثنا سفيان عن يزيد بن ابى زياد عن عبيد بن ابى الجعد عن كعب، فذكره))

یہ سند بھی نہایت ضعیف ہے، اس لیے کہ یزید بن ابی زیاد مشہور ضعیف راوی ہے۔ ففي التقريب: ٥٥٨ ضعيف كبر فصار يتلقن وكان شيعيا اور احمد بن معین، ابو حاتم، جوزجانی، ابن عدی، ابن مبارک، ابن الجوزی، وکیع ابن قانع، حاکم، ابن خزیمہ، دارقطنی، نسائی، مسلم وغیرہ نے اس کو غیر معتبر و ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب: ١١/ ٣٠٠) بلکہ تقریب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید متغیر الحفظ راوی ہے "وهكذا وصفه بذلك كما في التهذيب العجلي وابن حبان ويعقوب بن سفيان وابن سعد والدار قطني ايضا" اور یہ دوسری وجہ اس کی روایت کے مردود ہونے کے لیے ہے۔

الغرض آپ کی نقل کردہ روایتیں سب غیر معتبر ثابت ہوئی ہیں۔ اس کی طرف ہم اپنے عربی رسالے میں اشارہ کر چکے ہیں۔

اجمالی جواب:

مسند بزار، بیہقی، ابن ابی شیبہ، طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ الدہلوی اس طبقہ کی کتابوں سے استدلال نہیں کر سکتے فقط استشہاد کا حق ہے اس لیے پہلے طبقے کو بھی مثلاً موطا یا صحیحین میں سے طبقہ ثانیہ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن اربعہ، ومسند احمد میں سے محراب کے منع ہونے کے لیے دلیل پیش کریں اور بطور شاہد ان کتابوں سے دلیل پیش کریں، "ولیس لکم الی ذلك سبیل" اس لیے حجۃ اللہ البالغہ باب طبقۃ کتب الحدیث دیکھیں۔

اور آپ نے جو عبارت تفسیر روح المعانی سے نقل کی ہے ان کی بناء ان ہی روایتوں پر ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ سب مجروح اور مقدوح روایتیں ہیں، تو پھر اس عبارت کا کوئی وزن نہیں رہتا۔

تفسیر طبری کا بھی آپ نے حوالہ دیا ہے اس تفسیر سے بھی ہم نے اپنے عربی رسالے میں عبارت ذکر کی ہے جس میں زکریا علیہ السلام کے محراب کے متعلق صاف لکھا ہوا ہے کہ "وکذلك هو من المساجد وانه مقدم المسجد" آپ نے تفسیروں کے حوالے دیئے ہیں لیکن سب کی تعریفیں مختلف ہیں اس لیے آپ کی تفسیر مستند نہیں رہتی۔ خود جو آپ نے روح المعانی سے عبارت نقل کی ہے، اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔

((ای فی المسجد او فی موقف الامام او فی غرفة مریم))

اب "موقف الامام" پر غور کریں کہ آپ کی نقل کردہ عبارت کیا بیان کرتی ہے اور خازن (تحت الآیة كلما دخل عليها زكريا المحراب) لکھتے ہیں کہ:

((المحراب اشرف المجالس ومقدمها وكذلك هو من المسجد))

اسی طرح مدارک وغیرہ میں بھی ہے، امام رازی تفسیر کبیر میں (تحت الاية تسوروا المحراب) لکھتے ہیں کہ:

((واما المحراب فلمراد منه البيت الذی كان داؤد يدخل فيه ويشتغل بطاعة ربه وسمى ذالك البيت بالمحراب لا شتماله على المحراب كما يسمى الشیء باشرف اجزائه))

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ جناب داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں محراب تھا اور آپ کے حنفی بھائی شیخ اثیر الدین ابوعبداللہ بن حیان الغرناطی الاندلسی البحر المحیط میں (تحت قوله تعالى يصلى فى المحراب) لکھتے ہیں کہ:

((وقيل المحراب موقف الامام من المسجد وهو قول جمهور المفسرين))
(البحر المحيط: ۲/ ۲٤٦)

مولانا صاحب! اب بتائیں آپ کے حنفی بھائی نے بھی اس آیت سے مراد محراب لیا ہے اور اس جگہ نماز پڑھنے کا ثبوت دیا ہے بلکہ امام صاحب نے تو یہ بھی قبول کیا ہے، یہ پہلی شریعتوں میں بھی موجود تھا۔

((وفی الکشاف: ۲/ ۵۵۷ روی عنه كان من عادة سليمان علیہ السلام ان يعتكف فی مسجد بيت المقدس المدد الطوال فلما دنا اجله لم يصبح الا راى فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرابه شجرة)) الخ

یہ آپ کے حنفی بھائی نے ثابت کیا ہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مسجد میں بھی محراب تھا اس لیے منع کے لیے جب کوئی صحیح روایت موجود نہیں تو پہلے انبیاء کا فعل ہمارے لیے مسنون ہوگا یہ بات تو آپ نے بھی قبول کی ہے۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:

''اقتداء اس فعل میں ہوگی جس سے منع نہ کیا گیا ہو۔''

اگر آپ نے منع کو ثابت کرنا ہے تو پھر صحیح اور صریح روایتیں پیش کریں۔ آپ کی پیش کردہ تمام روایتیں ضعیف ہیں اس لیے بقول شمایہ پہلوں کی سنت قابل اقتداء کہلائے گی۔

الغرض کہ محراب کا مسئلہ محقق ہے اور ابوداؤد والی روایت عربی رسالے میں ذکر کی گئی ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ مسجد نبوی جیسے پہلے تھی اس طرح اب بھی ہے۔

دوبارہ رسالے کو غور سے پڑھیں ''لعل الله يحدث بعد ذلك امرا''

حکیم الامت الحنفیہ فرماتے ہیں:

''اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسجد میں بحالت سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جائے کہ وہاں محراب بھی نہ تھی تو گنجائش ہے۔'' (فتاویٰ اشرفیہ: ۱/۹۲)

اس عبارت کے بعد تو آپ کو اطمینان ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے پیر محمد قریشی صاحب پر بھی حملہ کیا ہے۔ مولانا صاحب پیر صاحب موصوف اپنی عبارت کے خود ذمہ دار ہیں، اگر انہوں نے اپنے اشتہارات میں کوئی غلط نسبت کی ہے تو آپ برملا اس کی تردید کر سکتے ہیں، ہم آپ کو منع نہیں کرتے اور اگر واقعی طور پر یہ عبارتیں آپ کی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، تو پھر ناراض ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور حق یہ ہے کہ ایسی فقہ کو آپ کو دور سے سلام کرنا چاہیے اور آپ کو اپنے وعدے کے مطابق اپنے مسلک سے رجوع کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ شعر پڑھنا ہماری مجبوری ہوگی ؎

اذا غدوت حسناء اوفت بعهدها

ومن عهدها ان لا يدوم لها عهد

گمراہ فرقوں کی بنیاد کون؟

باطل فرقوں کے متعلق بھی جو آپ نے ہم سے نقل کیا ہے اور اس میں جو تبدیلی وغیرہ کی ہے اور الزام لگایا ہے کہ تم فرقہ باطل احناف میں سے ہو۔ ہم نے نہ ایسے لکھا ہے اور نہ کہنا چاہتے ہیں۔ اس سے خود اہلحدیث واحناف تو بجا کتنے دوسرے مسلمان بھی مرتد و کافر ہوئے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتنے لوگ مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر پھر مرتد بن گئے۔ کیا اس وجہ سے اسلام مطعون کہلائے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک

ہم نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ احناف میں سے چکڑالوی، شیعہ، قادیانی وغیرہ بن جاتے ہیں بلکہ ہم نے یہ کہا ہے کہ ہر باطل مذہب کی تائید ان کی کتابوں میں ملتی ہے اس لیے آپ اصل عبارت رسالہ التفصیل الجلیل کی دیکھیں جو بعینہٖ اس طرح ہے کہ جو بھی موجودہ مذہبی فتنے ہیں مثلاً عیسائی مشنری، کیمونزم تحریک چکڑالوی قادیانی وشیعہ مذہب وغیرہ ان سب کی بنیاد موجودہ فقہ حنفی کی کتابوں سے ملتی ہے۔ اس سے انہوں نے لکڑی سے سانپ بنا لیا ہو لیکن یہ تمام چیزیں آپ کے گھر سے ملتی ہیں، آپ انصاف سے بتائیں کہ کتنی واضح عبارت ہے لیکن کیا ہمارا دعویٰ اور کیا آپ نے لکھا ہے ؎

عجیب بے خودی ہے رقیب حریف کی
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

مرزا غلام احمد قادیانی حنفی تھا:

ہم آج بھی اس دعوے پر قائم ہیں اور اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی شک ہے تو پھر کسی بھی مذہب کو سامنے رکھ کر اس کو دیکھیں کہ اس کی بنیادیں فقہ حنفی سے ملتی ہیں کہ نہیں؟ اور جن لوگوں کے آپ نے نام لیے ہیں وہ نہ اہلحدیث تھے اور نہ اہلحدیث ہیں۔ غلام احمد قادیانی بھی آپ کا حنفی بھائی تھا۔ اہلحدیث اخبار امرتسری میں مرزا کے خلیفہ حکیم نور الدین کی طرف لکھا ہوا خط چھپا تھا جس میں مرزا نے اس کو حنفی بنے رہنے کی تلقین کی تھی پھر اس کے جواب میں اس نے حقیقت پر قائم رہنے کا اعلان کیا تھا۔

مرزا کے بیٹے اور خلیفے مرزا بشیر الدین محمود نے رسالہ احمدیت کا پیغام کے صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے کہ:

''احمدیت کا سیدھا سادہ عقیدہ اس بارہ میں وہی ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ کا تھا۔''

آپ نے ہاتھوں کے متعلق لکھا ہے مگر آپ نے کوئی دلیل نہیں دی ہے بلکہ پیغام احمدیت میں ہے کہ ایک سچے احمدی کی نماز وہ نہیں جیسی ایک عام مسلمان پڑھتا ہے، شکل وہی ہے۔ الخ، اور اکثریت کو بھی سند آپ ہی بناتے ہیں۔

لیکن مولانا صاحب! یہ تو بتائیں کہ غلام احمد پرویز اور اس کے پیچھے چلنے والے اور چکڑالوی وغیرہ یا بریلوی کس کے طریقے پر نماز پڑھتے ہیں؟

پھر آپ نے ڈیپلائی کی بھی غلط مثال دی ہے۔ میں اس کو پاکستان بننے سے بھی کئی سال پہلے کا جانتا ہوں وہ تو شروع سے ہی اہلحدیثوں کا دشمن تھا۔ جیسا کہ عبرت اخبار کے سابقہ پرچے اس پر شاہد ہیں، جن میں خود اس نے سائل کے جواب میں اہلحدیث ہونے کا انکار کیا ہے، بلکہ اس نے جب اہلحدیث مذہب پر تنقید کی تو ہم نے اس کی طرف ایک مفصل مضمون لکھ کر بھیجا اس کے علاوہ بھی کئی مرتبہ تحریری وتقریری تردید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے کی ہیں۔

عرب عبدالعزیز بھی اہلحدیث نہیں تھا بلکہ وہ منکرین حدیث میں سے تھا۔ ہمیں یاد ہے کہ والد مرحوم سے اس کا مناظرہ ومباحثہ رہتا تھا ایک مرتبہ حدیث کی دشمنی کی وجہ سے والد صاحب رحمہ اللہ نے ان کو دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ افراد کی مثالیں تو ہر آدمی پیش کرسکتا ہے۔

اور مسعود (سابق کلیکٹر) کمیونسٹ تھا۔ اس نے لاہور میں غیر عربی (اردو) میں نماز عید پڑھائی تھی؟ یہ بتائیں یہ کس کا مذہب ہے؟ شیعہ حضرات کا مبلغ مولوی اسماعیل کہاں کے تعلیم یافتہ تھے؟ ذرا دارالعلوم دیوبند کے فرشتوں سے چھپ کر سوال کرنا۔ مولانا غلام مرشدی لاہوری کس مذہب کا تھا جس نے قربانی کا انکار کیا تھا؟ اور مولانا غلام جیلانی برق (منکر حدیث) کس مکتبہ فکر سے وابستہ ہے؟ مولانا احمد رضا خان کس فقہ پر عمل کرنے والے تھے اور کس پر فتویٰ دیتے تھے؟

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ قدح کا طریقہ نہیں ہے اس لیے کہ ہدایت وگمراہی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ صحیح سے صحیح مذہب والا بھی غلط مذہب کی طرف راغب ہوسکتا ہے اور غلط سے غلط مذہب والا بھی صحیح طریقہ اختیار کرسکتا ہے۔

﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (الکہف : ۱۷)

اگر کوئی غلط طریقہ اختیار کرتا ہے تو ہم اس کو کبھی اہلحدیث ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا شمار اہلحدیثوں میں کرتے ہیں لیکن آپ ذرا اپنا محاسبہ تو کریں۔

حنفیہ اور معتزلہ:

آپ کے فرقے سے الگ ہوکر جو بھی بن جائے پھر بھی وہ حنفی کہلانے کا حقدار ہوتا ہے اور آپ اس کو حنفی جماعت سے خارج نہیں کرتے بلکہ اپنی تعداد بڑھانے کے لیے ان کو احناف کے تراجم وطبقات میں شمار کرتے ہیں اور اس کی علمیت پر ناز بھی کرتے ہیں۔

علامہ محی الدین ابومحمد عبدالقادر القرشی الحنفی نے کتاب الجواهر المضيه فى طبقات الحنفية میں کتنے ایسے افراد شمار کیے ہیں جو معتزلہ تھے۔ ابراہیم بن محمد ابواسحاق الموذن، الخوارزمی، ابونصر نعیم احمد بن سعید النسفی، بشر المریسی ابومحمد الحسن بن محمد الفقیہ، ابویعلیٰ بن ابی عبداللہ الدیناری الفقیہ، ابویوسف عبدالسلام بن محمد القزوینی، عبدالسید ابن الزیتونی، ابوالقاسم عبداللہ الکلاباذی، علی بن اسماعیل الاشعری، علی بن محمد التنوخی وغیرہم پھر ان کے معتزلہ ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔ اسی طرح لکھنوی صاحب نے الفوائد البهية میں جار اللہ الزمخشری، ابوالحسن الناصحی، محمد بن الشجاک الثلجی نجم الدین الزاہدی، ناصر ابوالفتح المطرزی وغیرہم کو بھی معتزلہ میں شمار کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز حکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی علی بن الجعد ابوالحسن الجوہری (قاضی ابو یوسف کے شاگرد) یوسف بن خالد السمتی (جس کے لیے لکھتے ہیں کہ "انه کان قدیم الصحبة لابی حنفیة کثیر الاخذ عنه: ۲۲۷"
ان کا جہمیہ ہونا بھی ثابت کرتے ہیں۔

اسی طرح الجواہر المضیہ کے مصنف الحسن بن علی بن الجعد کے لیے کہتے ہیں کہ وہ جہمیہ تھے بلکہ لکھنوی صاحب امام صاحب کے اس شاگرد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((ینکر المیزان یوم القیامة)) (الفوائد البهیة: ۲۲۸)

''قیامت کے دن اعمال تولنے کے بھی منکر تھے۔''

اور بشر المریسی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((وحرر القول بخلق القرآن و حکی عنه اقوال شنیعة ومذاهب منکرة عند اهل العلم کفره اکثرهم لاجلها)) (ص: ٤٥)

قرآن کریم کو مخلوق کہتا تھا اور اس کے متعلق کئی عجیب اعتقادات اور مذہبی ناپسندیدہ باتیں بھی منقول ہیں۔ کئی عالموں پر اس نے کفر کا فتویٰ بھی صادر کیا ہے مگر باوجود اس کے اس کا شمار ممتاز احناف میں ہوتا ہے۔ اسی صفحہ پر ان کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:

((ادرك مجلس ابی حنفیه واخذ نبذا منه ثم لازم ابا یوسف واخذ الفقه عنه وبرع حتی صارمن اخص اصحابه وکان ذا ورع وزهد))

امام صاحب کے مجلس میں شریک ہوئے اور وہاں سے کچھ حاصل کیا پھر قاضی ابو یوسف کے ساتھ رہے اور ان سے فقہ حاصل کی اور اس میں ماہر ہوگئے اس کا شمار خاص صحبت مندوں میں ہوتا ہے اور یہ زاہد و پرہیزگار بھی تھے۔

اور بشر ابن الولید الکندی (ابو یوسف کے شاگرد ہیں) کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((ویقال انه فی آخره امره وقف فی القرآن فامسك اصحاب الحدیث عنه))

(الفوائد: ٥)

آخری عمر میں انہوں نے واقفیہ مذہب کا طریقہ اختیار کیا تھا یعنی قرآن کے مخلوق وغیرہ مخلوق ہونے کے متعلق توقف اختیار کیا تھا جس وجہ سے محدثین نے ان سے روایت لینا بند کر دی تھی۔ حالانکہ آپ ''واسع الفقہ'' (فقہ میں وسیع النظر) کہلاتے تھے۔

اور علی بن الجعد الجوہری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((وتکلم فیه احمد من اجل وقوله فی القرآن)) (ص: ۱۲۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقفیہ کا طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے امام احمد نے ان پر جرح کی ہے۔

ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((حکوا عنه انه یقول الجنة والنار خلقتنا فتفنیان وهذا کلام جهم)) (ص: ٦٩)

یعنی اہل سنت کے عقیدہ کے برعکس جہمیہ کی طرح جنت وجہنم کے فنا ہونے کا قائل تھا۔ نیز ٦٨ میں ابو مطیع کے متعلق ابن حبان سے نقل کرتے ہیں کہ:

((کان من روساء المرجئة ممن یبغض السنن))

مرجیہ جماعت کے روساء میں سے تھا اور سنی مسائل سے بغض رکھتا تھا۔

پھر انہی کی فقہی شان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

((راوی الفقه الاکبر عن ابی حنیفه...... وتفقه به اهل تلك الدیار و کان بصیرا علامة کبیرا))

اور قاسم بن معن الہمدانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((یذهب الی شئی من الارجاء)) (ص: ١٥٤)

مرجئہ کی طرف مائل تھا اور پھر ان کی شان میں لکھتے ہیں کہ:

((احد من قال له ابو حنیفه انتم مسمار قلبی وجلاء حزنی وکان اماما فی العربیه))

اور ص: ١٧٤ میں لکھتے ہیں کہ:

((اهل مرو صاروا فی اصول عقائدهم الی رای اهل القدر))

”یعنی (مرو) کے احناف نے عقائد میں قدریہ کا مذہب اختیار کیا تھا، جو تقدیر میں کلام کرتے اور منکر بھی تھے۔“

اور محمد بن الشجاع البلخی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((سئل احمد بن حنبل عنه فقال مبتدع صاحب هوی)) (ص: ١٧١)

امام احمد فرماتے ہیں کہ ثلجی بدعتی اور اھوا پرست تھا۔ اس کی بھی تعریف کی ہے کہ:

((کان فقیه العراق فی وقته))

اپنے وقت میں مکمل عراق کا اکیلا فقیہ تھا اور ناصر بن عبدالسید کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

((وکان له تام المعرفة بفنه راسا فی الاعتزال داعیا الیه حنفی الفروع)) (ص: ٢١٩)

یعنی معتزلہ مذہب کا چوٹی کا عالم تھا اور لوگوں کو اسی عقیدے کی تبلیغ کیا کرتا تھا اور فروعی مسائل میں حنفی تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فقہاء کے نزدیک اس کی یہ حیثیت تھی کہ "کان اماما فی الفقه" اسی طرح الجواہر المضیۃ کے مصنف: ۱/ ۳۱۵ میں عبدالسلام ابو یوسف القروینی کے لیے لکھتے ہیں کہ "کان شیخا یفتخر بالاعتزال" یعنی یہ بزرگ معتزلہ ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کئی احناف شیعہ مذہب کے حامل ہیں جیسا کہ:

شیعہ مذہب کے عالم ابوجعفر الطّوسی کی کتاب (رجال الشیعہ) اور باقر کی کتاب "احوال الرجال" کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو حنفی مذہب کے کئی آدمی ملیں گے۔ الغرض جو بھی عقیدہ ہو وہ تب بھی حنفی رہے گا اور حنفی کہلوانے کا حقدار ہے۔

فقہ حنفی یا چوں چوں کا مربہ:

مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب نے بھی "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" ص: ۲۷ میں حنفی مذہب میں جو کھچڑی بنی ہوئی ہے اس کی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں کہ:

((ان الحنفية عبارة عن فرقة تقلد الامام ابا حنيفه فى المسائل الفرعية وتسلك مسلكه فى الاعمال الشرعية سواء وافقته فى اصول العقائد ام خالفته فان وافقته يقال لها الحنفية الكاملة وان لم توافقه يقال لها الحنفية مع قيد يوضع مسلكه فى العقائد الكلامية فكم من حنفى حنفى فى الفروع معتزلى عقيدة كالزمخشرى جار الله مؤلف الكشاف وغيره وكمؤلف القنية والحاوى والمجتبى شرح مختصرا القدورى نجم الدين الزاهدى وقد بسطنا ترجمتهما فى الفوائد البهية فى تراجم الحنفية وكعبد الجبار وابى هاشم والجبائى وغيرهم وكم من حنفى حنفى فرعا مرجى او زيدى اصلا وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجئة))

یعنی حنفی مذہب کی عقیدے کے اعتبار سے کئی شاخیں اور برانچیں ہیں، کچھ حنفی شیعہ ہیں تو کچھ معتزلی اور کچھ مرجیہ ہیں درحقیقت حنفی فرقہ وہ جماعت ہے جو امام ابوحنیفہ کی فروعی مسائل اور شرعی مسائل میں تقلید کرے۔ چاہے عقیدے میں ہمارے موافق ہو یا مخالف ہو۔ اگر موافق ہوگا تو اس کو کامل حنفی کہیں گے لیکن اگر دوسرے مذاہب والا عقیدہ رکھے گا تو اس کو بھی حنفی کہیں گے لیکن اس کے عقیدے کی وضاحت کریں گے اس لیے کہ کتنے ہی لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں مگر عقیدے کے اعتبار سے معتزلی ہیں مثلاً زمخشری، نجم الدین الزاہدی، عبدالجبار ابو ہاشم اور جبائی وغیرہ اور پھر کتنے ہی لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں لیکن اصولی مسائل کے اعتبار سے مرجیہ ہیں اور کئی زیدی شیعہ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب! یہ عجیب مخلوط مذہب ہے۔ تفصیل سے سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شیعہ مذہب اپنا کر تین خلفاء کا انکار کرے اور ان کو غاصب سمجھے اور قرآن کریم کے دس پارے گم ہونے کا قائل ہو جناب علی رضی اللہ عنہ کو تمام خلفاء سے افضل جانے اور ائمہ کی عصمت کا قائل ہو اور یہ گمان بھی رکھے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لانے میں غلطی کی ہے، متعہ کو حلال سمجھے بلکہ ضروری کہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی محارب کہے۔ یا پھر معتزلہ کا عقیدہ رکھتے ہوئے صفات ایزدی کا انکار کرنا۔ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار کہے، شفاعت نبوی کو باطل کہے، ایصال ثواب کا علی الاطلاق منکر ہو یا پھر اسی طرح مرجیہ کا عقیدہ اپناتے ہوئے اعمال (نماز وغیرہ) کو ایمان سے خارج سمجھے اور ملائکہ انبیاء اولیاء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام مسلمانوں کے ایمان کو ایک جیسا برابر جانے وغیرہ یا پھر جہمیہ کے عقیدے کو اپناتے ہوئے قرآن کو مخلوق کہے، قیامت کے دن اعمال کے تولنے کا انکار کرے اور عذاب قبر، اللہ تعالیٰ کے عرش و کرسی بلکہ تمام صفات کا انکار کرے۔

جنت اور جہنم کے فنا ہونے اور تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھے یا پھر قدریوں والی باتیں قبول کرے جو بھی کرے لیکن مقلد ہو۔ جو بھی عقیدہ اپنائے مگر چونکہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتا زیر ناف ہاتھ باندھتا ہے، آمین بالجہر کا عامل نہیں ہے اور بسم اللہ آہستہ پڑھتا ہے دو سجدوں کے بعد بغیر بیٹھے اٹھتا ہے، چمگادڑ اور چوہے کے پیشاب کو پاک جانتا ہے۔ ❶ بلی کے پیشاب ❷ اور اپنے پیشاب کے چھینٹے اگر سوئی کے سر کے برابر ہوں تو ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ ❸ خنزیر کے بالوں کو پاک جانتا ہے۔ ❹ درہم کے برابر کپڑے میں پاخانہ لگا ہو۔ ❺ یا کتے یا بھیڑیئے کے دانتوں کا ہار پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہ سمجھے ❻ مشت زنی وغیرہ مباح سمجھتا ہے، غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ ❼ زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلے کا قائل ہو۔ ❽ روزے کی حالت

---

❶ درمختار برهامش شامی : ۱/ ۲۱۲ الاول الخفاش وخرءه فطاهر وكذا بول الفارة لتعذر التحرز عنه وعليه الفتوى

❷ بول السنور في غير او اني الماء عفو وعليه الفتوى، شامي : ۱/ ۲۱۲

❸ فلو صلى ومعه اكثر من الدرهم لا يجوز ولو وقع في ماء قليل نجسه وعند محمد لا ينجسه افاده في البحر وذكر في الدرانه عند محمد طاهر لضرورة استعماله، الشامي : ۱/ ۱۴۴.

❹ اگر خنزیر کے بال درہم کے برابر ہوں تو ان کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک خنزیر کے بال پاک ہیں اگر وہ پانی میں گر جائیں تو پانی پلید نہ ہوگا۔

❺ یہ مسئلہ بھی فقہ کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔

❻ وكذا لو صلى وفي عنقه قلادة فيها سن كلب او ذئب يجوز صلوٰة كذا في القاضي خان : ۱/ ۱۰.

❼ یہ مسئلہ فقط غریب لوگوں کیلئے ہے اور بڑے آدمیوں کی نماز (مثلاً محمد علی جناح اور لیاقت علی خان) انہوں نے پڑھی ہے۔

❽ فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ: ۱۵۶، اذا اراد ان يحيل لا متناع وجوب الزكوٰة لما انه خاف ان لا يودى فيقع في المأثم فالسبيل ان يهب النصاب قبل تمام الحول من يثق به و سلمه اليه ثم يستوهبه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مردہ آدمی یا جانور سے وطی کرنے سے کفارہ لازم نہیں جانتا۔ ❶ دنیا دار کے حج کو غریب کے حج سے بہتر جانتا ہو۔ ❷ مدینہ شریف کو حرم نہیں کہتا۔ ❸ کپڑا لپیٹ کر وطی کرنے سے غسل ضروری نہیں سمجھتا۔ ❹ امام کو حد شرعی سے بالا جانتا ہو۔ ❺ محرمات سے وطی کرنے والا خواہ لوطی بھی ہو اس کو حد نہیں لگاتا۔ پیاسے کو شراب پینے کی اجازت دیتا ہے، ولی کے بغیر نکاح درست کہتا ہے، اونٹوں کی قطار میں سے بمع سامان اونٹ چوری کرنے والے اور کفن اور دیوار سے سوراخ کر کے ہاتھ ڈال کر چوری کرنے والے پر حد نہیں لگاتا۔ ❻ کتے کا گوشت فروخت کرنا جائز سمجھتا ہے۔ ❼ غصب کردہ چیز چبالی جائے تو جائز ہو جائے گی کا فتویٰ دے۔ ❽ کتا اگر مچھلی اٹھا کر نگل جائے اور کتے کا پیٹ چیر کر دیکھیں اگر مچھلی سلامت ہے تو حلال کہتا ہو۔ ❾ مردہ مرغی سے نکلا ہوا انڈہ جائز سمجھتا ہو۔ ❿ تراویح بیس رکعت پڑھتا ہو، نماز میں سلام کے عوض ہوا خارج کرنا صحیح سمجھتا ہو۔ ⓫ کوئی امیر یا پیر جبراً طلاق دلوائے تو جائز جانتا ہو۔ ⓬ شراب اور بھنگ کی تجارت کی اجازت دیتا ہو، عورت جھوٹے گواہ لا کر کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کر دے حالانکہ نکاح نہیں کیا گیا اور قاضی حلال ہونے کا فتویٰ دے دے۔ ⓭ اسی طرح جھوٹے گواہوں کو نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہو۔ ⓮ روزوں کی قضا اور نماز کے فدیہ سے بچنے کیلئے حیلہ سازی سکھلاتا ہو۔ ⓯ نماز میں درود کو فرض نہیں نہیں سمجھتا۔ حدیث کے حاصل کرنے

---

❶ یہ مسئلہ التفصیل الجلیل میں گزرا ہے وہاں دیکھ لیں۔

❷ حج الغنی افضل من حج الفقیر (الدر علی هامش الشامی: ۲/ ۲۵۳)

❸ در مختار برهامش شامی: ۲/ ۲۵۶ لایودی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یهب النصاب قبل تمام الحول من یثق به و یسلمه الیه ثم یستوهبه. ❹ وایلاج بخرقة مانعة من وحدود الاة نور الایضاح ص: ۳۸، مصبوعه دهلی.

❺ هدایه: ۲/ ۴۹۸۔ وکل شیء صنعه الا الذی لیس فوقه امام فلا حد علیه الا القصاص.

❻ هدایه باب الرفة میں یہ لفظ ہیں کہ ولا قطع علی النباش...... ومن نقب البیت وادخل یده فیه واخذ شیئا لم یقطع...... وان سرق من القطار بعیرا او حملا لم یقطع.

❼ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ واذا ذبح کلبه وباع لحمه جاز.

❽ قالوا اذا غصب طعاما فمضغه واکله حل له ذالك فی قول ابی حنیفة لانه صار مستهلکا بالمضغ. (قاضی خان: ۲/۲۷۶)

❾ قاضی خان: ۴/۴۳۶۔ وان اکلها (یعنی السمکة) کلب فشق بطنه فخرج السمکة توکل اذا کانت صحیحة.

❿ البیضة اذا خرجت من دجاجة میتة اکلت، عالمگیری: ۴/ ۲۱۸.

⓫ وان تعمد الحدث او تکلم او عمل عملا ینافی الصلوة تمت صلوته، هدایه: ۱/ ۱۳۰.

⓬ یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں مصرح ہوا ہے۔ فارجع البصر هل تری من فطور.

⓭ هدایة: ۲/ ۲۹۳۔ میں ہے کہ من ادعت علیه امراءة انه تزوجها وقامت بینة فجعل القاضی امراء ته ولم یکن تزوجها وسعها المقام وان تدعه جامعها.

⓮ وکذالك لو قضی بالطلاق بشهادة الزور مع علمها حل لها التزوج بآخر بعد العدة وحل للشاهد تزوجها وحرمت علی الاول، عالمگیری: ۲/ ۲۹۱۔ پھر ایسے لالچ کے لیے کئی آدمی جھوٹی گواہی کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

⓯ اذا اراد ان یودی الفدیة من صوم ابیه وصلاته وهو فقیر فانه یعطی منوین من الحنطة فقیر اثم یستوهبه ثم یعطیه هکذا الی ان یتم، فتاویٰ سراجیه: ۱۴۵.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کو مفلس اور تنگدست کہتا ہو، مکمل قرآن کے سیکھنے سے فقہ کو سیکھنا افضل کہتا ہو۔ امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتا بس اس وجہ سے حنفی ہے اور ہمارا ہی ہے عجیب معجون مرکب تیار کی گئی ہے۔

حافظ شیرازی ایسے ہی مذہب کی ترجمانی کرتے ہیں ؎

حافظا گروصل خواہی صلح کن باخاص وعام

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

بالفاظ دیگر: الغرض کیسا بھی عقیدہ ہو پھر بھی حنفی جماعت سے خارج نہیں ہے حالانکہ یہ دوسرے تمام فرقے اہل سنت والجماعۃ سے الگ ہیں، اس لیے کتاب الفصل لابن حزم والملل والنحل للشہر ستانی وتلبیس ابلیس لابن الجوزی وغنیۃ الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کا مطالعہ کریں اس لیے کہ جماعت حنفیہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت میں داخل سمجھتی ہے۔ [1] خلاصہ یہ ہے کہ عمل کے اعتبار سے اہل سنت میں داخل ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے اس سے خارج ہیں یعنی نماز، روزے، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، بیع، قضا وغیرہ میں سنی حنفی ہیں لیکن ایمان وعقیدہ میں شیعہ، مرجیہ، جہمیہ، قدریہ یا معتزلہ ہیں برعکس ان کے اہلحدیث ہر حالت میں عقیدے کو مقدم رکھتے ہیں، عقیدے کے مخالف کو اپنی جماعت میں شمار نہیں کرتے۔

عقیدہ اہلحدیث:

امام احمد بن حنبل جو کہ باتفاق کافتہ العلماء اہلحدیث تھے مختصر طبقات الحنابلہ صفحہ ۸، امام مسدد بن مسرہد (من شیوخ البخاری) کے سوال کے جواب میں جماعت اہلحدیث کے عقائد اس طرح سے بیان کیے ہیں کہ:

((اما بعد! وفقنا الله واياكم لكل ما فيه رضاه وجنبنا واياكم عن كل ما فيه سخطه واستعملنا اياكم عمل الخاشعين له العارفين به فانه المسؤل ذالك واوصيكم ونفسي بتقوى الله العظيم ولزوم السنة والجماعة فقد علمتم ماحل بمن خالفها وما جاء في من اتبعها فانه قد بلغنا عن النبي ﷺ انه قال ان الله ليدخل العبد الجنة بالسنة يتمسك بها وآمر كم ان لا توثروا على القرآن شيئا فانه كلام الله وماتكلم الله فليس بمخلوق وما احبر به عن القرون الماضية فغير مخلوق وما في اللوح المحفوظ فغير مخلوق والتصديق بما جائت به الرسل واتباع السنة نجاة...... والايمان قول وعمل يزيد وينقص زيادته اذا احسنت ونقصانه اذا ساء ت ويخرج الرجل من

[1] حالانکہ ایسے نہیں ہے۔ مترجم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الایمان الی الاسلام فان تاب رجع الی الایمان ولا یخرجه عن الاسلام الا الشرك باللہ العظیم او یرد فریضة من فرائض اللہ جاحدا لها فان ترکها تهاونا بها وکسلا کان فی مشیئة اللہ ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه...... فمن زعم ان علیا افضل من ابی بکر فقد رد الکتاب والسنة...... ومن زعم ان اسلام علی اقدم من اسلام ابی بکر فقد اخطا...... ویؤمن بالقضاء والقدر خیره وشره وحلوه ومره من اللہ وان اللہ خلق الجنة قبل خلق الخلق وخلق للجنة اهلا ونعیمها دائم...... وخلق النار وخلق للنار اهلا وعذابها دائم وان یخرج قوما من النار بشفاعة رسول اللہ وان اهل الجنة یرون ربهم بابصارهم لا محالة وان اللہ کلم موسی تکلیما واتخذ ابراهیم خلیلا والمیزان حق والصراط حق والانبیاء حق وعیسی بن مریم عبداللہ ورسوله والایمان بالحوض والشفاعة والایمان بالعرش والکرسی والایمان بملك الموت انه یقبض الارواح ثم یرد الارواح الی الاجساد ویسالون عن الایمان والتوحید والرسل والایمان بالنفخ فی الصور والصور قرن ینفخ فیه اسرافیل وان القبر الذی هو بالمدینة قبر النبی ﷺ ومعه . ❶ ابوبکر وعمر وقلوب العباد بین اصبعین من اصابع اللہ والدجال خارج فی هذه الامة لا محالة وینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیقتله بباب لد وما انکرته العلماء من اهل السنة فهو منکر واحذروا البدع کلها...... کنا نقول ❷ ابوبکر وعمر وعثمان ونسکت عن علی...... هم واللہ الخلفاء الراشدون المهدیون وان نشهد للعشرة انهم فی الجنة فمن شهد له النبی ﷺ شهدنا له بالجنة ورفع الیدین فی الصلوٰة زیادة فی الحسنات والجهر بآمین عند قول الامام ولا الضالین والدعاء لائمة المسلمین بالصلاح ولا یخرج علیهم بالسیف ولا یقاتل فی الفتنة ولا تتالی علی احد من المسلمین ان یقول فلان فی الجنة...... الا العشرة الذین یشهد لهم رسول اللہ ﷺ بالجنة وصفوا له بما وصف اللہ به نفسه وانفوا عن اللہ ما نفاه عن نفسه واحذروا الجدال مع

❶ مسئلہ تفصیل کی طرف اشارہ ہے۔ ❷ اس سے خوارج کی تردید مراد ہے اور دوسری روایت میں مروی ہے کہ ان الخلافة لم تزین علیا بل علی زینها خلافت نے علی رضی اللہ عنہ کو نہ مزین کیا بلکہ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مزین کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحاب الاھواء والکف عن مساوی اصحاب النبی ﷺ والتحدث بفضائلھم والامساك عن ما شجر بینھم ولا تشاور اھل البدع فی دینك ولا تفارقه فی سفرك ولا نكاح الا بولي وخاطب وشاهدی عدل والمتعة حرام الی یوم القیامة والصلواة خلف كل برو فاجر صلاة الجمعة وصلاة العیدین والصلاة علی من مات من اهل القبلة وحسابهم علی الله والخروج مع كل امام فی غزوة اوحجة والتكبیر علی الجنازة اربع فان كبر الامام خمسا فكبر مع...... والمسح علی الخفین للمسافر ثلا ثة ایام ولیا لیهن وللمقیم یوم ولیلته وصلاة ❶ اللیل والنهار مثنی ولا صلواة ❷ قبل العید واذا دخلت المسجد فلا تجلس حتی تصلی ركعتین تحیة للمسجد والوتر ركعة ❸ والاقامة فرض احب اهل السنة علی ما كان منهم اماتنا الله وایاكم علی الاسلام والسنة ورزقنـ وایاكم العلم ووفقنا وایاكم لما یحب ویرضی باختصار)) (مناقب الامام احمد بن حنبل لابن الجوزی: ۱۷٦)

امابعد! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس کام کی توفیق عطا کرے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور ہم سب کو اس کام سے بچائے جس میں اس کی ناراضگی ہے۔ ہم سے اور آپ سے سنت پہنچانے کا کام لے اسی مالک سے سوال ہے۔ آپ کو اور خود کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اہلسنت والجماعت سے چمٹے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اس لیے کہ ان کی مخالفت حرام ہے اور ان کی اتباع کے متعلق جو تاکید (قرآن وحدیث) میں ہے، وہ آپ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے کو جنت میں داخل کرے گا جو سنت کو مضبوطی سے تھامے گا۔ ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں اضافہ نہ کریں، جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہے۔ گزرے ہوئے دور کی باتیں مخلوق ہیں لیکن جو بھی لوح محفوظ میں ہے وہ مخلوق نہیں ہے۔ انبیاء ورسل کا لایا ہوا پیغام ان کی تصدیق اور سنت کی اتباع میں ہی نجات ہے۔ ایمان قول اور عمل ہے۔ ایمان میں نیکی کرنے سے اضافہ اور برائی سے کمی واقع ہوتی ہے۔ ایمان سے اسلام کی طرف نکلنا ممکن ہے اگر کوئی توبہ کر لے تو ایمان کی طرف لوٹ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرک اور فرائض میں سے کسی

---

❶ هكذا هو الوارد فی الاحادیث الصحیحة الا ما خص منها وهو اربع قبل الظهر والوتر ثلاث فصاعدا كما وردت بذالك الاخبار القویة.

❷ وانما لم ینكر بعدها لثبوت السنیة للركعتین بعد صلاة العید فی البیت كما عند ابن ماجه والبیهقی بسند حسن

❸ یعنی ایک رکعت بھی حق ہے جو کہ اکثر صحیح احادیث میں موجود ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک رکعت ہی ہے بلکہ احادیث میں تین رکعتیں بھی ہیں بلکہ پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعت تک ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض کے انکار کے علاوہ دوسرا کوئی عمل اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

اگر اسلام کا کوئی عمل توہین یا سستی کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو عذاب دے چاہے معاف کر دے۔ جو یہ کہے کہ علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہے تو اس نے قرآن وحدیث کا انکار کیا اور جو بھی گمان کرے کہ علی رضی اللہ عنہ کا اسلام، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام سے قدیم ہے تو اس نے غلطی کی۔

تقدیر کی اچھائی اور برائی اس کی تنگی وسختی پر ایمان رکھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے جنت، جنتی اور اس کی دائمی نعمتیں پیدا کیں، دوزخ، دوزخی اور اس کے دائمی عذاب پیدا کیے۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے، جنتی اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو ضرور دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا تھا۔ میزان وپل صراط حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ حق ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام مریم صدیقہ کے بیٹے اور اللہ کے بندے ورسول ہیں۔ حوض اور شفاعت پر ایمان لانا اسی طرح عرش وکرسی پر ایمان لانا اور ملک الموت کے متعلق ایمان رکھنا کہ یہ روح قبض کر کے پھر دوبارہ جسم کی طرف لوٹاتا ہے۔ لوگوں سے ایمان توحید اور رسالت کے متعلق سوال ہوگا۔ صور پھونکنے کے متعلق ایمان رکھنا اور یہ سمجھنا کہ صور ایک سینگھ ہے۔ جس میں اسرافیل صور پھونکے گے۔

مدینہ منورہ میں جو قبر ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ہے جن کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ دجال لازماً اس امت میں آئے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام مریم صدیقہ کے بیٹے ارض مقدسہ پر آسمان سے اتریں گے اور دجال کو ''لد'' [1] کے دروازے پر قتل کریں گے۔ علماء اہل سنت جو بات نہ مانیں وہ منکر ہے، اس لیے تمام بدعات سے بچیں ہم ابوبکر، عمر اور عثمان (کو خلفائے راشدین) کہتے ہیں کہ اس کی وضاحت کر دیں۔ اللہ کی قسم! یہ خلفاء راشدین ہدایت کا راستہ دکھلانے والے ہیں۔ ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ نماز میں رفع الیدین کرنا، بلند آواز سے آمین کہنا، مسلمانوں کی ہدایت کے لیے دعا کرنا، اچھائیوں میں اضافہ ہے۔ حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھا کر خروج نہ کرنا، فتنے کے وقت لڑائی نہ کرنا اور مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرے کہ فلاں جنتی ہے، ان دس صحابہ کے علاوہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ اللہ کی وہ صفات بیان کریں جو خود اس نے اپنے لیے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کی نفی کریں جس کی اس نے خود نفی کی ہے۔ اہل رائے سے جنگ وجدل سے پرہیز

---

[1] ''لد'' یہ مقام اسرائیل میں واقع ہے وہاں اسرائیلیوں نے ائیرپورٹ قائم کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو غلطیاں ہوئی ہیں، ان سے خاموش رہیں ان کے فضائل و مناقب بیان کریں اور باہمی اختلافات کے ذکر سے خاموشی اختیار کریں اپنے دین کے متعلق بدعتیوں سے مشورہ نہ کریں اور نہ ہی ان کو ساتھ لے کر سفر کریں ولی وکیل اور گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے اور متعہ قیامت تک حرام ہے ہر اچھے اور برے کے پیچھے جمعہ یا عیدین کی نماز پڑھیں اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وقت کے حاکم کے ساتھ مل کر حج اور جہاد پر جانا چاہیے۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنی چاہئیں اور اگر امام پانچ مرتبہ تکبیریں کہے تو اس کے پیچھے پانچ تکبیریں کہے۔ مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور رات موزوں پر مسح کرنا ہے۔ تہجد کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔

عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے۔ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں تحیۃ المسجد نماز پڑھیں، وتر ایک رکعت ہے۔ اقامت فرض ہے، اہل سنت سے محبت کریں جب تک ان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسلام اور سنت نبوی پر موت عطا کرے اور ہم سب کو علم عطا کرے اور پھر اس پر عمل کی توفیق دے جس کو پسند کرتا ہے۔

اور صفحہ ۱۷۱ میں دوسری روایت جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

((فالسنة عندنا آثار رسول الله ﷺ والسنة تفسير القرآن وهي دلائل القرآن وليس في السنة قياس ولا تضرب لها الامثال ولا تدرك بالعقول والاهواء انما هوا الاتباع وترك الهوى فان الكلام فبالقدر والرؤية والقرآن وغيرها من السنن مكروه منهي عنه لا يكون صاحبه وان اصاب بكلامه السنة من اهل السنة...... ومن ترك الصلواة فقد كفر وليس من الاعمال شئي تركه كفر الا الصلواة ومن تركها فهو كافر وقد احل الله قتله والنفاق هو الكفر ان يكفر بالله وبعبد غيره ويظهر الاسلام في العلانية مثل المنافقين الذين كانوا على عهد رسول الله ﷺ ثلاث من كن فيه فهو منافق على التغليظ نرويها كما جاء ت ولا نفسرها...... ونحو هذه الاحاديث مما قد صح وحفظ فانا نسلم له وان لم نعلم تفسيرها ولا نتكلم فيه ولا نجادل ولا نفسر هذه الاحاديث الامثل ما جاء ت ولا نردها الا بحق منها والرجم حق على من زنى وقد احصن اذا اعتراف او قامت عليه بينة...... ونخاف على المسيئ المذنب ونرجو له رحمة الله...... والسمع والطاعة للائمة واميرالمومنين البر والفاجر...... وقسمة الفيء واقامة الحدود الى الائمة فرض...... ودفع الصدقات اليهم جائزه نافذة))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک سنت رسول اللہ ﷺ قول، فعل، تقریر (آثار) کا نام ہے جو کہ قرآن کی تفسیر اور دلیل ہے سنت میں قیاس نہیں ہے، لہٰذا اس کے لیے مثالیں نہیں دینی چاہئیں اور نہ ہی سنت کو عقل اور خواہشات کے معیار پر جانچا جائے گا بلکہ سنت اتباع اور خواہشات کو چھوڑنے کا نام ہے، تقدیر، رویت باری تعالیٰ قرآن وسنت کے متعلق جو حدیثیں ہیں ان میں کلام کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ اس باب میں اگر کوئی صحیح بات بھی کرے تب بھی اہل سنت میں سے نہیں ہوسکتا۔ جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کا کام کیا ہے اور اعمال میں سے دوسرا کوئی بھی کفر کا کام نہیں ہے۔ جس نے بھی نماز چھوڑی وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل حلال کیا ہے، نفاق بھی کفر ہے جو اللہ کا کفر کرے اور غیر اللہ کا بندہ کہلائے اور اسلام کو ظاہر کرے وہ منافقین کی طرح ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ تین خصلتیں جس میں ہوں وہ پکا منافق ہے۔

جیسے حدیثیں بیان ہوئی ہیں، اسی طرح ہم روایت کرتے ہیں اور ان کا مطلب بھی بیان نہیں کرتے ایسی دوسری صحیح اور محفوظ احادیث کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ جب تک کہ ان کی تفسیر نہیں جانتے نہ ان میں کلام کرتے ہیں اور نہ تکرار کرتے ہیں اور نہ بیان کرنے کے علاوہ ہم یہ رد کرتے ہیں جو حق بات ہوتی ہے وہی کہتے ہیں جو آدمی زنا کرے اس کی برحق سزا رجم ہے۔ اگر کوئی شخص اعتراف کرے یا پھر اس پر حد لازم ہو جائے تو وہ پاک دامن ہے، گنہگار کے متعلق عذاب سے ڈرتے ہیں اور بخشش کی امید رکھتے ہیں۔

حکمران کی بات سننی اور اس کی زبان برادری کرنی ہے چاہے اچھے ہوں یا برے ہوں اور غنیمت تقسیم کرنا اور حدود کو قائم کرنا حکمرانوں کا فرض ہے اور ان کو صدقات وزکوۃ وغیرہ دینا جائز ہے۔

اور صفحہ ۱۶۵ میں ایک روایت میں ہے کہ:

((صفة المومن من اهل السنة والجماعة من شهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله واقر بجميع ما اتت به الانبياء والرسل وعقد قلبه على ما ظهره من لسانه ولم يشك في ايمانه...... وارجا ماغاب عنه من الامور الى الله وفوض امره الى الله ولم يقطع بالذنوب العصمة من الله...... وعرف حق السلف الذين اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ...... والتقصير في السفر...... والشراء والبيع حلال الى يوم القيامة...... والايمان بعذاب القبر والايمان بمنكر ونكير))

اہل السنہ والجماعت کے ایمانداروں کی یہ صفت ہے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے اور کہے ''محمد رسول اللہ'' اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور انبیاء ورسل کی لائی ہوئی شریعت کا اعتراف کرے اور جو بات زبان پر ہو اس کا دل سے بھی یقیناً اعتراف کرے اور جو غیر حاضر ہو اس کے ایمان کے متعلق کوئی شک شبہ نہ رکھے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور اس کے جنتی اور دوزخی ہونے کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ گناہوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ (کے عذاب سے) محفوظ نہ سمجھے۔

سلف صالحین کو اللہ تعالیٰ نے نبی کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا تھا ان کا ہر حق پہچانے اور سفر کی حالت میں قصر نماز ادا کرے۔ خرید و فروخت قیامت تک حلال ہے۔ عذاب قبر اور منکر نکیر پر بھی ایمان رکھے۔ صفحہ ۲۰۸ میں ہے کہ "صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث"

ہمارے نزدیک اہلحدیث وہ ہے جو حدیث کا عامل ہے۔ یہ عقائد جماعت اہلحدیث کو تمام جماعتوں سے ممتاز رکھتے ہیں۔ اسی مذہب کو امام صاحب نے اسلام کہا ہے اور اسی جماعت کو امام صاحب نے اہل السنۃ والجماعۃ کہا ہے۔ ان عقائد کا منکر اہلحدیث نہیں رہتا۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی اور اہلحدیث:

یہی وجہ ہے کہ آپ کا حنفی بھائی اہلحدیثوں کی تعریف کرتے ہوئے رطب اللسان ہے چنانچہ امام الکلام، صفحہ:۱۵۶ میں ہے کہ:

((من نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقه والاصول مجتنبا عن الاعتساف يعلم علما يقينيا ان اكثر المسائل الفرعية والاصلية التي اختلف العلماء فيها فمذهب المحدثين فيها اقوى من مذاهب غيرهم واني كلما اسير في شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريبا من الانصاف فلله درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبي ﷺ حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله في زمرتهم واماتنا على حبهم وسيرتهم))

جو انصاف کی نظر سے تعصب کو چھوڑ کر فقہی علوم اور اصول کے سمندر میں اترے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ بہت سارے فروعی اختلافی مسائل جن میں علماء نے اختلاف کیا ہے، ان میں محدثین کا مذہب سب سے قوی ہے۔ میں جب بھی اختلافی معاملات میں جاتا ہوں تو اس میں محدثین کا قول انصاف کے نزدیک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو روشن رکھے وہی ان کی قدر دانی کرنے والے ہیں۔ اس لیے کہ یہ نبی کے حقیقی وارث ہیں اور اس کی شریعت کے سچے نمائندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی جماعت سے اٹھائے اور ان کی محبت و سیرت پر ہمیں موت دے۔

لکھنوی صاحب کی عبارت اس باب میں کتنی واضح اور فیصلہ کن ہے بقول شاعر ؏

الفضل ما شهد به الاعداء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث اور قاضی ابو یوسف:

اس سے مزید اہلحدیث مذہب کی حقانیت کے لیے کیا پیش کیا جائے؟ ذرا یہ گواہی بھی دیکھ لیں۔

((خرج ابویوسف القاضی یوما واصحاب الحدیث علی الباب فقال ما علی الارض خیر منکم الیس قد جئتم وبکرتم تسمعون حدیث رسول اللہ ﷺ)) (شرف اصحاب الحدیث للخطیب، ص: ۵۱)

یعنی امام صاحب کے تلمیذ رشید نے ایک دن دروازے پر جماعت اہلحدیث کو دیکھ کر کہا کہ اس زمین پر آپ لوگوں سے بہتر کوئی دوسری جماعت نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ آتے جاتے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

یہ شہادت امید ہے کہ آپ کے لیے تسلی بخش ہوگی آپ نے اھون البلیتین کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن ہماری نظر میں اھون البلیتین تو اظہار حق ہے اس لیے کہ اخفاء حق اور اس پر ستر پوشی کرنا اللہ تعالیٰ کے سخت مواخذے کا باعث ہے۔

مولانا صاحب! یہ بات آسان ہے کہ کسی عالم کی کتاب پر معقول تنقید کی جائے برعکس اس کے کہ اس کی غلطیوں کو چھپایا جائے اور اس کتاب کو کتاب وسنت کا مقام دے کر اس کا متبادل سمجھا جائے اور اسے دینی کتاب کہہ کر اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں سے بھی کرایا جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اہلحدیثوں کی تصانیف پر تنقید نہ کی جائے اور ان کی غلطیاں نہ پکڑی جائیں۔

اگر آپ اہلحدیثوں کی کتابیں پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بھی ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں بلکہ ہر مقلد وغیر مقلد کی غلطی نکالنا آسان ہے بنسبت اس کے کہ ایسے ناپاک مسائل کے مجموعے کو دین کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کی جائے یا پھر ایسے گندے مسائل سے اغماض کر کے عوام اور لاعلم لوگوں کو دھوکہ دیا جائے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی بھی اہلحدیث کی لکھی ہوئی کتاب غلطی سے پاک نہیں ہے اس لیے کہ "المجتھد قد یخطی وقد یصیب" لیکن ایسے منحوس سائل جو آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اہلحدیث کی کتابیں اس سے پاک ہیں اور نواب وحید الزمان کے جو بھی حوالے آپ نے دیئے تھے اکثر غلط تھے اور وحید الزمان بھی آپ کے حنفی بھائی تھے۔ کما مر

خالص اہلحدیثوں کی کتابیں پیش کریں جو ایسے مسائل پیش کرتی ہیں اور ہمارا فقیہ بھی آپ کے فقیہ کے دوش بدوش ہو لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ فقہاء کے جوتوں میں اہلحدیثوں کا پاؤں کبھی داخل نہیں ہو سکتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

مولانا صاحب! آپ کے نزدیک بھی اھون البلیتین کا مسئلہ ہے مثلاً ایک طرف فقہ کے غلط ہونے کا اقرار کریں اور کہیں کہ یہ کتابیں دینی کتابیں نہیں ہیں۔ دین صرف قرآن وحدیث ہی ہے، اسی پر عمل کریں اور اس کے مطابق فتویٰ دیں یا پھر ان تمام باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے فقہ کو بچانے کی کوشش کریں تا کہ مزید اس کی حقیقت کھل کر سامنے آئے۔ دراصل آپ کی فقہ سے محبت اور غلو ہی اس کی عصمت دری کا سبب بنا ہے۔

بقول حافظ شیرازی ؒ

من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف واشت و انستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرو زلیخا را

حنفی دوستو! آپ فقہ کو ہرگز نہیں بچا سکتے اس لیے بے سود کوششیں مت کریں بلکہ اس پر پردہ ڈال دیں اور لوگوں کے سامنے اس کے برحق اور سند ہونے کا دم نہ بھریں اور اس کو حجت اور دلیل نہ کہیں اور نہ ہی اس کو دستور العمل بنائیں تو اس طرح خود ہی فقہ نسیاً منسیا ہو جائے گی اور اس پر تنقید کی پھر ضرورت ہی نہ رہے گی۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آپ اس فقہ کو قرآن وسنت کا نچوڑ، عطر اور خوشبو وغیرہ کہتے ہیں اس لیے علماء اہلحدیث نے مجبوراً اس کا قرآن وحدیث سے تقابل کیا جس کے نتیجے میں ان کو بہت سی راز کی باتیں ملیں اور پھر فقہ پر تنقید کا ایسا سیلاب جاری ہوا کہ جس کا راستہ روکنا ناممکن ہوتا چلا گیا۔ اس لیے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے ان کتابوں کو بند کر کے رکھ دیں اور نہ ہی ان کی تعلیم دیں اور نہ ہی خود پڑھیں۔ پھر علم پر تنقید بند ہو جائے گی اور نہ ہی یہ کتابیں قابل عمل رہیں گی اور نہ ہی مخالفت کو بیہودہ مسائل سے واقف ہونے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ اس لیے آسان مثال دے کر بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ سابق ہندوستان میں آریہ سماج اٹھے اور انہوں نے اپنے دھرم کی تبلیغ شروع کر دی تو مجبوراً مسلمان علماء اٹھے اور انہوں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے مسائل سے واقفیت حاصل کی تا کہ دین متین کی حفاظت کر سکیں اور اس سے پہلے عام مسلمان بری باتوں سے غیر واقف تھے۔ اسی طرح قادیانی مشن کی تبلیغ اور ان کی کتابوں کے مطالعہ نے مرزا کے علم وعقل اور سیرت قبیحہ کو جاننے پر مجبور کیا اور عیسائیوں کے غلط مسائل سے یہاں کے مسلمان ناواقف تھے لیکن جب انہوں نے یہاں تبلیغ شروع کی اور اسلام پر حملے کیے تو خاص علماء کو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح جب آپ کے علماء نے فقہ کی تبلیغ شروع کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے درس دیئے حتیٰ کہ علامہ مخدوم محمد معین ٹھٹوی "دراسات اللبیب" کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مدارس میں حدیث کے پڑھانے کا رواج نہ تھا فقط رُبع مشکوٰۃ برکت کے لیے پڑھائی جاتی تھی۔"

آج بھی مولانا عبداللہ صاحب کھڈری زندہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے بھی حدیث کی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ فقط تبرکاً مشکوٰۃ کا ربع پڑھا کر دستار بندی کی رسم ادا کر کے ہمیں مولوی و عالم کی ڈگری عطا کر دی گئی۔ اس پر بھی یہاں کے اہلحدیثوں نے توجہ نہ دی فقط اپنے ہاں حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے پر زور دیتے رہے اور پھر جب رفتہ رفتہ درس احادیث کا سلسلہ شروع ہوا تو احناف کے مدارس میں ہر حدیث ان کے موقف کے خلاف نظر آئی تو انہوں نے ایسی تاویلیں کیں جن کی مجال محرفین کے پاس بھی نہ تھی۔

چنانچہ علامہ اقبال نے ایسے مدارس کی شکایت اس طرح کی ہے ؎

زمن بر صوفی وملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا

پھر ایسی ناخواہ تاویلوں کو دیکھ کر مجبوراً اہلحدیث علماء کو آپ کی فقہ (جس کو ہر طرح سے حدیث نبوی پر فوقیت دی جا رہی تھی) کا سرسری مطالعہ کرنا پڑا تاکہ اس میں جو خوبیاں ہیں وہ ظاہر کریں اور پھر عوام کو واضح کیا کہ جن کتابوں کو آپ اپنے دین کا دارومدار سمجھتے ہیں اور اللہ و رسول کی عین شریعت سمجھتے ہیں اس میں یہ فضیلت بھری ہوئی ہے۔ فیلسوف شیراز علامہ سعدی نے اس طرح اس حقیقت کی نگارش کی ہے کہ ؎

چو در سفتہ باشد چہ دانہ کسے
کہ جوہر فروش است یا پیلاور

اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ فقہ کو چھوڑ کر قرآن و حدیث پر بغیر کسی تاویل و تحریف کے عمل کریں اور لوگوں کو قرآن وسنت کی طرف متوجہ کریں۔ یقیناً آہستہ آہستہ فقہ کے عیوب لوگوں کے دلوں سے نکل جائیں گے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کے لیے کون سی بات آسان ہے؟ فقہ کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا آسان ہے یا فقہ پرستی پر مصر رہ کر اس کی توہین اور بے عزتی برداشت کرنا؟ فاختر ایھا شئت

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ضعیف احادیث بھی ہیں۔

مولانا صاحب! یہ بھی آپ نے حسد کی وجہ سے احادیث پر حملہ کیا ہے۔ یہ سوچا ہے کہ یہ ضعیف کہنے والے کون ہیں؟ یہی محدثین ہیں یا اور کوئی ہے؟ آپ کو احادیث کے ضعیف ہونے کی خبر کہاں سے ملی ہے؟ فن موضوعات، فن علل الحدیث، فن اسماء الرجال، فن اصول الحدیث ان کے موجد اور واضع محدث ہیں یا کہ حنفی ہیں؟ اگر آپ بھی دیانتداری سے کام لیتے تو کسی کو بھی اعتراض کی جرات نہ ہوتی مگر آپ کے ہاں تو فقہ پر انگلی اٹھانا بھی جرم ہے اور اس کو تنقید سے معصوم سمجھا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باسناد آپ کے ہاں کونسا مسئلہ ہے؟ ہمارے ہاں بلا سند کوئی بھی روایت حدیث نہیں کہلاتی۔

((الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء)) (مقدمہ صحیح مسلم)

یہی سبب ہے کہ ان کے فقہیوں نے جیسے چاہا ویسے ہی لکھ دیا لیکن ہمارے اصول (یعنی سند کے علاوہ ہر روایت مردود، مطرود ہے) کے مطابق آپ کی فقہ کا کوئی بھی مسئلہ قابل قبول نہیں رہا، اس لیے کہ کسی مسئلے کی سند امام صاحب تک نہیں پہنچتی۔ زیادہ سے زیادہ امام صاحب کے شاگردوں امام یوسف وامام محمد کی چند کتابیں جو اس ملک میں ہیں، ان میں بھی اختلاف موجود ہے۔ ابو یوسف امام صاحب سے ایک طرح نقل کرتے ہیں تو محمد دوسری طرح نقل کرتے ہیں، جس کو اضطراب کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسی مضطرب حدیث ضعیف کہلاتی ہے۔

مولانا صاحب! محدثین تو تمام احادیث کو شک سے پاک جانتے ہیں جن پر شک ہوتا ہے ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی کتابوں مثلاً ہدایہ، قاضی خان شامی، عالمگیری وغیرہ میں کتنے مسائل ہیں جو کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کی کتابوں کے خلاف ہیں- اب ان سب روایتوں میں امام صاحب کی صحیح روایات کی کون سی ❶ کتاب کہلائے گی؟ الغرض محدثین پر اعتراض کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مقدمات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اولاً: یہ اصول مقرر کریں کہ کوئی بھی قول بلا سند صحیح الی الامام مقبول نہیں ہے۔

ثانیاً: ہر ایک مسئلے کی سند ذکر کریں۔

ثالثاً: سند کے ہر راوی کا حال ظاہر کریں کہ یہ مجہول راوی ہے یا معروف راوی ہے۔ وعلی الثانی سچا آدمی ہے یا جھوٹا آدمی ہے۔

رابعاً: سند متصل ہے یا منقطع ہے۔

خامساً: کوئی راوی متغیر الحفظ یا مدلس یا داعی الی البدعۃ تو نہیں ہے۔

سادساً: سند یا متن میں کوئی خفیہ علت قادحہ یا اضطراب تو نہیں ہے۔ وکل ذلک محال اور الحمد للہ محدثین تمام احادیث کو انہی ضوابط کے تحت قبول کرتے ہیں ؂

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

مولانا صاحب! آپ احادیث کے متعلق فکر نہ کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود بھیجی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ ہیں اور ان کا محافظ خود رب جلیل ہے۔ آپ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ اپنی فقہ کی خیر

❶ اس کے متعلق ہماری کتاب "التنقید المضبوط فی تسوید تحریر الملبوط" عرف "فقہ وحدیث" دیکھنی چاہیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منائیں جو کہ کسی معصوم کا نہیں بلکہ غیر معصوم امتی کا کلام ہے جس کا کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہے۔

فو کچ نہ تو ن فقیہ فکر کر فقہ سند و
غرباء جی گلشن کی نہ کا غرض کھن غراب

مسئلہ رفع الیدین:

آپ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔

لیکن مولانا صاحب! اہلحدیث کسی بھی صحابی کی بے ادبی نہیں کر سکتا۔ ایسی مثالیں تو آپ کی فقہ میں ہیں جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ حتیٰ کہ شیعہ حنفی یعنی دونوں صفتیں ایک آدمی میں جمع ہو سکتی ہیں۔ یعنی ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن بھی ہو تو دوسری طرف بوقت ضرورت اپنے مسلک کی تائید کے لیے آثار سے فائدہ بھی حاصل کر سکتا ہے، یہ آپ کے مسلک میں ہے ہمارے ہاں اس طرح نہیں ہے اور جو آپ نے رفع الیدین کے متعلق لکھا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین نقل کرتے ہیں، چنانچہ نصب الرایہ للزیلعی الحنفی: ۱/ ۴۱۸ میں ۳۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین کرنا نقل کرتے ہیں اور حافظ ابوالفضل عراقی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲/ ۱۴۹) اور ہم کو بمع قلة البضاعة چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیثیں ملی ہیں، پھر اتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک صحابی کا قول کیا مطلب رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کو دیکھنے میں نہیں آئی ورنہ ایسے نہ کہتے۔ اس میں ان کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اس لیے کہ کئی مسائل بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مخفی رہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے حریص علی السنة سے مسح علی الخفین جیسا مسئلہ (جو کہ عقائد نسفیہ میں درج ہوا ہے) مخفی رہا۔ (موطا امام مالک بخاری وغیرہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین کون کرتا ہے؟

خود جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مخفی رہا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف تطبیق بین الیدین کرتے رہے۔ اس بات میں آپ حنفی حضرات بھی صاحب الوسادة و النعلین کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جیسا کہ امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ:

((لا ناخذ بقول ابن مسعود))

مولانا صاحب! نعوذ باللہ یہاں پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے یا جھوٹی نسبت کی ہے یا غلط کہتے ہیں۔ ایمانداری سے بتائیں یہاں یہ عمل آپ نے کیوں چھوڑا ہے۔ اس کی وجہ آپ یہی بیان کرتے ہیں کہ پہلے تطبیق کا حکم تھا پھر منسوخ ہوگیا اور پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم ملا جس پر عمل جاری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ اولاً بعد والا عمل کیسے آخری عمر تک مخفی رہا؟ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہمیشہ موجود نہ تھے؟ یا آپ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھی تھیں؟ یا خلفاء راشدین کی صحبت میں نہیں رہے تھے؟ اور ان کی اقتداء میں نمازیں نہیں پڑھی تھیں؟

دنیا احناف! آپ کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب ہے؟ یہی کہیں گے کہ یہ دونوں معلوم نہیں ہو سکے؟ حنفی مذہب کے رئیس العلماء رفع الیدین کے متعلق صاف لکھتے ہیں کہ:

((ان رفع اليدين قد صح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين وليس فى نسيان ابن مسعود لذالك ما يستغرب قد نسى ابن مسعود من القرآن ما لم يختلف المسلمون فيه بعد وهى المعوذتان وتنسى ما اتفق العلماء على نسخه كالتطبيق ونسى كيف قيام الاثنين خلف الامام ونسى ما لم يختلف العلماء فيه ان النبى ﷺ صلى الصبح يوم النحر فى وقتها ونسى كيفية جمع النبى ﷺ بعرفة ونسى ما لم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق والساعد على الارض فى السجود ونسى كيف كان يقراء النبى ﷺ وما خلق الذكر والانثى واذا جاز على ابن مسعود ان ينسى مثل هذا فى الصلواة كيف لا يجوز مثله فى رفع اليدين)) (نصب الراية فى تخريج احاديث الهداية للزيلعي الحنفي : ١/ ٣٩٧)

مولانا صاحب! کیا کہتے ہیں کہ آپ اپنے حنفی بھائی کی یہ بات سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین پر محمول کریں گے؟ صاف ظاہر ہے کہ ایک طرف ان کی شان و مقام ہر مسلمان کے پاس مسلّم ہے ہے لیکن وہ معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ اگر ان کو کوئی چیز بھول جائے یا ان سے کوئی چیز مخفی رہے تو اس میں ان کی تنقیص شان نہیں ہے۔ خود کتنی ہی روایتیں علماء احناف نے صاحب الوسادة والنعلین کی پس پشت ڈال دی ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم: ۱/ ۲۱۴ مع النووی میں حدیث ہے کہ:

((صلى بنا علقمة الظهر خمسا فلما سلم قال القوم يا ابا شبل قد صليت خمسا قال كلاما فعلت قالوا بلى قال وكنت فى ناحية القوم وانا غلام فقلت بلى قد صليت خمسا قال لى وانت ايضا يا اعور تقول ذالك قال قلت نعم قال فانفتل فسجدته سجدتين ثم سلم ثم قال قال ¤ عبدالله صلى بنا رسول الله ﷺ خمسا فلما انفتل توشوش القوم بينهم فقال ما شانكم قالوا يا رسول الله هل زيد فى الصلوة قال لا قالوا فانك قد صليت خمسا فانفتل ثم سجد سجدتين ثم سلم قال انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وزاد ابن نمير في حديثه: فاذا نسى احدكم فليسجد سجدتين))

مولانا صاحب! کیا کہتے ہیں، صاحب الوسادۃ والنعلین اس نقل کرنے میں سچے ہیں یا نعوذ باللہ کچھ اور پھر ناقل بھی علقمہ ہیں جس تک آپ فقہ کا سلسلہ پہنچاتے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ آپ بتائیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ کیوں چھوڑتے ہیں؟

مثال نمبر۲: بھی ذرا معجم صغیر طبرانی صفحہ ۲۰۵ کے حوالے سے لیجئے جس میں حدیث ہے کہ:

((ثنا محمد بن بشر بن يوسف الاموى الدمشقى ثنا دحيم عبد الرحمن بن ابراهيم ثنا الوليد بن مسلم ثنا ثور بن يزيد عن عمرو بن قيس الملائى عن ابى اسحاق الهمدانى عن ابى الاحوص عن عبدالله بن مسعود ان النبى ﷺ كان يقراء فى صلواة الصبح يوم الجمعة الم تنزيل السجدة وهل اتى على الانسان يديم ذالك))

مولانا صاحب! اس دائمی عمل نبوی کے لیے آپ کے ہاں یہ فتویٰ ہے کہ:

((ويكره ان يوقت بشىء من القرآن لشىء من الصلوات)) (هدايه: ۱/ ۱۰۰)

اسی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

((وقوله يكره ان يوقت كالـ ـجدة واللانسان لفجر الجمعة))

اور حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

((هو ايضا احتراز عن مذهب الشافعى فانه قال يستحب ذالك حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبى ﷺ كان يقراهما فى صلوأة الفجر))

مولانا صاحب! اب بتائیں کہ یہ روایت تو آپ کے ہاں بھی ثابت ہے؟ كما مر قريبا پھر بقول شامیہ مکروہ فعل ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسے منسوب کیا؟ کیا یہاں پر بھی جھوٹ کا الزام لگائیں گے؟ نعوذ باللہ حاشاه الله من ذلك.

مثال نمبر۳:

((ان عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ كان يقول من قبلة الرجل امراته الوضوء))

(موطا مالك: ۱۲)

مولانا صاحب! یہ آپ کے پاس صاحب الوسادۃ والنعلین کا قول قابل قبول ہے؟ بوسے کو ناقض الوضوء کہیں گے یا نہیں؟

مثال نمبر۴: مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت موجود ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں جماعت ثانیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے تھے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ اس کو کسی اعتبار میں لاتے ہیں یا نہیں؟

مثال نمبر ۵: صحیح بخاری: ۲/ ۹۲۶ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تشہد کے متعلق مروی ہے کہ:

((فلما قبض النبی ﷺ قلنا السلام علی یعنی علی النبی ﷺ))

یعنی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم التحیات میں السلام علیك ایها النبی کے بجائے السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا تھا۔ اے احناف آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے اور آپ کس وجہ سے اس کو رد کریں گے؟ نعوذ باللہ۔ جھوٹ کا الزام لگائیں گے یا غلطی کہیں گے یا کیا کہیں گے؟

مثال نمبر ۶: جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ بغیر روزے کے بھی اعتکاف صحیح مانتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) حالانکہ آپ کے ہاں روزہ اعتکاف کے لیے شرط ہے۔

مثال نمبر ۷: جامع ترمذی: ۱/ ۱۳۳ میں حدیث ہے کہ:

((حدثنا محمود بن غیلان نا ابو احمد نا سفیان عن ابی قیس عن هذیل بن ترجیل عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له))

آپ کے ہاں تو ''حلالہ'' کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے جان چھڑانے کے لیے آپ طرح طرح کے حیلے اور بہانے کرتے رہتے ہیں جن کا کوئی وزن بھی نہیں ہوتا لیکن یہاں اہلحدیثوں پر بہت جلد غصہ آ گیا ہے حالانکہ غور کریں تو آپ کو رفع الیدین متواتر احادیث سے ملے گا جیسا کہ علماء احناف نے بھی یہ بات قبول کی ہے کہ رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے:

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی التعلیق الممجد علیٰ موطا امام محمد، ص: ۷۱ میں لکھتے ہیں کہ:

((ان حدیث الرفع متواتر عن النبی ﷺ)) الخ

اسی طرح شیخ سلام اللہ الدہلوی الحنفی نے بھی کتاب المحلی شرح الموطا میں اس کا متواتر ہونا قبول کیا ہے اور متواتر کے خلاف روایت کسی کے ہاں بھی معتبر نہیں اس لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی براءت کے لیے ایسے کہا گیا ہے جس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ خود علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری: ۱/ ۳۹۵ میں لکھتے ہیں کہ:

((ان العالم الکبیر قد یخفی علیه بعض ما یدرکه من هو دونه لان العلم منع الدهیة ومواهب رحمانیة وان الفضل بید الله یوتیه من یشاء))

نیز جو صحابہ رضی اللہ عنہم رفع الیدین کو نقل کرتے ہیں وہ بھی مقام ومنزلت میں کم نہیں ہیں جیسا کہ ابوبکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایات بیہقی میں موجود ہیں اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداؤد میں ہے اور تینوں خلفاء علم وفضل میں جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ (جو کہ آخری دس سال آپ کی خدمت مبارک میں رہے کما فی شمائل الترمذی) کی روایت دارقطنی اور ابن ماجہ میں موجود ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تطبیق میں جناب انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر ترجیح دی ہے اور یہاں پر نعلین اور وسادہ اور نہ ہی دائمی ملازمت کا بلکہ یہاں پر تو انس رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑ دیا اور پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ ہونے کی دعا کی (جیسا کہ آپ نے بھی پہلے مخطوط میں لکھا تھا، ان کی روایت ابوداود میں موجود ہے اور پھر اہل بیت کے برگزیدہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ابوداؤد میں موجود ہے اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جن کے آنے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی اور جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ ان کو منبر پر بٹھا لیا۔ (تہذیب: ۲/ ۱۰۲) ان کی روایت صحیح مسلم میں ہے، ابن عمر جن کی حرص علی اتباع السنة پوری کائنات جانتی ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجل صالح کہہ کر بلایا ہے۔ (کتاب جزء رفع الیدین للبخاری) ان کی روایت صحیحین بلکہ تمام کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رات میں ستر مرتبہ دعا کی تھی۔ (ترمذی: ۲/ ۲۲۵) ان کی روایت ابن ماجہ اور مسند الامام احمد وغیرہ میں مروی ہے۔ حافظ الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے کبھی بھی بھول نہ ہوئی۔ (ترمذی) ان کی روایت ابوداؤد، دارقطنی، ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

آپ بتائیں کہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذ اللہ کم درجہ کے حامل ہیں؟ کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں۔ اتنی جرات حدیث میں مت پیدا کریں اور جو آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قد مبارک کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا قد چھوٹا تھا بعض نے یہ عذر پیش کیا ہے اس کے لیے گذارش ہے کہ اگرچہ واقعۃً ہی صحابہ موصوف چھوٹے قد کے تھے:

"کما فی اسماء الرجال للخطیب ولی الدین محمد صاحب المشکوٰۃ" (وھو مع مشکوٰۃ ص: ۵۰۱ صح المطابع) میں ہے کہ:

((وکان خفیف اللحم))

"لیکن یہ تو قدرتی صفت ہے۔"

﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ﴾ (النمل: ۸۸)

جس کو عیب ہرگز شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ واللہ العظیم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ میزان میں نہایت ثقیل اور وزن دار ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اخرجه عبد البر فی الاستیعاب فی معرفة الاصحاب" اور یہ عذر پیش کرنا کہ ان کا قد چھوٹا تھا اس لیے رفع الیدین نہ دیکھ سکے۔ یہ صحیح نہیں ہے جواب یہ ہے کہ علمی تحقیق میں آپ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ عذر پیش کرنے والا کون ہے؟ بہرحال کوئی بھی ہو اس نے غلطی کی ہے اس لیے کہ غلطی اور خطا سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے بلکہ ان سے بھول ہوگئی ہے۔ معقول بات ہے اور اس بات میں جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نہ تو ہتک عزت ہے اور نہ ہی توہین ہے۔ خود ابوالبشر آدم علیہ السلام سے بھی بھول ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۵)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی مرتبہ بھول ہوگئی تھی۔ "كما لا يخفى من طالع كتب الحديث" حتیٰ کہ لیلۃ القدر کے متعلق بھی آپ بھول گئے تھے۔ (مشکوٰۃ: ص۱۸۲)

تحقیقی پہلو:

یہ سب باتیں اس وقت ہوں گی جب وہ روایت صحیح تسلیم کی جائے۔ حقیقت میں یہ روایت صحیح اور ثابت ہی نہیں ہے۔ بذات خود امام عبداللہ بن المبارک جس کو آپ لوگ حنفی شمار کرتے ہیں، جیسا کہ الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية: ۱/ ۲۸۱ میں ان کا ترجمہ موجود ہے اور صفحہ ۱/۲۸۲ میں ہے کہ:

((قال ابو عمر لا اعلم احدا من الفقهاء سلم ان يقال فيه شئی الا عبد الله بن المبارك))

اور الفوائد البهية فی تراجم الحنفية: ۱۰۳ میں بھی ان کا ترجمہ موجود ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ "وصاحب ابا حنيفة واخذ عنه علمه" اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:

((ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهری عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم يرفع الا فی اول مرة)) (سنن الترمذی: ۲۵)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین کرنے کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت رفع الیدین نہ کرنے کی ہے وہ ثابت نہیں ہے۔ احناف کے ممبر و اور علمبر دارو! جس عالم کو آپ حنفی کہتے ہیں اور جس کے ذکر سے آپ حنفیت کے معیار کو بلند کرتے ہیں اس کا فیصلہ قبول کرنا آپ کا فرض بنتا ہے اور ضروری ہے کہ اس فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

دوسرے ناقدین کے اقوال:

((وقال ابن ابی حاتم عن ابيه "قال هذا حديث خطا" وقال احمد بن حنبل "وشيخه يحيى بن آدم هو ضعيف نقله البخاری عنهما وتابعهما على ذلك" وقال ابوداود: "ليس هو بصحيح" وقال الدار قطنی لم يثبت: "وقال ابن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حبان فی الصلوٰۃ" هذا احسن خبر روی لاهل الكوفة فی نفی رفع الیدین فی الصلوٰۃ عند الركوع وعند الرفع منه وهو فی الحقيقة اضعف شيء يعول عليه لان له عللا تبطله" (التلخيص الحبير: ۱/ ۸۳) قال ابن القطان: انما النكر فيه على وكيع زيادة ثم لا يعود" وقالوا انه كان يقولها من قبل نفسه وتارة لم يقلها وتارة اتبعها الحديث كانها من كلام ابن مسعود...... وقد اعتنى الامام محمد بن نصر المروزی بتضعيف هذه اللفظة" (نصب الراية للزيلعي الحنفي: ۱/۳۹۵) وقال الحافظ ابن عبدالبر فی التمهيد نقلاً عن ابی داود: "ليس هو بصحيح على هذا المعنى" وقال البزار فيه ايضاً: انه لا يثبت ولا يحتج بمثله))

ابن حبان، ابن القطان، محمد بن نصر المروزی ابن عبدالبر، بزار یہ سب اس حدیث کو ضعیف اور خطاء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے اس لیے اس حدیث کے ضعیف ہونے کے کئی اسباب ہیں۔

تفصیل کے لیے:

التمهيد لما فی الموطا من المعانی والاسانيد لا بن عبدالبر، كتاب معرفة السنن والآثار للبيهقی، نصب الراية للزيلعي جزء رفع اليدين للبخاری، زاد المعاد لابن القيم، واعلام الموقعين لابن القيم، فتح الباری لا بن حجر، نيل الاوطار للشوكانی سبل السلام للامير اليمانی، تحفة الاحوذی للمباركفوری، شرح المهذب للنووی وغيرهم.

اور اس روایت کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ "عند الركوع والرفع منه" سے رفع الیدین نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ مطلب ہے کہ رکعۃ اولیٰ کی طرف باقی رکعات کی ابتداء میں رفع الیدین نہ کی جائے۔ "جمعا بين الادلة كما قال النووی فی شرح المهذب" اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ افتتاح کے وقت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ رفع الیدین نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ درجہ ولایت کے مدعی احناف بزرگوں کے مرجع شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الفتوحات المکیۃ: ۱/ ۴۳۷ میں لکھتے ہیں کہ:

((وغاية المفهوم من حديث ابن مسعود والبراء بن عازب انه كان عليه السلام يرفع يديه عند الاحرام مرة واحدة لا يزيد عليها ای انه رفع مرة واحدة لم يصنع ذالك مرتين عند الاحرام ويحتمل ان يريدا بقولهما لا يزيد ای لا يرفعها مرة اخری فی باقی الصلوٰۃ فما هو نص وقد ثبتتالزياده برفعه عند الركوع والرفع منه وغير لك والزيادة من العدل الثقة مقبولة فالاولی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفعهما فی جمیع المواطن التی جاء ت الروایة بالرفع فیها))

اور قاعدہ بھی ہے کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" نیز نص اور صریح روایت ظاہر و محتمل روایت پر مقدم ہوتی ہے۔ "کما عند الاصولیین" بلکہ خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع کے وقت رفع الیدین کرنے کے متعلق مرفوع روایت سنن دار قطنی: ۱/ ۱۲۹ میں موجود ہے، جس کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں رفع الیدین کرنے کے ابواب میں بیان کیا ہے۔

((فحصل الاتفاق وبطل توهم الشقاق))

جناب مولانا صاحب اتنا تو بتائیں کہ صاحب الوسادۃ والنعلین کی اس روایت کو آپ مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

ایں گناہ است کہ در شہر شما نیز کنند

اصل روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

((فصلی ولم یرفع یدیه الا مرة واحدة مع تکبیرة الافتتاح)) (مشکوٰۃ: ۷۷)

اگر روایت صحیح مان لی جائے اور یہی مطلب متعین کیا جائے جو آپ کہتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ مکمل نماز میں کہیں بھی رفع الیدین نہیں ہے مگر آپ قنوت الوتر اور عیدین کی تکبیروں میں بھی تو رفع الیدین کرتے ہیں۔ ایمان سے کہیں یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

علی الاول: اس کو اپنی دلیل اس لیے بناتے ہیں؟

وعلی الثانی: آپ نے اس کے خلاف عمل کیوں کیا؟ یہاں آپ نے "صاحب النعیلین والوسادة" کی مخالفت کیوں کی؟ ان جگہوں پر رفع الیدین دیکھنے میں کیوں نظر نہیں آئی؟ کیا آپ کے ہاں اس کی مخالفت کے لیے کوئی وزنی دلیل ہے؟ جس وزن کی ہمارے پاس رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ کے متعلق عام اصحاب رسول سے روایتیں موجود ہیں۔ یہاں آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر پھر کس کا سہارا لیا؟ استثناء کے لیے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے جو اس حکم کو رد کر سکے۔ پھر جس روایت کے آپ خود مخالف ہیں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف آپ کا مذہب اور عمل ہے اس کو معرض میں پیش کر کے اہلحدیثوں کو مطعون کیسے کر سکتے ہیں؟

مولانا صاحب! آپ خاموش ہو کر فقہ کا سوچیں؟ حدیث شریف سے آپ کا ذہن کافی دور ہے۔ اس لیے کہ لکل فن رجال

افلاس نصیب اہل تقلید

نواب بود گدائے سنت

آپ نے یہ بھی عجیب منطق لکھی ہے کہ "عدم رؤیۃ" کی وجہ سے عدم علم لکھنا چاہیے تھا نہ کہ عدم الرفع۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب! عدم رؤیۃ یا عدم حفظ کی حالت میں اسی طرح ہی کہتے ہیں۔ نہ ہی یہ نسبت غلط اور نہ ہی جھوٹ ہے۔ نیز یہ بات اس پر مستلزم ہے اگر یہ روایت ثابت ہو۔ حالانکہ اوپر گزرا کہ یہ روایت صحیح و ثابت نہیں ہے۔ "فاذا بطل اللازم بطل الملزوم" غرض کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طرح ثابت روایت بھی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے موافق ہے۔ "فبطل الاعتراض جملة والحمد لله على ذلك" آپ نے نواب صدیق حسن خان سے اس طرح بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی تعریف کی ہے۔

مولانا صاحب! پھر آپ اہلحدیثوں پر الزام کیوں لگاتے ہیں کہ یہ اماموں کی توہین کرتے ہیں؟ مہربانی کر کے ایسے الزاموں کو واپس لیں۔ آپ نے اہل توحید کے درمیان اختلاف نہ ہونے کا بھی ذکر کیا ہے مگر مولانا صاحب ہمیں مزید انکشاف کے لیے مجبور نہ کریں جو آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں توحید بھری ہوئی ہے جب وہ بھی صفحہ قرطاس پر آئی تو شاید آپ کو پشیمان ہونا پڑے۔ بقول شاعر ؎

وتسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ

اس لیے فی الوقت ستر اور پردہ پوشی ہی اچھی ہے۔ خلاصۃ المرام یہ کہ جو آپ نے اہلحدیث پر چند الزامات لگائے تھے سب غیر ثابت ہوئے اور آپ کی فقہ سے بھی پردہ چاک ہو گیا۔ آخر میں گزارش ہے کہ ٹھنڈے دل سے دونوں رسالوں پر غور کریں اور پھر فقہ پر نظر ثانی کریں تا کہ ایک حقیقت ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم اھدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تھدی من تشاء الی صراط مستقیم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب . آمین

وانا العبد : ابو محمد بدیع الدین شاہ المحمدی سندھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة السابعة

التفصيل الجليل في ابطال التاويل العليل

لفظ فقہ کا اصلی مفہوم

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف قرآن وحدیث کی خدمت تھی اور وہ اپنی تقریر اور تحریریں بھی فقہ حنفی کی معتبر کتب سے چند عبارات نقل کرتے جو کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتی مثلاً ایک دفعہ انھوں نے دوران تقریر فقہ کی یہ عبارت نقل کی: "تعلم الفقه أولى من تعلم القرآن" فقہ کو سیکھنا قرآن مجید کے سیکھنے سے بہتر ہے۔ "طلب الأحاديث فرقة المفاليس" احادیث کو سیکھنا مفلسوں کا کام ہے۔ پیر جھنڈو کے ایک حنفی مدرس نے اس کی غلط تاویل کی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کا جواب تحریر کیا جس کا انھوں نے "التفصيل الجليل في ابطال تاويل العليل" نام رکھا۔ اس کتاب کا ترجمہ سندھی سے اُردو زبان میں فضیلۃ الشیخ ابراہیم طارق صاحب حفظہ اللہ نے بڑے ہی سہل انداز میں کیا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذی انزل الحق علی لسان حبیبه احمد ، فبینه کما امر بأتم بیان وارشد، ورزقه من شاء من عباده من خزائنه فکان مجیدا، امجد اولئك اصحابه وارادئه وکلهم اسعد ففازوابوعائها ونشرها فی اقرب وابعد وحموها عن دخول الغش والکدرة من کل رصد صلی الله علیه وعلی جمیع اتباعه مع السلام السرمد.

وجہ تحریر:

امابعد! آپ کی لکھی ہوئی تحریر مجموعہ مضامین کی صورت میں ہمیں موصول ہوئی انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جب آپ کو اصل کتابوں سے عبارتیں نکال کر دکھائی گئیں تو اس کے بعد صفحات کی غلطی نکالنا دیانت داری نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے عبارتوں کا وجود تو مانا باقی جو آپ نے تاویلات لکھی ہیں ان کا صادر ہونا کسی اہل علم سے متوقع نہ تھا مگر بموجب (کل اناء یترشح بما فیه) آپ نے اپنے اندر کا بخار نکالا ہے خیر ان کی علمی اہمیت آپ کو آگے معلوم ہو جائے گی۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾

کیا فقہ قرآن وحدیث کو کہتے ہیں؟

آپ نے فقہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ فقہ قرآن اور حدیث کے علم کو کہتے ہیں اگر بات ایسے ہی ہے تو پھر یہ مطلب "تعلم القرآن" میں ہی موجود ہے لہٰذا "تعلم الفقه" تو کسی دوسرے چیز کی طرف اشارہ ہے نیز اولویت والا تو پھر سوال ہی نہیں رہتا اس لیے کہ اولویت تفریق کو واضح کرتی ہے اگر یہ کہیں گے تو "تعلم القرآن" سے یہ مراد ہوگا کہ قرآن کے الفاظ بلا معانی ہیں جیسا کہ آپ نے تصحیح بھی کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قران مجید کے الفاظ پڑھنے اور سیکھنے کی بنسبت ان کا مطلب اور معانی پڑھنا اولیٰ ہے تو تب بھی "تاویل القول بما لا یرضی به قائله" کے باب سے ہوگا اس لیے کہ اصل عبارت قاضی خان: ۴/ ۷۹۴ مطبوعہ نولکشور باب الحظر میں موجود ہے:

((رجل تعلم بعض القرآن ثم وجد فراغا فانه یتعلم تمام القرآن لان تعلم تمام القرآن افضل من صلواة التطوع وتعلم الفقه اولی من تعلم تمام القرآن رجلان تعلما علما کعلم الصلاة او نحوها احدهما یتعلم لیعلم الناس والآخر یتعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیعمل به فالاول افضل لان منفعة تعلیم الخلق اکثر فکان هو افضل))

اب صاحب بصیرت دیکھیں کہ "تعلیم" سے مراد صاحب کتاب کے ہاں یہ ہے کہ مقصد اور معانی سمجھنا نہ کہ مجرد الفاظ یاد کرنا اور مبحوث فیہا عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ مکمل قرآن کے مطالب سیکھنے سے فقہ کے مطالب کو سیکھنا اولیٰ ہے اس لیے فقہ کو قرآن کا غیر تسلیم کرنا پڑے گا ورنہ اولویت نہ رہے گی۔ ایسے ہی عبارت کے نقص اور عیب کو آپ آگے نہیں دھکیل سکتے۔ مصنف نے وہی حدیث والے الفاظ استعمال کیے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

((خیر کم من تعلم القرآن وعلمه)) (بخاری: ۲/ ۵۲، مطبوعہ: اصح المطابع)

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھلاتا ہے۔''

کیا یہاں پر بھی تعلم سے مراد آپ صرف لفظ سیکھنا ہی لیتے ہیں؟ تو پھر "تعلم الفقه" سے بھی یہی مراد ہوگی کہ ''فقہ کے الفاظ سیکھنا'' اس لیے یہاں پر جو مراد ہوگا وہاں پر بھی وہی مراد ہوگا اس لیے کتاب والے کا مقصد صاف ظاہر ہے۔ وہ علم فقہ سیکھنے کو مکمل قرآن کے علم سیکھنے پر ترجیح دیتا ہے اور اگر آپ کہیں گے کہ اس حدیث سے بھی الفاظ سیکھنا مراد ہے تو پھر یہ عبارت قاضی خان والی عبارت کے معارض ہونے سے بھی باطل ہوگی، اس لیے کہ حدیث ہر حال میں قرآن سیکھنے والے کو افضل کہتی ہے اور عام اصطلاح میں بھی یہی رائج ہے اس لیے علم القرآن، علم الحدیث، علم الفقہ مستقل فنون ہیں جن سے کتب خانے بھرے ہوئے ہیں۔ ہر ایک فن کو الگ رکھا گیا ہے۔ اس عبارت کو بھی متعارف اور متبادر الی الذهن معنی پر محمول کیا جائے گا، آپ کے اس عقیدے پر ہم آپ کو داد دیتے ہیں کہ قرآن کے معانی سیکھنا قرآن کے خالی الفاظ سیکھنے سے بہتر ہے مگر افسوس کہ کتاب والے کا یہ مقصد نہیں ہے۔ اس لیے اس کا کوئی بھی مطلب نہیں بنتا مگر جو آیت آپ نے تحریر کی ہے اس میں قرآن اور حدیث کے سمجھنے کا حکم ہے۔ نیز دعا نبوی "اللهم فقهه فی الدین" میں بھی یہ دعا ہے کہ قرآن اور حدیث کا علم حاصل ہو مگر موجودہ مروجہ فقہ جس سے کتابیں بھری ہوئی ہیں بالخصوص فقہ حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی مراد نہیں ہیں اس لیے کہ ان میں اختلاف موجود ہے۔ ایک فقہ میں ایک چیز حلال ہے تو دوسری میں حرام ہے، ایک میں جائز ہے تو دوسری میں ناجائز ہے، ایک میں صحیح ہے تو دوسری میں وہی چیز غلط ہے، حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۸۲)

''اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو پھر (لوگ) ضرور اس میں بہت سارے اختلاف پاتے۔''

ثابت ہوا کہ یہ کتابیں علماء کی تفقہ اور سمجھ کا نتیجہ ہیں نہ کہ عین حق وثواب، اس لیے کہ:

((المجتهد قد یخطیٔ وقد یصیب))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے ہاں بھی مسلم بات ہے۔

نیز درمختار میں ہے کہ:

((مذهبنا صواب يحتمل الخطا ومذهب مخالفنا خطا يحتمل الصواب))

(الدر المختار على هامش الشامي: ١/ ٤٨، مطبوعه مصطفى البابى مصر)

''ہمارا مذہب برحق ہے جس میں غلطی کا امکان بھی ہے لیکن ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے جس کے صحیح ہونے کا بھی امکان ہے۔''

پھر اس کو عین قرآن اور حدیث کیسے کہیں گے؟ اس لیے کہ قرآن وحدیث تو حق اور صواب ہیں، جس میں خطا کا کوئی بھی احتمال نہیں ہے۔ پھر غیر قطعی چیز کو قطعی چیز کا عوض یا عین کیسے کہیں گے؟ معلوم ہوا کہ آیات واحادیث میں جہاں بھی تفقہ یا فقہ کا لفظ آیا ہے وہ رائج الوقت مدون، فقہ کے لیے ہرگز استعمال نہیں ہوا بلکہ اس سے قرآن وحدیث کو پڑھنا اور سمجھنا مراد ہے اس لیے کہ یہ فقہیں کئی سالوں تک موجود نہ تھیں بلکہ کئی صدیوں بعد فقہ کی کتابیں لکھی گئیں اور پہلے اصول فقہ کی کتابیں بھی وضع نہیں کی گئیں تھیں۔ اب ایمانداری سے بتائیں کہ اتنا عرصہ علماء حدیث فقیہ تھے یا غیر فقیہ؟ یقیناً فقیہ تھے جو کہ اصل فقہ تھی، یعنی قرآن وحدیث کی سمجھ جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کی تھی جب بھی کوئی آیت یا حدیث سنتے تھے تو سمجھ جاتے تھے اس لیے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر کے نازل کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ١٧)

''بے شک ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے، کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔''

حدیث میں ہے کہ:

((تركتكم على مهجة البيضاء ليلها ونهار ها سواء)) (ابن ماجه)

''میں نے تم کو بہترین شریعت پر چھوڑا ہے جس کے رات اور دن ایک جیسے روشن ہیں۔''

یقیناً دین صاف اور دن کی طرح روشن اس وقت ہوگا جب آسان ہوگا۔ ہاں اس وقت تک آسان تھا جب تک موجودہ فقہیں وجود میں نہ آئیں تھیں اس لیے کہ جن کا لگاؤ فقط قرآن وحدیث سے تھا ان کیلئے آسان تھا مگر جب دوسری کتابوں کی طرف توجہ مبذول کر دی گئی تو اصل قرآن وحدیث کو سمجھنے میں دشواری پیدا ہوگئی۔ الغرض آپ کی لکھی ہوئی آیت یا روایت موجودہ فقہ کے لیے نہیں کہتی، جس کیلئے قاضی خان اور عالمگیری میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اللہ کا خوف کریں۔ ایسے مغالطے نہ دیں بلکہ آپ کی تقریر سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مروجہ فقہ دین نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے بلکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا ہی ضروری ہے چہ خوش ع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوا کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

اور اگر یہ کہیں کہ یہ فقہیں قرآن وحدیث کو سمجھنے کے وسائل وذرائع ہیں تو یہ دعویٰ بھی چند وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔

اولاً: فقہ کا اختلاف اس کے منافی ہے، اس لیے کہ اصل مقصد حاصل نہ ہوگا۔

ثانیاً: اختلاف کے وقت یہ حکم ہے کہ:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ٥٩)

''اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف۔''

یعنی اختلاف کے وقت اپنا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول یعنی قرآن وحدیث کی طرف لوٹائیں۔

اب آپ دیانتداری سے بتائیں کہ آپ کی فقہ قرآن وحدیث کا عین ہے یا غیر؟

علی الاول: خود قرآن وحدیث کے باہم مختلف ہونے کا عقیدہ رکھنا پڑے گا جو کہ کفریہ عقیدہ ہے تو پھر ایسی کوئی چیز ہی نہیں ہوئی جس کی طرف فیصلہ کے لیے رجوع کیا جائے اس لیے درج بالا حکم ایزدی متعذر العمل رہے گا اور تکلیف مالا یطاق کے باب سے ہوگا۔ وهو باطل

وعلی الثانی: موجودہ فقہ پھر کسی بھی طرح عمل کے لائق نہیں رہی اس لیے کہ اس میں اختلاف موجود ہے۔ اختلاف کے وقت دیگر تمام اقوال کو چھوڑ کر اصل قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ القرآن والحدیث (قرآن وحدیث کو سمجھنا اور موجودہ فقہ (علماء کا سمجھانا) الگ الگ چیزیں ہیں اس لیے کہ جب علماء کے استنباطات اور سمجھانے میں اختلاف وتعارض واقع ہوا تو اس وقت اصل کو سمجھنا اور صحیح اور غلط سمجھ میں تمیز اور فرق معلوم کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ موجودہ فقہ کا تقابل کیا جائے گا پھر حق کو اختیار کر کے باطل سے اجتناب کیا جائے گا اور اگر اس (عالم) کو قرآن وحدیث کی سمجھ نہ ہوگی تو پھر موجودہ فقہ میں سے غلط یا صحیح کو کیسے پہچانے گا؟ ثابت ہوا کہ فقہ آپ کی فرضی ہے۔

برعکس نام زنگی را بہ نہند کافور...... کے مصداق ہیں

ثالثاً: کئی ایسے مسائل آپ کی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا قرآن وحدیث سے مستنبط ہونا تو کجا بلکہ کوئی مسلمان بھی ان کو سننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

ذیل میں چند مثالیں بمع ترجمہ تحریر کرتے ہیں:

١۔ ((اما فی دبر نفسه فرجح فی النهر عدم الوجوب الا بالانزال))

(الدرالمختار علی هامش الشامی: ١/ ١٦٢، مطبوعه مصطفی البابی مصر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اپنی دبر میں اپنے آلہ تناسل کے ساتھ وطی کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا جب تک کہ انزال نہ ہو۔"

مولوی صاحب! اللہ کے واسطے بتائیں کہ یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث سے مستنبط ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کیا ایسا ممکن بھی ہے؟ ایسے فرضی مسائل جن کا نہ آج تک ظہور ہوا ہے اور نہ ہونا ممکن ہے۔ کیا ان کا نام ہی "فقہ القرآن والحدیث" ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرآن تو ایسے فرضی مسائل سے پاک ہے۔

﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى﴾ (يوسف: ١١١)

"(قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے۔"

٢۔ وان وقع للنساء شك في امرها فانها تمتحن قال بعضهم تؤمر حتى تبول على الجدار فان امكنها ان ترمي على الجدار فهي بكر والا فهي ثيب وقال بعضهم تمتحن ببيضة الديك فان وسعتها فهي ثيب وان لم تسعها فهي بكر)) (عالمگيری: ١/ ٢٢ه۔ مطبوعه مصر)

"اگر عورتوں کے معاملہ میں شک ہو کہ وہ عورت کنواری ہے کہ نہیں؟ تو پھر ایک تجربہ کیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک اسے دیوار پر پیشاب کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر پیشاب سیدھا دیوار سے ٹکرا گیا تو کنواری ہوگی ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک مرغی کے انڈے سے اس کا امتحان لیا جائے گا۔ اگر انڈا داخل ہوگیا تو پھر کنواری نہیں ہے اور اگر داخل نہ ہوا تو یہ عورت کنواری ہے۔"

مولوی صاحب! یہ بھی قرآن وحدیث کی فقہ ہے؟ حاشا وکلا

٣۔ ((وكذلك لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام والعمة والخالة وجامعها لا حد عليه في قول ابي حنيفة وان قال علمت انها على حرام عند ابي حنيفة)) (قاضي خان: ٤/ ٨٢١، كتاب الحدود مطبوعه نولكشور)

"اگر کسی شخص نے محرمات میں سے کسی عورت مثلاً بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی، خالہ میں سے کسی سے بھی نکاح کیا اور ہمبستری بھی کی تب بھی امام ابوحنیفہ کے فرمان کے مطابق اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔ اگر وہ یہ بھی کہے کہ مجھے اس کا علم بھی تھا کہ یہ عورت میرے لیے حرام ہے۔"

مولوی صاحب! یہ مسائل بھی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں؟ قرآن میں تو ان کو حرام کہا گیا ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾ (النساء: ٢٣-٢٤)

”حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا، ہاں جو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور حرام کی گئیں شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان عورتوں کے دیگر اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اگر اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو، برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے اس لیے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضا مندی سے جو طے کر لو اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (النور: ٢)

”زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے۔ اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔“

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ٥-٧)

”جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً وہ ملامت زدہ نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔“

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں ازواج ومملوکات کے علاوہ تمام کو حرام کر دیا گیا ہے اور اگر یہ زنا نہیں تو پھر کیا ہے؟ زنا اور جماع میں فرق صرف یہ ہے کہ زنا حرام ہے اور جماع حلال ہے اور حد پھر حلال کے علاوہ ہر حرام پر ہے۔ اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ یہ فقہ قرآن وحدیث سے لی گئی ہے:

٤۔ ((وكذا اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب اثرها وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه ومسحه بريقه)) (قاضی خان: ١/ ١١، نولکشور، کتاب الطهارة)

''کسی جسم کے حصے یا چھری کو نجاست لگی ہو تو اسے زبان سے چاٹ لیں تو پاک ہو جائے گی۔''

مولانا صاحب! یہ پاک کرنے کا طریقہ کس آیت یا حدیث میں ہے؟

قربان جاؤں ایسی فقہ پر......

٥۔ ((ولو جامع ميتة او بهيمة فلا كفارة انزل او لم ينزل)) (هداية: ١/ ٢٠١)

''روزے کی حالت میں مردہ آدمی یا جانور سے وطی کرنے سے روزے کا کفارہ نہ ہوگا۔ چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔''

مولوی صاحب! اس آسانی کو آپ فقہ القرآن والحدیث کہیں گے اور کیا اس آیت:

﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ٧٨)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ کا یہی مطلب ہے؟

نماز کے لیے جو امام منتخب کرنا ہے اس کے اوصاف جو صاحب درمختار نے فرمائے ہیں ملاحظہ کیجئے:

٦۔ ((ثم الاحسن زوجة)) (الدر المختار على هامش الشامی: ١/ ٥٥٨، مطبوعه مصفی البابی مصر

''پھر وہ امام بنے جس کی بیوی تمام کی بیویوں سے خوبصورت ہو۔''

مولوی صاحب! حسن کا معیار معلوم نہیں کون سا ہوگا؟

((وللناس فيما يعشقون مذاهب......))

اس مقابلے کا شرف معلوم نہیں کس کو حاصل ہوگا؟ ایسے ماہرین تو امریکا اور یورپ وغیرہ میں ہیں جہاں ہمیشہ ایسے مقابلے ہوتے ہیں۔

٧۔ ((ويجدد نكاح امراته عند شاهدين فی كل شهر مرة اومرتين)) (الشامی: ١/ ٤٢، مطبوعه مصطفى البابی مصر)

''ہر مہینے اپنی بیوی کا نکاح دو مرتبہ یا ایک مرتبہ دو شاہدوں کے سامنے تجدید کرے۔''

مولوی صاحب! سبحان اللہ، عجیب فقہ القرآن والحدیث ہے، کبھی اس پر عمل بھی کیا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض ایسے مسائل بہت ہیں بقول ''مشتے نمونہ از خروارے'' ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے پر اگر جو کتابیں ایسے مسائل کا مجموعہ ہیں تو پھر یہ قرآن وحدیث کے وسائل کیسے بنیں گی؟ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر ان کو پرکھا جائے گا۔

رابعاً: امام صاحب نے خود ان کے خلاف کہا ہے:

((قال علی القاری فی تزیین العبارۃ قال امامنا الاعظم لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا ما لم یعرف ماخذہ من الکتاب والسنۃ، الخ)) (النافع الکبیر للعلامۃ عبدالحی اللکنوی: ۸، مطبوعہ یوسفی لکھنو)

''ہمارے امام (یعنی امام ابوحنیفہ) کا فرمان ہے کہ قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کے علاوہ ہمارے قول سے دلائل اخذ کرنا حرام ہے۔''

یہ برعکس فقہ مروجہ کو اصل (کتاب وسنت) پر پیش کرنے کے بعد اس سے تقابل کرنے کا حکم ہے الغرض اس آیت یا حدیث سے آپ کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی کسی کتاب کی عبارت کا صحیح محل آپ پیش کر سکے ہیں اور نواب صاحب والی عبارت بھی آپ کو مہنگی پڑے گی اس لیے کہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((وفیہ اطلاق الفقہ او العلم علی الکتاب والسنۃ))

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب موصوف فقہ (بمعہ علم) فقط قرآن اور حدیث کو کہتے ہیں اور دوسرے کسی بھی علم کو فقہ یا علم نہیں سمجھتے، پھر آپ کی مروجہ فقہ تو فقہ نہ رہی۔

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ﴾

(النجم: ۲۳)

''یہ تو فقط نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے ہیں، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''

گویا کہ ایسے ناموں کو لے کر بیٹھے ہیں جن کا مسمی موجود ہی نہیں ہے۔

اور جو اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا نواب موصوف نے نقل کیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس لیے کہ اس وقت مروجہ فقہ موجود نہ تھی اس لیے نواب صاحب کی مراد موجودہ فقہ ہرگز نہیں ہے۔ اگر آپ ان کی کتاب (ابجد العلوم) کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نزدیک فقہ کی کیا وقعت ہے اور اگر قاضی خان کی عبارت سے مراد یہی فقہ ہے جو نواب صاحب نے ذکر کی ہے تو پھر عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی:

((تعلم فقہ القرآن اولی من تعلم الفاظہ))

نیز (تعلم القرآن) کا لفظ آپ کی تاویل کو غلط ثابت کرتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر ترجمہ ہوگا کہ قرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعض مجرد الفاظ کو دیکھنا ان کے مطالب ومعانی سیکھنے سے اولیٰ ہے، مگر اس طرح بھی غلط ہے:

مولوی صاحب! آپ کو کتاب کی اس عبارت پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس طرح کی بہت ساری چیزیں موجود ہیں۔

۱۔ فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۶۵ مطبوعہ نولکشور میں ہے:

((اذا قرا المصلی من المصحف فسدت صلوته فی قول ابی حنیفة))

اور فتاویٰ عالمگیری: ۱/ ۱۰۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ:

((ویفسدها قراء ته من مصحف عند ابی حنیفة))

''جو نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔''

اور پھر عالمگیری کے اسی صفحے پر ہے کہ:

((لو نظر فی کتاب من الفقه فی صلوته وفهم لا تفسد صلوته بالاجماع))

''اگر فقہ کی کتاب نماز پڑھتے دیکھ لی اور اسے بغور سمجھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اس پر اجماع ہے''

اس عبارت سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ آپ کے نزدیک قرآن سے زیادہ فقہ کا مرتبہ ومقام ہے اور مولانا صاحب نے تو ایسے ہی فقیہ لوگوں کی براءت کے لیے تکلف کیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲۔ مندرجہ بالا عبارتوں میں کتب فقہ سے مراد مروجہ فقہ کی کتابیں ہیں نہ کہ ''فقہ القرآن والحدیث'' اس لیے مولانا صاحب کی تاویل غلط ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ مروج فقہ قرآن کا غیر ہے عین نہیں ہے۔

۲۔ قاضی خان: ۴/ ۷۸۰ کتاب الحظر میں ہے کہ:

((والذی رعف فلا یرقادمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئا من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا باس به))

مولانا صاحب! اس عبارت کا ترجمہ آپ خود کریں یا اپنے طالب عالموں سے کرائیں جن کتابوں میں قرآن کریم کو نکسیر سے شفاء کے لیے خون سے لکھنا اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے اگر ان کتابوں میں فقہ کا سیکھنا قرآن کے سیکھنے سے افضل کہا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے؟ اس لیے ان کے متعلق مولانا صاحب کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ''وماهی باول قارورة کسرت''

۳۔ ایک طرف آپ کو معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق قرآن اگر نماز میں دیکھ کر پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری طرف عالمگیری کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ولو نظر الی فرج المطلقة طلاقا رجعیا عن شهوة یصیر مراجعا ولا تفسد صلوته))

(عالمگیری: ۱/ ۱۰٤، مطبوعه مصر الباب السابع فیما یفسد الصلوة وما یکره فیها الفصل الثانی النوع الثانی)

''اگر کوئی نماز کی حالت میں رجعی طلاق یافتہ عورت کی شرم گاہ کو دیکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا ہی رجوع شمار ہوگا۔''

سبحان اللہ! امید ہے کہ اس عبارت کو دیکھنے کے بعد مولانا صاحب کو اوپر والی عبارت پر کوئی غم نہ ہوگا۔

الحاصل: آپ کی، کی ہوئی تاویل بالکل بے معنی ہے اور کوئی بھی صاحب علم اس کو قبول نہیں کرے گا اور یہ ہرگز تعصب نہیں ہے کہ حق بات کو ظاہر کیا جائے یا کسی امتی کے علم یا فقہ پہ جائز تنقید کی جائے مگر تعصب تو یہ ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور غلط تاویلیں کر کے اپنی غلطیوں کو چھپایا جائے اور اپنی غلطیوں کو درست جانا جائے، اس لیے یہ ہرگز دیانتداری نہیں ہے کہ آپ ایسی صاف عبارتوں کا مطلب تبدیل کر کے جاہلوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سرخرو ہورہے ہیں۔ خبردار

یحرفون الکلم عن مواضعه.

یہ اسی قوم کی عادت ہے جو قرآن کریم میں مغضوب علیہ شمار ہوئی ہے۔

دوسری عبارت کے متعلق جو آپ نے قطع برید کی الزام تراشی کی ہے، ہم نے اس طرح نہیں کیا ہم نے تو فقط ابو عاصم کے الفاظ نقل کیے ہیں اور زائد جملہ "اذا طلب الحدیث ولم یطلب فقهه" دوسرے شخص کی طرف سے ہے جو لفظ ''یعنی'' سے ظاہر ہے۔ قطع و برید اس وقت کہا جاتا جب ایک شخص کی عبارت کو مطلب مکمل ہونے کے علاوہ حذف کردیا جاتا، اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جھوٹا الزام لگانے سے بچیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

لہٰذا یہ تاویل بھی چند وجوہ سے باطل ہے:

اولاً: اس لیے کہ طلاب حدیث خود بھی اس کی سمجھ رکھتے ہیں۔ سابقہ محدثین کی زندگی ملاحظہ فرمائیں، امام بخاری، نسائی، ابوداود، ترمذی وغیرہم ان کی کوئی الگ فقہ نہیں ہے بلکہ انہوں نے احادیث جمع کیں اور تراجم وابواب میں مسائل سمجھا دیئے۔

ثانیاً: حدیث کی طلب سمجھ کے بغیر ہوتی ہی نہیں اس لیے کہ حدیث کے الفاظ کو یاد کرنے والا دو چیزوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ عربی جاننے والا ہوگا یا پھر الفاظ کو یاد کرنا خود مطلب کا سمجھنا ہے، اس کے علاوہ عربی الفاظ یاد ہی نہ ہوں گے؟ پھر سوال کس بات کا؟

اگر آپ کہیں کہ عربی نہ جاننے والا اس کا ترجمہ یاد کر سکتا ہے اور پھر یہ سمجھ بھی سکتا ہے تو ایسا حیلہ اور بہانہ یہاں نہیں چلے گا۔

ثالثاً: اگر لفظ فقہ سے مراد فقہ الحدیث ہے تو پھر یہ حدیث کے الفاظ یاد کرنے سے حاصل ہوگا اور مروجہ فقہ کی تو حدیث سے اجنبیت وغیریت واضح ہو چکی۔ "فلا تغنی لهذه العبارة"

رابعاً: فقہ الحدیث کس سے لی جائے گی، نبی ﷺ سے یا غیر نبی سے؟

علی الاول: تو یہ حدیث ہی ہوئی پھر آپ کے پاس حدیث کا طالب بمع فقہ الحدیث خواہ بلا فقہ الحدیث ہر حالت میں مفلس ہی رہا اور آپ کا بہانہ کسی کام نہ آیا، بے کار ہی ثابت ہوا۔

علی الثانی: امتی کی فقہ الحدیث خطاء و صواب کی متحمل اور شک والی ہی رہتی ہے تو پھر کہا جائے گا کہ بقول شما صواب اور یقینی چیز شک والی چیز پر موقوف رہے گی اور جب تک خطا و صواب کی محتمل چیز کو حاصل نہ کر لے اس وقت تک صرف یقینی اور قطعی چیز کا طالب مفلس ہی رہے گا، یہ عجیب منطق ہے۔

خامساً: الفاظ پہلے یاد کیے جاتے ہیں اور ان کی سمجھ ثانوی حیثیت رکھتی ہے اس لیے کہ جب تک الفاظ نہ پڑھے جائیں گے تب تک ان کی سمجھ نہیں آئے گی اگر الفاظ کا طلب کرنا مفلس لوگوں کا کام ہے تو پھر مطلب تک رسائی کیسے ہوگی؟

سادساً: حدیث اصل ہے اور فقہ فرع ہے اور اصل فرع کو متضمن ہوتا ہے، بخلاف العکس۔ اس لحاظ سے فرع کو اصل کے علاوہ حاصل کرنا مفلسوں کا کام ہے، برخلاف اس کے، فقیہ مفلس ہے نہ کہ محدث۔

سابعاً: یہ آپ کی تاویل اوپر والی عبارت کی تاویل کے خلاف ہے اس لیے کہ اوپر آپ نے فقہ کو قرآن وحدیث سے ماخوذ کہہ کر حدیث کو اصل اور فقہ کو فرع مانا ہے اور یہاں پر اس کے برخلاف آپ نے فقہ کو اصل اور حدیث کو فرع کی حیثیت دے دی ہے اس لیے کہ فقیہ کے علاوہ آپ کے ہاں محدث مفلس ہوتا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ؟

ثامناً: اس سے مراد کیا ہے؟ خود سمجھے یا دوسرے کی سمجھ اختیار کرے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے کہ حدیث کو حاصل کرنے والا جو کہ بغیر کسی آراء و اقوال کے خاص حدیثوں کو حاصل کرتا ہے تو وہ یقینی طور پر "فقہ الحدیث" میں تجربہ حاصل کر سکتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ طلب الحدیث خود ان کے مطالب کی طلب عین ہے اور دوسری صورت میں "فقہ الحدیث" یا "تفقہ فی الحدیث" نہ ہوگی بلکہ اس کو تقلید کہیں گے جس کا مطلب ہے کہ "العمل بقول الغير من غير حجة"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ آپ کی کتاب مسلم الثبوت وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے، اس لحاظ سے نہ اس کو حدیث حاصل ہوئی اور نہ فقہ الحدیث ہی مل سکی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

تاسعاً: لفظ فقهه میں ضمیر کا مرجع "حدیث" ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حدیث اور فقہ الحدیث دونوں ایک چیز ہیں یا دونوں الگ الگ ہیں؟

پہلی صورت: میں آپ پر وہی اعتراض باقی رہے گا کہ آپ کے ہاں تو محدث مفلس ہوتا ہے۔

دوسری صورت: میں آپ یہ فرق واضح کریں گے کہ الفاظ سے اس کی فقہ حاصل ہوگی یا کسی دوسرے چیز سے حاصل ہوگی؟

عاشراً: آپ یہ بھی سمجھائیں کہ حدیث اور فقہ الحدیث میں چار نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے؟ اگر کہیں گے کہ تباین ہے تو پھر "حدیث" یا "فقہ الحدیث" ایک دوسرے کی ضد بنیں گے، تو ان میں سے ایک کا حاصل کرنا دوسری کا مانع بنے گا، اس لیے کہ دو اضداد کا اجتماع ممتنع ہے۔ اس لحاظ سے بھی ایک دوسری طلب لازم ہوگی کیونکہ ارتفاع بھی ممنوع ہے تو آپ کے اپنے قول کے مطابق حدیث سیکھ کر مفلس بنیں یا صرف فقہ سیکھ کر اس سے بھی آگے جائیں اور اگر آپ کہیں گے کہ تساوی ہے تو پھر ایک چیز یعنی "حدیث" کے حاصل کرنے سے دوسری چیز یعنی (فقہ الحدیث) بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح "یعنی" والی تخصیص کا کوئی بھی مطلب نہ رہے گا بلکہ لغو ہو جائے گا اور اگر آپ کہیں گے کہ اعم اخص مطلق ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کس کو عام اور کس کو خاص کہیں گے؟ اگر حدیث کو عام کہیں گے تو لازم ہوگا کہ بعض احادیث کی کوئی فقہ یا کوئی مطلب نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك ، اس لیے کہ تقدیر الکلام پھر اس طرح ہوگی کہ:

((كل فقه حديث وكل حديث ليس بفقه))

اور یہ کفریہ عقیدہ ہے، اس لیے کہ قرآن میں ہے:

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ﴾ (النحل : ٤٤)

"جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے آپ اس کو وضاحت کر کے بیان کریں۔"

قرآن کریم کی آیت آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے اور نیز حدیث مخلوط اور محتاج تحقیق رہے گی کہ کون سا حصہ بامعنی ہے اور کون سا بے معنی ہے؟

لہٰذا اس لیے معیار کونسا ہوگا؟ حدیث یا فقہ یا کوئی دوسرا؟

علی الاول: افلاس لازم آئے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی الثانی: حدیث کو فقہ کے ساتھ پرکھنا مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔

علی الثالث: اس کے لیے دلیل چاہیے "وکل ذلك لا سبیل لکم الیه" اور اگر آپ فقہ کو عام کہیں گے تو پھر مفہوم یہ ہوگا "وکل حدیث فقه وکل فقه لیس بحدیث" اس طرح حدیث کی طلب خود اس کی فقہ کی طلب ہوگی اور وہی سابقہ اعتراض قائم رہے گا اور آپ کا بہانہ باطل ہو جائے گا اور بعض الفقہ باطل رہے گی اور باطل وغیر باطل کے لیے معیار کونسا ہوگا حدیث یا کوئی دوسرا؟ پھر دوبارہ مفلس کے دروازے پر جائیں گے اور اگر آپ کہیں گے کہ:

"اعم اخص من وجه" ہے تو پھر تقدیر اس طرح ہوگی:

((بعض الحدیث فقه وبعضه لیس بفقه وبعض فقه الحدیث وبعض فقهه لیس بحدیث))

اب آپ ہی بتائیں کہ اس تقسیم کے متعلق اولاً تعیین ثانیاً اس کیلئے دلیل چاہیے۔ وکل ذالك لا سبیل الیه اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ کئی احادیث کی ضرورت یا طلب نہیں ہے اس لیے کہ ان کی کوئی فقہ اور سمجھ نہیں ہے اور بعض فقہ الحدیث میں حدیث نہیں ہے بلکہ ان کا غیر ہے پھر تو یہ بھی قابل تعلیم نہ رہی۔

مولانا صاحب! "حرفة" کا لفظ بھی آپ کی تاویل کو غلط ثابت کرتا ہے اس لیے کہ حرفۃ کے معنی الصناعة وجهة الکسب، ہوئے یعنی "فقہ الحدیث" کے علاوہ حدیث کی طلب مفلس لوگوں کا کسب اور کام ہے اور آپ نے قبول بھی کیا ہے کہ حدیث کا مطلب سیکھنا اس کے الفاظ سیکھنے سے افضل ہے اور ظاہر ہے کہ ان کے مطالب کو سیکھنا مجرد الفاظ کو سیکھنے سے زیادہ مفید ہے پھر جو چیز جس قدر زیادہ مفید ہوگی اسی قدر ہی زیادہ مفید کمائی والی ہوگی پھر اگر حدیث کا علم حاصل کرنے والوں کو آپ مفلس کہیں گے تو پھر بڑے مفلس تو فقیہ ہوں گے جنھوں نے بڑے پیمانے پر تجارت کھول کر کاروبار شروع کیا ہوا ہے اس لیے زیادہ کمائی والی چیز بقول شماان کے پاس ہی ہے۔

اگر کہتے ہو کہ ان کی نیت خالص ہے اور ان میں للّٰہیت ہے تو پھر محدثین کی نیتوں میں کیسے شک ہوا جن کے طلب حدیث کو "حرفہ" کہہ رہے ہو۔

هلا شققت عن قلوبهم

مجھے الزام دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا

نیز اگر طلب الحدیث حرفۃ المفالیس ہے تو پھر طلب الفقہ تو تاجروں اور سیٹھ لوگوں کا پیشہ رہا ہے اس لیے کہ عبارت سے ظاہر ہے کہ حدیث کا حاصل کرنا باعث افلاس اور غربت ہے اور اس کو آپ "طلب الحدیث بلا فقہ" پر محمول کرتے ہیں تو پھر فقہ کا حاصل کرنا باعث دنیا داری اور مالداری رہا ہے۔ فقہ کی عجیب شان ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی حدیث مسکینوں اور غریبوں کے لیے اور فقہ دنیا داروں اور سرمایہ داروں کے لیے۔

﴿فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الانعام: ۸۱)

''پھر کونسا فریق امن کا زیادہ حقدار ہے اگر آپ جانتے ہیں؟''

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلیٰ
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

الغرض اوپر والی عبارت اپنے مطلب میں صاف ہے اس کی جو تاویل آپ نے کی ہے اس سے مطلب تمام نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ داغ فقہیوں سے مٹ سکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''فقہاء حضرات اپنی کوشش سے تکلیف برداشت کر کے مسائل نکالتے ہیں۔'' الخ

یہی ہمارا اعتراض ہے کہ مروجہ فقہ علماء کے تفقہ اور استنباط کا مجموعہ ہے، جس میں خطا وصواب دونوں موجود ہیں، ان پر سوائے تحقیق کے عمل نہیں کیا جا سکتا اس لیے اصل معیار قرآن وحدیث ہی ہیں، پھر اگر بقول شما موجودہ فقہ، فقہ الحدیث ہے تو پھر بھی پہلے حدیث سیکھنا (بزعم شما مفلس ہونا) ضروری ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب آپ بتائیں کہ خالی الفاظ الحدیث کا حاصل کرنا مفلس لوگوں کا کام ہے یا طلب الحدیث مع فقہ مفلس لوگوں کا کام ہے۔

علی الاول: اس کو فقہاء کے استنباط میں خطا وصواب کا فرق معلوم نہ ہوگا اور نہ کوئی حدیث سیکھے گا اور نہ فقہ پر کوئی عمل کر سکے گا۔

علی الثانی: تاویل غلط، توجیہ بیکار اور تکلف بے معنی۔ پہلے ان باتوں سے آپ باہر نکلیں پھر اس طرح کی تاویلیں کریں۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

نیز اگر فقہ الحدیث سے مراد الفاظ کو سیکھنا اور اس کا مطلب حاصل کرنا ہے تو پھر ہر طالب الحدیث حدیث سیکھے گا اور سمجھتا جائے گا، پھر تو ہر کوئی محدث نعوذ باللہ آپ کے ہاں مفلس ٹھہرا اور اگر اس سے کوئی دوسری چیز مراد ہے تو پھر آپ اس کی تعیین کریں اور کہیں کہ اس سے مراد موجودہ علماء کی کتابیں ہیں۔ تو پھر اس سے یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ تو بہت سارے مکتبۂ فکر کے علماء کی فقہیں ہیں۔ خصوصاً چار فقہیں: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور بقول شاعر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکل یدعی وصلا للیلی
ولیلی لا تقر لهم بذاك

ہر مکتب فکر والا اپنی فقہ کے برحق ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کس کی فقہ کو ''فقہ الحدیث'' کہیں گے؟ اس لیے پھر کوئی دوسری فقہ تلاش کریں گے یا آیت؟

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ﴾ (النساء: ٥٩) پر عمل کریں گے۔

علی الاول: ان چیزوں کی تلاش اور ان کے برحق وصواب اور معیار ہونے کیلئے دلیل و برہان چاہیے۔

وعلی الثانی: پھر بھی افلاس کا داغ لگے گا اور مفلس کہلائے گا۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ دولت رواۃ حدیث کو حاصل نہیں ہے۔

مولانا صاحب! رواۃ حدیث کے پاس برابر یہ دولت کہاں سے آئی؟

ان کے لیے مبارک الفاظ نبوی ہی کافی ہیں جن میں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت موجود ہے۔ آپ کبھی یہ نہیں سنیں گے کہ کوئی غیر عالم، حدیث کا عالم اور حامل ہوا ہے۔ اس کے متعلق امام حاکم نیشاپوری کی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' کا صفحہ ۶۳ کا مطالعہ کریں۔ نواب صاحب کی جو آپ نے عبارت لکھی ہے اس سے بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ عامی اگر غیر عربی ہے تو ترجمہ سن کر عمل کر سکتا ہے۔ اب اس میں اور مجتہد میں یہ فرق رہا کہ یہ خود حدیث سن کر مطلب سمجھ سکتا ہے اور عوام ان کے سمجھانے پر اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ نواب صاحب نے مجتہدوں کی تعریف کی ہے نہ کہ مقلدوں کی۔ یہ جتنی بھی فقہ کی کتب لکھی ہوئی ہیں یہ سب مقلدین کی ہیں نہ کہ مجتہدین کی۔

((فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۳۹۲ وهو فی ذیل المستصفی للغزالی جلد۲ میں ہے کہ: المجتهد بعد اجتهاده و معرفة الحكم (ممنوع من التقليد فيه اجماعا) وفی رد المختار لابن عابدين الشامی: ۵٦/۱ مطبوعہ مصطفی البابی مصر "لان المجتهد لا يقلد مجتهدا))

یعنی مجتہد دوسرے کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ بالاجماع اس سے منع ہے پھر یہ سب جو غیر مقلد اور اہل حدیث ہیں مجتہد ٹھہرے۔ جن کو بقول نواب موصوف وہ تفقہ فی الحدیث حاصل تھا، جو مقلدین اور مروجہ فقہ کی کتابوں کے مصنفین کے تصور یا خواب و خیال میں بھی نہیں، اس لیے کہ مقلد آپ کے ہاں بھی عام لوگوں میں شمار ہے اور اگر آپ کہیں کہ یہ سب مجتہد ہیں تو یہ بھی غلط ہوگا اس لیے کہ پھر ان کتابوں کو دوسرے ائمہ کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوب نہ کریں اور ان کو فقہ حنفی یا شافعی نہ کہیں۔

نواب صاحب کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہوا کہ جن کو آپ مفلس کہتے ہیں وہ اس دولت سے مشرف ہوئے اور آپ کے فقیہ جن کو آپ دولت مند کہتے ہیں ان کی جیبیں خالی رہیں۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف ہے وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

مولانا صاحب! یہ کیا جنون یا دیوانگی ہے کہ عبارت کا مطلب نہ سمجھ کر ایسے ہی لکھ دیں یا اس سے بڑھ کر کوئی اور تعصب ہوسکتا ہے کہ عبارت ایک طرف صاف اور واضح ہو اور حدیث کی توہین ظاہر کر رہی ہو تو اعتراض ہونے کے بعد غلط تاویلیں اور توجیہات کر کے اپنی شرم کو کم کریں یا پھر اس سے بڑھ کر کوئی اور بددیانتی ہوگی کہ نواب صاحب کی عبارت نقل کر کے اس سے مروجہ فقہ کو درست بنایا جائے۔ ذرا پھر وہی پہلے والی کتاب ''الدین الخالص'' جس سے آپ نے عبارت نقل کی ہے اس کو غور سے دیکھیں کہ ان کے ہاں مقلدین کا کیا مقام ہے اور وہ مروجہ فقہ کو کیا سمجھتے ہیں اور مناقب فقہاء میں موجود فقہیوں کیلئے کیا کہتے ہیں اور محدثین کیلئے کیا لکھتے ہیں اور اسی ''فقہ الحدیث'' کی کیا تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے اس طرح بھی لکھا ہے کہ:

''اقوال سلف جو تصریحات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہیں وہ سب بر سر وچشم قبول ہیں۔''

مولوی صاحب! ان اقوال کا مجموعہ ہی تو مروجہ فقہ ہے۔ اگر ان کا تقابل قرآن وحدیث سے کرتے ہیں تو پھر بسم اللہ ''چشم ماروشن دل ماشاد'' تو پھر آپ بھی غیر مقلد ٹھہرے اس لیے کہ یہ کام تحقیق کے علاوہ ممکن نہیں ہوتا۔ تقلید اور تحقیق دونوں الگ چیزیں ہیں۔ شامی: ۱/۳۴۲ مطبوعہ میمنہ مصر میں ایک مسئلہ کے متعلق طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

((فاخر نفسك من ظلمة التقليد وحيرة الاوهام واستضى، بمصباح التحقيق))

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تحقیق الگ چیز ہے اور تقلید الگ چیز ہے نیز قرآن وحدیث سے اقوال کا تقابل کرنا تو غیر مقلدین کا کام ہے نہ کہ مقلدین کا، اس لیے کہ دلیل کا علم رکھنا یا اس سے مسائل اخذ کرنا یا اقوال کا ان سے تقابل کرنا تقلید کے منافی ہے۔

((فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت)) (مع المستصفى للغزالى: ۲/۴۰۰ فى الذيل) میں ہے کہ:

((التقليد العمل بقول الغير من غير حجة، متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والافقول المجتهد دليله وحجته،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(كاخذ العامي) من المجتهد (واخذ) المجتهد من مثله فالرجوع الى النبي عليه وآله واصحابه الصلوة والسلام او الى الاجماع ليس منه) فانه رجوع الى الدليل))

یہ عبارت چند امور بیان کرتی ہے:

۱۔ تقلید دلیل کے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنے کو کہتے ہیں بلکہ اس کی ماہیت میں علم بالدلیل داخل نہیں ہے۔

۲۔ دلیل کے ساتھ کسی کے قول کو قبول کرنا تقلید نہیں ہے۔

۳۔ احناف کے پاس دلائل چار ہیں۔ کتاب وسنت، اجماع اور قیاس اور مقلد کو ان میں سے کسی ایک کے علم کے علاوہ کسی دوسرے کے قول کو قبول کرنا ہے۔

۴۔ مقلد کو ان چاروں میں سے دلیل نہیں لینی ہے۔

۵۔ بلکہ فقط اپنے مجتہد کا قول ہی اس کے لیے دلیل ہے۔

۶۔ اسی طرح اجماع کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں ہے۔

۷۔ نیز حدیث کی طرف رجوع کرنے کو بھی تقلید نہیں کہیں گے۔

۸۔ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرے تو یہ بھی تقلید نہ ہوگی۔

اب مولانا صاحب بتائیں سلف کے اقوال کو حدیث کی تصریحات سے ملاتے ہوئے موافق نا موافق معلوم کرنے کے لیے حدیث کی طرف رجوع آپ کس حیثیت سے کریں گے؟

مجتہد ہونے کی حیثیت سے یا مقلد ہونے کی حیثیت سے؟ پہلی صورت میں تو آپ بھی غیر مقلد ہوئے، اس لیے کہ مجتہد مقلد نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں آپ کو کوئی حق نہیں کہ ان کے معلوم کرنے کے لیے آپ تکلیف اٹھائیں، اپنے اصولوں کا خیال کریں نیز اس وقت حدیث کی طرف رجوع کریں گے یا ''فقہ الحدیث'' کی طرف؟

على الاول: بقول شما مفلس بنیں گے۔

على الثاني: مجتہد ہوں گے۔

﴿كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ (بنی اسرائیل: ١٤)

تو اس حالت میں آپ کو یقیناً مفلس بننا پڑے گا اس لیے کہ پہلے تو الفاظ یاد کرنے اور سیکھنے پڑیں گے۔

ایضاً یہ فقہ الحدیث کا نام کس چیز کو دیں گے؟

((فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز آپ نے رجوع کا ذکر کیا ہے۔

مولانا صاحب! جو آپ نے عقیدہ لکھا ہے کہ قرآن وحدیث سے اقوال کا تقابل کر کے پھر موافق کو قبول کیا جائے اور مخالف کو رد کر دیا جائے۔ یہ بعینہٖ اہل حدیثوں اور غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس منصب پر پہنچائے، پھر اس کے مطابق رجوع وعدم رجوع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں یہ کون سی غلطی ہے جس سے رجوع کیا جائے؟ عبارتیں تو دونوں اپنے مطلب میں صاف ہیں۔

یہی فقہ کی کتابیں ہیں جن کو قرآن وحدیث کا عوض اور نعم البدل کہا گیا ہے۔

ایک دین سے چار کیسے ہوئے؟ جب ان فقہوں کی بنیاد پڑی اس وقت فقط قرآن وحدیث ہی تھے، اس وقت فرقوں کا وجود ہی نہ تھا؟ شاہ ولی اللہ الدہلوی حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/ ۳۵۵ مع الترجمہ مطبوعہ اصح المطابع لکھتے ہیں:

((اقول و بعد القرنين حدث فيهم شي من التخريج غير ان اهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد والتفقه له والحكاية لقوله كما يظهر من التتبع بل كان فيهم العلماء والعامة وكان من خبر العامة انهم كانوا فى المسائل الاجماعية التى لا اختلاف فيما بين المسلمين او جمهو ر المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع وكانوا يتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلوة والزكوة ونحو ذالك من آبائهم ومعلمى بلدانهم فيمشون حسب ذالك واذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها اى مفت وجدوا من غير تعيين مذهب وكان خبر الخاصة انه كان من اهل الحديث منهم يشتغلون بالحديث فيخلص اليهم من احاديث النبى ﷺ وآثار الصحابة مالا يحتاجون معه الى شيء آخر فى المسئلة من حديث مستفيض الخ (ثم قال) ثم بعد هذه القرون كان ناس آخرون ذهبوا يمينا وشمالا وحدث فيهم امور منها الجدل والخلاف فى علم الفقه...... ومنها انهم اطمانوا بالتقليد ودب التقليد فى صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون وكان سبب ذالك تزاحم الفقهاء ومجادلهم فيما بينهم فانهم لما وقعت فيهم المزاحمة فى الفتوى كان كل من افتى بشيء نوقض فى فتواه ورد عليه فلم ينقطع الكلام الا بميسر الى تصريح رجل من المتقدمين فى المسئلة آه)) (حجة الله البالغة باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة وبعدها)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں کہتا ہوں کہ دو صدیوں کے بعد تخریج کا طریقہ پیدا ہوا اور چوتھی صدی کے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید پر متفق نہ تھے اور نہ ہی کسی خاص شخص کی فقہ کے پابند تھے اور نہ ہی ہر مسئلے میں اس کے قول کو نقل کرتے تھے جیسا کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان میں علماء اور عام لوگ بھی تھے عام لوگوں کی حالت یہ تھی کہ متفق علیہ مسائل جن میں اہل اسلام یا جمہور مجتہدین میں اختلاف نہ تھا، صاحب شریعت کے علاوہ کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے تھے۔ وضو، غسل، نماز اور زکوۃ کا طریقہ اپنے باپ دادا یا شہر کے علماء سے سیکھ لیتے تھے اور اس کے موافق عمل کرتے تھے اور جب کوئی نیا واقعہ رونما ہوتا تو اس وقت بلاتعیین کسی مذہب کے، جو مفتی بھی ملتا اس سے مسئلہ دریافت کر لیتے اور خاص لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ان میں محدثین حدیثوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس نبی ﷺ کی حدیثیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اس حد تک موجود تھے کہ ان کو کسی مسئلہ میں بھی کسی دوسری چیز کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور ان کے پاس صحیح احادیث کا کافی ذخیرہ تھا۔ اس زمانے کے بعد دوسرے لوگ آئے جو دائیں بائیں چلنے لگے تو ان میں کئی نئی باتیں اور علم فقہ کے بارے میں تکرار اور جھگڑا پیدا ہوا اور تقلید پر مکمل اطمینان کر لیا اور آہستہ آہستہ تقلید ان کے سینوں میں سماتی چلی گئی اور ان کو معلوم بھی نہ ہو سکا اور اس کا تقلید کا سبب فقہاء کا آپس میں تکرار اور نزاع ہے۔ اس لیے کہ جب بھی فتویٰ دینے میں تکرار پیدا ہوا اس وقت جو شخص بھی فتویٰ دیتا اس کے فتویٰ پر اعتراض کر دیا جاتا اور اس کو رد کر دیا جاتا تو پھر کلام کا سلسلہ متقدمین میں سے کسی شخص کے واضح قول پر ختم ہو جاتا۔''

پھر ایسی حالت میں جس کو خالص کتاب و سنت پر عمل کرنے کا خیال ہے وہ اصل کو فرع کا محتاج نہیں جانتا۔ وہ ایسی تنقید سے کیسے باز آئے گا حالانکہ عوام کا ذہن اس عقیدہ سے بھر دیا گیا ہے کہ اس وقت قرآن وحدیث آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور موجودہ فقہ قرآن وحدیث کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اس لیے اس پر اسے عمل کرنا چاہیے۔ اس طرح حقائق کو چھپا کر خلق خدا کو کلام اللہ اور سنت رسول مقبول ﷺ پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ کیا ایسے ظلم کے خلاف جہاد کرنا ضروری نہیں ہے؟ بلکہ ضروری یہ کہ ایسے مسائل کو عوام کے سامنے ظاہر کیا جائے اور ان کو بیدار کیا جائے کہ جس فقہ کو آپ دین یا شریعت محمدی سمجھتے ہیں اور جس کے پڑھنے اور پڑھانے میں آپ چندے خرچ کرتے ہیں یا جن پر قرآن وحدیث کے بدلے فتوے دے کر عمل کرایا جاتا ہے ان کی حقیقت تو یہ ہے کیا۔ اس طرح ان لوگوں کو اصل قرآن وحدیث کی طرف متوجہ نہیں کیا جا سکتا؟ اللہ سے ڈریں اور لوگوں کو قرآن وحدیث سیکھنے کی ترغیب دیں اور اس کے بدلے بے زبان جاہلوں کو دوسری کتابوں میں مت پھنسائیں۔ اس وقت تو اللہ کے فضل سے قرآن وحدیث کے تراجم اردو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھی زبان میں بھی ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو ان کے مطالعہ پر آمادہ کریں خود ہی حق کو جان جائیں گے بلکہ آپ لوگوں پر حق ہے کہ آپ سب علماء مل کر موجودہ فقہ کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ان لوگوں کی عمریں برباد نہ کریں۔

آگے آپ نے بڑے اہم کام کی طرف اشارہ کر دیا ہے مگر مولانا صاحب! میں آپ کو علی وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ جو بھی موجودہ مذہبی فتنے ہیں مثلاً عیسائی، کمیونزم تحریک، چکڑالوی، انکار حدیث، مرزائی، شیعہ مذہب ان سب کی بنیاد موجودہ فقہ حنفی سے ملتی ہے اور یہاں سے ان کو تائید ملتی ہے۔ اگر ہمت ہو تو اس بات میں بھی طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔ کسی بھی فرقہ کو آپ لے لیں اس کے کتنے ہی مسائل آپ کو فقہ حنفی کے علماء کی کتابوں سے ملیں گے۔

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے رہے ہاتھ اب ہے رگ گلو باقی

اگر آپ کو فتنے ختم کرنے ہیں تو پھر نیک مشورہ دیتا ہوں کہ دوسری تمام کتابوں کو چھوڑ کر خالص قرآن وحدیث کی تعلیم دیں اور اس کی تبلیغ بھی کریں، ان شاء اللہ سب فتنے ختم ہو جائیں گے۔ وہ دولت جو ایمان کو خطرے میں ڈالے، اس سے وہ افلاس ہزار مرتبہ بہتر ہے، جو ایمان کو روشن اور مضبوط کرے۔

آپ نے بے جا اعتراض کی بھی شکایت کی ہے مگر بے جا اعتراض تو وہ ہے جو اپنی کتابوں میں خطرناک عبارتیں دیکھ کر بھی صُمًّا وَعُمْيَانًا بن جائے اور اس کو ظاہر کرنے والوں پر بھی اعتراض کرے۔ سچ ہے کہ:

حبك الشيء يعمي ويصم .

بیا بگلشن سنت کہ انگربو بنی
نہ رویداز گل تقلید جز گیاہ دگر

مولانا صاحب! دین خالص جس کی آپ کو بھی تڑپ ہے وہ خالص قرآن وحدیث میں ہی ہے جس میں کسی بھی شک کی گنجائش نہیں ہے نہ اس کے بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کو اور نہ لانے والے جبرئیل کو اور نہ جس پر نازل کیا گیا ہے یعنی نبی اکرم ﷺ کو اور نہ جنہوں نے اس کو آپ سے سنا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور نہ ہی آج تک کسی مسلمان کو اس کے متعلق شک ہو سکتا ہے یا فقہ کی کتابوں کے متعلق آپ حقانیت اور خالص ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں جن کے متعلق خود اس کے بیان کرنے والوں کو بھی یقین نہ تھا اور نہ آج تک کسی کو یقین ہے جیسا کہ اوپر والی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر یقیناً دین خالص وہی ہوا جس میں کسی قسم کا بھی شک نہیں ہے۔

((دع ما يريبك الى مالا يريبك))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ فکر نہ کریں اس خالص دین کا اللہ تعالیٰ خود نگہبان ہے اور اسی نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کہلوایا ہے کہ:

((یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین)) (مشکوٰۃ: ۳۶، کتاب العلم)

''اس علم کی حفاظت ایک دوسرے کے بعد معتبر لوگ کرتے رہیں گے اور وہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرست لوگوں کے حربوں اور جاہل لوگوں کی تاویل کا سدباب کرتے رہیں گے۔''

اس لیے اب کتنی بھی آپ ان کی مخالفت کریں، ان کو مفلس وغیرہ کہیں، وہ ہر وقت سینہ سپر ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہیں، کبھی بھی باطل کو حق کے ساتھ نہیں چلنے دیں گے۔

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ (الانبیاء: ۱۸)

''بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔''

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''کسی بھی مسلمان کے کلام کو حتی الامکان صحیح بنایا جائے اور اس کو صحیح طور پر پیش کیا جائے۔''

مولانا صاحب! ہمارے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں جو فقہ کو حدیث سے زیادہ کہیں یا حدیث کے حاصل کرنے والے کو مفلس کہیں؟ ایسے جملوں کو ہم تو صحیح نہیں کر سکتے یہ تصحیح آپ کو مبارک ہو۔

((رضینا قسمۃ الجبار فینا . لنا اصل وللفقھاء فرع))

''آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقیرؔ و آپ غیر مقلدین حضرات کی اس سے بھی سنگین عبارتیں ہاتھ لگی ہیں۔'' الخ

مولانا صاحب! آپ کے یہ الفاظ اہل حدیث مسلک اور اصول سے ناواقفی کی دلیل ہیں اس لیے کہ اعتراض اس پر کیا جاتا ہے جو خصم کے مسلمات میں سے ہو۔ فقہ آپ کے مسلمات میں سے ہے اس پر اعتراض کرنا ہمارا حق ہے اور ہمارے مسلمات میں قرآن وحدیث کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر چاہے مقلد کا لکھا ہو یا غیر مقلد کا، مصنف متقدم ہو یا متاخر دنیا کی ہر ایک کتاب میں خطا کا احتمال رہتا ہے سوائے کتاب وسنت کے اور ہم چاہے مصنف متقدم ہو یا متاخر کسی کو بھی غلطی سے معصوم نہیں جانتے۔ ہم خطاء اور غلطی سے پاک فقط ذات بابرکات اس محبوب سبحانی، رسول ربانی، امام اعظم، مرشد اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہی سمجھتے ہیں جن کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (النجم: ۳۔۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ضمانت دوسرے کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کسی کا بھی قول یا عمل ہمارے لیے علی الاطلاق سند نہیں ہے۔ پھر فقہ کے مقابلے میں کسی عالم کی کتاب کو پیش نہ کریں، اگر ہمت ہو تو ہمارے مسلمات یعنی قرآن کریم کی کسی آیت یا نبی ﷺ کے کسی قول یا فعل پر اعتراض کریں۔ ہم ان شاء اللہ اس کا مکمل مقابلہ کریں گے اور جواب دیں گے۔

فان ابی و والدہ وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

مگر اول اسلام کو خیر باد کہیں پھر ایسی جرأت کریں۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

مولانا صاحب! آپ نے تھوڑی سی بات کو ایسے ہی اتنا طویل کر دیا ہے۔ اتنا ہی کافی تھا کہ یہ کتابیں امتیوں کی لکھی ہوئی ہیں، جو خطاء سے معصوم نہیں ہیں، جنہوں نے اس طرح لکھنے میں غلطی کی ہے اس لیے کہ غلطی سے پاک تو فقط رسول اللہ ﷺ کا کلام پاک ہے مگر اف تقلید! تعصب جس نے انصاف کا راستہ روک دیا اور حق گوئی سے دور کر دیا اور حق قبول کرنے سے عار دلا دی۔

ساحری کرو دو چشم تو وگرنہ زین پیش
بود ہوشیار تراز تو دل دیوانہ ما

خواہ مخواہ غلط چیز کو صحیح بتانے کے لیے اور غیر معصوم کو معصوم کی ہمسری دلانے کے لیے، امتی کو نبی ﷺ کی مسند پر بٹھانے کی خاطر، اتنا طویل مضمون ناموزوں ہے، جس کا کوئی فائدہ بھی نہیں، لکھ کر بحث مباحثہ کے مشن میں حرکت لائی گئی ہے۔ اب تو ؎

دم میں جب تک دم ہے دامن وفا چھوٹے نہیں
رشتہ الفت جہاں تک ہو سکے ٹوٹے نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وانا العبد: ابو محمد بدیع الدین شاہ عفی عنہ ما صدر منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الثامنة

قال أقول في تسويد تحرير المجهول

حرمت مصاہرت بالزنا کا حکم

۱۹۵۲ء کے عرصہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک مجہول تحریر آئی جس میں فقہ حنفی کی کتب سے لکھا گیا کہ اگر کوئی آدمی ساس سے زنا کرے گا تو اُس کی بیوی اُس پر حرام ہو جائے گی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اُس پر یہ لکھا کہ ایک خراب عمل سے جو کہ حرام ہے لیکن حرام سے دوسرا حلال کام پر اثر نہیں پڑے گا یعنی ساس سے زنا کی صورت میں بیوی حرام نہیں ہوگی اور اس کے علاوہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مقالے کو انتہائی علمی مواد سے پُر کیا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رَبِّ العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين.

وجہ تحریر:

ہمارے پاس ایک مجہول محرر کی تحریر پہنچی ہے جس میں حرمت المصاہرۃ بالزنا کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس پر کسی کی سائن یا دستخط موجود نہیں اور اس میں نہ کوئی دلیل مذکور ہے اور نہ ہی کوئی معتبر روایت فقط فقہی عبارت پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس عبارت میں چند روایات مذکور ہیں مگر نہ ان کا سر ہے اور نہ پیر نہ ان کی سند مذکور ہے اور نہ ہی کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ہے۔

حالانکہ حدیث کی بے شمار کتب ہیں جن میں ہر ایک حدیث موقوف، خواہ مرفوع یا مقطوع باسند مذکور ہے تاکہ صحیح وغیر صحیح کی تمیز کی جا سکے مگر سچ ہے کہ "لکل فن رجال امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

"اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ ."

(مقدمہ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین رقم ۳۲)

"اسناد دین کا حصہ ہیں اگر اسناد نہ ہوتیں جس کو جو من میں آتا کہہ دیتا۔"

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے۔

"إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ ."

(مقدمہ مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین رقم ۲۶)

"کہ یہ علم دین ہے لہٰذا تم دیکھو کہ اپنا دین کس شخص سے لے رہے ہو؟

اس لیے فقہاء کی نقل کردہ روایات پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا علامہ ملا علی قاری موضوعات کبیر صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں کہ:

"لا عبرة بنقل النهايه ولا بقية شراح الهدايه ، فانهم ليسوا من المحدثين ولا أسند والحديث الى احد من المخرجين ."

"یعنی صاحب نہایہ اور دیگر شارحین ہدایہ کے نقل کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ محدثین نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے اصل مخرجین تک احادیث کو باسند نقل کیا ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں:

"ان الکتب الفقهية ان كانت معتبرة فى انفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها ايضاً من المعتبرين والفقهاء الكاملين لا يعتمد على الاحاديث المنقوله فيها اعتمادا كليا ولا يجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبرة هى موضوعة ومختلقة." (مقدمه عمدة الرعايه: ص ١٣/١)

"کہ کتب فقہ مسائل فرعیہ کے اعتبار سے اگرچہ معتبر ہیں اور ان کے مصنفین بھی معتبر اور کامل فقہاء میں سے تھے لیکن ان میں منقول احادیث پر کلی اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور صرف احادیث کے ان کتب میں ورود سے بالجزم نہیں کہا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقۃ وہ احادیث موجود ہیں اور پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں کیونکہ ان کتب فقہ میں کتنی ہی احادیث موجود ہیں جو بالکل موضوع اور بناوٹی ہیں۔"

علامہ لکھنوی اپنی دوسری تصنیف (النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير) صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں:

"فكم من كتاب معتمداً اعتمد عليه اجلة الفقهاء مملوء من الاحاديث الموضوعة ولا سيما الفتوىٰ فقد وضح لنا بتوسيع النظر ان اصحابهم وان كانوا من الكاملين لكنهم فى نقل الاخبار من المتساهلين."

"کتنی ایسی کتب ہیں جن پر بڑے بڑے فقہاء اعتماد کرتے ہیں لیکن وہ موضوع احادیث سے بھری ہوئی ہیں۔ خصوصی طور پر کتب الفتاویٰ ہمیں غور وتدبر کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان کے مصنفین اگرچہ کامل فقہاء میں سے تھے لیکن نقل احادیث میں متساہل تھے۔"

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں لکھتے ہیں:

"وههنا طبقة خامسة منها ما اشتهر على السنة الفقهاء والصوفية والمؤرخين ونحوهم وليس له اصل فيها هذه الطبقات الاربع."

"یعنی پانچواں طبقہ ان کتب کی احادیث کے متعلق ہے جو (احادیث) فقہاء صوفیاء اور مؤرخین وغیرہ کے ہاں مشہور ہیں حالانکہ پہلے چار طبقات میں ان کا کوئی وجود اور اصل نہیں۔"

پھر جب کہ فقہاء کی نقل کردہ روایات خود علماء حنفیہ کے ہاں معتبر نہیں تو پھر ان سے مجہول محرر کا استدلال اپنی مذہبی کتب سے بے خبری کی بین دلیل ہے۔ ذالك مبلغهم من العلم.

حرام کام کے ارتکاب سے حلال کام حرام نہیں ہوتا:

اصل مسئلہ کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ حرام کام کے ارتکاب سے حلال کام حرام نہیں ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی مؤطا صفحہ ۱۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فاما الزنا فانه لایحرم شیئاً من ذالك لان الله تعالیٰ قال وامهات نسائكم فانما حرم ماكان تزویجا ولم یذكر تحریم الزنا فكل تزویجكم إن كان علی وجه الحلال یصیب صاحبه امرأته فهو بمنزلة تزویج الحلال فهذا الذی سمعت والذی علیه امر الناس عندنا۔" (مؤطا مالك مع ضوء السالك، ص ۳۰۶ تحت الرقم ۲۳ كتاب النكاح باب مالایجوز من نكاح الرجل ام امرأته)

"یعنی زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو ان کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے نہ کہ زنا کی وجہ سے ...... اہل علم سے میں نے یہی سنا ہے اور اہل مدینہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔"

علامہ ابوالولید الباجی کا مؤقف:

مالکی علماء میں سے علامہ ابوالولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتقیٰ شرح المؤطا جلد ۳ صفحہ ۳۰۶ میں لکھا ہے:

"والدلیل علی صحة روایة الموطا قوله تعالیٰ " حرمت علیكم امهاتكم الی آخر الآیة " ثم قال عزوجل " واحل لكم ماوراء ذالك ولم یذكر الزنا فی جملة ماوقع فیه التحریم"

"یعنی مؤطا کی مذکورہ بالا عبارت کے صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔" تم پر تمہاری مائیں...... حرام کی گئی ہیں) پھر اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ ان رشتوں کے علاوہ باقی سب رشتے تمہارے لیے حلال ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام رشتوں کا تذکرہ فرمایا لیکن زنا کی وجہ سے رشتوں کی حرمت ذکر نہیں فرمائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ زنا موجب حرمت نہیں۔"

اور المدونۃ الکبریٰ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے برعکس منقول ہے مگر مؤطا کی روایت راجح اور معمول بہا ہے۔

علامہ زرقانی شرح المؤطا، جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

" وعلیه اجل اصحاب مالك بل صرح غیر واحد من الاشیاخ منهم سحنون بان جمیعهم علیه وقوله فی المدونة اذ زنا بام زوجة وابنتها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فليفارقها حمله الاكثر على الوجوب واللخمى وابن رشد على الكراهة اى كراهة التقاء معها واستحباب فراقها وذهب اكثر اهل المذهب الى ترجيح ما فى المؤطا ."

''یعنی مؤطا کی روایت پر اکثر مالکی علماء کا فتویٰ ہے بلکہ تمام شیوخ نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ سب کا یہی مسلک ہے البتہ مدونہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ساس کے ساتھ یا اپنی بیوی کی بیٹی (ربیبہ) کے ساتھ زنا کر لے تو وہ اپنی بیوی کو الگ کر دے۔ اکثر نے اسے وجوب پر محمول کیا ہے ابن رشد اور لخمی نے کراہت مراد لی ہے، یعنی مذکورہ صورت میں بیوی کے ساتھ رہنا مکروہ ہو جاتا ہے لہٰذا اسے جدا کر دینا مستحب ہے اور اہل مذہب کی اکثریت نے مؤطا کی روایت کو ترجیح دی ہے۔''

قاضی ابوبکر ابن العربی کا موقف:

بلکہ مالکی مذہب کے امام قاضی ابوبکر ابن العربی احکام القرآن، جلد ا صفحہ ۳۸۷ میں لکھتے ہیں:

"عن مالك فى ذالك روايتان ولم يختلف قوله فيه ان الحرام لا يحرم الحلال ولا شك فى ذالك وقد بينها فى مسائل الخلاف ." والله اعلم

امام قرطبی اپنی تفسیر جلد ۵، صفحہ ۱۱۵ میں لکھتے ہیں کہ:

"والصحيح من قول مالك واهل الحجاز ان الزنا لا حكم له لان الله تعالىٰ وسبحانه قال وامهات نسآئكم و ليست التى زنا بها امهات نسائه ولا بنتها من ربائبه ."

''یعنی امام مالک اور اہل حجاز کا صحیح اور ثابت قول یہی ہے کہ (تحریم الانکحہ کے متعلق) زنا کا کوئی حکم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساس کو حرام قرار دیا ہے اور مزنیہ پر ساس کی اصطلاح اور اس کی بیٹی پر ربیبہ کی اصطلاح صادق نہیں آتی۔''

امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام جلد ۵ صفحہ ۳۰۵ میں فرماتے ہیں:

" فان زنا بامرأة ابيه اوابنه او امرأته فقد عصى الله تعالىٰ ولا تحرم عليه امرأته ولا على ابيه ولا على ابنه امرأته لوزنا بواحدة منها..................... قال الله تبارك و تعالىٰ ﴿ولا تنكحوا مانكح آبائكم من النسآء﴾ وقال تعالىٰ وحلائل ابنائكم وقال امهات نسائكم وربائبكم اللتى فى حجوركم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من نسائكم اللاتى دخلتم بهن مختصراً وهكذا فى مختصر المزنى ."

(ص، ۲۸۰ ج ۳ علی ھامش الام)

"یعنی اگر کسی شخص نے اپنے باپ کی بیوی یا بیٹے کی بیوی یا اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کیا ہے لیکن اس کی وجہ سے اس پر اپنی بیوی حرام نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے باپ اور بیٹے پر ان کی بیویاں حرام ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔" (النساء: ۲۲) اور فرمایا کہ "تم پر تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام کی گئیں ہیں۔" (النساء: ۲۳) اور ارشاد فرمایا (تم پر تمہاری ساسیں اور ربیبائیں...... حرام کر دی گئی ہیں۔ (النساء: ۲۳)

اور اسی طرح فقہ شافعی کی کتب میں مصرح ہے کالمہذب لابی اسحاق الشیرازی جلد۲ صفحہ۴۳ ومنہاج الطالبین للنووی صفحہ ۸۷ ومنہاج الطلاب شیخ الاسلام زکریا الانصاری صفحہ۸۱ علی ہامش المنہاج اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کما فی شرح المؤطا للزرقانی جلد۳ صفحہ۱۴۱ اگرچہ ان سے دوسری روایت بھی ہے لیکن آپ کا راجح مذہب عدم حرمت والا ہے جیسا کہ اعلام الموقعین لابن القیم رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ صفحہ۲۵۵ میں ہے:

"والقول الراجح ان ذالك لا يحرم."

"یعنی راجح قول یہی ہے کہ ساس سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوگی۔"

اور اسی طرح امام ابوثور اور امام ابن لمنذر کا بھی یہی قول ہے۔ جیسا کہ بنایہ شرح الہدایہ جلد۲ صفحہ ۳۷ اور عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ۱۰۲ میں ہے۔

نیز امام لیث بن سعد اور امام ابوسلیمان کا بھی یہی مذہب ہے ملاحظہ ہو المحلیٰ جلد ۹ صفحہ ۵۳۳ بلکہ جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۹ طبع الحلبی مصر اور شرح الزرقانی علی المؤطا جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ اور تفسیر الشوکانی جلد ۱ صفحہ ۴۱۱ اور نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام للنواب صدیق حسن خان صفحہ ۸۴ میں ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

امام قرطبی تفسیر قرطبی کی جلد۵ صفحہ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

"قال اكثر اهل العلم لو اصاب رجل امرأة بزنا لم يحرم عليه نكاحها بذالك وكذالك لا تحرم عليه اذا زنا بامها او ابنتها."

"یعنی اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس عورت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اس کا نکاح کرنا حرام نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عورت کی ماں یا بیٹی کے ساتھ زنا کرے تو اس عورت کی بیٹی یا ماں کے ساتھ زنا کرنے کی وجہ سے اس کا اس عورت سے نکاح کرنا حرام نہیں ہوگا۔"

علماء احناف کے نزدیک حرمت مصاہرت کے شروط:

اور علماء حنفیہ بھی چند شروط کے ساتھ اسے جائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ ابن نجیم حنفی البحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۸، ۹۹ میں لکھتے ہیں:

ولیقیدانه لابد ان تکون المرأة حیة لانه لو وطی المیتة فانه لا تثبت حرمة المصاهرة کما فی الخانیه ولیقیدانه لابن ان تون فی القبل لانه لو وطی المرأة فی الدبر فانهٗ لا یثبت حرمة المصاهرة وهو الاصح لانه لیس بمحل الحرث فلا یفضی الی الولد کما فی الذخیرة وسواء کان بصبی او امرأة کما فی غایة البیان وعلیه الفتویٰ کما فی الواقعات ولا نه لو وطئها فافضا ها لا تحرم علیه امها لعدم تیقن کونه فی الفرج الا اذا حبلت وعلم کنه منه ...... ولیقید انه لا بدان یکون بغیر حائل یمنع وصول الحرارة فلوجا معها بخرقة علی ذکرہٖ لا تثبت الحرمة کما فی الخلاصة ولیقید ان الموطوئة لا بدان تکون مشتاهة حالا او ما ضیالان الزنا وطی مکلف فی قبل مشتاهة خال عن الملك او شهوته فلو جامع صغیرة لا تشتهی لا تثبت الحرمة."

یہی مذکورہ بالا بحث درالمختار مع شرح ردالمختار لابن عابدین شامی صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۹ اور فتح القدیر لابن ہمام: ج ۲ ص ۳۶۵ اور فتاویٰ قاضی خان، ج ۲ ص ۲۶۵ تا ۲۶۷ اور خزانۃ الروایات قلمی اور طحاوی، ج ۲ ص ۲۲ تا ۲۹) میں مذکور ہے اور یہ تمام فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتب ہیں۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حنفی مذہب کے مطابق زنا سے حرمۃ المصاہرت ثابت ہونے کے لیے پانچ شروط ہیں۔

اوّل:...... موطوءَ زندہ ہو یعنی فقہ حنفی کے مطابق مردہ عورت سے زنا کرنے والا اس کی اصل یا فرع یعنی ماں یا بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے یعنی بنت المزنیہ المیتۃ ان کے ہاں حلال ہے۔

دوم:...... وطی فی القبل ہو یعنی حنفی مذہب مطابق عورت سے دبر میں زنا کرنے والے کے لیے حرمۃ المصاہرۃ ثابت نہیں ہوگی وہ اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے اور یہی حکم لوطی کے لیے ہے۔

سوم:...... موطوءَ مفضاۃ نہ ہو یعنی بوجہ زنا قبل اور دبر مل گئے نہ ہوں کیونکہ اس صورت میں بھی احناف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں اس کی ماں یا بیٹی یا بہن کے ساتھ نکاح ممنوع نہیں انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس طرح دخول فی القبل کا یقین نہیں ہاں اگر عورت حاملہ ہو جائے اور یقین ہو کہ اسی وطی سے حمل ٹھہرا ہے تو پھر حرمۃ المصاہرۃ ثابت ہوگئی۔

چہارم:...... وطی بلا حائل ہو اگر عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر کسی عورت سے زنا کیا تو فقہ حنفی کے مطابق اس کے لیے اس عورت کی ماں یا بیٹی یا بہن سے نکاح جائز ہے۔

پنجم:...... موطوءہ کم از کم مشتہاۃ ہو غیر مشتہاۃ چھوٹی لڑکی سے زنا کرنے کی وجہ سے حرمۃ المصاہرۃ ثابت نہ ہوگی درالمختار ج ۲ ص ۲۴ مع حاشیۃ الطحطاوی میں کچھ مزید وضاحت ہے۔

"فلو تزوج صغيرة لا تشتهى فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت بآخر جاز للاول التزوج ببنتها لعدم الاشتهاء و كذا تشترط الشهوة للذكر فلو جامع غير مراهق زوجة ابيه لم تحرم ."

اس عبارت سے چھٹی شرط بھی معلوم ہوئی کہ خود زانی بھی بالغ یا کم از کم قریب البلوغ ہو بصورت دیگر حرمت مصاہرۃ ثابت نہیں ہوگی الغرض حنفی علماء کے ہاں بھی مطلقاً زنا حرمت مصاہرۃ کو ثابت نہیں کرتی بلکہ مذکور بالا شروط ضروری ہیں۔

اس باب میں محدثین کا مسلک ائمہ ثلاثہ کے موافق ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی مسلک کو بیان کیا ہے اور از روئے دلائل بھی یہی موقف قوی اور مضبوط ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

"والزنا لا يحرم الحلال ولا يوقع تحريم المصاهرة وقال العراقيون انه يوقع تحريم المصاهرة وبناء المسئلة على كتاب الله وقد صح ذالك عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما ولا يصح عن احد من الصحابة خلاف قوله ."

(خلافیات ج ۲ ص ۹۰ قلمی)

"یعنی زنا حلال کو حرام نہیں کرتی لہٰذا زنا کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اور عراقی لوگوں کا کہنا ہے کہ زنا کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس مسئلہ کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے اور اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی فتویٰ ثابت ہے اور کسی دوسرے صحابی سے اس کی مخالفت ثابت نہیں۔"

ابو محمد (کتاب ہذا کے مصنف شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ) نے کہا کہ واقعتاً اس مسئلے کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے اس بارے میں قرآن مجید کی متعدد آیات مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

یعنی تمہارے لیے (ان مذکورہ اس آیت سے پہلے والی آیت میں ذکر شدہ) رشتوں کے علاوہ باقی سب حلال ہیں یہ حکم عام ہے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ رشتوں کے علاوہ سب کو حلال قرار دیا ہے ان رشتوں کے علاوہ بھی چند دیگر رشتوں کی تخصیص دلائل سے ثابت ہے جیسے پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا اور خالہ اور بھانجی کو جمع کرنا اور اسی طرح چار سے زیادہ نکاح کرنا لیکن مبحوث مسئلہ میں قرآن مجید کی تخصیص کے لیے کوئی روایت بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ وہ روایت مشہور بھی ہو چونکہ یہ شرط (قرآن مجید کی تخصیص کے لیے روایت کے مشہور ہونے کی شرط) احناف کی طرف سے لگائی گئی ہے تو پھر کیا احناف کے نزدیک کتاب اللہ کی تخصیص غیر ثابت کمزور اور غیر مشہور روایات کے ساتھ جائز ہوگی؟

امام المفسرین ابن جریر طبری اپنی تفسیر ج ۵، ص ۱۰ میں لکھتے ہیں:

" ان اللہ جل ثناء ہ بین لعبادہ المحرمات بالنسب والصھر ثم المحرمات من المحصنات من النسآء ثم اخبر جل ثناء ہ انہ احل لھم ما عداھٰؤلاء المحرمات المبینات فی ھاتین الآیاتین ان نبتغیہ باموالنا نکاحاً وملک یمین لا سفاھا ۔"

"یعنی اللہ تعالیٰ (سورۃ النساء: ۲۳، ۲۴) میں پہلے اپنے بندوں کے لیے نسبی رشتوں کی حرمت کا تذکرہ فرمایا پھر سسرالی رشتوں کا اور آخر میں شادی شدہ عورتوں کی حرمت بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ ان کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان سے نکاح کرنے سے ہمارا مقصد دائمی تعلق وقبضہ ہو اور ساتھ ساتھ حق مہر بھی ادا کر دیں۔"

علامہ شوکانی فتح القدیر ج ۱ص ۴۱۳ میں لکھتے ہیں۔

وفیہ دلالۃ علی انہ یحل لھم نکاح ما سوی المذکورات

یعنی اس آیت میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ ذکر شدہ رشتوں کے علاوہ دیگر رشتے حلال ہیں یہی بات خازن مع البغوی علی الہامش، ج ۱ص ۴۲۲، مدارک للنسفی، ج ۱، ص ۲۱۹ ابن کثیر ج ۱ص ۴۷۴، احکام القرآن لابن العربی ج ۱ص ۳۸۳ اور دیگر کتب تفسیر میں موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت میں مبحوث مسئلہ کے متعلق واضح دلالت موجود ہے لہٰذا جب تک صحیح صریح اور غیر مطعون روایت نہیں پیش کی جاتی تب تک اس آیت کی تخصیص خیالی پلاؤ کے سوا کچھ نہیں البتہ جو روایات مجہول محرر نے نقل کی ہیں ان میں سے کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جیسا کہ ان کی حقیقت اپنے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جن آیات سے مسئلہ ہذا پر استدلال کیا گیا ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَ اُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ﴾ (النساء: ۲۳) کہ تم پر تمہاری ساسیں حرام کی گئی ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمْ﴾ اور تم پر تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔ جمہور نے ان دونوں آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ مزنیہ پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ ساس ہو اور یہ بات بھی صادق نہیں آتی کہ وہ بیٹوں کی بیوی ہو یہی بات فتح القدیر للشوکانی، ج ۱، ص ۴۱۱ اور اعلام الموقعین، ج ۳ ص ۲۵۵ طبع مصر میں مذکور ہے امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ج ۵ صفحہ ۱۱۵ میں لکھتے ہیں۔

"ولیس التی زنا بھا من امھات نسائه ولا ابنتھا من ربائبه."

کہ مزنیہ کو ساس اور اس کی بیٹی کو ربیبہ کہنا درست نہیں یعنی یہ دونوں نام ان پر صادق نہیں آتے لہٰذا جب یہ دونوں نام ان پر صادق نہیں آتے تو زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اور انہی آیات میں سے جن سے حرمت مصاہرت بالزنا کے عدم ثبوت پر استدلال کیا گیا ہے یہ آیت کریمہ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء: ۲۲)

"کہ تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے آباء (باپوں) نے نکاح کیا ہو۔"

امام ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین ج ۳، ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں:

انما المراد النکاح الذی ھو من السفاح ولم یات فی القرآن النکاح المراد به الزنا فقط ولا الوطی المجرد عن عقد."

امام ابن العربی احکام القرآن ج ۱ ص: ۳۶۸ میں لکھتے ہیں:

"والمعنی انه صحیح ولا تنکحوا نسآء آباء کم ولا تکون ما ھنا بمعنی المصدر ولا تصالھا بالفعل وانما ھی بمعنی الذی وبمعنی من والدلیل علیه امران احدھما ان الصحابة تلقت الآیة علی ھذا المعنی ومنه استدلت علی منع نکاح حلائل الآباء الثانی ان قوله انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا تعقب النھی بالذم البالغ المتتابع وھذا دلیل علی انه انتھاء من القبح الی الغایة وذالك ھو خلف الابناء علی حلائل الآباء اذا کانو فی الجاھلیة یستقبحون...... و فاعله ویسمونه...... نسبوه الی المقت فاما النکاح...... فلم یکن عندھم ولا یبلغ الی ھذا الحد۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

”والقول الراجح ان ذالك لايحرم كما هو قول الشافعي واحد الروايتين عن مالك فان التحريم بذالك موقف على الدليل ولا دليل من كتاب ولا سنة ولا اجماع ولا قياس صحيح وقياس السفاح على النكاح فى ذالك لا يصح لما بينهما من الفروق والله جعل الصهر...... النسب وجعل ذالك نعمة من نعمة التى امتن بها على عباده فكلاهما من نعمه واحسانه فلايكون الصهر من آثار الحرام وموجباته كما لايكون النسب من آثاره بل اذاكان النسب الذى هو اصل لا يحصل بوطى الحرام فالصهر الذى هو فرع عليه هو مشبه به اولىٰ ان لا يحصل بوطى الحرام وايضا فلو ثبتت المحرمية التى هى من احكامه فاذالم تثبت الحرمة.......... ومما يدل على صحة هذا القول ان احكام النكاح التى رتبها الله تعالىٰ عليه من العدة والاحداد والميراث والحل والحرمة ولحوق النسب ووجوب والمهر وصحة الخلع والطلاق والظهار والايلاء والقصر على واربع وجوب القسم والعدل بين الزوجات وملك الرجعة وثبوت الاحصان و الاحلال للزوج والاول وغير ذالك من الاحكام لا يتعلق شئى منها بالزنا وان اختلف فى العدة والمهر والصواب انه لا مهر لبغى كمادلت عليه سنة رسول الله ﷺ وكما نصر الله عقول الناس على استقباحه فكيف يثبت تحريم المصاهرة من بين هذه الاحكام ـآه مختصراً. “

(اعلام الموقعين : ج ۳، ص ۲۵۵ تا ۲۵۷)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری: ج ۱۱ص ۲۵ طبع الحلبی المصریہ میں رقمطراز ہیں:

”وابى ذالك الجمهور وحجتهم ان النكاح فى الشرح انما يطلق على المعقود عليها لا على مجرد الوطى وايضا فالزنا لا صداق فيه ولا عدة ولا ميراث . “ (فتح البارى: ج ۹، ص۱۹٦ تحت الرقم: ۵۱۰۵ طبع دارالسلام)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کہ جمہور نے ان (احناف) کی اس بات کا انکار کیا ہے (کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے) جمہور کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں نکاح کا اطلاق عقد پر ہوتا ہے نہ کہ خالی وطی پر اور زنا میں نہ مہر ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی عدت یا میراث ہوتی ہے، لہٰذا زنا کو نکاح پر قیاس کرنا باطل ہے۔''

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قد اجمع اهل الفتویٰ من الامصار علی انه لا یحرم علی الزانی تزوج من زنا بها فنكاح امها وبنتها اجوز." (ایضاً حواله سابقه)

''یعنی تمام اوطان وامصار کے اہل الفتویٰ حضرات کا اجماع ہے کہ زانی پر مزنیہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں۔ (بشرطیکہ ان سے زنا کا ارتکاب اتفاقاً ہوا ہو نہ کہ وہ پیشہ ور ہوں کیونکہ شریعت میں نکاح کے لیے پاکدامنی کی شرط بھی موجود ہے۔ محمدی) تو پھر مزنیہ کی ماں اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا تو بالاولیٰ جائز ہوگا۔ یہی بات زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المؤطا: ج ۳، ص ۱۴۲ اور الباجی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتقیٰ: ج ۳، ص ۳۰۶ میں فرمائی ہے اور اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بڑا تفصیلی عمدہ اور بہترین ہے اسے ہم اس کتاب کے آخر میں نقل کریں گے۔ ان شاء اللہ!

مجہول محرر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ (حرمت مصاہرت بالزنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح ثابت ہے۔

ہم کہتے ہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بالکل برعکس ثابت ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ الخلافیات میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

قال اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا یحیی بن ابی طالب انا عبدالوهاب بن عطاء انا سعید عن قتادة عن یحییٰ بن یعمر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه قال فی رجل زنا بام امرأة اوابنتها فانهما حرمتان یخطاهما ولا یحرمان ذالك علیه قال وقال یحییٰ بن یعمر ما حرم حرام حلالا تابعه هشام الدستوائی عن قتادة وانبأنی ابو عبدالله الحافظ اجازة انا ابو الولید ثناء الحسن بن سفیان ثنا ابوبكر ثنا عبدالاعلی عن قیس بن سعید عن عطاء عن ابن عباس قال جاوز حرمتین الی حرمة ولم یحرم الله ذالك علیه۔"

''یعنی اس نے دو حرمتوں کو پامال کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کی بیوی کو حرام قرار نہیں دیا۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا کہ کوئی حرام کام حلال کو حرام نہیں کرتا مذکورہ روایت کو بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں ہشام الدستوائی نے قتادہ سے روایت کرنے میں سعید کی متابعت کی ہے۔کہا ابومحمد نے کہ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ اپنی مصنف : ج ۲،ص ۶۰۰ قلمی میں روایت کیا ہے اور ہشام دستوائی کی متابعت والی روایت (جس میں انہوں نے سعید کی متابعت کی ہے) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سنن: ج ۲،ص ۱۶۸ میں بایں الفاظ مروی ہے۔

"قال اخبرنا ابو عبدالله ثنا ابو العباس ثنا یحییٰ انبأ عبدالوهاب انبأ هشام الدستوائی عن قتادة عن یحییٰ بن یعمر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما تخطیٰ حرمتین وقال ایضاً اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابی المعروف انبأ عبدالله محمد بن عبدالوهاب ثنا محمد بن ایوب انبأ مسلم بن ابراهیم ثنا هشام ثنا قتادة عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی رجل غشیٰ ام امرأة قال تخطیٰ حرمتین ولا تحرم علیه امرأته."

"یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کی ماں سے زنا کیا کہ اس نے دو حرمتوں کو پامال کیا ہے اس کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔"

(مصنف ابن ابی شیبه : ج ۲،ص ۵۸۹ قلمی ۳،ص ۴۶۹ کتاب النکاح : باب الرجل یقع علی ام امرأته.......... رقم ۶۲۲۷ مطبوعہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔)

"عن علی بن مسهر عن سعید عن قتادة عن یحییٰ بن معین عن ابن عباس قال حرمتان ان یخطاهما ولا یحرمهما ذالك علیه."

"جس شخص نے اپنی بیوی کی ماں یا بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کیا) وہ دو حرمتوں کو پامال کرنے والا ہے لیکن اس کی وجہ سے اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔"

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف: ج ۳،ص ۹۶ قلمی میں روایت نقل فرماتے ہیں:

"اخبرنا معمر عن قتادة قال سئل ابن عباس فی الرجل یزنی بام امرأته قال تخطی حرمة الا حرمة ولم تحرم علیه امرأته."

"یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آدمی سے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی ساس سے زنا کر بیٹھتا ہے آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے ایک بہت بڑی حرمت کو پامال کیا ہے لیکن اس (زنا کاری کی) وجہ سے اس پر اپنی بیوی حرام نہیں ہوگی۔"

اور مصنف عبدالرزاق ج ۳،ص ۹۶ قلمی میں ہے:

"اخبرنا ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی رجل زنا باخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرأته تخطى حرمة الا حرمة لا تحرم عليه امرأته قال ابن جريج وبلغني عن عكرمة مثله . "

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کیا کہ اس (زنا کاری) کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہو گی۔ اسی متن کو ابن جریج نے عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے جسے امام بخاری نے صحیح البخاری کتاب النکاح باب مایحل من النساء وما یحرم رقم الباب ۲۵ رقم الحدیث ۵۱۰۵ میں نقل کیا ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری: ج ۱۱، ص ۵۹ مطبوعہ حلبی المصریہ میں فرماتے ہیں اسنادہ صحیح یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

اور اسی مذکورہ بالا متن سے مروی ایک روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن وہ مرسل ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا باب میں وضاحت فرمائی ہے، البتہ فتح الباری صفحہ ۶۱ میں ہے کہ وصله البيهقي من طريق يحيىٰ بن ايوب عن عقيل عنه اى عن الزهري.

"انه سئل عن رجل وطى ام امرأته فقال قال على بن ابى طالب لا يحرم الحرام الحلال . "

"یعنی اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن ایوب عن عقیل عن الزہری کے طریق سے موصولاً بیان کیا ہے۔"

مجہول محرر اپنی تحریر میں لکھتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے برعکس کسی بھی دوسرے صحابی سے کوئی روایت ثابت نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے کسی کی تقلید میں نقل کی ہے ورنہ کسی ایک صحابی سے خواہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی ہوں۔ (حرمت مصاہرت کے ثبوت پر) کوئی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی یا اگر کوئی روایت سنداً صحیح بھی ہے تو اس میں مطلوب پر واضح دلالت موجود ہی نہیں، جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

الغرض! ائمہ حدیث کی تحقیق کی رو سے حرمت مصاہرت کے متعلق کوئی ثبوت نہیں نہ کوئی حدیث ثابت ہے اور نہ ہی اقوال صحابہ بلکہ قیاس وعقل کے مطابق بھی یہ مسلک صحیح نہیں اب محرر مجہول کی تحریر کی مفصل ومدلل تردید وتنقید لکھی جاتی ہے:

وسوف ترىٰ اذا انكشف الغبار

افرس تحت رجلك ام حمار

محرر مجہول نے لکھا ہے کہ: شریعت کی تحقیق کے مطابق عورت کی بیٹی یا ماں زانی پر حرام ہو جاتی ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول شریعت سے مراد قرآن وحدیث ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا﴾ (الجاثیہ: ۱۸)

''یعنی پھر ہم نے آپ کو شریعت کے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اسی کی پیروی کرتے ہوئے چلتے رہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے حکم اور امر کو وحی کہا جاتا ہے اسی وجہ سے حکم ہوا کہ

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

''کہ اے پیغمبر ﷺ آپ (لوگوں سے) کہہ دیں کہ میں اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔''

اور وحی بھی فقط قرآن وحدیث ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کتاب اور حکمت (حدیث) کو نازل کیا ہے۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ﴾

(البقرة: ۲۳۱)

''اور تم ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر انعام فرمائی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کتاب اور حکمت (حدیث) نازل فرمائی ہے اس کو بھی یاد کرو۔''

حافظ ابن کثیر تفسیر ج ۱ ص ۱۸۴ میں فرماتے ہیں:

"ويعلمكم الكتاب والحكمة يعني القرآن والحكمة يعني السنة ."

''یعنی کتاب سے مراد مذکورہ بالا آیات میں قرآن مجید اور الحکمۃ سے مراد سنت وحدیث ہے۔ حکمت کی یہ تفسیر حسن بصری، قتادہ، مقاتل بن حیان وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس لیے غیر وحی کو شریعت نہیں کہا جائے گا اور شریعت یعنی وحی سے جمہور کا مذہب ہی ثابت ہے نہ کہ مدعیان حرمت کا اور اگر شرع سے محرر مجہول کی مراد فقہ ہے تو پھر یہ اشکال لازم آئے گا کہ فقہ حنفی کے سوا باقی (۳) فقہیں شریعت نہیں ہیں کیا؟ اسی طرح باقی تینوں اہل مذاہب پر یہی سوال وارد ہوگا اور اگر تمام فقہیں شریعت ہیں تو پھر اختلاف کیوں؟ حالانکہ شریعت منزل من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ حکم میں اختلاف نہیں ہوا کرتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۸۲)

''یعنی اور اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف پاتے۔"

نیز مسئلہ ہذا میں ایک فقہ میں حلت کا حکم ہے اور دوسری میں حرمت کا تو پھر یہ لازم آئے گا کہ جس فقہ میں زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی فتویٰ ہے وہ بھی شریعت اور جس میں عدم حرمت کی فتویٰ ہے وہ بھی شریعت ہی کہلائے گی۔ حالانکہ ایسا حکم (جس میں کسی چیز کی نفی بھی ہو اور اثبات بھی) مذکورہ بالا آیت کے مطابق منزل من اللہ نہیں ہوسکتا ایضاً۔ اگر فقہ حنفی کی حرمت والی فتویٰ حق ہے تو پھر فقہ شافعی یا مالکی یا وغیرہ کی عدم حرمت والی فتویٰ باطل ہے اور اگر ان کی حلت والی فتویٰ حق ہے تو فقہ حنفی کی حرمت والی فتویٰ باطل ہے کیونکہ حق کے مقابل حق نہیں بلکہ باطل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (یونس: ۳۲)

"یعنی حق کے (واضح ہو جانے کے) بعد گمراہی اور ضلالت کے سوا کچھ نہیں۔"

فقہ کے پرستاروں کے لیے صرف دو صورتیں ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾ (النساء: ۵۹)

"اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے تو یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بھی بہت اچھا ہے) کو اپناتے ہوئے اصل شریعت (قرآن وحدیث) کی طرف رجوع کرتے ہوئے حق کو معلوم کریں۔"

دوسری صورت یہ ہے کہ مستقل دو یا چار شریعتیں قبول کریں اور یہ محال یہ من نہ گویم کہ این.......... اب دیکھتے ہیں کہ اہل فقہ کس طرح آپس میں صلح کرتے ہیں اور حق والا راستہ تلاش کرتے ہیں۔

وکل یدعی وصلا لیلیٰ
ولیلیٰ لا تقر لهم بذاكا

الحاصل:...... شریعت وحی الٰہی کا نام ہے لہٰذا اپنی طرف سے جوڑی ہوئی اور من گھڑت فقہ کو وحی کہنا صحیح نہیں۔

اور غیر وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کے متعلق قرآن وحدیث میں وعید شدید وارد ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾

(البقرة: ۷۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پس ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی طرف سے کتاب لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس (کتاب) کے ذریعے سے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں پس ان کے لیے اس (کتاب) کے لکھنے اور (اس کی قیمت) کھانے کے بسبب ویل ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((القضاة ثلاثة اثنان فی النار و واحد فی الجنة رجل علم الحق فقضیٰ به فهو فی الجنة ورجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فهو فی النار اخرجه الا ربعة والحاکم من حدیث بریدة والطبرانی بمعناه من حدیث ابن عمر.)) (سنن ابی داؤد: کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطی رقم ۳۵۷۳ وابن ماجه رقم: ۲۳۱۵ وسنن ترمذی رقم الحدیث ۱۳۲۲)

''کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور باقی دو جہنم میں وہ قاضی جو حق کو جان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ جنت میں جائے گا وہ قاضی جو جہالت اور لاعلمی پر فیصلہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور وہ قاضی جو حق کو جانتے ہوئے بھی فیصلے میں ظلم کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔''

اب محرر مجہول خود غور کرے کہ اس کا شمار ان تینوں اقسام میں سے کس قسم میں ہوتا ہے؟

﴿كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾ (الاسراء: ۱۴)

محرر مجہول لکھتا ہے کہ: (ابن ہمام نے) فتح القدیر میں اور عینی نے (شرح ہدایہ میں) لکھا ہے............الخ

اقول: بعینہٖ اس طرح جس طرح محرر مجہول نے عبارت نقل کی ہے فتح القدیر میں ہے اور نہ ہی عینی شرح ہدایہ میں ہے بلکہ مضمون کے کچھ فقرے فتح القدیر میں ہیں اور کچھ عینی شرح ہدایہ میں اور کچھ تو ان دونوں میں سے کسی میں نہیں۔ خاص طور پر مرفوع روایت:

"لو مس امرأة بشهوة حرمت علیه امها وبنتها."

نہ عینی نے نقل کی ہے اور نہ ہی ابن ہمام نے "کما سیأتی ان شاء الله فی محله" یہ ہے مفتیوں کے نقل وحکایت کا حال ہے باقی ان کے تفقہ اور افتاء کا حال معلوم نہیں کیا ہو گا؟ ع

قیاس کن گلستان من بہار مرا

بہر حال ذیل میں محرر مجہول کی عبارت کا لفظ بلفظ جواب لکھا جاتا ہے۔ والله ولی التوفیق وبیده

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازمۃ التحقیق۔

محررِ مجہول نے عینی اور ابن الھمام کی طرف درج ذیل عبارت کا انتساب کیا ہے ہم پہلے وہ عبارت نقل کرتے ہیں پھر اپنی گذارشات عرض کریں گے، لہٰذا اس پہلے وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں جو محرر صاحب نے نقل کی ہے۔

فتح القدیر اور شرح ہدایہ عینی میں ہے کہ:

”من زنا بامرأة او مسها بشهوة او نظر الى فرجها الداخل بشهوة والمرأة مسته بشهوة اونظرت الى ذكره بشهوة لتثبت بها حرمات اربع تحرم هى على آباء الواطى وان علوا وعلیٰ اولادہ وان سفلوا وتحرم على الواطى امهاتها وان علون وبناتها وان سفلن.“

”یعنی جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا یا اسے شہوت کے ساتھ چھوا یا شہوت کے ساتھ اس کے داخل الفرج کی طرف دیکھا اور اس عورت نے اسے شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کے ذکر کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھا تو ان کے ان افعال سے چار حرمتیں ثابت ہو جائیں گی۔ (۱)...... مزنیہ زانی کے آباء واجداد پر حرام ہو جائے گی۔ (۲)...... مزنیہ زانی کی اولاد (بیٹے، پوتے......) پر حرام ہو جائے گی۔ (۳)...... زانی پر مزنیہ کی ماں (آخر تک) حرام ہو جائیں گی۔ (۴) زانی پر مزنیہ کی بیٹی اور پوتی آخر تک حرام ہو جائیں گی۔“

جواب:...... اولاً اس کے بارے میں کئی طریق سے گفتگو ہو سکتی ہے ایک تو اس بارے کوئی بھی دلیل قرآن وحدیث، اجماع میں نہیں بلکہ نہ کوئی کسی صحابی کا قول ہے اور نہ ہی صریح اور صحیح قیاس ہے بلکہ یہ عقلی اور نقلی دلائل کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ زنا حرام ہے اور نکاح حلال ہے ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے پھر زنا کو نکاح پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے جب کہ ان میں کسی اعتبار سے کوئی موافقت موجود نہیں بلکہ زنا ظلم وجور ہے اور نکاح ایسا نہیں نکاح میں اجر وثواب ہے اور زنا میں گناہ اور وزر ہے تو پھر ان دونوں میں کیا مطابقت ہے؟ بلکہ آپ کے نزدیک بھی زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں مطلق طور پر یہی حکم نہیں بلکہ آپ بھی اسے کئی شرط وقیود سے مشروط اور مقید کرتے ہو جن کا ذکر گزر چکا ہے تمہارے نزدیک میتہ اور غیر مشتھاۃ (غیر بالغ) سے وطی کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور تمہارے نزدیک وطی فی الدبر اور ذکر کے اوپر کپڑے لپیٹنے کی صورت میں بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی اور تم موطوءۃ کے لیے کے لیے غیر مفضاۃ (وطی کرتے وقت قبل اور دبر کے نہ ملنے کی شرط) لگاتے ہو یہاں تک کہ حمل ظاہر ہو جائے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں یہ تفصیلات کہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے موصول ہوئی ہیں اور یہ تقسیمات تم نے کہاں سے اخذ کی ہیں؟ قرآن پاک سے؟ صحیح یا ضعیف احادیث سے؟ کسی صحابی کے قول سے؟ یا صحیح اور صریح قیاس سے؟ اس کے برعکس تمہارا ایک مسلک ہے کہ تم زانی کے لیے مزنیہ کے ساتھ نکاح کو جائز کہتے ہو جیسا کہ فتح القدیر ج ۲،ص ۳۸۱ میں ہے:

"لو كان الحبل من زنى منه فالنكاح صحيح ."

''کہ اگر حمل زانی ہی سے ہو تو پھر زانی اور مزنیہ کا نکاح درست ہے۔''

اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔

"قال رجل تزوج حاملاً من زنى منه فالنكاح صحيح عند الكل وليحل وطيها عندالكل ."

اور یہی بات طحاوی علی الدر المختار: ج ۲،ص ۳۴ اور بنایہ شرح الہدایہ للعینی: ج ۲،ص ۶۲ میں مذکور ہے۔ پھر تم زانی کے لیے مزنیہ کی ماں یا بیٹی یا بہن سے نکاح کو کیوں جائز نہیں کہتے؟ کیونکہ اگر وہ (زانی کا مزنیہ سے نکاح) جائز ہے تو پھر یہ (زانی کا مزنیہ کی ماں، بیٹی، بہن) سے نکاح بالاولیٰ جائز ہے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر کا کلام اس بارے میں گزر چکا ہے بلکہ یہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کے لیے ایک حیلہ ہے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین: ج ۳،ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں:

"ومن الحيل المحرمة التي يكفر بها من افتىٰ بها تمكين المرأة ابن زوجها من نفسها.......... نكاحها حيث صارت موطوئة وكذا بالعكس او نكاح امرأته ."

قاضی خان اپنے فتاویٰ ۱۶۸ میں لکھتے ہیں:

"مسئلة فقال وان قبل امرأة ابيه عن شهوة حرمت على ابيه ."

''یعنی اگر کوئی شخص اپنے باپ کی بیوی سے شہوت سے بوسا لے لے تو وہ (عورت) اس کے باپ پر حرام ہو جائے گی۔''

یہ ایسی صورت ہے جو مسلمانوں کے نکاحوں کو فاسد اور باطل کر دیتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں، ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ:

"نظر الى الفرج الداخل اور نظر الى الفرج الخارج ."

میں کیا فرق ہے؟

کیا اس بارے میں قرآن حکیم یا حدیث شریف یا کسی صحابی کے قول میں کوئی رہنمائی موجود ہے؟ یا پھر کوئی قیاس صحیح ہو جو اس پر درست طور پر دلالت کرتا ہو؟ تو پھر ان میں فرق کرنا بغیر دلیل کے ہے بلکہ یہ ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضول بات ہے۔

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (النمل: ٦٤)

ہدایہ: ج۱،ص۲۸۹ میں ہے:

"ولو مس فانزل فقد قیل انه یوجب الحرمة والصحیح انه لا یوجبها لانه بالانزال تبین انه غیر مفضی الی الوطی۔"

''اگر کوئی شخص کسی عورت کو چھو لے اور اسے انزال ہو جائے تو بعض کے نزدیک یہ موجب حرمت ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ موجب حرمت نہیں ہوگا، اس لیے کہ انزال سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ مس (چھونا) مفضی الی الوطی نہیں تھا۔''

فتح القدیر: ج۳،ص۱۳۱ میں ہے:

"والمختار لاتثبت کقول المصنف وشمس الائمة والبزدی بناء علی ان الامر موقوف حال المس الی ظهور عاقبتہٖ ان ظهر انه لم ینزل حرمت والالا."

''یعنی مختار مذہب یہی ہے کہ حرمت ثابت نہیں ہوگی جیسا کہ مصنف (صاحب ہدایہ) شمس الائمۃ اور بزدی نے بھی یہی کہا ہے اس امر (حرمت) کی بناء اس بات پر ہے کہ چھوتے وقت کی کیفیت کے بعد اس کے انجام کو دیکھا جائے گا کہ انزال ہوا کہ نہیں اگر ہوا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اگر انزال نہیں ہوا تو پھر حرمت ثابت ہو جائے گی۔''

ثالثا: ......شہوت کو مقید کرنا بھی کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ حرمت تمہارے نزدیک انزال سے بھی ثابت نہیں ہوتی جو کہ شہوت کا مرکز ہے، پھر یہ تفریق بغیر مفرق کے ہوئی، پھر تمہارے نزدیک شہوت کی حد میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ البحر الرائق ج۳،ص۱۰۰ میں ہے:

"فقیل لابدان تنتشر آلته اذا لم تکن منتشرة اوتزداد انتشاراً ان کانت منتشرة وقیل حدها ان یشتهی بقلبه ان لم یکن۔ اویزداد ان کان مشتهیا ولا یشرط تحرك الآلة وصححهٗ فی المحیط وفی التحفة وغایة البیان وعلیه الاعتماد وصحح الاول صاحب الهدایة و فائدة الاختلاف کما فی الذخیره تظهر فی الشیخ الکبیر و .... والذی ما تت شهوة فعلی القول الاول لا تثبت الحرمة وعلی الثانی تثبت فقد اختلف التصحیح لکن فی الخلاصة وبه یفتی ای بما فی الهدایة فکان هو المذهب لکن ظاهر ما فی .... وفتح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القدیر ان میل القلب کاف فی و.......... اتفاقا ان محل الاختلاف فیمن یتأتی منه الانتشار اذا مال بقلبه ولم تنتشر آلته وهوا حسن مما فی الذخیرة ۔"

فتح القدیر ج ۲،ص ۲۶۷ میں تمہارے ان فقہاء کا ایک اور اختلاف مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص عورت کا بوسہ لیتا ہے لیکن شہوت کا انکار کرتا ہے اس میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی کیونکہ بوسہ اکثر شہوت کے بغیر ہوتا ہی نہیں اس کی بات اس وقت قبول نہیں کی جائے جب اس کے برعکس ثابت نہ ہو جائے عضو کے انتشار وغیرہ سے ایک قول کے مطابق اس کی بات قبول کر لی جائے گی، ایک دوسرے قول کے مطابق اس میں تفصیل ہے کہ بوسہ سر، پیشانی، رخسار اور منہ میں سے کسی جگہ کا ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی ورنہ نہیں، ان تمام اقوال کی قرآن اور حدیث صحیح بلکہ ضعیف میں بھی کوئی دلیل نہیں اور یہ چیزیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان چیزوں سے بہت دور رکھا تھا بلکہ ان کے شان مبارک کو یہ لائق بھی نہیں یہ کام جہلاء کا ہے کہ جو بغیر دلیل کے فتویٰ دینے کے درپے ہوں اور بغیر دلیل کے حلت وحرمت کا فتویٰ تھوپنے والے ہوں اور یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جو غیر واقع امور کو حل کرنے کے پیچھے ہوں جو امور واقع نہیں ہوئے ان کے متعلق مسائل فرض کر کے ان کو حل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے ہوں امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لوگوں پر لعنت فرماتے تھے جو ایسے مسائل پوچھتے ہیں جو واقع نہیں ہوئے۔(اخرجه الدارمی: ج ۱،ص ۴۷)

پس ہم محرر مجہول کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ ان حدود میں کونسی حد کو اختیار کرو گے اور اقسام نظر اور اقسام لمس میں سے کس قسم کو اپناؤ گے اور ان اقوال میں سے کس قول کو ترجیح دو گے؟ کن وجوہ ترجیح کی بناء پر؟ وہ وجہ ترجیح ہمیں بھی بتاؤ تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ وجہ ترجیح کا سبب بننے کے قابل ہے بھی کہ نہیں یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ان کی جانچ پڑتال اور پرکھ کرنا آپ لوگوں کے بس کی بات ہی نہیں بلکہ آپ لوگوں کے جو جلیل القدر فقہاء ہیں ان پر گویا ان کی پرکھ کرنا حرام کر دی گئی ہے فرضی مسائل میں تو اپنا سر کھپاتے رہے لیکن ان باتوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا حقیقت ہے کہ یہ کام راجح مرجوح کی معرفت دو امور میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا محدثین کرام رحمہم اللہ کا کام ہے گویا کہ انہیں اسی کام کے لیے پیدا کیا گیا تھا، پھر ہم اس (مجہول محرر) سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا سائل سے آپ نے ان شروط وتفصیلات کے متعلق پوچھا تھا جن شروط وقیود کو تمہارے بڑوں نے نقل کیا ہے جن کے اقوال پر آپ نے بغیر سوچے سمجھے فتویٰ دے دیا ہے۔

آپ کے اوپر لازم تھا کہ آپ مسائل سے پوچھتے کہ اس نے مزنیہ سے قبل میں وطی کی ہے یا دبر میں؟ اور قبل اور دخول کی تمام تر تفصیلات کے متعلق پوچھتے تاکہ لوگوں پر آپ کے تفقہ اور آپ کی فقہ کے تمام اسرار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورموز آشکار ہو جاتے واللہ آپ نے ان تفصیلات وشروط کو معلوم کیے بغیر کیسے فتویٰ دے دیا حالانکہ آپ کو معلوم ہے "اذافات الشرط فات المشروط" کہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح صحت فتویٰ مذکورہ اقسام وحدود کی تحقیق اور تعین پر موقوف ہے۔ یقین جان آپ نے فتویٰ دے کر خود کو بھی ہلاک کیا ہے اور دیگر لوگوں کو بھی ہلاک کیا ہے۔

رابعاً: کیا آپ کے فقہاء نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ جب عورت آدمی کو چھوئے یا اس کی عضو خاص کو دیکھے تو اس (عورت) کی شہوت کی کیا حد ہو گی؟ کیا عورت کی حد شہوت اشتہاء اور تحرک ہو گی اور اشتہاء اور تحرک کا کیا معنی ہے؟ یا عورت کی حد شہوت انزال ہو گی یا اس کے علاوہ کچھ اور؟ اگر آپ کے پاس اس بارے میں کچھ علم (فقہ حنفی کے مطابق) ہے تو اسے پیش کر اگر آپ عورت کی حد شہوت کو مرد کی حد شہوت پر قیاس کرے گا تو مذکورہ تمام سوالات آپ کے اوپر وارد ہوں گے اور ان کا جواب دینا آپ کے بس سے باہر ہے۔ اس کے علاوہ کیا تم نوجوان اور بڑھیا عورت کی حد شہوت میں فرق کرو گے یا نہیں اور کیا تم بوڑھے مرد کی طرح بوڑھی عورت کے لیے بھی عدم انزال کی شرط لاگو کرو گے؟

ان كنت لا تدري فتلك مصيبة
وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

خامساً: محرر مجہول نے دونوں صورتوں یعنی مرد کے عورت کو چھونے اور عورت کے مرد کو چھونے کی صورت میں صرف اصل اور فرع کی حرمت نقل کی ہے جب کہ اس نے بھائیوں اور بہنوں اور خالاؤں کا کوئی ذکر نہیں کیا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کی بہن (اپنی سالی) یا بیوی کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا اس کی بھتیجی سے زنا کر بیٹھے یا اس کا بوسا لے لے یا شہوت کے ساتھ اسے چھولے یا اس کی شرمگاہ کو دیکھے جیسا کہ آپ نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے کیا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اسی طرح عورت آدمی کو بوسا دے یا اسے شہوت کے ساتھ چھوئے یا اس کے عضو خاص کی طرف دیکھے۔ (كما قلتم) کیا اس پر اس کا شوہر حرام ہو جائے گا یا نہیں؟ کیا اس کی صراحت تمہارے فقہاء نے کی ہے؟ اگر تمہارا جواب انکار میں ہے تو ہم کہیں گے کہ اس فرق پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم مرد پر زنا کی صورت میں) مزنیہ عورت کی ماں اور اس کی بیٹی کو تو حرام قرار دیتے ہو لیکن اس کی بہن کو حرام نہیں کہتے اور اس طرح عورت پر (اس کے کسی شخص کو چھونے بوسا لینے، عضو خاص کو دیکھنے کی صورت میں) اس شخص کے بیٹے اور اس کے باپ کو حرام قرار دیتے ہو لیکن اس شخص کے بھائی کو اس پر حرام نہیں کہتے۔

تلك اذا قسمة ضيزى

اور اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو تم سے دلیل کا مطالبہ ہو گا کہ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مذکورہ بالا سوالات (شہوت کی حد اور نظر الی الفرج وغیرہ) کے جوابات بھی تمہارے ذمے ہوں گے۔

سادساً: محرر مجہول نے لکھا ہے کہ مزنیہ عورت پر زانی کا باپ اور باپ کا باپ آخر تک حرام ہو جائیں گے اور مزنیہ پر زانی کا بیٹا اور بیٹے کے بیٹے آخر تک حرام ہو جائیں گے ہم کہتے ہیں کہ کیا زانی پر مزنیہ کے باپ کی ماں اور کیا مزنیہ زانی کے بیٹے پر زانی کی ماں کا باپ حرام ہو گا یا نہیں؟ اور اسی طرح کیا زانی پر مزنیہ کے بیٹے کی بیٹی اور کیا مزنیہ کے بیٹے پر حرام ہو جائے گی یا نہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو کس بناء پر تم نے ان کو حرام قرار دے دیا ہے کیا ان کا تعلق اصل سے ہے یا فرع سے؟ دوسری صورت میں یعنی اگر جواب انکار میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم نے یہاں پر قیاس کو کیوں ترک کر دیا ہے؟ کیا تم آدمی کے لیے اس کے باپ کی ماں کے ساتھ یا اپنے باپ کی بیوی کے بیٹے کی بیٹی کے ساتھ نکاح کے جواز کا فتویٰ دو گے؟ اور کسی عورت کے لیے یہ فتویٰ صادر کرو گے کہ وہ اپنے شوہر کی ماں کے باپ کے ساتھ یا اپنے شوہر کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ نکاح کر لے؟

محرر مجہول کے دلائل اور ان کے جوابات:

دلیل نمبر ۱:...... محرر مجہول نے بطور (دلیل ایک حدیث پیش کی ہے جو کہ درج ذیل الفاظ سے مروی ہے:

"من نظر الى فرج امرأة لم تحل له امها وبنتها."

''جس نے کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھا اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں۔''

الجواب:...... اولاً: یہ حدیث باطل ومردود ہے اس کا انتساب نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا جائز نہیں اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف میں مندرجہ ذیل سند ومتن کے ساتھ روایت کیا ہے:

"عن جرير بن عبد الحميد عن حجاج عن ابى هانئ قال قال رسول الله ﷺ من نظر الى فرج امرأة لم تحل له امها ولا بنتها."

یہ سند سخت مردود وضعیف ہے اولاً اس کی سند میں حجاج (ابن ارطاۃ) ہے جو کہ ضعیف ہے اس پر تفصیلی جرح کے لیے میزان الاعتدال: ج۱، ص۲۱۳ اور دیگر کتب رجال کا مطالعہ کریں۔ ثانیاً: حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھا جس طرح التبيين في الاسماء المدلسين لابن العجمي ص۵، قلمی میں ہے "وقال مشهور به (اى التدليس) عن الضعفاء وغيرهم." یعنی یہ (حجاج) ضعیف رواۃ سے تدلیس کرنے میں مشہور تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے طبقات المدلسین میں چوتھے طبقے میں ذکر کر کے رقم فرمایا ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”وصفه النسائی وغیره بالتدلیس عن الضعفاء وممن اطلق علیه التدلیس ابن المبارك ویحییٰ القطان ویحییٰ بن معین واحمد .“

یعنی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ ضعفاء سے تدلیس کرتا تھا اور اسی طرح امام ابن المبارک، یحییٰ القطان، یحییٰ بن معین، احمد رحمہم اللہ نے اسے مدلس قرار دیا ہے۔

ثالثاً: حجاج بن ارطاۃ کا لقاء ابو ہانی سے ثابت نہیں اور ابو ہانی کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔

رابعاً: ابو ہانی غیر معروف ہے اسے ابو ہانی کے بجائے ام ہانی بھی کہا گیا ہے، لیکن ام ہانی بھی ضعیف ہے جیسا کہ (میزان: ج ۳، ص ۳۸۵ اور لسان المیزان: ج ۶، ص ۴۴۸) میں اس کا ترجمہ مذکور ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس لیے اس سے استدلال کرنا ایک قبیح عمل ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ الخلافیات: ج ۶، ص ۴۴۸) میں رقمطراز ہیں:

”وهذا منقطع بین الحجاج وام هانی او بین ام هانی وبین النبی ﷺ والحجاج لا یقبل منه فیما یتفرد به مایسنده فکیف یقبل منه ما یرسله .“

”یعنی یہ حدیث حجاج اور ام ہانی یا ام ہانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان منقطع ہے حجاج کی وہ روایت جو وہ مسنداً منفرد بیان کرے قابل قبول نہیں تو پھر اس کی مرسل روایت کیسے مقبول ہو سکتی ہے؟ امام موصوف اپنی دوسری تصنیف معرفۃ السنن والآثار (ج ۳، ص ۲۶۵) میں فرماتے ہیں:

”لا ینبغی لاهل العلم ان یحتج بمثل هذا .“

کہ اہل علم کے شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اس طرح کی روایت معرض استدلال میں پیش کریں۔

امام صاحب اپنی مشہور زمانہ کتاب سنن الکبریٰ ج ۳، ص ۱۷۰ میں رقم فرماتے ہیں:

”هذا منقطع مجهول ضعیف الحجاج لایحتج به فی ما یسنده فکیف بما یرسله عمن لا یعرف والله اعلم .“

”یعنی یہ حدیث منقطع، مجہول، ضعیف ہے حجاج کی مسند روایت بھی قابل حجت نہیں تو پھر اس کی غیر معروف و مجہول راویوں سے مرسل روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟“

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو مرسل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں حجاج ابو ہانی سے روایت کرتا ہے جب کہ حجاج ہالک (سخت ضعیف) ہے اور ابو ہانی مجہول ہے حافظ دنیا ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (اس روایت کو) ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۱، ص ۶۵ مطبوعہ الحلبی مصری تو پھر اس طرح کی روایات پر اعتماد کرنا اہل علم کے شان کو لائق نہیں ہاں جس کا تعلق محرر مجہول کے طبقے سے ہے وہ تو استدلال کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے چنانچہ علامہ عبدالحئی لکھنوی اپنی کتاب النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر۔ صفحہ ۴ میں ابن کمال پاشا رومی کی کتاب طبقات الفقہاء سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

"والسابعة طبقة المقلدين الذين لا يقتدرون على ماذكروا ولا يفرقون بين اللغة و.......... ولا يميزون الشمال عن اليمين بل يجمعون ما يجدوه كحاطب الليل."

ثانیاً: اس حدیث میں مطلوب پر واضح دلالت موجود نہیں اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ بعید نہیں کہ اس سے منکوحہ کی طرف دیکھنا مراد ہو کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی لسان مبارک کو یہی لائق ہے کم سے کم یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس حدیث میں مختلف احتمالات موجود ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ:

"اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال."

لہٰذا آپ کا اس حدیث سے استدلال باطل ہوا۔

ثالثاً: اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ اس حدیث میں کوئی احتمال نہیں بلکہ اس سے مراد غیر منکوحہ ہے تو پھر سب سے پہلے اس حدیث کی مخالفت محرر مجہول صاحب اور انہی کے ہمنوا کرتے ہیں، کیونکہ یہ حدیث نظر کے لفظ میں عام ہے اور یہ لوگ نظر کو خاص کرتے ہیں کہ جب تک کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنے یا اسے چھونے سے انزال نہ ہو تب تک اس کی فرع یا اصل ناظر، لامس پر حرام نہیں ہوگی ہم تم سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں۔

(۱) کہ کیا تم اس حدیث کو صحیح اور تمام علل سے سالم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہو اور اسے قابل حجت تسلیم کرتے ہو؟ اگر تم نے یہ اقرار کرلیا تو ہم پوچھتے ہیں۔(۲) کہ تو پھر تم نے اس عام حدیث کو خاص کیوں کیا؟ کیا قرآن وحدیث کی دلیل کے بغیر یہ جائز ہے کہ اپنی طرف سے عام کو خاص کردیا جائے؟ حاشا وکلا۔

(۳) پھر تم نے جو فرج داخل اور فرج خارج کی موشگافیاں کررکھی ہیں ان کا کیا مطلب ہوگا؟ یہ تمام فروق اور تصرفات تم نے حدیث شریف میں بغیر دلیل کے کیے ہیں اور محض اپنے نفس اور خواہشات کی اتباع میں کیے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (القصص : ٥٠)

"یعنی اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

رابعاً: حدیث مذکور میں صرف نظر کا لفظ ہے پھر تم لمس وغیرہ کو کہاں سے لے آئے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خامساً: پھر تم نے نظر مع شہوۃ اور نظر بدون الشہوۃ میں فرق کیا ہے جب کہ حدیث کے الفاظ میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں تو تم نے حدیث شریف میں نظر کے ساتھ شہوت کے الفاظ کی زیادتی کیسے کر دی؟ کیا یہ وضع حدیث کا ارتکاب تو نہیں؟ جب کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے بلکہ اکبر الکبائر ہے۔

مجہول محرر کی دوسری دلیل:

"قال النبی ﷺ لو مس امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا ."

"یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائے گی۔"

الجواب: یہ حدیث بھی باطل ومردود ہے بلکہ اس کا کتب حدیث صحاح، مسانید، سنن، جوامع، اجزاء وغیرہ میں سے کسی میں بھی کوئی وجود نہیں کسی بھی محدث نے اسے اپنی کتاب میں روایت نہیں کیا اور نہ ہی اسے حدیث کے شارحین کرام رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے، البتہ اس حدیث کو طحاوی نے حاشیہ درالمختار میں بغیر سند کے نقل کیا ہے اور انھوں نے اسے کسی بھی حدیث کی کتاب کی طرف منسوب نہیں کیا اور وہ احادیث جن کی کوئی سند نہ ہو اس کو زمرہ (صحیح) احادیث میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اس طرح کی کچھ احادیث بغیر سند کے اپنی کتاب الموضوعات میں متعدد مقامات پر نقل کی ہیں لیکن اس کے ذکر کرنے کا سبب دلیل نہیں اس طرح موصوف نے شرح شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۱۴ میں لکھا ہے:

"ثم اعلم ان الاسناد خصیصة فاضلة من خصائص ھذہ الامة وسنة بالغة من السنن المؤکدۃ بل من فروض الکفایة........ قال حمد بن حاتم ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامة بالاسناد ولیس لاحد من الامم اسناد انما ھو صحف ایدیھم وقد خلطوا بکتبھم اخبارھم فلیس عندھم تمییز بین مانزل من التوراۃ والانجیل وبین ما الحقوہ بکتبھم من الاخبار التی اخذوھا من غیر الثقات وھذہ الامة انھا تنص الحدیث من الثقه المعروف فی زمانه بان المشھور بالصدق والامانة عن مثله حتیٰ تتناھی اخبارھم ثم یبحثون اشد البحث حتیٰ یعرفوا الاحفظ والاضبط فالاضبط والاطول مجالسة لمن کان فوقه ممن کان اقل مجالسة ثم یکتبون الحدیث من عشرین وجھاً او اکثر حتیٰ یھذبوہ من الغلط و یضبطوا حروفه ویعدوہ عداً فھذا من فضل نعم اللہ تعالیٰ علی ھذہ الامة ."

اب ان ناقلین کا حال دیکھئے جو کہ گزشتہ دور کے مبطلین کے بعینہ مشابہ ہے یہ جو کچھ بھی سنتے ہیں اسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کر دیتے ہیں اور جہاں بھی جو کچھ پاتے ہیں اسے نقل کرنے میں کوئی عیب نہیں جانتے اور نہ یہ جانچ پرکھ کی زحمت اٹھاتے ہیں کہ وہ (ان کی نقل شدہ روایت) مسند بھی ہے کہ یا نہیں؟ یہ نہ تو الف اور باء کا فرق جانتے ہیں اور نہ ہی پہاڑ اور کنکر میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (الاجوبۃ الفاضلۃ ص ۲۷ ط المصری میں) انہی عظیم الشان کے علماء و ماہرین کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فهذا العبارات بصراحتها او بإشارتها تدل على انه لابد من الاسناد فى كل امر من امور الدين وعليه الاعتماد اعم ان يكون ذالك لا مرمن قبيل الاخبار النبوية والاحكام الشريعة او المناقب والفضائل والمغازى والسير والفواضل وغير ذالك من .... التى لها تعلق بالدين المتين وشرع المبين فشىءٌ من هذا الامور لاينبغى عليه الاعتماد مالم يعتقدبالاسناد ولا سيما بعد القرون المشهود لهم بالخير .... قد كثر فى هذه الامة وضع الحديث على النبى ﷺ فمنهم من وضعوا احاديث فى الاحكام وتقولوا بالحلال والحرام ومنهم من وضعوا احاديث فى فضائل الصحابة والتابعين والائمة المجتهدين والاماكن والبلدان والمساكن والاوطان ومنهم من وضعوا الاحاديث فى مثالب الصحابة والائمة ومعايبهم الى غير ذالك من اغراضهم و مطالبهم اما تعنتا وعنادًا واما نقضاً وفساداً واما غير ذالك مما هو مبسوطافى محله ومقرر فى مقره فارتفع الامان عن الاخبار مالم يوجد لها سند معتمد او اعتمد به واحد من الاخيار ومن ههنا نصوانه لا عبرة للاحاديث المنقولة فى الكتب المبسوطة مالم يظهر سندها او يعلم اعتماد ارباب الحديث عليها وان كان مصنفها فقيها جليلا يعتمد عليه فى نقل الاحكام و حكم الحلال والحرام الاترى الى صاحب الهداية من اجلة الحنفيه والرافعى شارح الوجيزمن اجلة الشافعية مع كونهما ممن يشار اليه بالا نامل ويعتمه عليه الاما .... قد ذكرا فى مالا يوجدله اثر عند خبير بالحديث يستفسر كما لايخفى على من يطالع تخريج الاحاديث الهداية وتخريج الاحاديث الرافعى لابن حجر العسقلانى وكان حال هؤلاء الا جلة هذا فما بالك

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تغير الذين يتساهلون فى ايراد الاخبار ولا يتعمقون فى سند الآثار ."

اور ردع الاخوان عما فی التالیفات الحافلة صفحہ ۳۲ میں ہے کہ:

"وسادسها ان الرواية التى ذكرها هٰؤلاء المصنفون لم يذكر وسندها ولا اسندوها الى احد من المخرجين وقبول الحديث الذى لااصل لها اى سند له ليس من شان العاقلين فان بين النبى ﷺ وبين هٰؤلاء الناقلين مفاوز تنقطع فيها مطايا الساعرين فكيف يجوز الاستناد بمجرد قولهم قال رسول الله ﷺ كذا وكذا فان الرواية وصولها اليهم والينا لايمكن ان يكون بدون الوسائط فلابد من تحقيق احوال الوسائط وتشخيصهم وكشف عدالتهم ليكتب الحديث به صفة القبول ان وجدت فى رواته صفات القبول او صفة الرد ان كانت فى رواتها صفات الرد وبدون ذالك فالاستناد به لا يليق بمن له ادنىٰ ملكة ."

"یعنی موضوع روایت کو (جسے فقہاء اپنی کتب میں بغیر اسناد نقل کرتے ہیں) رد کرنے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ مصنفین (فقہاء) نے جو حدیث نقل کر رکھی ہے انھوں نے اس کی نہ تو کوئی سند نقل کی ہے اور نہ ہی اس کو کسی اصل مخرج (جس نے اسے باسند نقل کیا ہو) کی طرف منسوب کیا ہے اور بے اصل اور بے سند حدیث کو قبول کرنا اہل عقل و دانش کا کام نہیں۔ بلاشبہ ان ناقلین اور نبی مکرم ﷺ کے درمیان اتنے جنگل و بیابان ہیں جس میں مسافرین کی سواریوں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ (یعنی ان ناقلین اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان بہت بڑے عرصے کا فاصلہ ہے) پھر محض ان کے اس کہنے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے ان کی نقل کردہ اقوال وافعال کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ یقیناً ہم تک خواہ ان (فقہاء ناقلین) تک روایت کا پہنچنا واسطوں کے بغیر محال ہے تو پھر ان واسطوں کی تحقیق اور ان کی تشخیص اور ان کی عدالت وثقاہت کی پرکھ لازمی ہے تاکہ اگر ان واسطوں میں ایسے رواۃ ہیں) جو عدالت میں قبولیت کے درجے پر ہیں تو ان کی روایت لکھی جائے اور اگر ان کی عدالت مفقود ہو اور وہ رواۃ مجروح ہوں تو پھر ایسے رواۃ کی نقل کردہ روایات کی نسبت نبی ﷺ کی طرف نہ کی جائے۔

ثانیاً: مذکورہ بالا (محرر صاحب کی نقل کردہ) روایت میں شہوت کی تقیید موجود ہے جب کہ تمہارے فقہاء کرام کا شہوت کی حد میں اختلاف ہے، لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا دشوار ہے اس طرح آپ کی نقل کردہ مذکورہ بالا دونوں روایات پر عمل خود آپ کے نزدیک متعذر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثـالثـاً: اس حدیث میں حرمت مصاہرت کا حکم مطلقاً مذکور ہے جب کہ تم نے اسے مس کرنے، دیکھنے کے بعد جسے انزال نہ ہو اس کے ساتھ خاص کر دیا ہے، پھر تو اس حدیث کے اولین منکر تم ہی ٹھہرے اور اس کے علاوہ جو دیگر شروط جو ہم تمہارے فقہاء سے نقل کر آئے ان کا بھی اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ انہوں (فقہاءِ احناف) نے کچھ دیگر احادیث نقل کی ہیں جیسا کہ ابن ہمام الحنفی نے فتح القدیر: ج ۱، ص: ۳۱۷ میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب (فقہاء) کے پاس دیگر کئی دلائل موجود ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

تیسری دلیل:

"قال رجل یا رسول اللہ ﷺ انی زنیت بامرأة فی الجاهلیة افانکح ابنتها قال لا اریٰ ذالك ولا یصلح ان تنکح امرأة تطلع من ابنتها علی ماتطلع علیه منها."

"ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھ سے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کا ارتکاب ہو گیا تھا کیا اب میں اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اسے درست نہیں سمجھتا اور یہ بات درست نہیں کہ تو (اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنے سے پہلے) اس کی ماں (کے عورات پر) مطلع ہو چکا ہے لہٰذا اب تیرے لیے اس کی بیٹی (کے عورات پر) مطلع ہونا درست نہیں۔ یعنی تو اس کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔"

ابن ہمام حنفی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وهو مرسل منقطع فیه ابوبکر بن عبدالرحمن بن ام حکیم."

یعنی یہ روایت مرسل اور منقطع ہے اس میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن ام حکیم (ضعیف) ہے۔

جب اس روایت کا ضعف واضح ہو چکا ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

ابن الھمام آگے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل:

"عن طریق ابن وهب عن ابی ایوب عن ابن جریج ان النبی ﷺ قال فی الذی یتزوج المرأة فیتغمض ولا یزیدذالك لایتزوج ابنتها."

"یعنی ابن وہب عن ابی ایوب عن ابن جریج کے طریق سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو کسی عورت سے شادی کرتا ہے، لیکن اسے دبوچنے سے زیادہ کچھ نہیں کرتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص اس عورت کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔"

لیکن اس روایت کو نقل کرنے کے بعد بھی موصوف لکھتے ہیں:

"وهو مرسل ومنقطع الا ان هذا لا يقدح عندنا اذا كانت الرجال ثقاتهم."

یہ روایت (بھی) مرسل اور منقطع ہے لیکن ہمارے نزدیک ان احادیث کا مرسل و منقطع ہونا موجب قدح نہیں کہ ان کے راوی ثقہ ہیں۔

الجواب:...... جب تم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ روایات مرسل اور منقطع ہیں تو پھر اہل فن کے نزدیک تمہارا استدلال باطل ہے کتب مصطلح الحدیث اس بارے میں ہماری روشن رہنمائی کرتی ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ان المرسل اصل قولنا واصل قول اهل الاخبار ليس بحجة مقدمة صحيح مسلم."

"یعنی ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل حدیث حجت نہیں۔"

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ثم اعلم ان حكم المرسل حكم الحديث الضعيف الا ان يصح مخرجه بمجيئ له من وجه آخر.......... والحكم بضعفه هو المذهب الذى استقر عليه آراء جماهير حفاظ الحديث.............. وقد تداولوه فى تصانيفهم.

(مقدمة ابن صلاح: ص٤٩)

"یعنی مرسل حدیث کا حکم وہی ہے جو حکم ضعیف حدیث کا ہے الا یہ کہ کسی دوسرے طریق وہ روایت (مرسل) ثابت ہو جائے اور مرسل حدیث کے ضعیف ہونے پر جمہور حفاظ حدیث اور ثقات محدثین کا اتفاق ہے انہوں نے اپنی کتب میں اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔"

اس بارے میں خصوصاً تفصیلی اور سیر حاصل بحث دو جلیل القدر ائمہ نے کی ہے ایک حافظ ابن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے الاحکام: ج۱، ص۱۳ میں اور دوسرے امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے الکفایہ، ص:۹۱ میں۔

البتہ جو ابن الھمام نے یہ لکھا ہے کہ "ہمارے نزدیک ان روایات کا مرسل ہونا موجب قدح نہیں" تو یہ باطل و مردود ہے، کیونکہ حدیث کا درجہ مقبولیت پر ہونا اور اس کا مردود و ضعیف ہونا یہ محدثین و مصطلح الحدیث کے ائمہ کے اصولوں پر موقوف ہے انہوں (اہل ہذا الفن) نے اس (مرسل، منقطع) پر ضعیف کا حکم صادر فرمایا ہے اور اس کے رد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

لہٰذا حدیث کی قبولیت اور اس کا رد ہونا انہی کے اصولوں پر موقوف ہے اس بناء پر جب مرسل ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک مردود ہے تو پھر وہ درجہ قبولیت پر کیسے فائز ہو سکتی ہے؟

علامہ عبدالحئی لکھنوی نے بھی ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی: ص ۱۹۷ میں مرسل کی عدم قبولیت کو احوط قرار دیا ہے۔

اب ہم ابن الھمام کی نقل کردہ مذکورہ بالا دونوں روایتوں پر تفصیلی کلام ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ موصوف کی نقل کردہ پہلی روایت کو حافظ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے المصنف: ج ۳، ص ۹۷ قلمی میں بایں سند روایت کیا ہے:

"اخبرنا ابن جريج قال اخبرت عن ابی بكر بن عبدالرحمن عن ابن ام حكيمة قال رجل يا رسول الله ﷺ "......الخ

یہ حدیث کئی وجوہات کی بناء پر ضعیف ہے۔

(۱)...... ابن ام حکیمہ اسے ابن ام حکیم بھی کہا گیا، جیسا کہ موصوف نے نقل کیا ہے یہ مجہول راوی ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تقریب، ص: ۴۳۳ میں فرماتے ہیں:

لا يعرف من الثالثة حافظ ذہبی فرماتے ہیں لا يتحرر امره. (ميزان : ج۳، ص۳۹۳)

لہٰذا ابن الھمام کا رجالہ ثقات والا دعویٰ باطل ثابت ہوا۔

(۲)...... یہ راوی طبقہ ثالثہ سے ہے جب کہ یہ طبقہ (طبقہ ثالثہ) درمیان درجے کے تابعین کا ہے جیسا کہ تقریب التہذیب کے شروع ص ۳ میں یہ تصریح موجود ہے لہٰذا یہ روایت ابن الھمام کے اقرار کے ساتھ مرسل ثابت ہوئی۔

ثالثاً: مذکورہ بالا دونوں علتوں کے علاوہ تیسری علت اس روایت میں یہ ہے کہ یہ روایت ابن جریج اور ابوبکر کے درمیان منقطع ہے، کیونکہ اسے بیان کرتے وقت ابن جریج نے کہا ہے اخبرت عن ابی بکر یعنی مجھے ابوبکر سے یہ خبر ملی ہے اب خبر دینے والا کون ہے؟ کیا وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ اگر ضعیف ہے تو کس درجے کا ضعیف ہے اس میں ضعف شدید ہے یا خفیف؟ لہٰذا اس علت کی بناء پر بھی یہ روایت ضعیف ثابت ہوئی۔

ابن الھمام کی منقولہ ثانی الذکر روایت بھی ضعیف ہے اولاً: موصوف نے ابن وہب تک اس روایت کو معلق نقل کیا ہے ابن وہب تک سند نامعلوم ہے ثانیاً: ابن جریج کی ملاقات کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں چہ جائیکہ اس کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو۔ ثالثاً: ابوایوب مجہول ہے معلوم نہیں کون ہے؟ ثقہ ہے یا ضعیف؟ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر یہ روایت بھی شدید ضعیف ثابت ہوئی۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ احناف کے مذکورہ بالا موقف ومسلک کے خلاف جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ان کی ذکر کردہ احادیث سے کافی بہتر ہیں ذیل میں وہ احادیث اور ان پر مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ عدم حرمت مصاہرت کے دلائل۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل نمبر ۱:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ الخلافیات: ج ۲،ص ۸۱ قلمی میں رقمطراز ہیں کہ اس (زنا سے عدم حرمت مصاہرت) بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ سند کے لحاظ سے گئی گزری نہیں۔ (بلکہ ان کی اسناد قابل اعتماد ہیں) آگے انہوں (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی اسناد نقل فرمائی ہیں جو کہ ہدیہ قارئین کی جاتیں ہیں امام موصوف فرماتے ہیں:

" اخبرنا علی بن محمد بن عبدالله بن بشران ببغداد انا اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن الصفار ثنا جعفر بن احمد بن البسام ثنا اسحاق بن محمد بن الفروی ثنا عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا یحرم الحرام الحلال ."

"یعنی نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمایا کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا اور اسی طرح یہی متن درج ذیل سند سے بھی مروی ہے۔

"کذالك رواہ ابراهیم بن الحسین بن دیزی وابراهیم بن ابی داؤد النبرسی وغیرهما عن اسحاق الفروی اخبرنا بحدیث ابراهیم بن الحسین ابو عبدالله الحافظ ماوجدت فی سماعه بخط الشعبی انا ابو جعفر احمد بن عبید بن جعفر الحافظ بهذا ثنا ابراهیم بن الحسین ثنا اسحاق بن محمد الفردی فذکر اسنادة مثله سواء ."

درج بالا اسناد میں اسحاق بن محمد الفردی راوی ہے جس کی تعدیل وتوثیق کے لیے یہی کافی ہے کہ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے۔ [1]

---

[1] اسحاق بن محمد الفروی روی له البخاری وحسبه ذالك تعدیلا له وذکره ابن القسرانی فی الجمع بین رجال الصحیحین : ج۱ ص۳۳) وذکره ابن حبان فی الثقات ومن تکلم فیه فانما هو لاجل انه کف بصره فساء حفظه قال ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل ۱۵ ص ۲۳۳ ق سمعت ابی یقول کان صدوقا ولکن ذهب بصره فربما لقن الحدیث وکتبه صحیحة وکتب ابی وابو زرعه عنه وقال الحافظ فی مقدمة الفتح: ج ۲ ,۱۵ والمعتمد فیه ماقال ابو حاتم قال الذهبی فی المیزان: ج ۱،ص۹۳ وهو صدوق فی الجملة صاحب حدیث وقال الدارقطنی فیه لا یترك کذا فی التهذیب ج۱،ص۲۴۸ المصنف ."

اس حدیث کے دوسرے راوی عبداللہ بن عمر العمری پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نوٹ لیس بساقط پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ تبصرہ فرماتے ہیں کہ

"وبه یجمع بین اقوال معدلیه ومضعفه وقال الدارمی قلت لابن معین کیف حاله فی نافع قال صالح ثقة کذا فی المیزان: ج۲،ص۵۸ ولم یروها یخالف حدیث الثقات بل خبره مؤیدبا ثرابن عباس الصحیح ولم یصح عن صاحب خلافه کما ذکر وسیذکر مفصلاً وبالله التوفیق."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا راوی عبداللہ بن عمر العمری جب ثقات یا اپنے سے اوثق کی مخالفت نہ کرے تو وہ قابل اعتماد ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی درج بالا حدیث کا ایک شاہد ہے ذیل میں اس کی سند ملاحظہ فرمائیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اخبرنیه ابو عبدالرحمن انا علی بن عمر ثنا ابوبکر یوسف بن اسحاق بن بھلول ثنا جدی ثنا عبدالله بن نافع مولی بنی مخزوم عن المغیرة بن ایوب بن سلمة عن عثمان بن عبدالرحمن عن ابن شهاب عن عروة عن عائشه ان النبی ﷺ سئل الرجل یتبع المرأة حراما ثم ینکح ابنتها اویتبع الابنة ثم ینکح امها فقال لا یحرم الحرام الحلال."

"یعنی نبی ﷺ سے اس آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو کسی عورت سے زنا کرتا ہے پھر اسی عورت کی بیٹی سے نکاح کر لیتا ہے؟ یا کسی عورت کی بیٹی سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے پھر اس (مزنیہ) کی ماں سے نکاح کر لیتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔"

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام موصوف نے ابن دیزی کی ذکر شدہ حدیث الخلافیات کے علاوہ سنن ج ۷، ص ۱۶۸ میں ابن بسام کے طریق سے روایت کی ہے اور اسی طرح انہوں نے اپنی دوسری تصنیف معرفة السنن والآثار ج ۳ ص ۲۶۴ قلمی میں بیان کی ہے اور امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ ج ۷، ص: ۸۲ میں اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۲۰۱۵ میں یحیٰی بن معلٰی بن منصور عن الفردی کے طریق سے اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سنن: ج ۳، ص ۲۱۸ المصری و ص ۴۰۲ الهندی میں علی بن احمد الجوار بی عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الفتح: ج ۱۱، ص ۶۱ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے قوی اور بہتر قرار دیا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

"قال الامام الدارقطنی فی سننه نا الحسین بن اسماعیل ثنا عبدالله بن شبیب حدثنی ابراهیم بن المنذرنا عبدالله بن نافع حدثنا المغیرة بن عبدالرحمن المخزومی عن عثمان بن عبدالرحمن الزهری عن ابن شهاب عن عروة عن عائشه رضی اللہ عنہا قالت سئل رسول الله ﷺ عن رجل زنا بامرأة فاراد ان یتزوجها او ابنتها قال لا یحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو کسی عورت سے زنا کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، پھر اسی عورت (مزنیہ) یا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا البتہ رشتے تو نکاح کے ذریعے ہی حرام ہوتے ہیں۔ (یعنی کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کی ماں سے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔" علی ہذا القیاس)

اس حدیث کی دیگر اسناد ملاحظہ فرمائیں۔

"واخرجه البيهقي في سننه ج ۷، ص ۱۴۹ قال اخبرنا ابو الحسن على بن احمد بن محمد بن داؤد رزاز ببغداد ابنا ابوبكر الشافعي ثنا جعفر بن محمد الزعفراني ثنا الهيثم بن اليمان ثنا عثمان بن عبدالرحمن [1] عن الزهري عن عروه عن عائشه رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ لا يحرم الحرام الحلال (وقال البيهقي) واخبرنا ابو سعيد المالينى ابنا ابو احمد بن عدى الحافظ ثنا ابو الفضل بن عبدالله بن مخلد ثنا اسحاق بن البهلول الانصارى ثنا عبدالله بن نافع المخزومى فذكره باسناد الخلافيات."

راقم الحروف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا بحث کا ماحصل یہ ہے کہ مجہول محرر نے جو روایتیں نقل کی ہیں وہ انتہائی درجہ کی ضعیف اور نا قابل اعتماد واستشہاد ہیں دوسرے یہ کہ اس کی نقل کردہ روایات ہماری ان نقل کردہ

[1] قال مصنف هذالكتاب ومدار الاسانيد على عثمان بن عبدالرحمن الوقاصى وقد جرحه عامة اهل الشأن وانما اورده البيهقي استشهادا وقال الزرقاني في شرح المؤطا : ج ۳، ص ۲۴۱ وقدر روى الدارقطني عن عائشة وابن عمر رفعاه لايحرم الحرام الحلال لكن الضعيف السند الا انه يستأنس بهما قال البيهقي رحمه الله في السنن: ۱۴۹/۷ ففرد به عثمان بن عبدالرحمن الوقاصى هذا وهو ضعيف قاله يحيىٰ بن معين وغيره من ائمة الحديث والصحيح عن ابن شهاب الزهري عن على رضي الله عنه مرسلاً موقوفاً وعند بعض العلماء حديث عبدالله العمرى امثل والله اعلم وقال في المعرفة : ج۳، ص۲۶۴ قلمى فهذا لا يصح عثمان هذا ضعيف لايحل الاعتماد على مايرويه وانما هو قول الزهري عن بعض اهل العلم وانما الاعتماد على رواية ابن عمر لانه ليس بساقط بل له تقوية من وجوه عما مرا الا ان خبر عائشه هذا امثل واحسن مما ذكره المحرر المجهول فنقول لو كان الاحتجاج بالاخبار الضعاف جائزا كان خبر عائشه اولىٰ مما ذكره وقال ابن حزم في المحلى: ج۳، ص۵۳۳ بعد ذكر خبرى ابن الحكم وابى هانى الذى احتج بهما الخصم قد عرضهما خبرآخر لا نورده احتجاجاً لكن معارضه للفاس بما ان لم يكن احسن منه لم يكن دونه وقد روى من طريق نافع عن المغيره بن اسماعيل عن عثمان بن عبدالرحمن الزهري عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة فذكر حديثها."
وقال (اى البيهقى) واخبرنا ابو سعيد المالينى انبا ابو احمد بن عدى ثنا اسحاق بن ابراهيم بن يوسف ثنا يحيىٰ بن المغيره المخزومى حدثنى اخى محمد بن المغيره عن ابيه المغيره بن اسماعيل به."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات کے مخالف بھی ہیں اب ان کے اصول کے مطابق دونوں آپس میں متعارض ہو کر ساقط ہو جائیں گی یا پھر اگر ان میں ایک کو دوسری پر ترجیح کا اصول اختیار کیا جائے تو پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ (۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو قرآن مجید کی تائید حاصل ہے۔(۲) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس کی مؤید ہے۔(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا صحیح اثر بھی اسی مضمون کی تائید کرتا ہے وغیرہ۔

محرر مجہول آگے لکھتا ہے کہ یہ دونوں (النظر الی فرج المرأة او لمس) ایسے اسباب ہیں جو وطی کی طرف داعی ہیں۔ لہٰذا بطور احتیاط ان کا حکم بھی وہی ہے جو وطی کا ہے یعنی ان دونوں سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

الجواب:...... آپ حضرات نے انزال اور انزال کے نہ ہونے اور نظر الی فرج الداخل اور نظر الی فرج الخارج میں فرق کیا ہے تو پھر یہ فرق کیا معنی رکھتا ہے؟ یعنی جب یہ دونوں وطی کی طرف داعی ہیں تو پھر دونوں ہی صورتوں میں داعی ہیں آخر یہ فرق آپ نے کیوں کیا؟ یاد رکھیں دین میں اپنے رائے اور قیاس کو دخل دینے سے افسوس وندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اور دوسری بات کہ احتیاط اقوی الدلیلین پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے، جیسا کہ اس کی صراحت ابن الھمام نے فتح القدیر ج۱/ص۲۴۱ میں کر رکھی ہے اور مبحوث مسئلہ میں فریقین کے دلیلوں میں سے قوی دلائل اس موقف کے ہیں جسے محدثین کرام نے اپنایا ہے۔(یعنی زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی) لہٰذا یہی محتاط موقف ومسلک ہے لیکن اگر تمہاری یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ نظر اور لمس دونوں داعی الی الوطی ہیں لہٰذا دونوں سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ وطی سے ثابت ہو جاتی ہے اور اسی موقف کو محتاط ٹھہرالیا جائے تو پھر تمہارے اوپر ایک اشکال کا جواب دینا لازم ہے وہ یہ کہ رمضان المبارک کے مہینے میں حالت روزہ میں اگر کوئی شخص اجنبی عورت کو چھولیتا ہے یا اس سے بوسا لے لیتا ہے شریعت کے مطابق تو اس پر کفارہ بھی لازم نہیں آتا تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا تمہارے نزدیک اس پر حد لازم ہو جائے گی یا نہیں تمہارے نزدیک تو لازم ہونی چاہیے کیونکہ تم تو ان دونوں کو بھی وطی کی طرح خیال کرتے ہو یاد رکھیں تمہاری یہ دورخی ٹھیک نہیں اگر کوئی اصول اختیار کرو تو ہمیشہ اس پر کاربند رہو ایسے نہ کہ ایک جگہ ایک اصول کو اپناؤ اور دوسری جگہ خود ہی اسے پاش پاش کر دو۔(قاله الامام ابن حزم في التقريب لحد المنطق: ص۶۸)

آثار صحابہ اور مسئلہ حرمت مصاہرت:

آگے موصوف محرر نے بزعم خود لکھا ہے کہ اسی مذہب (زنا سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا) کو عمر، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ، ابی بن کعب، عائشہ، ابن مسعود اور ابن عباس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اختیار کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب:...... ہم امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر آئے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کا موقف ثابت نہیں اب یہاں پر ذرا تفصیل سے عرض کرتے ہیں کہ موصوف کا دعویٰ بالکل غلط ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس بارے میں (۱) یا تو کچھ بھی ثابت نہیں۔(۲) یا اگر کسی صحابی سے کوئی روایت منقول بھی ہے تو وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔(۳) یا پھر کوئی روایت ہے وہ سنداً صحیح ہے لیکن اس میں مطلوب پر کوئی واضح دلالت وجود نہیں۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی موصوف نے نقل کیے ہیں ان پر مختصراً تبصرہ پیش خدمت ہے۔

(۱)...... عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: سے اس بارے میں جو روایت منقول ہے وہ موصوف کے مزعومہ موقف کے مؤید نہیں بلکہ قتادہ رحمہ اللہ نے اس قول کی مخالفت کر رکھی ہے جس کا ذکر تابعین کے تذکرہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ!

(۲)...... جابر بن عبداللہ، ابی بن کعب، عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے کتب احادیث میں حرمت مصاہرت کے اثبات میں کوئی روایت بھی منقول نہیں محض نام ذکر کر دینے سے موصوف کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

(۳)......سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۴، ص ۱۸۹ میں درج ذیل سند و متن سے مروی ہے۔

”حفص عن لیث عن حماد وعن ابراھیم عن علقمه عن عبدالله قال لا ینظر الله عزوجل الی رجل نظر الی فرج امرأة و بنتها.“

”یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جس شخص نے کسی عورت اور اس کی بیٹی کی شرمگاہ کی طرف دیکھا۔“

یہ اثر سنداً بالکل باطل ومردود ہے اس کی سند میں لیث ابن ابی سلیم ہے جس کے متعلق محدثین کرام کی آراء کچھ اس طرح ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اختلط خیراً ولم یتمیز حدیثه فترك.“ آخر میں اس کا حافظہ خراب ہو چکا تھا۔ اس کی مختلط اور غیر مختلط احادیث میں تمیز نہ ہو سکی۔ لہٰذا اسے متروک قرار دے دیا گیا۔

ابن العجمی نے الاغتباط ص ۱۳ قلمی میں امام ابن حبان سے اس (لیث) کا مختلط ہونا نقل کیا۔ امام ابو زرعہ فرماتے ہیں ”لا تقوم به الحجة عند اهل العلم بالحدیث“ کہ یہ اہل حدیث کے نزدیک قابل حجت نہیں لیث بن ابی سلیم پر مزید جروح کے لیے دیکھئے تہذیب ج ۸، ص ۴۶۸ وغیرہ من کتب الرجال اور لیث کا استاد حماد بن ابی سلیمان ہے وہ بھی ضعیف ومجروح راوی ہے ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدوق ہے اس کی حدیث قابل حجت نہیں وہ فقہی روایات کو بیان کرنے میں مستقیم ہے۔ واضح ہو محدثین عظام رحمہم اللہ نے حماد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ابی سلیمان پر خاص طور پر اس کی ابراہیم نخعی سے روایت بیان کرنے میں کلام کیا ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۳،ص ۱۷)
پھر اس روایت کے ضعف سے قطع نظر اس میں محرر مجہول کی مراد ومقصود بھی پوری نہیں ہوتی بلکہ محرر مجہول کے بقول اس میں تو نظر کو اکبر الکبائر کہا گیا ہے کیونکہ صرف نظر ہی سے حرمت مصاہرت کا ثبوت مل رہا ہے۔ فتدبروا۔
سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر کو امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے المصنف ج ۳،ص ۹۶ میں باین سند ومتن نقل کیا ہے۔

"اخبرنا الثوری عن جابر عن شعبی قال قال عبدالله ما اجتمع حلال وحرام الاغلب الحرام علی الحلال قال سفیان وذالك فی الرجل یفجر بامرأة وعنده ابنتها واذا كان كذالك فارقها."

"یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حلال اور حرام اکٹھے ہوتے ہیں تو حرام حلال پر غالب آ جاتا ہے، امام سفیان کہتے ہیں وہ اس طرح کہ جب کوئی آدمی کسی عورت سے زنا کا ارتکاب کر لے اگر مزنیہ کی بیٹی اس زانی کے نکاح میں ہوگی تو وہ بھی اس پر حرام ہو جائے گی، لہٰذا وہ اسے نکاح میں نہ رکھے۔ بلکہ اسے الگ کر دے۔"

یہ اثر بھی انتہا درجہ کا ضعیف ہے کیونکہ جابر بن یزید الجعفی مشہور کذاب آدمی تھا اسے محدثین کی ایک جماعت ایوب سختیانی، شعبی، لیث، زائدہ، ابن معین اور جوزجانی نے جھوٹا قرار دیا ہے۔
(دیکھئے میزان: ج ۲،ص ۱۷۶، ۱۷۷)
اب مجہول محرر اگر تو واقعی سچا حنفی ہے تو پھر تیرے لیے اپنے امام کا قول کافی ہونا چاہیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جابر جعفی کے متعلق فرمایا:

"مارأیت اكذب من جابر الجعفی."

"کہ میں نے جابر جعفی جیسا جھوٹا آدمی کوئی نہیں دیکھا۔" (نصب الرایہ: ج ۲،ص ۷)

مذکورہ بالا اس اثر کے ضعف کی دوسری علت یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی شعبی ہیں جن کا نام عامر بن شرحبیل ہے ان کا سماع سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں جیسا کہ محدثین ابو حاتم، دارقطنی رحمہم اللہ نے صراحت فرمائی ہے۔ (دیکھئے تہذیب: ج ۵،ص ۶۸)
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان الشعبی لم یسمع عن عائشه رضی اللہ عنہا ولا من عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ ولا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسامة بن زید الخ . "

کہ شعبی نے سیدہ عائشہ، ابن مسعود اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے کچھ بھی نہیں سنا۔"

لہٰذا یہ اثر ضعیف و منقطع ثابت ہوا اس لیے بطور احتجاج یا استشہاد پیش کرنا جائز نہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سنن ج ۷، میں فرماتے ہیں:

"انما رواه جابر الجعفی عن الشعبی عن ابن مسعود وجابر الجعفی ضعیف والشعبی عن ابن مسعود منقطع وانما اورده غیره بمعناه عن الشعبی من قوله غیر مرفوع الی عبدالله بن مسعود . "

"یعنی اس اثر کو جابر جعفی نے شعبی سے اور شعبی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے جبکہ جابر جعفی ضعیف ہے اور شعبی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع ہے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس اثر کے ہم معنی آثار کو شعبی کے دیگر شاگردوں نے شعبی کا قول ہی نقل کیا ہے۔ جب کہ صرف جابر جعفی نے اسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا واقعتاً بات یہی ہے کہ جیسا کہ امام عبدالرزاق نے ایک دوسرا اثر اسی اثر کے متصل بعد نقل کیا ہے جو معمر عن داؤد عن الشعبی منقول ہے اور داؤد نے شعبی کا قول ہی نقل کیا ہے نہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اور داؤد جابر سے اوثق ہے۔"

لہٰذا یہ کارنامہ جابر ہی کا ہے کہ اس نے یہ قول گھڑ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منسوب کر دیا ہے لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس قول سے بہت بری ہیں۔

(۴)...... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب الحجہ ص ۳۲۹ میں منقول ہے اس کی سند اور متن درج ذیل ہے۔

"قال اخبرنا قیس بن الربیع قال اخبرنا الاعرج بن صالح عن خلیفة بن الحصین عن ابی نصر عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء رجل من الخراسان الی عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما فقال امرأة من اجمل الناس قد ولدت لی سبعة کلهم...... الالسلام وانی کنت اصبت من امها صبوة فما تریٰ قال کم مالك قال ثلاثأة الف قال فی کم......... لمن تفدیها من مالك فقال بما لی کله قال قد حرمت علیك . "

یہ اثر بھی ظلمات بعضها فوق بعض کی طرح سخت ضعیف ہے اس اثر کا ایک راوی قیس مشہور ضعیف ہے تقریب التہذیب: ص ۴۲۶ میں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صدوق تغير لما كبرا دخل عليه ابنه ماليس من حديثهٖ فحدث به ."

"یعنی صدوق تھا لیکن جب بوڑھا ہوا تب اس کا حافظ خراب ہوگیا۔اور اس کے بیٹے نے اس کی بیان کی گئی روایتوں میں دیگر (ضعیف ومردود) روایتوں کو داخل کر دیا اور اس نے وہ بھی بیان کر دیں قیس مذکور پر مزید جروحات کے لیے دیکھئے۔ الضعفاء للعقیلی الضعفاء لابن الجوزی، میزان، تہذیب وغیرہ۔

دوسرا راوی ابونصر الاسدی مجہول ہے کما فی التقریب: ص ۶۱۵ الہندی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو معلقاً روایت کیا ہے اور اسے ضعیف اور کمزور کہا ہے، جیسا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ويذكر عن ابى نصر عن ابن عباس حرمه وابو نصر هذالم يعرف سماعهٗ من ابن عباس ."

(صحيح بخارى : كتاب النكاح، باب مايحل من النساء ومايحرم رقم الحديث ٥١٠٥)

"یعنی ابونصر سے منقول ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ساس سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

اس اثر میں ابونصر کا سماع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ۔ویسے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہور اور متعدد اسانید سے ثابت ہے کہ وہ اس صورت میں بیوی کو حرام نہیں کہتے، لہٰذا اس ضعیف اور مردود اثر کا کوئی اعتبار نہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ وہ آثار تھے جن کو محرر مجہول نے اپنے موقف کے دلائل میں پیش کر رکھا ہے، لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ یہ آثار موصوف کے لیے کچھ مفید نہیں ۔ہمیں کتب کی ورق گردانی کرتے وقت دو مزید آثار بھی ملے ہیں جو بظاہر موصوف کے مسلک کے مؤید ہیں لیکن ان کا حال بھی وہی ہے جو حال آپ نے گزشتہ صفحات میں موصوف کے نقل کردہ آثار کا دیکھ لیا ہم نیچے کی سطور میں وہ آثار نقل کر کے ان کی حیثیت قارئین کے سامنے واضح کریں گے۔ واللہ الموفق!!

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۵۸۹ قلمی میں منقول ہے:

"عن الثقفى عن مثنىٰ عن عمرو بن شعيب عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ايما رجل جرد جارية فنظر منها الى ذالك الامر فانها لا تحل لابنه ."

"یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے بھی (لونڈی) کے عورات کو دیکھا اب وہ اس کے بیٹے کے لیے حلال نہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سند دو وجوہات کی بناء پر ضعیف ہے۔

(۱)...... اس سند میں ثقفی ہے جو عبدالوہاب بن عبدالمجید ہے اس کا شماران رواۃ میں ہوتا ہے جن کا حافظہ خراب تھا اور بگڑ چکا تھا دیکھئے تقریب: ص ۳۳۸ الہندی امام ابن العجمی نے اسے الاغتباط ص ۱۰ قلمی میں درج کر کے لکھا ہے کہ عقبہ بن مکرم، ابوداؤد، عقیلی، ابن الصلاح نے ثقفی مذکور کو متغیر الحفظ قرار دیا ہے۔

(۲)...... ثقفی کا استاذ المثنیٰ بن المصباح ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مثنیٰ) ضعیف ہے اور اس کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ چکا تھا۔ (تقریب: ج ۲، ص ۳۸۲)

دیگر عام محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے تفصیل کے لیے دیکھئے میزان وتہذیب وغیرہ۔ پھر اس روایت کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عورت کو حرام طریقہ پر برہنہ کرنے کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس احتمال کی وجہ سے بھی استدلال درست نہیں۔ دوسرا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۵۸۸ قلمی (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۴۶۸ حدیث ۶۲۱۳) میں درج ذیل سند ومتن کے ساتھ مذکور ہے۔

"عن ابن نمير وابى خالد الاحمر عن حجاج عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده انه جرد جارية ثم سأله اياها بعض ولده فقال لا تحل لك ۔"

اس اثر کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے جو ضعیف ہے جس پر جرح گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

کہتا ہے راقم الحروف کہ آثار صحابہ کے متعلق آپ نے جان لیا کہ یا تو وہ ضعیف ہیں یا اصل مطلوب پر واضح دال نہیں، لہٰذا جو کچھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا (کہ اس بارے میں کسی بھی ایک صحابی سے کوئی ایک قول بھی ثابت نہیں)

اس کی تصدیق ہو چکی۔ والحمد للہ!! آخر میں اجمالی طور پر ایک جواب ہماری طرف سے ملاحظہ فرمائیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض ہم ان آثار کی صحت کو تسلیم کر لیں پھر بھی مجہول محرر کو کچھ فائدہ نہ ہو گا اس کی چند وجوہات ہیں۔

(۱)...... ابن الھمام حنفی نے فتح القدیر ج ۱، ص ۴۲ میں لکھا ہے:

"ان قول الصحابى حجة فيجب تقليده عندنا مالم ينفيره شئى آخر من السنه ."

"یعنی قول صحابی بھی حجت ہے اس کی تقلید کرنا ہمارے (احناف کے) نزدیک واجب ہے جب تک وہ کسی حدیث کی مخالفت میں وارد نہ ہوا ہو۔

یہی بات علی قاری نے المرقاۃ ج ۲، ص ۲۳۴ اور علامہ لکھنوی نے امام الکلام ص: ۱۶۱ میں کہی ہے۔ اور یہ آثار حدیث کے مخالف ہیں لہٰذا احناف کے ہاں ان سے استدلال درست نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)...... ان آثار کے خلاف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آثار بھی ہیں لہٰذا اس بناء پر بھی ان سے استدلال درست نہیں جیسا کہ آثار صحابہ کے آپس میں اختلاف کے وقت کسی بھی صحابی کی عدم تقلید والا موقف خود احناف کا ہے جیسا کہ توضیح: ج ۲،ص ۱۷ علی ہامش التلویح میں ہے:

"فصل فی تقلید الصحابی یجب اجماعا فیما......... فسکتوا ولا یجب فیما ثبت الخلاف بینهم ...."

نور الانوار، ص: ۲۱۷ میں ہے:

"وهذا الاختلاف المذکور بین العلماء بین وجوب التقلید (ای تقلید الصحابی) وعدمه فی کل ماثبت عنهم عن غیر خلاف بینهم."

''یعنی ہمارے علماء کے مابین اختلاف مذکور ہے کہ جس مسئلہ کے متعلق صحابی کا آپس میں اختلاف نہ ہو اگر ان سے وہ مسئلہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کی تقلید واجب ہوگی۔''

(۳)...... تیسری وجہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے طریق پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں پیش آمد ہوگی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ (کتاب اللہ) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث) کی طرف رجوع کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله ورسوله﴾

''یعنی اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ (کی کتاب) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (حدیث) کی طرف لوٹا دو۔''

اور اس آیت کریمہ کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلما اختلف الصحابة وجب الرجوع الی المرفوع."

(فتح الباری: ج۳،ص ۳۰ الحلبی المصری)

''یعنی اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کا آپس میں اختلاف ہو اس مسئلہ کو مرفوع حدیث کی طرف لوٹانا واجب ہے۔''

لہٰذا مسئلہ ہذا میں بھی ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم مرفوع حدیث کی طرف رجوع کریں۔

آثار تابعین اور مسئلہ حرمت مصاہرت

محرر مجہول آگے لکھتا ہے کہ یہی مسلک جمہور تابعین کا بھی ہے۔

الجواب:...... اللہ تعالیٰ کی توفیق وتائید سے عرض کرتے ہیں کہ جمہور کا مذہب عدم حرمت مصاہرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ کہ حرمت مصاھرت اگلی سطور میں ہم ان دونوں اقوال میں تمیز کریں گے کہ حق کونسا ہے اور باطل کون سا؟ حق یہی ہے کہ محرر صاحب کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے اور دلیل سے بالکل خالی ہے، ہاں بعض تابعین سے اور بعض تبع تابعین سے اس طرح کے اقوال ملتے ہیں بعض کی تو اسناد صحیح نہیں اور جن کی صحیح ہیں ان میں اختلاف ہے۔ عینی حنفی نے البنایہ ج ۲ ص ۲۶۔۲۷ میں تابعین کے صرف دس اقوال نقل کیے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)...... حسن بصری۔ (۲)...... شعبی۔ (۳)...... طاؤس۔ (۴)...... مجاہد۔ (۵)...... عطاء۔ (۶)...... ابن مسیب۔ (۷)...... سلیمان بن یسار۔ (۸)...... سالم۔ (۹)...... ابراہیم (۱۰)...... حماد بن ابی سلیمان۔

ان میں سے ابراہیم اور حماد تبع تابعین میں ابن ترکمانی حنفی نے اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے مزید ۶ ناموں کا اضافہ کیا ہے۔

(۱)...... ابو سلمہ۔ (۲)...... عروہ بن زبیر۔ (۳)...... حکم۔ (۴)...... قتادہ۔ (۵)...... ابو ہاشم۔ (۶)...... عکرمہ بعض نے مزید ۵ نام ذکر کیے ہیں۔

(۱)...... جابر بن زید۔ (۲)...... مکحول۔ (۳)...... مسروق۔ (۴)...... زہری۔ (۵)...... عبداللہ۔

لیکن یہ تعداد دعویٰ جمہوریت کے لیے کافی نہیں کیونکہ تابعین اور تبع تابعین اتنی کثرت میں تھے کہ ان کی تعداد کا احاطہ مشکل ہے۔

﴿وما یعلم جنود ربك الا ھو﴾

ابھی ہم ان کے آثار واخبار نقل کر کے ان پر کافی وشافی کلام کریں گے۔

(۱) حسن بصری:

ان کا اثر مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، میں مختلف طرق کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے صیغۂ تمریض کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری، تحت الرقم ۵۱۰۵)

(۲) شعبی:

ان سے مروی اثر کو امام عبدالرزاق نے المصنف میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"قال اخبرنا معمر عن قتادة عن الشعبي قال فيمن زناذات محرم قال تحرم علي كل حال قال وقال ابراهيم والحسن حد الزنا."

"یعنی امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص محرم عورت کے ساتھ زنا کر بیٹھے وہ اس پر ہر حالت میں حرام ہو جائے گی۔"

اس اثر کی سند میں قتادہ مدلس ہے اور روایت معنعن ہے، لہٰذا اس کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا۔ پھر اس اثر میں محرر صاحب کا دعویٰ بھی موجود نہیں بلکہ اس میں تو محرمہ کے ساتھ زنا کرنے کا مسئلہ بیان ہوا ہے لہٰذا یہ محل نزاع سے خارج ہے۔

امام عبدالرزاق نے ایک دوسری سند سے شعبی سے یہ اثر نقل کیا ہے:

"اخبر نا معمر عن داؤد عن الشعبي قال ما كان في الحلال حرام فهو حرام في الحرام حرام."

یہ اثر بھی محل نزاع سے خارج ہے، پھر اس میں جو محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اس کی حد مذکور ہے اور احناف محرمہ کے ساتھ زنا میں حد کے قائل ہی نہیں جیسا کہ یہ بات ان کی جمیع کتب مختصرات، شروحات اور فتویٰ وغیرہ میں مصرح ہے۔ قاضی خان اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام والعمة والخالة وجامعها لا حد عليه في قول ابي حنيفة." (صفحہ ۸۲۱)

"یعنی اگر کوئی شخص اپنی کسی محرمہ کے ساتھ شادی کرتا ہے مثلاً: بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی، خالہ اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لیتا ہے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں لہٰذا اس اثر کے تو تم خود مخالف ہو تو پھر اسے معرض استدلال میں پیش کرنا چہ معنیٰ دارد؟

(۳) طاؤس:

ان سے مروی اثر مصنف عبدالرزاق میں عن ابن جریج عن ابی طاؤس عن ابیہ کی سند سے اس متن کے ساتھ مذکور ہے۔

"في الرجل كان يزني بالمرأة الا لا ينكح امها ولا ابنتها."

"یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرتا ہو تو وہ شخص اس کی ماں اور بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔"

محمد بن حسن شیبانی نے کتاب الحجہ صفحہ ۳۲۹ الہندی میں اس متن کو "عن اسماعيل بن عياش الحمصي عن ابن جريج به" کی سند سے روایت کیا ہے۔

ان دونوں اسانید میں ابن جریج مدلس ہے اور یہ دونوں روایات معنعن ہیں، لہٰذا یہ آثار بھی ضعیف ثابت ہوئے۔

(۴) مجاہد:

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۵ قلمی میں ان سے مروی اثر اس سند و متن سے مروی ہے۔

"عن ابن علية عن ابن ابي نجيح قال مجاهد اذا مس الرجل فرج امرأة او

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مس فرجه فرجها او باشرها فان ذالك يحرمها على ابيه وابنه . "

''یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کی شرمگاہ کو چھوتا ہے یا اس آدمی کی شرمگاہ اس عورت کی شرمگاہ سے مس کرتی ہے یا وہ آدمی اس سے مباشرت کرتا ہے تو وہ عورت اس لامس کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔''

اس اثر کی سند میں ابن ابی نجیح ہے جس کا نام عبداللہ بن یسار ہے اور یہ مدلس ہے دیکھئے تقریب ص ۲۹۳ الہندی، التبیین لابن العجمی ۸ قلمی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین ص ۱۲ میں اسے مرتبہ ثالثہ میں درج کر کے لکھا ہے: "عن مجاهد وكان يدلس عنه ومصغه بذالك النسائی "

''یعنی اس نے مجاہد سے بہت زیادہ روایات بیان کی ہیں اور یہ تدلیس کرتا تھا۔ امام نسائی نے اسے مدلس قرار دیا ہے۔''

لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ٹھہرا پھر اس میں بھی حرمت کی تصریح نہیں بلکہ دیگر دلائل کے رو سے اس میں مس سے مراد مس بعد النکاح مراد ہے۔

(۵) عطاء:

"امام ابن ابی شیبه عن ابی خالد الاحمر عن عثمان بن الاسود عن مجاهد . "

کے طریق سے عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"اذا فجر الرجل بالمرأة فانها تحل له ولا يحل له شىء من بنا تها . "

(ج ۳، ص ٤٦٩)

''اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کا ارتکاب کیا وہ اس کے لیے تو حلال ہے لیکن اس عورت کی بیٹیوں میں سے کوئی اس کے لیے حلال نہیں۔''

یعنی اس عورت کی بیٹیوں میں سے کسی سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا۔

اس سند میں ابو خالد ہے اس کا نام سلیمان بن حیان ہے یہ اگرچہ صدوق ہے لیکن محل حجت نہیں جیسا کہ یہ تصریح امام ابن معین رحمہ اللہ نے کی ہے امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"لهٗ احاديث صالحة وانما اتى من سوء حفظه فيغلط ويخطى . "

(تهذيب : ٤، ص ١٨١)

''یعنی اس کی بیان کردہ احادیث درست تھیں، لیکن اس کا حافظہ خراب ہو گیا لہٰذا اس سے غلطیوں اور خطاؤں کا ارتکاب ہو گیا۔''

اس کے متعلق جو امام ابن معین نے کہا وہ بالکل ٹھیک کہا کہ صدوق ليس بحجة یعنی صدوق ہونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود محل حجت نہیں امام بزار فرماتے ہیں۔

"ليس ممن يلزم بزيادته حجة لاتفاق اهل العلم بالنقل انه لم يكن حافظا ." (حواله سابقه)

"یعنی اس (ابو خالد) کا شماران رواۃ میں نہیں ہوتا جن کی زیادت قابل حجت ہوتی ہے اہل علم کے اتفاق کے ساتھ کیونکہ یہ حافظ نہ تھا۔"

عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اثر امام عبدالرزاق نے المصنف: جلد۳ صفحہ۹۵ قلمی میں درج ذیل سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے:

"عن ابن جريج عن عطاء قال ان زنا رجل بامرأة وابنتها حرمتا عليه جميعاً ."

"یعنی عطاء نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی سے زنا کر بیٹھے تو وہ عورت اور اس کی بیٹی دونوں اس پر حرام ہو جائیں گی۔"

اس اثر سے بھی محرر مجہول کی مطلوب پورا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو زانیہ سے بھی نکاح کا عدم جواز منقول ہے جب کہ احناف کے نزدیک زانیہ سے نکاح درست ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عن شريك عن عبدالكريم عن عطاء قال قال اذ ازنى الرجل المرأة حراماً حرمت عليه ابنتها وان اتىٰ ابنتها حرمت عليه أمها ." (المصنف: ج۲، ص۵۹۰)

"یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر لے یا کسی عورت کی بیٹی سے زنا کر لے تو مزنیہ کی ماں یا بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی۔"

یہ اثر سخت ضعیف ہے۔ (۱)...... شریک بن عبداللہ النخعی کا آخر عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا۔ (تقریب: ص۲۲٤، الاغتباط: صفحہ۸ قلمی) (۲)...... شریک کا استاد عبدالکریم بن ابی المخارق ہے ضعیف ہے۔ (تقریب: ص۳۳۱) امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

(تقریب: ج٦، ص٣٦٨)

(٦)...... ابن مسیّب، ابو سلمہ اور عروہ بن زبیر کے آثار کو امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے المصنف ج۳ ص۹۵ قلمی میں درج ذیل سند اور متن کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"قال اخبرنا ابراهيم بن محمد عن صفوان بن سليم عن عبدالله بن يزيد مولىٰ ابى الاسود انه سأل ابن المسيب وابا سلمة بن عبدالرحمن وابابكر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عبدالله بن الحارث بن هشام وعروة بن الزبير عن الرجل يصيب امرأة حراما هل يصلح له ان يتزوج ابنتها فقال لا . "

''یعنی عبداللہ بن یزید نے سعید بن میسب، ابوسلمہ ابوبکر عبداللہ بن الحارث اور عروہ بن زبیر سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر بیٹھے کیا وہ شخص مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنی مزنیہ کی بیٹی سے نکاح درست نہیں۔''

یہ سند بھی قابل حجت نہیں امام عبدالرزاق کا استاذ ابن ابی یحییٰ الاسلمی ہے جو کہ متروک ہے۔(تقریب: ص ۲۷) جب کہ یحییٰ بن سعید القطان ابن معین اور ابن حبان نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔(دیکھئے تہذیب: ج ا،ص ۱۵۸۔۱۶۱) امام ابن میسب ایک دوسرا اثر امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ:

"اخبرنا ابن جريج قال اخبرت عن الحارث بن عبدالرحمن بن ابى ذباب انه سأل ابن المسيب عن الرجل يفجر بام امرأة ثم يزيد ان يتزوج ابنتها ويفجر بابنتها ثم يريد ان يتزوجها قال لايجوز حراما حلال ثم جئت عمر فسألته عن ذالك فقال مثل قول ابن المسيب . " (المصنف : ج ۲،ص ۹۷ قلمی)

''یعنی حارث بن عبدالرحمٰن نے امام ابن میسب سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر بیٹھے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ یا کوئی شخص کسی عورت کی بیٹی سے زنا کر بیٹھے کیا وہ اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ دونوں صورتوں میں نکاح درست نہیں۔(حارث کہتے ہیں) کہ پھر میں نے یہی مسئلہ عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔''

یہ اثر بھی صحیح نہیں ابن جریج کو خبر دینے والا نامعلوم ومجہول ہے، جب کہ اس ضعیف اثر کے برعکس ابن میسب رحمہ اللہ سے ایک دوسرا اثر منقول ہے جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المصنف: ج ۲،ص ۵۹۰ قلمی) میں فرماتے ہیں:

"ابن علية عن يزيد الرشك قال سألت سعيد بن المسيب عن الرجل يفجر بام امرأته فقال اما الام فحرام فاما البنت فحلال . "

''یعنی یزید الرشک کہتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو کسی عورت کی ماں سے زنا کرتا (یعنی کیا وہ اس کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے) تو امام موصوف نے جواب دیا ماں تو اس پر حرام ہے، البتہ اس کی بیٹی حلال ہے۔''

یہ محرر مجہول کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں مزنیہ کی حرمت اس کی بیٹی کی حلت کا ذکر ہے اسی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف عبدالرزاق: ج۳،ص۹۷ قلمی میں اس کی تائید میں ایک دوسرا اثر مذکور ہے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اخبرنا عبدالوهاب وابن ابی شبرمة عن ابن ابی الذويب عن خاله الحارث بن عبدالرحمن بن ابی ذياب قال سألت ابن المسيب وعروة بن الزبير عن الرجل يزنی بالمرأة هل تحل له اختها فقال لا يحرم الحرام الحلال." (المصنف: ج۳،ص۹۶ قلمی)

"حارث (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے سعید ابن المسیب اور عروہ بن زبیر سے پوچھا کہ اگر کسی شخص سے زنا کا ارتکاب ہو جائے تو کیا وہ شخص اس مزنیہ کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔"

(۷)......سالم (وغیرہ) سے محمد بن الحسن نے الحجۃ صفحہ ۳۲۹ الہندی میں اثر نقل کیا ہے کہ:

"اخبرنا اسماعيل بن عياش الحمصی حدثنی سعيد بن يوسف عن يحيٰی بن ابی كثير قال سئل عروة بن الزبير وسعيد بن المسيب وابو سلمة بن عبدالرحمن وسالم بن عبدالله عن رجل اصاب امرأة هل يحل له نكاح امرأة ارضعتها فقالوا كلهم حرام."

"یعنی عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن میّب، ابوسلمہ اور سالم رحمۃ اللہ علیہم سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے پھر وہ اس مزنیہ کی رضاعی ماں سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؟ تو انہوں جواب دیا (نہیں کر سکتا) بلکہ زانی پر مزنیہ کی تمام محرمات حرام ہوں گی۔"

اس اثر کی سند میں یحیٰی بن کثیر مدلس ہے دیکھئے: (التقریب: ص۵۰۳) اور التبیین لابن العجمی صفحہ ۱۳ اور طبقات المدلسین ص۱۱ اور یحیٰی کا شاگرد سعید بن یوسف الرجی ہے جو کہ ضعیف ہے اسے ابن معینؒ، ابن عون اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا: لیس بشیء یعنی کچھ چیز نہیں، ابن الطاہر نے کہا ابن ابی کثیر سے اس نے منکر حدیثوں کو بیان کیا ہے اس اثر کو ایک دوسرا راوی ابن عیاش نے بھی ذکر کیا ہے وہ بھی ضعیف ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور محمد بن حسن شیبانی بھی معروف آدمی ہے۔ لہٰذا ان علتوں کی موجودگی میں اس اثر کا وجود اور عدم برابر ہے۔

(۸)......حکم۔ امام ابن ابی شیبہ نے ان سے مروی اثر المصنف: ج۲،ص۵۹۰ قلمی میں درج کیا ہے۔ جو کہ باسند درج ذیل ہے۔

"عن عبيدالله عن شعبه قال سألت الحكم وحمادًا عن الرجل زنا بام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرأته قالا احب الينا ان يفارقها ."

"یعنی شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی بیوی کی ماں سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں تو یہ بات پسند ہے کہ اسے الگ کر دے۔"

اس اثر میں اولاً: جدا کرنے کا حکم وامر نہیں بلکہ پسند اور ناپسند کا مسئلہ ہے ثانیاً: جدائی میں یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ مزنیہ سے الگ رہنا اور اسے جدا کرنا مقصود ہو لہٰذا اس احتمال کی وجہ سے استدلال درست نہیں۔

(۹) قتادہ:

ان سے مروی اثر مصنف عبدالرزاق: ج ۳، ص ۹۶ قلمی میں مذکور ہے۔

"قال اخبرنا معمر عن قتادة عن رجل جامع ام امرأته فقال حرمتا عليه اذا كان بعدذالك قيل له باشرها قال لم يحرم اذن ."

(۱۰) ابو ہاشم:

ان کا کوئی اثر کتب احادیث میں موجود نہیں۔

(۱۱) عکرمہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار قال امرني ابو الشعثاء ان اسأل عكرمة عن رجل فجربامرأة ثم راٰها تصنع جارية هل يصلح ابن يطئى الجارية فسألته فقال لا ." (المصنف: ج۳، ص۹۶)

"یعنی عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مجھے ابوشعثاء نے کہا کہ آپ عکرمہ سے مسئلہ دریافت کریں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کا مرتکب ہو جائے، پھر اسی عورت کو لونڈی بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے؟ میں نے عکرمہ سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں کرسکتا۔"

اس اثر میں نکاح کا ذکر نہیں لہٰذا استدلال باطل ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۳، ص ۹۷ قلمی میں اس کے برخلاف اثر بھی موجود ہے۔

چنانچہ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں:

"اخبرنا ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس فى رجل زنا باخت امرأته تخطى حرمة الى حرمة ولم تحرم عليه امرأته قال ابن جريج وبلغنى عن عكرمة مثله ."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے اپنی بیوی کی بہن سے زنا کا ارتکاب کیا کہ اس نے ایک بڑی حرمت کو پامال کیا ہے اس کی وجہ سے اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہی فتویٰ عکرمہ نے بھی دیا ہے۔"

(۱۲) جابر بن زید:

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عن يزيد بن هارون عن حبيب عن عروة بن هرم قال سئل جابر بن زيد عن جارية كانت لرجل فمس قبلها بيده اوبصر الى عورتها ثم وهبها لابن له ايصلح ان يطئها قال ." (المصنف: ج۲، ص۵۸۹)

"یعنی جابر بن زید سے اس لونڈی کے متعلق دریافت کیا گیا جو کسی آدمی کی ملکیت تھی۔ اس نے اسے چھوا یا بوسا لیا یا اس کے شرمگاہ کی طرف دیکھا پھر اسے اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا، کیا اس کے بیٹے کے لیے اس سے وطی کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔"

اس اثر کی سند میں حبیب بن ابی حبیب الجرمی ہے جو کہ مختلف فیہ راوی ہے۔ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث کے بیان کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی متعلق بہتر یہ ہے کہ اس سے صرف استشہاداً روایت لی جائے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے متابعتاً روایات لی ہیں، جیسا کہ تہذیب: ج۲، ص۱۸۰ میں مذکور ہے واضح ہو کہ اس میں وطی حرام کا ذکر بھی نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ: ص۵۹۰، ج۲ قلمی میں فرماتے ہیں:

"عن ابی عصامة عن هشام عن قتادة قال كان جابر بن زيد والحسن يكرهان ان يمس الرجل امرأته-يعني في الرجل يقع على ام امرأته ."

"یعنی جابر بن زید اور حسن رحمہما اللہ اس آدمی کے لیے اپنی بیوی کو چھونا پسند کرتے تھے جس نے ساس کے ساتھ زنا کیا ہو اس اثر میں قتادہ مدلس ہے پھر اس میں اس شخص پر بیوی کے حرام ہونے کا بھی ذکر نہیں۔ ابن ابی شیبہ: ص۵۹۰ میں یہ

"عن عبدالاعلى عن سعيد عن قتادة عن جابر ابن زيد والحسن قالا حرمت عليه امرأته قال سعيد قال قتادة لا يحرمهما ذالك عليه غير انه لا يغشى امرأته حتىٰ تنقضى عدة التى بنٰى بها سعيد بن ابى عروبة ."

اور قتادہ کے متعلق گزر چکا ہے لہٰذا ان کی وجہ سے یہ اثر قابل اعتبار نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) مکحول:

ان کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲،ص ۵۸۹ میں مذکور ہے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عن عیسیٰ بن یونس عن ابی بکر عن مکحول قال ایما رجل جرد جاریة حرمت علی ابنه وابیه."

"یعنی مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس شخص نے کسی عورت کو برہنہ کیا وہ اس کے بیٹے اور باپ پر حرام ہوجائے گی۔"

اس اثر کی سند میں ابوبکر کی تعیین معلوم نہیں ہوسکی اور پھر اس میں زنا کا ذکر بھی نہیں۔

(۱۴) مسروق:

محمد بن حسن کہتے ہیں:

"اخبرنا ابو حنیفة حدثنا محمد بن منتشر عن ابیه عن مسروق قال بیعو جاریتی هذه اما انی لم اصب منها الا مایحرمها علی ابنی من لمس او نظر."

"یعنی مسروق نے کہا کہ یہ میری لونڈی مجھ سے خریدو میں اسے لمس اور نظر کے علاوہ جس کی وجہ سے وہ میرے بیٹے پر حرام ہوجاتی ہے کسی اور طریقے سے نہیں آیا۔"

یہ اثر ابن فرقد شیبانی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اس اثر کو عن ابی خالد عن اشعث عن الحکم قال قال مسروق کی سند سے بیان کیا ہے لیکن یہ سند بھی دو وجہ سے ضعیف ہے۔

(۱)...... اشعث بن سوار الکندی ضعیف ہے اس پر عام محدثین نے جرح کی ہے جیسے یحییٰ القطان، ابن مہدی، ابن معین ابو زرعہ، نسائی، دارقطنی، ابن حبان، ابن سعد، عجلی اور ابوداود وغیرہم ان کی جروحات کے لیے دیکھئے: (تهذيب التهذيب: ج ۱، ص ۳۵۳۔۳۵٤)

(۲)...... حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔ (تقریب: ص ۱۲۱) امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ ص ٦ اور طبقات المدلسین ص ۹ اور روایت معنعن ہے امام مسروق سے ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲،ص ۵۸۹ میں عن ابی معاویہ عن الحسن بن عمرو عن الشعبی قال کتب مسروق .... کے طریق سے مروی ہے اور یہ سند بھی ضعیف ہے، اس میں ابو معاویہ محمد بن خازن ہے جسے احمد بن ابی طاہر اور دارقطنی نے مدلس قرار دیا ہے دیکھئے التبیین: ص ۱۰ قلمی اور طبقات المدلسین میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مرتبہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے جب کہ احناف کے ہاں اس طبقہ کے مدلسین کی روایات بھی ضعیف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آثار السنن وغیرہ کتب احناف کے مطالعہ سے واضح ہے کہ ان میں اس مرتبہ کہ مدلسین کی متعدد احادیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اس اثر کے اس ضعف کے باوجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں زنا کی وجہ سے حرمت کا ذکر بھی نہیں۔

(۱۵) الزہری:

"اخرج الامام ابن ابی شیبة عنه فقال عن حماد بن خالد عن ابن ابی ذویب عن الزهری کره ان یطئی الرجل امرأة قبلها ابوه او نظر الی محاسرها ."

"یعنی امام زہری رحمہ اللہ اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ وطی کو مکروہ جانتے تھے جس کے باپ نے اس عورت کو بوسا دیا ہو یا اس کی پردہ کی چیزوں کی طرف دیکھا ہو۔"

اولاً: اس میں صرف کراہت کا ذکر ہے نہ کہ حرمت کا۔ ثانیاً: امام زہری رحمہ اللہ کا مذہب اس بارے میں مشہور ہے کہ وہ حرمت مصاہرت بالزنا کے قائل نہ تھے ذیل میں ان سے مروی اثر ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عن عبدالاعلی عن معمر عن الزهری قال اذا زنی الرجل باخت امرأته فهی لا تحرم علیه لا یحرم الحرام حلالاً ." (المصنف: ج۲،ص ۵۸۹)

"یعنی زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اپنی بیوی کی بہن سے زنا کر بیٹھے تو وہ اس پر حرام نہیں ہوگی، کیونکہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔"

(۱۶) ابن مقرن:

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں:

"قال اخبرنا الثوری عن عبدالرحمن الاصبهانی قال اخبرنی الثقة عن عبدالله بن مقرن انه قال یحرم علیه فی الحلال فکیف لا تحرم فی الحرام ." (المصنف: ج۳،ص ۹۶)

"یعنی ابن مقرن نے کہا کہ حلال (نکاح) کی وجہ سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے پھر حرام کاری کی وجہ سے حرمت کیوں نہ ثابت ہوگی؟

یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی (الثقہ) مجہول ہے۔ صرف ثقہ کہہ دینے سے تعدیل ثابت نہیں ہوتی جب تک راوی کی تعیین اور صراحتاً تعدیل نہ ہو۔

(۱۷) ابراہیم نخعی:

محمد بن الحسن نے الحجۃ ص ۳۲۹ اور آثار ۷۸ میں ان سے مروی اثر نقل کیا ہے کہتے ہیں:

"قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اذا قبل الرجل امرأته او

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لمسها بشهوة حرمت عليه ."

اس اثر کی سند میں حماد ہے جس کے متعلق گزر چکا کہ وہ ضعیف ہے وہ محمد بن حسن خود مجروح ہے، جیسا کہ کتب فن میں مصرح ہے مذکور ابن فرقد نے ایک اور سند فٹ کر رکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"اخبرنا يعقوب بن ابراهيم اخبرنا المغيرة عن ابراهيم انه قال رجل فجربابنت امرأته قال حرمت عليه امها ." (الحجه : ۳۲۹)

"یعنی ابراہیم نخعی نے کہا جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کی بیٹی کے ساتھ زنا کیا تو اس پر (اس لڑکی کی) ماں حرام ہو جائے گی۔"

اس کی سند میں مغیرہ بن مقسم مدلس ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان يدلس ولاسيما عن ابراهيم ." (التقريب : ٥٠٤)

"یعنی تدلیس کرتا ہے درخاص طور پر ابراہیم نخعی سے تدلیس کا مرتکب ہوتا تھا۔

ابن الفضیل نے کہا "كان يدلس فلايكتب الا ماقال ثنا ابراهيم ."

"یعنی تدلیس کرتا تھا جب تک حدثنا ابراہیم نہ کہے۔ (سماع کی تصریح نہ کرے) تب تک اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

"عامة حديث عن ابراهيم مدخولة وجعل احمد يضعف حديثه عن ابراهيم النخعي ." (التبيين لابن العجمي:ص١١ قلمى) ذكره الحافظ فى طبقات المدلسين فى المرتبة الثالثة، ص١٦ .

"یعنی اس کی ابراہیم نخعی سے مروی روایات کسی کی داخل کردہ ہیں اسی وجہ سے امام ابراہیم نخعی سے مروی اس کی تمام روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج۴ص۵۹۰ میں ابراہیم نخعی سے مروی ایک دوسرا اثر درج ذیل سند ومتن کے ساتھ موجود ہے:

"عن وكيع عن عبدالله بن مسبح قال سألت ابراهيم عن رجل فجر بامه ثم اراده ان يتزوج امها قال لا يتزوجها ."

یہ سند اگرچہ صحت کے قریب ہے لیکن اس کے برعکس ابراہیم کا ایک اثر موجود ہے حوالہ سابقہ میں ہے:

"عن عبدالاعلىٰ عن سعيد عن بعض اصحابه عن النخعي مثل قول قتادة وان كانت حاملة فحتى تضع حملها ."

الحاصل:...... تابعین کرام رحمہم اللہ میں سے یہ مسئلہ بہت ہی قلیل جماعت سے منقول ہے اور بعض سے تو ایک دوسرے کے مخالف اقوال منقول ہیں۔ لہٰذا اتنی سے تھوڑی تعداد کو جمہور کا نام دینا اہل علم کے شان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعید ہے، پھر یہ بھی ذہن رکھنا چاہیے کہ کسی کے نزدیک بھی تابعین کے اقوال حجت نہیں التلویح ج ۲ ص ۱۷ میں ہے:

"وفی ظاهر الرواية لا تقليد اذ هم رجال نحن رجال بخلاف قول الصحابی فانه جعل حجة لاحتمال السماع وزيادة الاصابة فی الرأی ببركة صحبة النبی عليه الصلاة والسلام ."

"یعنی تابعین کی تقلید درست نہیں کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی، البتہ صحابی کی تقلید جائز ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ اس (صحابی) نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہو اور نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کی رائے میں احتمال صواب زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا اس وجہ سے بھی صحابی کی تقلید جائز ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ب: ...... تابعین کے اندر بھی یہ مسئلہ اختلافی رہا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے امر کی اتباع کرتے ہوئے ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اس موقع پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں۔

ت: ...... ان سب باتوں کے بعد واضح ہو کر اکثریت دلیل نہیں بلکہ دلیل صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اور اجماع سے ثابت ہو اکثریت کے متعلق بعض آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں۔

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۷)

"لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔"

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۴۳)

"لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔"

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۱)

"لیکن اکثر لوگ جاہل ہیں۔"

﴿وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (النحل: ۸۳)

"اور اکثر لوگ کافر ہیں۔"

﴿وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ (الشعراء: ۲۲۳)

"اور جھوٹے لوگوں کی اکثریت ہے۔"

اس طرح کی امثلہ قرآن میں بے شمار موجود ہیں سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ (المائدة: ۱۰۰)

"یعنی اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں کہ پاک اور خبیث برابر نہیں ہو سکتے، اگر چہ خبیث کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت آپ کو متعجب بنا دے۔“

ایک جگہ ارشا فرمایا:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۶)

”یعنی اگر آپ اکثریت کی پیروی اور تابعداری کرنے لگ جائیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔ اکثر لوگ ظن کی پیروی کرتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔“

لہٰذا اکثریت دلیل نہیں بلکہ حق کی طلب وہیں سے کی جائے گی جہاں حق موجود ہے اور اہل ایمان کی یہ شان ہے کہ وہ ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں اور جہاں گھومتا ہے ادھر ہی گھومتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات جاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

قال المحرر المجهول: اب جب کہ لمس اور فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے سے حدیث شریف سے حرمت مصاہرت ثابت ہوئی تو زنا سے بطریق اولیٰ ثابت ہو گی۔

اقول متسبتاً بذیل کتاب اللہ وسنۃ الرسول:

”**اولاً:** حدیث شریف سے تو محرر مجہول کے لیے کچھ بھی ثابت نہ ہوا نہ تو روایات صحیح ہیں اور نہ ہی مطلوب پر دال ہیں۔

ثانیاً: علی التقدیر محرر کی پیش کردہ روایتوں میں نہ شہوت اور عدم شہوت کی تفریق ہے اور نہ ہی داخل اور خارج کا فرق صرف فقہاء کی اپنی تخریجات ہیں جن کے لیے قرآن حدیث میں کوئی ثبوت نہیں کما مضٰی۔

ثالثاً: اگر بقول محرر مجہول زنا سے بطریق اولیٰ حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے تو پھر جو اقسام فقہ حنفی میں مستثنیٰ ہیں یا جو شرائط ذکر کی گئی ہیں وہ کس بنا پر ہیں؟ کیا افضاء کی صورت میں زنا نہیں یا کپڑا لپیٹنے کی حالت میں زنا شمار نہیں ہوگا، کیا ایسی حالات میں تمہاری فقہ حد کا نافذ کرنے کا حکم نہیں کرتا؟

الغرض! محرمات سب اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ہیں:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (الانعام: ۱۱۹)

”اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم پر حرام کیں ہیں ان کی تفصیل بتا دی ہے۔“

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جن کو محرمات میں شامل کیا اور انہیں حرام قرار دیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب حلال ہوں گے اس لیے صورت مجوشہ میں از روئے شریعت حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔

وباالله التوفيق وهو حسبنا ونعم الوكيل ومنه الوصول الى سواء الطريق.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:...... محرر مجہول کی تحریر کا جواب لکھتے وقت ضمناً ہمیں ایک دوسری تحریر مسئلہ مجوثہ عنہا کے متعلق موصول ہوئی جو مولوی عبدالغفار صاحب مدرسہ غزنویہ (رتوڈیرہ (ضلع لاڑکانہ) کی طرف سے لکھی گئی ہے موصوف نے اپنی اس تحریر میں کوئی آیت قرآنی یا حدیث شریف تو ذکر نہیں کی البتہ ہدایہ (شریف) کی عبارت پر اکتفا کیا ہے کہ:

"ومن زنا بامرأة حرمت عليه امها وبنتها ."

"یعنی زانی پر مزنیہ کی ماں اور بیٹی حرام ہے۔"

اس عبارت کے بعد فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

"قوله وبنتها وان سفلت وكذا تحرم المزني بها على آباء الزاني واجده وان علوا وابنا ئه وان سفلوا ."

"یعنی زانی پر مزنیہ کی بیٹی پوتی اور پوتی کی بیٹی آخر تک حرام ہوں گی۔اوراسی طرح زانی کے آباء و اجداد اوراس کی اولاد سب پر حرام ہو جائے گی۔"

اور یہ بات معلوم ہے کہ شریعت صرف وحی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ (الشوریٰ: ۱۳)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسی دین کو شریعت مقرر کیا ہے۔جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔"

صرف فقہی عبارت کو جسے کسی آیت یا صحیح روایت کی تائید حاصل نہیں شریعت نہیں کہا جا سکتا امام داری رحمہ اللہ نے اپنی سنن ج ا ص ۵۳ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

"من احدث رأيا ليس في كتاب الله ولم تمض به سنة رسول الله ﷺ لم يدر على ما هو من اذا لقى الله عزوجل ."

"یعنی جس شخص نے کوئی نئی بات (شریعت کے اندر) ایجاد کی جس کا کوئی ذکر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں نہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اس کا حشر کیا ہوگا؟"

سنن دارمی ج ا ص ۵۴ میں ہے:

"عن ابى سلمة انه قال للحسن البصرى لاتفت برأيك الا ان تكون سنة عن رسول الله ﷺ او كتاب منزل ."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی ابوسلمہ نے حسن بصری سے کہا کہ آپ اپنے رائے سے فتویٰ نہ دیا کریں ہاں اگر آپ کے پاس (دلیل کے طور پر) حدیث یا قرآن پاک کی آیت موجود ہو تو پھر فتویٰ دے دیا کریں۔''

اور اسی صفحے پر اسی کے متصل ہے:

" وعن جابر عن ابن عمر لقيه في الطواف فقال له يا ابا الشعثاء انك من فقهاء البصرة فلا تفت الا بقرآن ناطق اوسنة ماضية فان فعلت غير ذالك هلكت واهلكت ."

''یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ملاقات بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ہوئی اس وقت انہوں (ابن عمر رضی اللہ عنہما) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو الشعثاء آپ کا شمار بصرہ کے فقہاء میں ہوتا ہے، لہٰذا آپ جب بھی فتویٰ دیا کریں تو آپ کا فتویٰ قرآن پاک اور حدیث شریف کے مطابق ہونا چاہیے اگر آپ ایسے نہ کریں گے تو خود بھی ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔''

مفتی صاحب پر لازم تھا کہ قرآن وحدیث سے مسئلہ تلاش کر کے اس کے مطابق فتویٰ دیتے کیونکہ اس کے بغیر فتویٰ دینا ضلوا افا ضلوا کا نمونہ اور هلكت واهلكت کا عکس ہے۔ بلکہ قران وحدیث کے علاوہ کسی قول اور رائے پر عمل کرنے کا کوئی مسلمان پابند نہیں جیسا کہ سنن دارمی ج اص ۶۰ میں ہے کہ مالک بن مغول کو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

" ماحدثوك هٰؤلاء عن رسول الله ﷺ فخذبه وما قالوه برأيهم فالقه في الحسش ."

''یعنی یہ لوگ (صحابہ وتابعین) جب آپ کو کوئی بات رسول کریم ﷺ کی طرف سے پہنچائیں تو اسے لے لو اور جو اپنی رائے سے کہیں تو اسے گھانس میں پھینک دو۔''

پھر جب اسلاف کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کے آراء کی یہ حیثیت تھی تو پھر ساتویں یا آٹھویں صدی کے مصنّفین کی آراء کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اس کے علاوہ فقہ حنفی کے سواء باقی تین فقہوں کے نزدیک عدم حرمت کی فتویٰ ہے کیا ان کو شریعت نہیں کہیں گے؟ آپ کی فقہ شریعت اور دیگر فقہیں شریعت سے باہر اس تفریق پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟

یہ تو تلاعب بالدین ہے کہ جو فقہ یا قول تمہیں پسند ہو اسے تو شریعت تصور کر لو اور جو پسند نہ ہو "ان عندكم من سلطان بهذا تقولون على الله ما لا تعلمون" ایضاً اوپر ذکر کیا جا چکا کہ یہ فتویٰ (حرمت مصاہرت بالزنا) کی فتویٰ قرآن وحدیث اور اسی طرح اقوال صحابہ بلکہ دلائل عقلیہ کے بھی خلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے پھر اس طرح کی عبارت جو ادلہ نقلیہ و براہین عقلیہ کے خلاف ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ مردودۃ الیٰ قائلھا ہے بالخصوص جب کہ فقہی فتاووں کا تنازعہ ہے اس لیے بموجب قولہ تعالیٰ:

"فردوہ الی اللہ والرسولہ."

قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور دونوں فتاووں میں سے عدم حرمت کا فتویٰ اہل ایمان کے نزدیک درست قرار پائے گا لقولہ تعالیٰ!

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (النساء: ۵۹)

بلکہ جس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث ناطق وقاضی ہوں اس کے متعلق کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے قول وفتویٰ کی طرف احتیاج قطعاً باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ اس مفتی صاحب پر مذکورہ بالا اعتراضات وارد ہوں گے اور ان کو جو شروط وقیود فقہاء نے ذکر کر رکھی ہیں۔ان کا خیال رکھنا بھی لازمی ہوگا۔

مفتی عبدالغفار صاحب مذکور کی اس فتویٰ پر کچھ مولویوں کی دستخطیں بھی موجود ہیں مثلاً:

مولوی محمد قاسم صاحب لکھتے ہیں کہ شرعی طور پر ثبوت زنا کے بعد زانی اور مزنیہ پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہو جائیں گے۔

مولوی صاحب موصوف یہ تو سوچیں کہ شریعت کسے کہہ رہیں ہیں؟ اگر اس سے ان کی مروجہ فقہ حنفی مراد ہے تو پھر خود ان کی معتبر کتاب الدر المختار: ج۱ص۴۵ مع حاشیۃ الطحاوی میں مرقوم ہے۔

"واذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب مخالفنا قلنا وجوبا مذهبنا صواب يحتمل الخطأ ومذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب."

"یعنی اگر ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے مذہب کے متعلق پوچھا گیا تو ہم کہیں گے کہ ہمارا مذہب صحیح ہے ممکن ہے کہ غلط ہو اور ہمارے مخالفین کا مذہب غلط ہے لیکن ممکن ہے کہ صحیح ہو۔"

تو پھر جب وہ تمہارے نزدیک جو چیز خطاً وصواب کو محتمل ہو، اُسے شریعت کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے۔ چہ جائیکہ مسئلہ مانحن فیہ میں مجتہدین کا اختلاف ہے اور شریعت میں ایک مسئلہ کے متعلق بالخصوص حلت وحرمت کے بارے میں دو معارض فتوے ہونا محال ہیں۔

اور جناب مولوی عبدالعزیز صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ رتوڈیرو اپنی تصحیح میں لکھتے ہیں" جو شخص اسے حلال سمجھے گا اسے اپنے ایمان کے زائل ہو جانے کا خوف کرنا چاہیے۔"

معلوم نہیں مولوی صاحب یہ جملہ لکھتے وقت کس اعلیٰ مقام پر بیٹھے تھے؟ کہ یہ سوچنے کی زحمت نہ کی کہ ان کی اس فتویٰ کا شکار سب سے پہلے ائمہ ثلاثہ ہوں گے کیونکہ تینوں امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ حلال سمجھتے ہیں اس طرح خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بھی مولوی صاحب کا حملہ ہو چکا کہ ان کا مذہب بھی یہی تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کما تقدم امام ابوحنیفہ مؤذن، خطیب اور ائمہ مساجد کے لیے تنخواہ لینے کو حرام کہتے تھے۔ پھر جو حنفی مذہب کے علماء اسے حلال سمجھتے ہیں یا تنخواہوں پر تدریس کرتے ہیں اور امامت وخطابت سرانجام دیتے رہتے ہیں، کیا ان پر بھی مولوی صاحب موصوف کی فتویٰ مذکور صادق آئے گی یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر ایک امام کی مخالفت کرنے والے کو جب اپنے ایمان کے زائل ہو جانے کا خوف کرنا چاہیے تو پھر تین اماموں کی مخالفت کرنے والے کو تو بطریق اولیٰ یہ خوف وخطرہ لاحق ہونا چاہیے بلکہ حقیقت میں اس طرح کا خوف تو ان لوگوں کو ہونا چاہیے جو دیدہ دانستہ قرآن وحدیث کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور جس کام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ حلال کہیں اسے حرام کہتے پھرتے ہیں۔ ونسأل السلامة۔

اور جناب مولوی محمد وارث صاحب اپنی تصحیح میں لکھتے ہیں کہ:

''جو اس ناجائز اور حرام کام کو جائز اور حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہے اور اس کی اذان اور امامت جائز نہیں جب تک وہ ایمان نہیں لاتا اور نکاح دوبارہ نہیں کرواتا۔ اس طرح ہے شریعت محمدی۔''

مولوی صاحب کے ان الفاظ پر قرآنی آیت پڑھنا موزون سمجھتے ہیں:

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الكهف: ٥)

ہم موصوف کو قسم باللہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ جو عدم حرمت کے قائل ہیں وہ سب تمہارے نزدیک معاذ اللہ خاک بدہنت کافر ہوئے ان کے نکاح بھی فسخ ہو گئے کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے کہ قیامت کے دن اسے کیا جواب دو گے؟ اگر بالفرض اس وقت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی موجود ہوتا جنھوں نے عدم حرمت کی فتویٰ دیا ہے کیا تو ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھتا، شرم شرم، شرم، کیا اس وقت بھی آپ یہی فتویٰ دیتے کہ ان کی اذان اور امامت جائز نہیں ''صدق رسول الله اذا لم تستحي فاصنع ما شئت.'' واللہ العظیم۔ آپ سے پہلے اور بعد علماء احناف بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ان سب کی اقتداء میں نماز ایک طرف اور کسی ایک ادنیٰ صحابی کی اقتدا میں نماز ایک طرف ہے:ع

اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ایضاً تینوں مذہبوں کے ائمہ علماء، مفتی حضرات، قضاۃ پر اس قسم کی چھری پھیرتے ہوئے تجھے کوئی خیال نہ آیا؟ ایک طرف تمہاری دریادلی ہوتی ہے کہ چاروں مذہب برحق ہیں اور چاروں ائمہ برحق ہیں مگر آج تو نے اس فتویٰ کے ذریعے اس تلبیس وتدلیس کا پردہ چاک کر دیا۔ تجھے یہ بھی معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کتنے ہی مسائل میں آپس میں اختلاف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، اسی طرح تابعین عظام رحمہم اللہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ اور دیگر مفتیان گرامی اور قضاۃ باوجود اختلاف کے ایک دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے نماز پڑھتے رہے مولوی صاحب آپ کا فتویٰ خود فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ طحطاوی علی الدر المختار: ج ۱، ص ۳۸۲ میں ہے۔

"اقتداء الحنفي بمثله اولیٰ اذا لم تسبق جماعة الشافعي جماعته هو في مسجد فيه اما اذا سبقت مع حضوره فالا فضل ان يقتدي بالشافعي الخ ."

اور ظاہر ہے کہ شافعی مذہب کی فتویٰ مذکورہ بالا مسئلہ متعلق عدم حرمت ہے، پھر جب کہ تیرے اپنے مذہب کی کتب جن پر تیرا اور تیرے پیروں کا اعتماد ہے وہ خود ایسے نکاح کو حلال کہنے والوں کے پیچھے نماز کو جائز کہتے ہیں، پھر صرف تیری زبان اور مجرد قلم کو کیا حیثیت حاصل ہے نہ قرآن تیری تائید میں ہے، نہ حدیث، نہ ہی تیری فقہ معلوم نہیں یہ فتویٰ صادر کرتے وقت تجھے الہام ہوا یا کشف یا وہم؟ یا پھر یہ فتویٰ لکھتے وقت تیرا ہوش ہی ٹھکانہ پر نہ رہا تھا، لہٰذا یہ نہ تو فقہ حنفی ہے نہ بیاض شرعی بلکہ بیاض وارثی ہے یا فقہ وارثی، مولوی صاحب کفر کی فتویٰ صادر کرتے وقت اپنے ایمان کی خیر مانگا کرو۔

صحیح مسلم: ج ۱ ص ۵۷ میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ "سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

"قال رسول الله ﷺ ايما امرء قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه ."

(صحيح مسلم كتاب الايمان : باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم يا كافر رقم الحديث : ٢١٦)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی اپنے (مسلمان) بھائی کو کافر کے لفظ سے خطاب کیا وہ کفران دونوں میں سے کسی کی طرف ضرور پلٹے گا اگر وہ شخص جس کو اس نے کہا ہے وہ کافر ہے (تو کفر اس کی طرف آجائے گا) بصورت دیگر اس کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔"

لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں حلت کی فتویٰ دینے والے قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کے موافق ہیں، اس لیے ان کے اسلام میں تو کوئی شک وشبہ نہیں بلکہ یہ تکفیر والی فتویٰ امانت اور سلامت کے ساتھ موصوف کی طرف لوٹ آئے گی۔

مولوی صاحب کو تکفیر کے لیے صرف یہی سبب نظر آیا دوسری خوبیوں کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ مولوی صاحب کا علم بیاض وارثی تک محدود ہے کہ اسے اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ اس میں کیا کیا موجود ہے؟ حالانکہ مشہور عربی مقولہ ہے کہ "صاحب البيت ادرىٰ بما فيه" معلوم ہوتا ہے کہ موصوف یہ فتویٰ لکھتے وقت یقیناً سلیم العقل نہ تھے۔ اب ان کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ فرمائیں۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ "فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن کہنا چاہیے۔" (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۳۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تحریر پر جناب مولوی ابو المسیح عبداللہ صاحب رتوڈیروی کا نوٹ بھی مذکور ومرقوم ہے موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ فتویٰ رسول اکرم ﷺ کا نہیں اور نہ ہی کسی صحابی کا ہے، اس لیے علماء کو چاہیے کہ صحیح حدیث ہی پر فیصلہ وفتویٰ میں پیش کیا کریں یا قرآن کریم سے۔''

ہمارا مطالبہ بھی یہی ہے بلکہ ہر کسی مسلمان کو مفتی سے یہی مطالبہ کرنا چاہیے کہ جس کام کو آپ حرام کہتے ہیں، اس کے لیے قرآن کریم یا حدیث شریف سے دلیل پیش کریں کیونکہ حلت یا حرمت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور یہی منصب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''یعنی جو لوگ ایسے رسول امی (ﷺ) کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۲۹)

''(اے ایمان والو) ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں جانتے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے سوا یہ اختیار کسی دوسرے کو دینا درست نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی تحلیل وتحریم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں۔ کما هو الظاهر من قوله تعالیٰ:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ (التحریم: ۱)

لہٰذا یہ اختیار کسی غیر نبی کو دینا یا قرآن وحدیث کے دلائل کو دیکھے بغیر اس کی حلال کی گئی چیزوں کو حرام سمجھنا یا حرام کی گئی چیزوں کو حلال سمجھنا یہود ونصاریٰ کی احبار ورہبان پرستی کا مصداق ہے۔

"فاخرج الترمذی فی سننه: ج ۲، ص۱۳۶ فی تفسیر سورة التوبة من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابـواب التفسير قائلاً حدثنا حسين بن يزيد الكوفي ناعبدالسلام بن حرب عـن غـطيف بـن اعيـن عن مصعب بن سعد عن عدى بن حاتم قال اتيت النبي ﷺ وفـي عنقى صليب فقال يا عدى اطرح عنك هذا الوثن وسمعته يـقـرأ في سورة البراء ة اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال امـا انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكن كانوا اذا احلوا لهم شيئًا استحلوا واذا حرموا عليهم شيأً حرموه."

''یعنی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میری گردن میں صلیب لٹکی ہوئی تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے توڑ نکالو، پھر آپ ﷺ نے سورۂ براءت کی یہ آیت پڑھی کہ (یہود ونصاریٰ) نے اپنے احبار ورہبان کو رب بنا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اپنے احبار ورہبان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ جو چیز انہیں حلال یا حرام کر کے دیتے وہ اسے حلال وحرام سمجھتے تھے۔''

اس لیے مولوی صاحب موصوف کا مطالبہ بدستور قائم ہے اس لیے ایسے مفتیان پر لازم ہے کہ جب کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق حرمت کی فتویٰ دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر کرتے ہوئے عوام کالانعام کو گمراہ نہ کریں بلکہ ایسی حرمت قرآن وصحیح حدیث سے ثابت کریں ورنہ صرف اس فتویٰ جس میں نہ قرآن کریم سے استدلال کیا گیا ہے نہ حدیث سے استنباط بلکہ جولفاظیت اور لسانیت کا مجموعہ ہو یا صرف قیاس اور راء سے مرکب ہو پھر جو بھی اسے تسلیم نہ کرے اس پر فتویٰ کفر تھوپ دی جائے اس طرح کی یہ کارروائی انصاف کے یکسر خلاف ہے بلکہ انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے اس لیے یہ فتویٰ اہل علم کے سامنے قابل سماعت یا لائق التفات ہی نہیں چہ جائے کہ اسے تسلیم کیا جائے یا اس پر عمل کیا جائے لہٰذا اس طرح زجر وتوبیخ وتنبیہ سے لوگوں کے نظریہ جات یا مذاہب کو نہیں بدلا یا جا سکتا ہاں البتہ اپنے حلقہ کو مطمئن کیا جا سکتا ہے لوگوں کے مذاہب کو بدلنے کے لیے قوی دلائل اور صریح دلائل و براہین قاطعہ کی ضرورت ہے۔

گزر عشقت خبری است بگوری د عضواء

ورنہ خاموش کہ این شور فغان چیری نیست

الحمدللہ! درج بالا تفصیل جلیل سے واضح واتم ہوا کہ قرآن مجید وحدیث میں حرمت کے متعلق صراحتاً خواہ اشارتاً کوئی بھی ارشاد وارد نہیں ہوا بلکہ حکم قرآنی:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صراحتاً اس کا حلال ہونا ثابت ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی اس کی مکمل تائید موجود ہے اور یہی مسلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور جمہور علماء کا مسلک و مشرب بھی یہی ہے اور دلائل عقلیہ بھی اسی موقف کے مؤید ہیں اس وجہ سے مولوی عبدالغفار کی یہ فتویٰ غلط اور باطل قرار پائے گی۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَٰلُ﴾ (یونس: ۳۲)

آخر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر اہل الراء سے مناظرہ کیا تھا جو انہوں نے کتاب الام میں نقل کیا ہے۔ جو نہایت عجیب اور دلچسپ ہے اور عقلی خواہ نقلی دلائل سے مزین ہے جس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام: ج ۵ ص ۳۰۵ تا ۳۱۱ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ عورت اس شخص کے بیٹے اور باپ پر حرام ہو جائے گی جیسا کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے۔ (دیکھئے النساء: ۲۲،۲۳) لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے باپ کی بیوی یا اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد ہوئی ہے لیکن اس زنا کی وجہ سے اس پر اپنی بیوی اور اس کے باپ پر اس کی بیوی اور اسی طرح اس کے بیٹے پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ عزوجل نے حلال کی حرمت اور عزت وشرف ومقام ومرتبہ کے لیے اس کی بناء پر کئی حرمتیں ثابت کی ہیں جو اس سے پہلے نہ تھیں اور اس حلال کے حقوق کی ادائیگی کو لازم قرار دیا ہے جب کہ حرام کو ان سب چیزوں میں سے کچھ بھی حاصل نہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ زانی پر مزنیہ کی ماں اور بیٹی حرام ہو جاتی ہے اور اگر زنا کرنے والا اپنے باپ کی بیوی یا بیٹے کی بیوی سے مرتکب زنا ہوا ہے تو پھر ان دونوں پر اپنی اپنی بیویاں حرام ہو جائیں گی اور اسی طرح بوسہ اور لمس بالشھوۃ کا حکم بھی زنا کا حکم ہے یعنی ان دونوں سے بھی مذکورہ بالا حرمتیں ثابت ہو جائیں گی اور نکاح سے جو جو حرمتیں ثابت ہو جاتی ہیں وہی حرمتیں زنا سے بھی ثابت ہو جائیں گی۔

ایک شخص مجھ سے کہنے لگا کہ آپ یہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ جو حرمتیں حلال (نکاح) سے ثابت ہو جاتی ہیں وہی حرام (زنا) سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں؟ میں نے کہا کہ قرآن کریم اور صحیح ودرست قیاس جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے سے یہ فتویٰ ثابت ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ اور اکثر اہل علم حضرات بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں۔

لہٰذا میرا فتویٰ بھی یہی ہے۔ اس نے کہا آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اسے ثابت کریں۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: ۲۲)

''یعنی تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کی وجہ سے حرمت کا اثبات کیا ہے نہ کہ زنا کی وجہ سے) اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ﴾ (النساء: ۲۳)

''یعنی تم پر تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔''

اور ایک جگہ پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (النساء: ۲۳)

''یعنی تم پر تمہاری ساسیں اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو حرام ہیں۔''

ان دونوں آیات میں بھی سبب حرمت نکاح ہے نہ کہ زنا۔ کیا آپ قرآن پاک میں نکاح اور نکاح یا دخول کو سبب حرمت پاتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں ایسی بات ہے یعنی نکاح اور دخول کا سبب حرمت ہونا موجود ہے میں نے کہا پھر کیا یہ جائز ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حلال کی وجہ سے حرمت کا اثبات کریں اور میں حرام سے بھی حرمت کا اثبات کرنے لگوں؟ جب کہ حرام اور حلال دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام اور حلال میں کیا فرق کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حرام اور حلال میں فرق کیا ہے۔

اس نے کہا وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مندوب کہا اور اس کا حکم فرمایا ہے اور اس کو منسب مصاہرت، محبت والفت وسکون قرار دیا؟ اور اس کی بناء پر کئی حرمتوں کو ثابت کیا؟ اور اس وجہ سے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ میراث، نفقہ، مہر، شوہر کی فرمانبرداری کے ذریعے ملا دیا؟ اس نے کہا ہاں یہ باتیں تو کلام پاک میں موجود ہیں۔ میں نے کہا کیا تو نے کلام الٰہی میں یہ نہیں پایا کہ اللہ کریم نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور فرمایا:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِیْلًا۝﴾ (الاسراء: ۳۲)

''کہ تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ فحاشی وبے حیائی اور بہت ہی برا راستہ ہے۔''

وہ کہنے لگا قرآن مجید میں دو جماعوں کا ذکر ہے، لہٰذا میں نے ایک جماع کو دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ میں نے کہا قرآن پاک میں تو ایک حلال جماع کا ذکر ہے جس کی وجہ سے وہ محمود ہے اور دوسرا جماع حرام ہے جس کی وجہ سے اس کا مرتکب مرجوم قرار پایا ہے پھر آپ نے حرام جماع کو حلال پر کیسے قیاس کیا؟ اس نے کہا ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا آپ اس سے زیادہ کچھ اور وضاحت کر سکتے ہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا جو وضاحت میں نے کی ہے وہ کافی ہے اگر (آپ کہتے ہیں) تو کچھ مزید وضاحت جو ابھی میرے ذہن نشین ہے کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مصاہرت کو بطور نعمت ذکر فرمایا ہے سورۃ الفرقان ۵۴ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ (الفرقان: ٥٤)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نسب والا اور مصاہرت (سسرالی رشتوں والا) بنایا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری ساس کے لیے محرم قرار دیا ہے اس نے کہا ہاں یہ بات درست ہے، میں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے زنا کو دنیا میں حد کے نافذ کرنے اور آخرت میں عدم بخشش کی صورت میں باعث عذاب قرار دیا ہے پھر کیا آپ حلال کو جو ایک نعمت ہے اسے حرام پر قیاس کریں گے؟ یا حلال پر حرام کو قیاس کریں گے جو کہ باعث عذاب ہے؟

پھر قیاس میں بھی آپ خطا کے مرتکب ہوئے ہیں کہ آپ نے زنا کو سبب حرمت قرار دیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے مرتکب زنا ہوا ہے تو آپ نے بسبب زنا زانی پر مزنیہ کی ماں اور بیٹی کو حرام قرار دے دیا؟ اس نے کہا آپ نے جن دلائل کو پیش کیا ہے ان میں سے یہ زیادہ واضح ہے۔ (یہ لوگ قیاسی اور اہل الراء ہیں لہٰذا اس نے آیات قرآنیہ کے بجائے قیاس کو زیادہ واضح قرار دیا۔ مترجم)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت جسے تین بار طلاق واقع ہو چکی ہے کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرہ: ٢٣٠)

”یعنی اگر (جس عورت کو اس کا شوہر دوبارہ طلاق دے چکنے کے بعد) تیسری بار بھی طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرے کسی سے شادی نہ کر لے۔“

اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ (خاوند) اس عورت سے جماع کر لیتا ہے تو وہ اس کے لیے طلاق ثلاثہ سے پہلے حلال ہوگی اور طلاق ثلاثہ کے بعد حرام یہاں تک کے وہ عورت دوسرے کسی شخص سے نکاح نہیں کر لیتی پھر وہ عورت کسی آدمی سے نکاح کرتی ہے لیکن پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرا شوہر اس سے جماع نہیں کر لیتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے شوہر کے لیے وہ عورت جس بناء پر حلال ہوئی وہ جماع ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے اگر کوئی تیرے جیسا بے وقوف آدمی اس سے یہ استدلال کرے کہ پہلے شوہر کے لیے حرمت کے بعد اگر کوئی چیز اس عورت کو حلال کرتی ہے تو وہ جماع ہے۔ لہٰذا اس آیت میں زوج سے مراد جماع ہے اور آپ کہتے ہیں جماع زنا بھی محرم الانکحہ ہے جس طرح جماع حلال محرم الانکحہ ہے پھر وہ شخص کہے کہ اس آیت کے مطابق اگر کوئی دوسرا شخص اس عورت سے زنا کر لے تو وہ پہلے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے حلال ہو جائے گی؟ اس نے کہا کہ وہ شخص اس میں خطا کا مرتکب قرار پائے گا۔ میں نے کہا یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو دوسرے شوہر کے ساتھ حلال قرار دیا اور حدیث شریف نے مزید وضاحت فرمائی کہ دوسرے شوہر کا اس سے جماع کرنا لازم ہے۔

لہٰذا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک یہ دونوں امور اکٹھے نہیں ہو جاتے۔

(۱)......نکاح (۲)......جماع۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جماع سے مراد دوسرے شوہر کا جماع کرنا مراد ہے نہ کہ جماع الحرام اس نے کہا یہ درست ہے میں نے کہا پھر اگر اللہ تعالیٰ بنت المرأۃ اور ام المرأۃ اور امرأۃ الاب کو نکاح کے ذریعے حلال قرار دیا ہے آپ کے لیے یہ کیسے جائز ہوگا کہ آپ مذکورہ بالا رشتوں کو زنا کے ذریعے بھی حرام قرار دے دیں؟ میں نے اس شخص سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ﴾ (الاحزاب: ۴۹)

''یعنی اگر تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں طلاق دے دو۔''

اور دوسری جگہ پر ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ (البقرہ: ۲۳۰)

''یعنی پس اگر اس کا شوہر اسے طلاق دے دے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو طلاق کا اختیار دیا ہے اور عورتوں پر عدت مقرر کی ہے، اس نے کہا ہاں، یہ بات صحیح ہے میں نے کہا اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو طلاق دینا چاہے تو دے سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کہ آپ نے یہ اختیار تو اسے دے رکھا ہے۔ (یعنی تمہارے نزدیک اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو طلاق دینا چاہے تو دے سکتی ہے) اس نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا وہ اس طرح کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اس کے بیٹے (جو اس کی دوسری بیوی سے ہو) کا بوسہ شہوت کے ساتھ لے لے تو وہ تمہارے مذہب کے مطابق اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ آپ نے اسے وہ اختیار دے دیا جو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے نہیں دیا لہٰذا آپ نے یہاں پر اور مذکورہ بالا آیات میں حکم الٰہی کی مخالفت کی ہے۔ اس شخص نے کہا کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی؟ میں نے کہا کہ اگر وہ پھر مسلمان ہو جائے اگر وہ عدت میں ہے تو وہ دونوں پہلے نکاح کے ساتھ ہی جمع ہو سکتے ہیں کیا آپ نے اس طرح کا یہ اختیار اس عورت کو دیا ہے جو اپنے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لے لیتی ہے کہ وہ اس سے رجوع کر سکتی ہے اور وہ دونوں دوبارہ نکاح میں رہ سکتے ہیں؟

اس نے کہا نہیں اگر مرتدہ عدت کے گذر چکنے کے بعد پھر مسلمان ہو جاتی ہے تو اس کے شوہر کو اختیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ کیا یہی بات آپ اس عورت کے متعلق کہیں گے جس نے اپنے شوہر کے بیٹے سے بوسہ لے لیا وہ اس (اپنے شوہر) سے نکاح کر سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا میں تو کہتا ہوں کہ ارتداد کی وجہ سے وہ عورت تمام مسلمانوں پر حرام ہو جائے گی کیا آپ "مقبلة لابن زوجها" کو تمام مسلمانوں پر حرام قرار دیتے ہیں اس نے کہا نہیں میں نے کہا میں مرتدہ کے قتل کو جائز سمجھتا ہوں اور اس کے مال کو مال فے کہتا ہوں کیا آپ بھی "مقبلة لابن زوجها" کے لیے ان باتوں کی فتویٰ دیتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا پھر آپ نے اس کو مرتدہ کے ساتھ کس بناء پر تشبیہ دی؟ میں نے کہا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے کیا وہ اس پر حرام ہو جائے گی یہاں تک وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ (پھر وہ بھی اسے طلاق دے دے) اس نے کہا ہاں صحیح ہے۔

میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرلے پھر اس کو تین طلاقیں دے دے کیا وہ اس پر حرام ہو جائیں گی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر بیوی طلاق کے بعد حرام ہو جاتی ہے تو کیا زنا کے بعد طلاق سے بھی حرام ہو جائے گی؟ اس نے کہا ان دونوں میں تو کوئی مشابہت نہیں میں نے کہا ہاں ایسے ہی جو آپ نے (زنا کو نکاح کے ساتھ) تشبیہ دی ہے وہ غلط ہے تب ہی ہم نے اس کا انکار کیا ہے۔ اس نے کہا کیا ایک چیز جسے حلال حرام کرتا ہے کیا اسے حرام حرام نہیں کر سکتا؟ میں نے کہا ہاں نہیں کر سکتا ہم نے اس کی وضاحت پہلے بھی کی ہے مزید کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت کی بہن یا پھوپھی کو اس کے نکاح میں جمع کر دے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا ایک شخص نے ایک وقت میں چار عورتوں سے شادی کر رکھی ہے کیا پانچویں سے بھی نکاح کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے اگر ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے کیا وہ اس کی بہن یا پھوپھی کے ساتھ ایک ہی وقت میں نکاح کر سکتا ہے؟ یا ایک شخص نے ایک ہی وقت میں چار عورتوں کے ساتھ زنا کیا ہے کیا اس کے لیے جائز ہے کہ ان مزنیہ عورتوں کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح کر لے۔

اس نے کہا ہاں اس کے لیے جائز ہے اسے حلال جن کاموں سے روکتا ہے حرام نہیں روکتا میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ○ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾ (الفرقان: ٦٨-٦٩)

"(اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا اسے قیامت کے دن دوگنا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ اسی میں رہے گا۔''

اور نبی کریم ﷺ نے شادی شدہ زانی کی حد سخت ترین رکھی ہے اور اس کی حد رجم ہے۔ جب کہ رجم کے بغیر قتل کرنا رجم کر کے قتل کرنے سے کم ہے اور اللہ تعالیٰ نے زنا کے بسبب خون کی حرمت کو بھی ختم کر دیا اس کے خون کی تحریم کے بعد بھی اسے قتل کرنا لازم قرار دے دیا اور احلال کے احکامات میں سے کوئی بھی حکم زنا کے لیے ثابت نہیں فرمایا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور دیگر اہل دین لوگوں میں سے کسی نے بھی زنا کے ساتھ نسب، میراث اور نہ ہی حرمت میں سے کسی کو ثابت کیا اہل الدین لوگوں نے کہا کہ ایک آدمی جب کسی عورت سے نکاح کر لے اور دخول بھی کر لے تو وہ شخص اس کی (دوسرے شوہر سے) بیٹی کا محرم بن جائے گا اس پر داخل ہوسکتا ہے اور خلوت بھی کرسکتا ہے وہ اس کے ساتھ سفر کرسکتی ہے اسی طرح اس منکوحہ کی ماں اور دیگر نانیوں کا بھی وہ محرم بن جائے گا۔

اور اسی طرح مزوج وناکح کے بیٹے اس منکوحہ کے لیے محرم بن جائیں گے، اس کے ساتھ خلوت کر سکتے ہیں اور سفر بھی کر سکتے ہیں اور یہ ساری باتیں زنا کے لیے نہیں یعنی مزنیہ کی ماں، نانیاں، زانی کے لیے محرم نہیں بنیں گی اور نہ ہی زانی کے بیٹے مزنیہ کے محرم بن سکتے ہیں بلکہ ان سب نے نکاح کی تعریف کی ہے اور اس کا حکم فرمایا ہے جب کہ زنا کی مذمت کی ہے اور اس کے احکامات حلال کے احکامات کے علاوہ بتائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی پر بیوی کی ماں، باپ اور بیٹے کی بیویوں کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرمت پروردگار عالم نے سب ہی کے لیے یکساں طور پر ثابت کر دی ہے۔ لہٰذا ان رشتوں کی حرمت کا خیال رکھنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے لہٰذا ان کی حرمت کو پامال کرنا یہ رب کریم کی نافرمانی ہے لیکن اس سے کوئی دوسری حرمت ثابت نہیں ہوگی پھر نکاح اور زنا کے مابین اتنے واضح فرق کے باوجود آپ مجھے کیسے حکم دیتے ہیں کہ میں ان دونوں کو جمع کر دوں اور ان میں کچھ فرق نہ کروں؟

جب کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اور اس کے بعد تمام مسلمانوں نے ان میں فرق کیا ہے۔ اس نے کہا کیا ان دلائل کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی آپ کے پاس ہے جو ان میں فرق کو واضح کرتی ہو؟ میں نے کہا ان کے علاوہ بھی کئی (عقلی) دلائل موجود ہیں اس نے کہا وہ کیا ہیں میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے ایک شخص ایسا ہے جس نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن اسے دیکھا نہیں حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئی یا وہ شخص (دیکھے اور دخول کے بغیر ہی) اسے طلاق دے دے کیا اس صورت میں اس شخص پر اس عورت کی ماں، نانیاں حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں گیں؟ اس نے کہا ہاں حرام ہو جائیں گی میں نے کہا کیا صرف عقد کی بناء پر وہ شخص اپنی معقودہ کی ماں کا محرم بن جائے گا؟ اس نے کہا ہاں بن جائے گا میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے ایک عورت سے ایک شخص زنا کا وعدہ کرتا ہے اور وہ اس سے رقم بھی لیتی ہے لیکن وہ زنا کے مرتکب نہیں ہو پاتے کیا اس بناء پر اس موعودہ کی ماں اس پر حرام ہو جائے گی؟ اس نے کہا نہیں حرمت تو صرف زنا اور لمس اور تقبیل بالشہوۃ ہی کے ساتھ ثابت ہوگی میں نے کہا ایک عورت کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرتا ہے لیکن دخول سے پہلے ہی اس پر تہمت بالزنا کا الزام لگاتا ہے یا پھر اس سے ہونے والے بیٹے کا انکار کرتا ہے کہ یہ بیٹا میرا نہیں کیا اس صورت میں اس عورت پر حد لاگو ہوگی؟ یا لعان؟ یا اس سے ایلاء کرتا ہے یا ظہار، کیا ایلاء اور ظہار لاگو ہوں گے؟ اگر اس صورت میں وہ شخص فوت ہو جائے کیا وہ عورت اس کی وارث بنے گی؟ یا عورت فوت ہو جائے کیا وہ شخص اس کا وارث بنے گا؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا اگر دخول سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

اس نے کہا واقع ہو جائے گی۔ میں نے کہا اگر کوئی شخص کسی عورت سے مرتکب زنا ہو پھر اسے تین طلاقیں دے دے کیا وہ عورت اس پر اسی طرح حرام ہو جائے گی جس طرح منکوحہ تین طلاقوں کے بعد حرام ہو جاتی ہے؟ یا اس پر تہمت کا الزام لگائے کیا اس سے لعان ہوگا؟ یا اس سے ایلاء کرے یا ظہار کر لے تو ایلاء اور ظہار لاگو ہوں گے؟ یا وہ شخص (زانی) فوت ہو جائے تو کیا مزنیہ اس کی وارث بنے گی؟ یا وہ مزنیہ فوت ہو جائے کیا زانی اس کا وارث ہوگا؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا وہ کیوں؟ وہ اس لیے کہ (مزنیہ) زانی کی بیوی نہیں جب کہ یہ سب امور واحکام رب کریم نے میاں بیوی کے لیے ثابت کیے ہیں نہ کہ زانی ومزنیہ کے لیے۔

اس شخص نے اپنی ایک دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ دیکھئے پانی حلال ہے جب کہ شراب حرام ہے جب پانی کو شراب میں انڈیل دیا جائے تو پانی اور شراب دونوں حرام ہو جاتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ حرام حلال کو حرام کرتا ہے اس لیے ساس کے ساتھ زنا کرنے والے پر اپنی بیوی حرام ہو جائے گی۔ میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر پانی کو شراب میں ڈال دیا جائے کیا شراب اور پانی مل جاتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں مل جاتے ہیں۔

میں نے کہا کیا کسی عورت کو شہوت کے ساتھ بوسا دینے سے وہ مقبلہ اور اس کی بیٹی شراب اور پانی کی طرح ہو جائیں گی؟ اس نے کہا اس مثال کو پیش کر کے آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا کیا آپ عورت کو ہر کسی پر حرام خیال کرتے ہیں جس طرح شراب ہر کسی پر حرام ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کیا عورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی بیٹی بھی اسی طرح آپس میں مل جاتی ہیں جس طرح پانی اور شراب آپس میں مل جاتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسری سے پہچاننا مشکل ہو جائے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کیا تھوڑا شراب اگر زیادہ پانی میں ڈالا جائے تو کیا سارا پانی پلید ہو جائے گا؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کیا پھر تھوڑی سی زنا اور شہوت کے ساتھ بوسا لینے سے حرمت ثابت ہوگی اور باقی زیادہ سے ثابت ہو جائے گی، اس نے کہا نہیں بلکہ عورتوں کے معاملات شراب اور پانی کے مشابہ نہیں میں نے کہا پھر آپ کے امام نے عورت کو شراب اور پانی پر کیسے قیاس کیا ہے؟ اگر انہوں نے قیاس کیا ہی تھا تو پھر ہر صورت میں تشبیہ کو برقرار رکھتے اس نے کہا صحیح بات ہے کہ یہ قیاس درست نہیں میں نے کہا پھر آپ نے اس غلط قیاس کو کیسے قبول کر لیا اس نے کہا معاملہ یہ ہے کہ جس طرح آپ نے اس مسئلہ کے متعلق وضاحت وتبیین کی ہے کسی دوسرے نے اس طرح ہمیں سمجھایا ہی نہیں۔

پھر اس شخص نے ایک اور دلیل پیش کرتے ہوئے کہا شعبی نے بھی ہمارے مذہب کے مطابق ہی فتویٰ دیا ہے، یعنی مسئلہ ہذا کے متعلق ان کا فتویٰ بھی وہی ہے جو ہمارا ہے میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک شعبی کا قول دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر کہنے لگا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے میں نے کہا ان کی فتویٰ صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں پھر کہنے لگا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فتویٰ دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے اپنی اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا لہٰذا مرجوع بات کو دلیل بنانا درست نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر آخر میں اس شخص نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا اور کہنے لگا کہ اس مسئلہ میں حق آپ کے ساتھ ہے ہمارے اصحاب نے اس مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کیا بلکہ آپ کے دلائل ہمارے اوپر حجت (قاطعہ) ہیں اور اکثر محدثین کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

ناظرین:...... یہ بھی ایک فقہ کی عبارت ہے کیا اسے مفتی صاحبان شریعت کہیں گے؟ اور اس کے برعکس فتویٰ دینے والے پر کفر کی فتویٰ لگائیں گے؟ اور اس کی اذان وامامت کو ناجائز کہیں گے؟ اور اس کے نکاح کو منسوخ کہیں گے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو سب سے پہلے اس کے مستحق خود ہی بنیں گے بصورت دیگر صرف فقہ حنفی کو یہ حیثیت دینے کے لیے کیا داعی وباعث ہے کہ شریعت صرف فقہ حنفی؟ کیا یہ حق باقی تین فقہوں کے علماء کو حاصل نہیں؟ امید ہے کہ مفتی صاحبان اپنے گریبان میں خود جھانک کر اپنی قسمت کا فیصلہ خود ہی کریں گے۔

﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (الانبیاء: ٦٤)

''امام ہمام کی یہ عبارت الحمد للہ عقلی ونقلی دلائل سے مزین ہے اور اہل قیاس کے لیے قاصمۃ الظہر (کمر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توڑ) ہے اور اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کرنے والے شخص کے سامنے جب ازروئے دلائل حق ظاہر ہو گیا تو اسے قبول کر لیا اور اپنے مسلک کو غلط جان کر صحیح مسلک کو قبول کیا، طالبان حق کے لیے اسی طرح لائق ہے کہ حق جب بھی ان پر ظاہر ہو جائے تو اسے قبول کر لیا جائے نہ کہ اس کے برخلاف کتاب الحیل کی طرف رجوع کیا جائے۔

"ھذا آخر الکلام والحمد للہ العظیم الجلیل ومنہ التوفیق وھو حسبنا ونعم الوکیل واشرف الصلاۃ وادعی السلام علی رسولہ امام السبیل وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم بالاحسان الی یوم الرحیق."

ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی (رحمۃ اللہ علیہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة التاسعة

حكم الطلاق الثلاث في مجلس واحدة

ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیئے گئے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ

صوبہ سندھ کے ایک عالم دین مولانا فیض اللہ محمدی صاحب نے ایک فتویٰ دیا کہ بیک وقت دی ہوئی تین یا اس سے زائد طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوگی اور اپنے موقف کو آیات واحادیث سے ثابت کیا پھر اس کے جواب میں ایک حنفی مولوی نے اس کے خلاف فتویٰ جاری کیا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف ارسال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا قرآن وحدیث سے جواب دیا اور حنفی مولوی نے جو بھی دلائل پیش کیے تھے ان کا علمی و تحقیقی تعاقب کر کے ان کے دلائل کو ھباء منثورا ثابت کیا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين . امابعد!

ہمارے پاس مولوی فیض اللہ محمدی صاحب کی ایک تحریر پہنچی ہے جس میں انہوں نے قرآن وحدیث کی آیات واحادیث کے حوالوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین یا اس سے زائد طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔ فجزاه الله خيرا

مرتان کا مفہوم:

ان کے خلاف ایک مولوی صاحب نے کچھ اوراق کالے کیے ہیں جس میں انہوں نے حق کو مٹانے کی کوشش کی ہے، شروع میں مولوی موصوف صاحب نے یہ آیت پیش کی ہے کہ "الطلاق مرتان" الآیۃ مگر مولوی فیض اللہ صاحب پہلے بیان کر چکے ہیں کہ "مرتان" کا اطلاق مرۃ بعد مرۃ پر آتا ہے جس کی تائید میں دوسری آیت پیش کی ہے کہ

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ (التوبة: ١٠١)

اس کے علاوہ دوسری آیت ہے کہ:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ (النور: ٥٨)

یہ آیت بھی واضح کرتی ہے کہ مرۃ بعد مرۃ مراد ہے نہ کہ ایک ہی وقت میں ساری چیزیں ہوں اس طرح مفسرین بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسی حنفی تفسیر روح المعانی میں آیت "الطلاق مرتان" کے تحت لکھتے ہیں کہ:

((ان لا يقال لمن دفع الى آخر درهمين مرة واحدة انه اعطاه مرتين حتى يفرق مرتين وكذا لمن طلق زوجته، ثنتين دفعة انه طلق مرتين اندفع حديث ارتكاب خلاف الظاهر فى التثنية كما هو الظاهر وفيما بعدها ايضا لصحة الترتيب ويكون عدم جواز الجمع بين التطليق مستفاذا من قوله سبحانه وتعالىٰ: او تسريح باحسان)) الخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام رازی تفسیر کبیر کے اندر فرماتے ہیں کہ

((قال قوم انه حکم مبتدا و معناه ان التطليق الشرعی يجب ان يكون تطليقة بعد تطليقة على التفريق دون الجمع والارسال دفعة واحدة وهذ التفسير هو قول من قال الجمع بين الثلاث حرام وزعم ابو زيد الدبوسی فی الاسرار ان هذا هو قول عمرو عثمان وعلی وعبدالله بن عباس و عبدالله بن عمرو عمران بن حصين وابی موسى الاشعری وابی الدرداء وحذيفة، والقول الثانی فی تفسير الآية ان هذا ليس ابتداء كلام بل هو متعلق بما قبله والمعنى ان الطلاق الرجعی مرتان ولا رجعة بعد الثلاث))

ان عبارات کا خلاصہ ظاہر ہے کہ مرتان میں الگ الگ دو دو مرتبہ مراد ہیں نہ کہ دونوں ایک وقت میں امام رازی نے جو دو قول نقل کیے ہیں۔ ان میں سے پہلے قول کے مطابق فیصلہ ہے کہ ان سے دو طلاقیں الگ الگ مراد ہیں نہ کہ دونوں ایک ہی وقت میں اور دوسرا قول بھی اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور علامہ زمخشری حنفی تفسیر الکشاف میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

((ولم يرد بالمرتين التثنية ولكن التكرير كقوله تعالى ثم ارجع البصر كرتين ای كرة بعد كرة)) ہے اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی احکام القرآن میں تحت الآیۃ لکھتے ہیں کہ:

انه قال الطلاق مرتان وذالك يقتضی التفرق لا محالة لانه ان طلق اثنتين معا لما جاز ان يقال انه طلقها مرتين)) اھـ

علامہ ابن حیان اندلسی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں:

((فاذا قال انت طالق ثلاثا فهذا لفظ واحد ومدلولة واحد والواحد يستحيل ان يكون ثلاثا او اثنين))

ان عبارات میں بیان ہے کہ مرتان سے یہاں دو الگ الگ طلاقیں مراد ہیں اور ایک ہی وقت کہنے سے ان سے دو یا تین مراد لینا محال ہے اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ:

((وكان القياس ان لا يكون الطلاقتان المجتمعتان معتبرة شرعا واذلم يكن الطلاقتان المجتمعتان معتبرة لم يكن الثلاث مجتمعة معتبرة بالطريق الاولى لوجودهما فيها مع زيادة))

اور علامہ اشرف علی تھانوی کے استاد شیخ محمد صاحب تھانوی حاشیہ النسائی: ۲/ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ

((قوله تعالىٰ الطلاق مرتان معناه مرة بعد مرة فالتطليق الشرعی على

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التفریق دون الجمع والارسال))
اور اسی طرح علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی تفسیر مدارک التنزیل میں اور علامہ انور شاہ کاشمیری فیض الباری میں ۴/ ۳۱۱ پر بیان کیا ہے ان تفسیری عبارتوں نے بھی مولوی فیض اللہ محمدی کی فتویٰ کی تائید کی ہے۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ''المرتان'' کا لفظ ایک مرتبہ پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن میں آیا ہے۔
﴿نوتھا اجرھا مرتین﴾ (الاحزاب)
اور حدیث میں آیا ہے کہ ثلاثۃ یؤتون اجرھم مرتین مگر یہ اعتراض کم فہمی پر مبنی ہے کیونکہ یہ معنی بعض اوقات تب ہوسکتا ہے جب کوئی خاص چیز مراد ہو مگر جس چیز پر فعل کے لیے زمانہ کا ذکر ہو تو یہ معنیٰ درست نہیں ہوگا جس طرح ارشاد ہے کہ
﴿اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ﴾ (التوبۃ: ۱۲۶)
اس کے بعد مولوی موصوف ابوداؤد میں سے ایک حدیث ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ
((عن ابن عباس والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن الایة وذالك ان الرجل كان اذا طلق امراته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذالك فقال الطلاق مرتان الآیة))
اب ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ اس حدیث یا باب کا اس مسئلہ مجوثہ فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس بیان میں ہے کہ تین طلاق کے بعد رجوع ختم کیا گیا ہے۔ اس لیے تین طلاقیں پوری ہونے کے بعد کوئی بھی رجوع کا قائل نہیں ہے، اس حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ تین طلاقیں بیک وقت دینا مراد ہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں ان کا مذہب مشہور و معروف ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے گا۔ جس طرح مولوی فیض اللہ صاحب نے اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم کی حدیث نقل کی ہے۔ اس لیے اس سے یہاں یہ احتمال لینا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد بیک وقت کی تین طلاقیں ہیں۔ بلکہ جاہلیت کا یہ رواج تھا کہ آخری تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کرتے تھے جس کو شریعت نے منسوخ کیا۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نسخ کے لیے جو آیت پیش کی ہے دلیل کے طور پر وہ بھی الطلاق مرتان والی آیت ہے۔ جس کے متعلق تحقیق گزری ہے کہ اس سے مراد دو الگ الگ طلاقیں ہیں اس لیے اس حدیث میں یہ مراجعت منسوخ کہی جائے گی۔ جو کہ تین الگ طلاقوں کے بعد ہو۔ بلکہ یہ حدیث تو خود مولوی فیض اللہ صاحب ہی کی دلیل بنتی ہے نیز اگر اس سے مراد تین طلاقیں اکٹھی لی جائیں پھر بھی مولوی صاحب کو فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ صحیح مسلم کی روایت کو اس پر یقیناً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجیح حاصل ہے۔ اس روایت کی سند میں راوی علی بن حسین بن واقد ہے جس کے بارے میں حافظ عبدالعظیم المنذری الترغیب والترہیب میں لکھتے ہیں: ((فیہ مقال)) (عون المعبود ۲/ ۲۲٦) یہاں اگر دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت اختیار کی جائے جس طرح ہم نے ذکر کیا۔ تو اس سے مراد الگ الگ طلاقیں ہیں۔ جس طرح اس حدیث کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ (کما تقدم)

اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایسی تین طلاقوں کے ہو جانے کے متعلق یہ باب رکھا ہے کہ ((باب من اجاز طلاق الثلاث)) اور ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ''جس نے تین طلاقوں کو جائز کیا ہے۔''

ناظرین! انصاف کریں، **اولاً**: یہاں بھی اکٹھی تین ہونے کی تصریح نہیں ہے۔ **ثانیا**: اگر خواہ مخواہ تین اکٹھی مراد لے گا پھر بھی یہ باب آپ کے خلاف ہوگا کیونکہ آپ (حنفی) اکٹھی تین طلاقوں کو جائز نہیں کہتے اور بیک وقت تین طلاقیں دینے والے کو گنہگار کہتے ہو جس طرح خود آپ نے اپنی تحریر میں ہدایہ سے نقل کیا ہے اور بقول آپ کے امام بخاری تو اس کو جائز کہتے ہیں، اس لیے یہ باب آپ کے خلاف کہا جائے گا۔

ثالثاً: امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے لیے وہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ((لقولہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان)) (صحیح البخاری: ۲/ ۷۹۱) اور مرتان کا ذکر اوپر گزر چکا اس لیے امام بخاری نے اس سے بیک وقت تین طلاقیں مراد نہیں لی ہیں اس کے بعد امام بخاری عویمر عجلانی کی حدیث لائے ہیں جس میں مولوی صاحب ذکر کرتے ہیں، یہ حدیث مولوی صاحب نے پوری نہیں لکھی ہے۔ بلکہ حدیث کے آخر میں الفاظ اس طرح ہیں کہ ((فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ قال ابن شھاب فکانت تلك سنة المتلاعنین)) (صحیح بخاری: ۲/ ۷۹۱) اور تھوڑا آگے ۲/ ۸۰۰ میں ((باب التلاعن فی المسجد)) میں یہ حدیث ان لفظوں میں ہے۔

((عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ اخی بنی ساعدة ان رجلا من الانصار جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ارایت رجلا وجد مع امراته رجلا ایقتله او کیف یفعل؟ فانزل اللہ فی شانه ما ذکر فی القران من امر التلاعن وقال النبی ﷺ فقد قضی اللہ فیك وفی امراتك، فقال فتلاعنا فی المسجد وانا شاھد فلما فرغا قال کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ حین فرغا من التلاعن ففارقھا عند النبی ﷺ فقال ذالك تفریق بین کل متلاعنین))

اس روایت نے واضح کیا کہ ان خاوند بیوی کے اندر جدائی لعان کے ساتھ ہوئی اور طلاق کی کوئی بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں تھی۔ ان کے طلاق کے متعلق کہے ہوئے الفاظ لغو تھے۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/ ۱۶۴/ ۱۶۵ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"فرق رسول الله ﷺ بين المتلاعنين وقضى ان لا بيت لها عليه ولا قوت من اجل انهما يفترقان من غير طلاق ولا متوفى عنها)) الخ

یعنی اس حدیث سے واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف لعان کی وجہ سے ان میں جدائی کی طلاق کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا اس نے اپنی طرف سے الفاظ بیان کیے۔ آپ نے حکم نہیں دیا تھا اور امام بخاری رحمہ اللہ "باب من اجاز الطلاق" کہہ کر مسئلہ کے مختلف فیہ ہونے کا اشارہ کیا ہے اور جو اکٹھی تین طلاقوں کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل آیت "الطلاق مرتان" کے بیان میں ذکر کی ہے۔ جس سے ان کا مذہب واضح ہے اور اس روایت کو ان کی دلیل بنائی جو مجموعہ تین طلاقوں کے قائل ہیں تا کہ اہل علم انصاف کریں کہ آیت اپنے مطلب پر واضح ہے اور روایت کا یہ دوسرا جملہ دوسرے فرقے کے لیے دلیل کے قابل نہیں ہے۔ (کما ذکره فما ادق النظر وما احسن الفكر) اس کے بعد مولوی صاحب دار قطنی کی روایت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں بھی ایسی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ اس میں بھی الطلاق مرتان ہے۔ جس کا بیان گزر چکا ہے۔ نیز تین طلاقوں کو الگ کر کے بیان کرنے کا مقصد واضح ہے کہ طلاقیں الگ الگ دی جائیں۔

اس کے بعد مولوی صاحب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو روایات نقل کرتے ہیں۔ مگر دونوں میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ دونوں طلاقیں بیک وقت تھیں۔ اس لیے دلیل ناقص اور نامکمل ہے۔ اس لیے ایسی صحیح روایت کی ضرورت ہے جس میں یہ بیان ہو کہ بیک وقت تین طلاقیں تھیں پھر ان کو تین طلاقیں شمار کیا گیا۔ مجرد تین کے ذکر سے مولوی صاحب کا مطلب حاصل نہیں ہوگا۔ ان کا یہ کہنا کہ "ان احادیث سے تین طلاقیں اور حلالہ ثابت ہے۔" غلط ثابت ہوا کیوں کہ دونوں روایتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ طلاقیں بیک وقت تھیں نیز اس میں حلالہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے لیے تو متعدد احادیث میں لعنت وارد ہے۔ یعنی حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت ہے۔

حلالہ ایک ملعون فعل ہے:

چنانچہ عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، ابوہریرہ، ابن عباس، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے احادیث مروی ہیں چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مستدرک حاکم اور سنن ترمذی میں ان الفاظوں سے ہے کہ

((قال لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له))

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

((حدیث حسن صحیح قال والعمل علیه عند اهل العلم منهم عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعبدالله بن عمر رضی اللہ عنہم وهو قول فقهاء من التابعین))

ناظرین! علمائے حنفیہ ہمیشہ امام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں اب دیکھو وہ ان کی حدیث کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ نیز مسند احمد اور سنن نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری بھی دو احادیث مروی ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد اور ابوداؤد وغیرہم میں انہی الفاظوں سے ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی انہی الفاظوں کے ساتھ مسند احمد میں ثقہ راویوں کے ساتھ ہے اور امام ترمذی کتاب العلل میں امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث انہی الفاظوں میں سنن ابن ماجہ میں موجود ہے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں ان الفاظوں سے ہے کہ

((عن عقبه بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الا اخبركم بالتيس المستعار؟ قالوا بلى يا رسول الله ﷺ قال هو المحلل لعن الله المحلل والمحلل له))

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں آپ کو ادھارا سانڈ (بکرا) کی خبر دوں؟ انہوں کہا کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ یعنی جو طلاق یافتہ عورت کے ساتھ اس لیے نکاح کرتا ہے کہ پہلے خاوند کے لیے حلال کیا جا سکے۔ (آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔

حافظ ابن قیم اغاثۃ اللہفان: ۱/ ۲۸۸ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ

((رجاله كله موثقون لم يجرح واحد منهم))

یعنی اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں کسی نے ان پر جرح نہیں کی ہے۔ حلالہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی برا مانتے تھے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ ۴/ ۱۹۴ وغیرہ میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان مروی ہے کہ

((ولا اوتى بمحلل ولا محلل له الا رجمتهما))

یعنی میرے پاس حلالہ کرنے اور کرانے والے لائے گئے تو میں دونوں کو رجم (سنگسار) کردوں گا۔"

یعنی زنا کی حد لگاؤں گا۔

ناظرین! مولوی صاحب آگے چل کر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بڑی تعریف اور ان کے فیصلے کی حیثیت بیان کرتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح اس فیصلے کی عزت کرتے ہیں۔ نیز مصنف عبدالرزاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں روایت ہے:

((عن معمر والزهری عن عبدالملك بن المغيرة قال سئل ابن عمر رضی اللہ عنہ عن تحليل المرأة لزوجها؟ فقال ذالك السفاح ورواه ابن ابی شيبة))

یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حلالہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ زنا ہے نیز عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ

((اخبرنا معمر عن عن الثوری عن الاعمش عن المالك بن الحارث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وساله رجل فقال ان عمی طلق امراته ثلاثا فقال ان عمك عصى الله فاندمه واطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجا قال كيف ترى فی رجل يحللها قال من يخادع الله يخدعة))

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے حلالے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا جو اللہ کے ساتھ دھوکہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دھوکہ میں پھنسائیں گے۔ نیز ابن منذر کی کتاب الاوسط میں سلیمان بن اسحاق سے روایت ہے کہ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ معاملہ پیش ہوا کہ کسی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کر لیا ہے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لیے اس کو حلال کرے۔

((ففرق بينهما وقال لا ترجع اليه الا بنكاح رغبة لا دلسة))

یعنی ان دونوں کے بیچ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے جدائی کر دی اور فرمایا کہ دھوکہ کے ساتھ یہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ اس کی طرف نہیں لوٹے گی۔ امام ابوبکر الطرطوسی اپنی کتاب الخلافۃ میں امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ حلالہ کے نکاح سے عورت پہلے خاوند کی طرف نہیں لوٹے گی۔ یہ (آثار اعلام الموقعین لابن قیم ۱/ ۲۸۸۔۲۸۹) میں مذکور ہیں۔

ناظرین! جس فعل پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لعنت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو زنا قرار دیں۔ ایسا قبیح فعل کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ بلکہ آیت حتیٰ تنکح زوجا الخ سے مولوی صاحب کا حلالہ کے متعلق اس کو جائز کرنے کا موقف غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ اگر اس کا یہ مطلب ہوتا تو اللہ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لعنت نہ کرتے، صحابہ اور خلفائے راشدین ہرگز اس کو برا فعل نہ قرار دیتے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۱۳۹ میں حلالہ کو بے غیرتی کا کام کہا ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب سنن نسائی کی حدیث نقل کرتے ہیں:

((قال اخبرنا مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراته، ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبان ثم قال ايلعب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل فقال يا رسول الله الا اقتله))
یہ حدیث تو بیک وقت تین طلاقوں کو (دینے کو) حرام اور ناجائز ثابت کر رہی ہے۔ اس کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے کے مترادف قرار دے رہی ہے۔ کفر کا کام ہے۔ پھر ایسے ناجائز اور حرام طریقے کے ساتھ دی ہوئی طلاق کیسے ہوگی۔ البتہ ایسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک واقع ہوئی باقی دو غیر شرعی ہونے کی وجہ سے لغو کہی جائیں گی۔ یہ حدیث بھی مولوی فیض اللہ صاحب کی دلیل بنی۔ (فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق)
اور حدیث صریح مذکور ہے کہ ((من صنع امر اعلى خلاف امرنا فهو مردود)) (مسند احمد ۱/ ۷۳) اور مولوی صاحب اس حدیث پر نسائی کا یہ عنوان نقل کرتے ہیں کہ "الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ" اس باب سے ہی ظاہر ہے امام موصوف مجموعے تین طلاقوں کے قائل نہیں ہیں۔ مولوی صاحب کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے تین طلاقوں کو رد کرنے کا حکم نہیں دیا، مگر یہ نہیں دیکھا کہ آپ نے کتنی سختی اور غصہ کا اظہار کیا اور اس کو تلعب بکتاب اللہ کہا ابھی بھی یہ طلاق معتبر کہی جائے گی؟ حاشا للہ
اس کے بعد مولوی صاحب سنن دارقطنی کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں۔ الخ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ منقطع ہے۔ سند اس طرح ہے کہ عن سلمة بن ابى سلمة بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالرحمن بن عوف الخ (سنن دارقطنی ۴/ ۱۲) اسی طرح مولوی صاحب نے بھی یہ روایت لکھی ہے مگر سلمہ کے والد ابو سلمہ کا اپنے باپ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔
چنانچہ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۱۷ میں ہے۔
((وقال على بن المديني واحمد وابن معين وابو حاتم ويعقوب بن شيبة وابوداود حديثه عن ابيه مرسل قال احمد مات وهو صغير وقال ابو حاتم لا يصح عندى وصرح الباقون بكونه لم يسمع منه وقال ابن عبدالبر لم يسمع من ابيه))
یعنی یہ کبار محدثین ماہر علم حدیث سارے انکار کرتے ہیں کہ سلمہ کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے اس سے ان کا سماع نہیں ہے۔ اس لیے یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے خاص طور پر صحیح مرفوع روایت کے مقابلے میں ناقابل قبول ہے بلکہ اس میں الفاظ ہیں:
((فلم يبلغنا ان احدا من اصحابه عاب ذالك))
جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے، نہیں معلوم کہ یہ خبر ان کو کس سے ملی۔ وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ اس لیے اس مجہول کی روایت ناقابل قبول ہے۔ بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس کو منقطع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے اور متصل روایت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں روایت ہے:

عن ابن جريج اخبرنی ابن ابی مليكة انه سال عبدالله بن الزبير فقال له طلق عبدالرحمن بن عوف بنت الاصنع الكلبية فبتها ثم مات فورثها عثمان فی عدتها رواه الشافعی عن مسلم عن ابن جريج به))

اور امام شافعی اس کو متصل کہتے ہیں۔ یعنی وہ روایت جو مولوی صاحب نے نقل کی ہے وہ ضعیف ہونے کے باوجود صحیح اور متصل کے مخالف ہے۔ اس لیے منکر کہی جائے گی۔

دار قطنی کی روایت کی حیثیت:

اس کے بعد مولوی صاحب دار قطنی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

((ان رجلا طلق امراته الفا فقال يكفيك من ذالك ثلاثا وتدع تسع مأه وسبعة وتسعين))

اولاً: اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے یہ ساری طلاقیں ایک ہی وقت میں دی گئی تھیں۔ **ثانیاً:** اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فیصلہ مذکور نہیں ہے۔ صرف یہ بیان ہے کہ طلاق دینے کے لیے تین مرتبہ کہنا کافی ہے۔ اور اس سے زیادہ بیکار ہے۔ باقی یہ نہیں فرمایا کہ طلاق ہوگئی یا نہیں۔ اس کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مشہور فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ جس طرح گزر چکا۔ نیز ابوداؤد ص ۱/ ۳۰۶ میں ہے:

قال ابوداود روی حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحد فهی واحدة))

نیز مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۳۳۵ میں ابن جریج سے روایت ہے کہ

((قال اخبرنی حسن بن مسلم عن ابن شهاب ان ابن عباس رضی اللہ عنہ قال اذا طلق الرجل امراته، ثلاثا ولم يجمع كن ثلاثا قال فاخبرت طاؤسا قال فاشهد ما كان ابن عباس رضی اللہ عنہ يراهن الا واحدة))

اسی صفحہ پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اسناد سے عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ

((قال ان طلقت امرأة ثلاثا ولم يجمع فانما هی واحدة بلغنی ذالك عن ابن عباس رضی اللہ عنہما))

دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب حدیث کے موافق ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب عمرو بن مرہ والی روایت نقل کرتے ہیں جو کہ سنن دار قطنی ۴/ ۱۲ میں اس سند کے ساتھ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((نا ابوبکر نا ابو حمید المصیصی الاعور نا حجاج نا شعبة اخبرنی عمرو بن مرة قال)) الخ

اور حجاج بن محمد المصیصی الاعور ہے۔ جس کا آخر میں حافظہ تبدیل ہو چکا تھا۔ (تہذیب ۲/ ۲۰۵، ۲۰۶) میں ہے کہ

((قال ابن سعد وكان قد تغير في آخر عمره حين رجع الى بغداد))

میزان الاعتدال: ۱/ ۴۶۴ میں ہے:

((وروى ابراهيم الحربي اخبرني صديق لي قال لما قدم حجاج بغداد آخر مرة خلط فرآه ابن معين يخلط فقال لابنه لا يدخل عليه احد))

ایسے راوی کی روایت معتبر نہیں ہوگی اس وقت تک کہ جب تک یہ ثبوت نہ ملے کہ اس نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔ اس لیے مولوی صاحب پر لازم ہے کہ اس روایت کو دلیل بنانے سے پہلے یہ ثابت کرے کہ حجاج بن محمد المصیصی نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے ورنہ دوسری صورت میں اس سے ہاتھ اٹھائے۔

اس کے بعد مولوی صاحب روایت عن مجاہد عن ابن عباس بیان کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں کہ طلق امراته مأة الخ لیکن اسی کی سند میں وہی راوی حجاج ہے جس کا حافظہ آخر میں خراب ہوگیا تھا۔ اس لیے مولوی صاحب کو ثابت کرنا ہوگا کہ ان کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے ورنہ ایسی روایت پیش کرنے سے باز رہے۔ نیز ان تینوں روایات میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ طلاقیں ایک ساتھ دی گئیں تھیں۔

البتۃ کی تحقیق:

اس عنوان کے تحت مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ البتۃ کے دو معانی ہیں (۱) کہ اس سے مراد ایک طلاق ہوگی۔ (۲) اس سے مراد تین طلاقیں ہوں گی۔ پہلی معنیٰ کے لیے یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ ((ترمذی باب ماجاء في الرجل طلق امراته البتة، ابواب الطلاق واللعان صفحه ۱٤٠)) میں ہے:

((حدثنا قبيصة عن جرير بن حازم عن زبير بن سعد عن عبدالله بن يزيد بن ركانه عن ابيه عن جده قال اتيت النبي ﷺ فقلت يا رسول الله انى طلقت امراتى البتة فقال ما اردت بها فقلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ما اردت))

اولاً: یہ روایت صحیح نہیں ہے، جس میں تین ضعیف راوی ہیں۔ (۱) زبیر بن سعید: جس کے متعلق تقریب التہذیب میں ہے کہ ''لین الحدیث'' تہذیب التہذیب ۳/ ۳۱۵ میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں ''لیس بشی'' امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد فرماتے ہیں:

((نکارۃ لا اعلم الا انی سمعت ابن معین یقول ضعیف))

اس سے ابن معین کی جرح والے قول کی تائید ہوئی اسی طرح دوسروں نے بھی اس پر جرح کی ہے چنانچہ امام نسائی، ساجی اور امام علی بن مدینی اس کو ضعیف کہتے ہیں، صالح بن محمد بغدادی اس کو مجہول کہتے ہیں۔ امام ابواحمد حاکم کہتے ہیں کہ ((لیس بالقوی عندھم)) یعنی محدثین کے نزدیک قوی راوی نہیں ہے۔ امام عجلی کہتے ہیں کہ ((روی حدیثا منکرا فی الطلاق)) گویا کہ یہ حدیث منکر کہی جائے گی۔ جس کی معنیٰ یہ ہوگی کہ باوجود ضعیف ہونے کے ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہیں جس طرح ثقہ راویوں کی روایت عنقریب بیان ہوگی۔ "ان شاء اللہ" امام دارقطنی کہتے ہیں کہ ((یعتبربہ)) جس کی معنیٰ ہوگی کہ وہ فی نفسہ حجۃ نہیں ہے مگر دوسری روایت کی تائید کے ساتھ اس کو لا سکتے ہیں۔ یہاں تائید تو کیا بلکہ صحیح روایات کے بھی خلاف ہے۔ اس کو ابن حبان ثقات میں لائے ہیں مگر وہ ثقات میں مجہول بھی لاتے ہیں مثلاً خود ابن حبان کے اپنے ثقات کے مقدمہ سے ظاہر ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱/ ۲۵ میں بھی ذکر کیا ہے۔ نیز ۱/ ۵۵۱ میں ایک ترجمہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

((ایوب عن ابیہ عن کعب بن مسور مجہول انتہی وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال روی عن مھدی بن میمون لا ادری من ھو ولا ابن ھو (وھذا)) القول من ابن حبان یؤید ما ذھبنا الیہ من انہ یذکر فی کتاب الثقات کل مجہول راوی عنہ ثقۃ ولم یجرح ولم یکن الحدیث یرویہ منکرا، ھذہ قاعدۃ وقد نبہ علی ذالک الحافظ صلاح الدین العلائی والحافظ شمس الدین بن عبدالھادی وغیرھم رحمہم اللہ))

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس راوی کے بارے میں بہت سی ہی جرح ہیں (کما تقدم) اور ان کی اس روایت کو منکر بھی کہا گیا ہے۔ اس لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ (۲) دوسرا راوی اس کا استاد عبد بن یزید بن رکانہ ہے۔ یہ دراصل عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ المطلبی ہے۔ کبھی کبھار دادا کی طرف منسوب ہوتا ہے کما فی التقریب والتھذیب ۵/ ۳۲۵ اور تقریب میں اس کا ترجمہ اس طرح ہے:

((عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ المطلبی وقد ینسب الی جدہ لین الحدیث من السادسہ))

ثابت ہوا کہ یہ بھی ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال ۲/ ۴۶۳ میں ہے کہ

((قال العقیلی اسنادہ مضطرب ولا یتابع علی حدیثہ وساق حدیثہ جریر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن حازم عن الزبير بن سعيد المطلبى عن عبدالله عن ابيه عن جده انه طلق امراته البتة......)) الحديث ((والشافعى عن عمه عن عبدالله بن على بن السائب عن نافع بن عميران ركانة بن عبد يزيد طلق امراته البتة' قلت كانه اراد بقوله عن جده الجد الاعلى وهو ركانه))

یعنی عقیلی نے اس کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے وہ سندیں ذکر کر کے اضطراب ثابت کرتے ہیں اور عبداللہ بن علی کے استادان کے والد علی بن یزید بن رکانہ ہے جس کے لیے تقریب میں کہا گیا ہے کہ "مستور" اور مستور مجہول کی قسم ہے جس کے متعلق کوئی توثیق ثابت نہیں ہے۔ جس طرح تقریب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

((السابعة من روى عنه اكثر من واحد ولم يوثق واليه الاشارة بلفظ مستور او مجهول الحال))

میزان: ۳/۱۶۱ میں لکھتے ہیں:

((على بن يزيد بن ركانه عن ابيه فى طلاق البتة قال البخارى لم يصح حديثه))

اور تہذیب ۷/۳۷۳ میں ہے کہ: ((ذكره العقيلى فى الضعفاء)) اور ابن حبان کا ثقات میں شامل کرنا اسی قاعدے کے لحاظ سے ہے، اس لیے حافظ اس کو مستور کہتے ہیں۔ یعنی جس کے لیے کوئی توثیق ثابت نہیں ہے۔ کما تقدم

الغرض! یہ تینوں راوی زبیر بن سعید، عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اور ان کے والد علی بن یزید بن رکانہ سارے ضعیف ہیں یہ تین علتیں اس روایت میں ہیں چوتھی یہ کہ یہ روایت منکر ہے۔ کما تقدم

پانچویں یہ کہ یہ مضطرب ہے کما ذکر، چھٹی یہ کہ اس روایت میں انقطاع بھی ہے۔ چنانچہ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۹۵ میں ہے کہ

((على بن يزيد بن ركانة بن عبد يزيد المطلبى روى عن ابيه وارسل عن جده روى عنه ابناه عبدالله ومحمد قال البخارى لم يصح حديثه وذكره ابن حبان فى الثقات روى له، ابوداود وابن ماجة وروى الترمذى عن عبدالله ابن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده فسقط عنده على من نسب ابنه والصواب اثباته قلت ذكره العقيلى فى الضعفاء ووقع عنده على بن يزيد بن ركانة وكذا عبد ابن عدى وقال لا اعرفه غيره، يعنى حديث طلاق ركانه))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العرض! یہ روایت بالکل ثابت نہیں ہے اور امام ابن حزم نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور کہتے ہیں کہ
((ان روایة قوم مجاهیل لا تصرف عدالتهم وضبطهم)) (غاية اللهفان: ۱/۳۳۳)
بلکہ صحیح اس طرح ہے، چنانچہ مسند احمد ۱/ ۲۶۵ میں حدیث ہے کہ
((عن ابن عباس قال طلق ركانة بن عبد يزيد اخوبني مطلب امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا قال فساله، رسول الله ﷺ كيف طلقتها قال ثلاثا قال فی مجلس واحد قال نعم انما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها وكان ابن عباس يرى انما الطلاق عن كل طهر))
یعنی اس حدیث میں صراحت ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دیں یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور آپ ﷺ نے اس کو ایک طلاق قرار دیا اور رجوع کرنے کی اجازت دی۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ۹/ ۳۶۲ میں فرماتے ہیں کہ ((اخرجه احمد وابویعلی وصححه)) اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاویٰ ۳۳/ ۸۵ میں فرماتے ہیں کہ
((هذا الحديث قال فيه ابن اسحاق حدثنی داود من شيوخ مالك ورجال البخاری وابن اسحاق اذا قال حدثنی فهو ثقة عند اهل الحديث وهذا اسناد جيد))
اس حدیث کو امام ابوعبداللہ المقدسی اپنی صحیح مختارۃ میں داخل کیا ہے۔اس روایت کی سند میں راوی محمد بن اسحاق امام المغازی ہے۔مبادا کہ مولوی صاحب ان کے بارے میں لب کشائی کریں۔اس کے گھر کا فیصلہ ذکر کرتے ہیں۔حنفی مذہب کا امام کمال بن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ ا/ ۲۰۰ میں فرماتے ہیں کہ
((هذا ان صح الحديث بتوثيق ابن اسحاق وهو الحق الا بلج وما نقل عن مالك فيه ولو صح لم يقبل اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو عن امير المومنين فی الحديث وروى عنه مثل الثوری وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن ذريع وابن عليه وعبدالوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معين وعامة اهل الحديث غفر الله لهم وقد اطال البخاری فی توثيقه فی كتاب القرأة خلف الامام له، وذكره ابن حبان فی الثقات وان مالكا رجع عن الكلام فی ابن اسحاق واصطلح معه وبعث اليه هدية ذكرها))
نیز فتح القدیر: ا/ ۳۰۱ میں ابن ہمام فرماتے ہیں کہ
((امام ابن اسحاق فثقة ثقة لا شبهة عندنا فی ذالك ولا عند محقق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المحدثین))

علامہ العینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۷/۲۶۰ طبع المنیرۃ میں فرماتے ہیں کہ

((ابن اسحق من الثقات الکبار عند الجمھور))

اسی طرح تیسری شرح منیۃ المصلی ص ۲۳۳ سعایۃ شرح وقایہ مصنف لکھنوی ۱/۲۷۴ اور نصب الرایہ للزیلعی الحنفی ۱/۱۰۷ اور مرقاۃ ملا علی قاری ۱/۱۳۷ میں بھی ابن اسحاق کی توثیق مذکور ہے اس لیے کم از کم حنفی علماء کو ابن اسحاق پر جرح کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ روایت مولوی صاحب کی نقل کردہ روایت کو رد کرتی ہے اور اس حدیث نے مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوگی۔

اس کے بعد مولوی صاحب ترمذی سے شعبہ کی روایت فاطمہ بنت قیس سے نقل کی ہے مگر اس میں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں تھیں۔ ایسے ثبوت کے بغیر مولوی صاحب کے لیے یہ روایت کارگر نہیں ہوگی۔ اس کے بعد مولوی صاحب ترمذی کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

((قالت جاءت امرأۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ ﷺ فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت عبدالرحمن بن الزبیر وما معہ الا مثل ھدبۃ الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتك))

حالانکہ اس روایت میں یہ بیان نہیں ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تھیں، جب تک ایسی صریح دلیل نہ ملے کہ رفاعہ نے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں۔ ایسا ثبوت ملنا محال ہے بلکہ اس کے خلاف یہ ثبوت ملتا ہے کہ یہ طلاقیں رفاعہ نے الگ الگ دی تھیں۔ چنانچہ یہ روایت صحیح بخاری ۲/ ۸۹۹ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

((عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رفاعۃ القرظی طلق امرأتہ، فبت طلاقھا فتزوجھا بعد، عبدالرحمن بن الزبیر فجاءت رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ﷺ انھا کانت عند رفاعۃ فطلقھا آخر ثلاث تطلیقات فتزوجھا بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر وانہ واللہ ما معہ یا رسول اللہ ﷺ الا مثل ھذہ الھدبۃ اخذتھا من جلبابھا قال وابوبکر جالس عند النبی ﷺ وابن سعید بن العاص جالس بباب الحجرۃ لیؤذن لہ فطفق خالد ینادی یا ابا بکر یا ابابکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا تزجر هذه عما تجهر به عند رسول الله ﷺ وما يزيد رسول الله ﷺ على التبسم ثم قال لعلك أتريدين ان ترجعي الى رفاعة لا حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسلتك))

یہ روایت اس مسئلہ کو واضح کر رہی ہے کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو الگ الگ تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ الفاظ ہیں، "فطلقها آخر ثلاث تطليقات" اور ان کی بیوی خود بیان کرتی ہیں کہ ان کے خاوند نے تین طلاقوں میں سے جب آخری طلاق دی تب انہوں عبدالرحمٰن بن الزبیر کے ساتھ نکاح کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ۹/ ۳۶۷ "باب من جوز الطلاق الثلاث" میں رفاعہ والی حدیث جو مولوی صاحب لائے ہیں۔ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "وهو اعم ان يكون طلقها ثلاثا مجموعة او مفرقة ويؤيد الثاني انه سياتي في كتاب الادب من وجهين آخر انها قالت طلقني آخر ثلاث تطليقات" اور آپ کے حنفی عالم علامہ احمد علی سہارنپوری بخاری کے حاشیہ ۲/ ۷۹۱ میں:

((فبت طلاقي فيه الترجمة فانه ظاهر انه قال لها انت طالق ويحتمل ان يكون المراد انه طلقها طلاقا حصل به قطع عصمتها وهو اعلم من ان يكون طلقها ثلاثا مجموعة او مفرقة ويويد الثاني انه سياتي في كتاب الادب من وجه آخر انها قالت طلقني آخر ثلاث تطليقات))

یعنی شارح کہتے ہیں کہ رفاعہ کی طلاق تین الگ الگ طلاقیں تھیں۔ امام مسلم اپنی صحیح ۱/ ۴۶۳ میں پہلے مولوی صاحب کی نقل کی ہوئی حدیث لائے ہیں اس کے بعد یہ بخاری والی حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ((فطلقها آخر ثلاث تطليقات الحديث)) گویا کہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث مذکورہ حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث (جو مولوی صاحب نے نقل کی ہے) مبہم ہے کہ وہ طلاقیں اکٹھی تھی یا الگ الگ تھیں۔ مگر یہ مفصل ہے، جس میں بیان ہے کہ یہ تین طلاقیں الگ الگ تھیں۔ اس لیے واقعی تین طلاقیں ہوئی ہیں، جن کے بعد کوئی رجوع کا قائل نہیں ہے۔ مولوی صاحب یہ زور لگا رہے ہیں کہ رکانہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے قسم دی۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ ایک طلاق تھی مگر یہ روایت بالکل ضعیف ہے۔ جس طرح بیان ہوا بلکہ رفاعہ کی حدیث کے مطابق اپنی بیوی کو تین طلاقیں الگ الگ دی تھیں۔ اس لیے ان کا رجوع کرنا ان کے لیے مشکل ہوگیا۔

اس کے بعد مولوی صاحب مسلم شریف کی حدیث جس میں صریح بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ، خلافت صدیقی اور فاروقی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں: "اس سے یہ مراد لینا غلط اور لاعلمی پر مبنی ہے۔" جس پر دلیل دیتے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں: ''کیونکہ اوپر بیان کی گئی احادیث کے مطابق نبی ﷺ کے دور میں دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر ناانصافی ہے۔'' کیونکہ مولوی صاحب ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کر سکے، جس میں یہ ہو کہ بیک وقت کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوئی ہوں۔ جو روایات مولوی صاحب نے پیش کی ہیں وہ ضعیف اور مردود ہیں یا کچھ میں یہ بیان بھی نہیں ہے کہ وہ طلاقیں ایک ہی وقت میں تھیں بلکہ رکانہ والی روایت میں صراحت کے ساتھ ہے کہ ''وہ تین طلاقیں الگ الگ تھیں'' اس طرح مولوی صاحب کی ہوائی عمارت ھباءً منثورًا ہوگئی بلکہ رکانہ کے والد کا بھی یہی واقعہ ہے جو کہ ابوداود ا/ ۳۰۵ باب بقیۃ النسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث میں ہے اور حدیث اس طرح ہے کہ

((حدثنا احمد بن صالح نا عبدالرزاق نا ابن جريج اخبرني عباس قال طلق عبد يزيد ابو ركانة واخوته ام ركانة ونكح امرأة من مزينة فجاء ت النبي ﷺ فقالت ما يغني عني الا كما يغني هذه الشعرة لشعرة اخذتها من راسها ففرق بيني وبينه، فاخذت النبي ﷺ حمية فدعا بركانة واخوته ثم قال لجلسائه اترون فلانا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد فلا يشبه منه كذا وكذا قالو نعم قال النبي ﷺ لابن يزيد طلقها ففعلها قال راجع امرأتك ام ركانة واخوته فقال اني طلقتها ثلاثا يا رسول الله ﷺ قال قد علمت راجعها وتلى: يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن))

اس حدیث میں صاف اور صریح بیان ہے کہ رکانہ کے والد نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آپ نے ان کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور گواہی کے لیے سورۂ طلاق کی آیت پڑھی یہ حدیث رکانہ کے والد کا قصہ بیان کر رہی ہے اس کو بھی آپ ﷺ نے بیوی کے ساتھ رجوع کی اجازت دی تھی حالانکہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں، اس حدیث پر دو اعتراض کیے جاتے ہیں (۱) ایک کہ بعض بنی رافع کے بارے میں پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ وہ مجہول نہیں ہے بلکہ معروف راوی ہے کیونکہ وہ فضل بن عبداللہ بن ابی رافع ہے جس طرح تقریب اور تہذیب میں ہے۔ اس کے لیے تقریب میں لکھا گیا ہے ''مقبول'' اور یہ الفاظ اس راوی کے بارے میں کہے جاتے ہیں، جو شاہد اور متابعت یعنی دوسری روایت کے ساتھ قابل قبول ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں بھی الحمد للہ دوسری روایات اس کے شواہد میں ہیں پہلی اس کے بیٹے رکانہ کی حدیث گذری، دوسری حدیث مسلم شریف کی مشہور ہے جس کو مولوی فیض اللہ نے نقل کیا ہے (۲) دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ امام ابوداؤد اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قال ابوداود حديث نافع بن عجير وعبدالله بن على بن يزيد بن ركانه عن ابيه عن جده ان ركانة طلق امراته فردها اليه النبى ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان ركانة انما طلق امراته البتة فجعلها النبى ﷺ واحدة))

جواب اولاً: نافع بن عجیر کی روایت ابوداؤد میں اس سند کے ساتھ ہے:

((حدثنا ابن السرح وابراهيم بن خالد الكلبى ابو ثور فى آخرين قالوا نا محمد بن ادريس الشافعى حدثنى عمى محمد بن على بن شافع عن عبدالله بن على بن السائب عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانه وذكره))

یہ سند ضعیف ہے اس سند میں عبیداللہ بن علی بن السائب راوی کو مستور کہا گیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے، جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ کا فرمان ہے، چنانچہ عون المعبود شرح ابوداود ۲/ ۲۳۱ میں اس روایت کی تحقیق ہے کہ:

((واستدل بالحديث على ان الثلاث مجموعة تقع ثلاثا ووجه الاستدلال انه ﷺ احلفه، انه اراد بالنية واحدة فدل على انه لو اراد بها اكثر لوقع ما ارادة ولو لم يفترق الحال لم يحلقه واجيب بان الحديث ضعيف ومع ضعفه مضطرب ومع اضطرابه، معارض بحديث ابن عباس ان الطلاق كان عهد رسول الله ﷺ واحدة فالاستدلال بهذ الحديث ليس بصحيح وان شئت الوقوف على ضعفه واضطرابه فراجع التعليق المغنى شرح الدارقطنى فانه قد بين فيه اخونا المعظم ابو الطيب ضعف الحديث واضطرابه بالبسط والتفصيل))

اور التعلیق المغنی للدارقطنی ۴/ ۳۳ میں ہے:

((واعله البخارى بالاضطراب وقال ابن عبدالبر فى التمهيد ضعفوه واختلفوا هل من مسند ركانة او مرسل ركانة كذا فى التلخيص))

اور عبداللہ بن یزید کی حدیث پر پہلے بحث ہو چکی ہے کہ وہ ضعیف ہے اور حافظ عبدالعظیم المنذری الترغیب والترہیب میں امام ابوداؤد کے قول کے جواب میں کہتے ہیں کہ

((وفيما قاله نظر فقد تقدم عن الامام احمد بن حنبل ان طرقه ضعيفة وضعفه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایضا البخاری وقد وقع الاضطراب فی اسنادہ ومتنہ)) عون المعبود ۲/ ۲۳۲)

ثانیاً: جو ہم نے یہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے اس میں رکانہ کے والد عبد بن یزید کا واقعہ ہے اور اس روایت میں اس کے بیٹے کا واقعہ ہے دونوں واقعہ الگ الگ ہیں۔ پھر ایک واقعہ کے ساتھ دوسرے واقع کی روایت کی تعلیل کس طرح ہو سکتی ہے، ایک واقعہ ہے دوسرے کی تضعیف کس طرح ہوگی۔ اور مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالے کے بغیر وہ عورتیں پہلے خاوندوں کی طرف نہیں لوٹائیں۔''

ناظرین! حلالہ کرنے اور کروانے والے پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ایسا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت جرأت اور بے ادبی ہے، مولوی صاحب کوئی تو واقعہ پیش کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عورت حلالہ کے ساتھ واپس کی ہو۔ ((او لیس له الی ذالك السبیل))

اسی طرح مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کیے ہوئے فیصلہ کے برخلاف کریں گے؟

الجواب: خلیفہ اول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے موافق فیصلہ کیا جس طرح خود صحیح مسلم کی حدیث میں ہے جس کو مولوی فیض اللہ نے نقل کیا، اب مولوی صاحب بتایئے کہ بقول ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا ہے تو خلیفہ اول نے اس کی مخالفت کیوں کی؟ ((فما کان جوابکم فھو جوابنا)) اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت کے دو سالوں میں کیوں مخالفت کی؟ باقی رہا یہ سوال کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دو سالوں کے بعد اس کو تین کیوں قرار دیا۔ اس کے لیے عرض ہے کہ

اولاً: یہ بات کسی بھی مسلم کے ذہن میں نہیں آسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ کیا ہو اور اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدلا دیں۔ مثلاً ان کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کر دیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رکانہ اور اس کے والد کو رجوع کا اختیار دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو حرام قرار دے دیں۔ معاذ اللہ

ثانیاً: بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ انتظامی قدم تھا جس طرح خود مسلم شریف کے حدیث کے الفاظ ہیں:

((ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیه اناة فلوا مضینا، علیھم فامضاہ علیھم وفی لفظ فلما کان فی عھد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجاز علیھم)) (مسلم مع النووی: ۱/ ۴۷۸)

یعنی تین طلاقیں اکٹھی دینے کا رواج عام ہوگیا۔ اس لیے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے تادیبی کاروائی کی۔ حالانکہ وہ بیک وقت تین طلاقوں کے ایک ہونے کے قائل تھے یہی فیصلہ ان کی خلافت کی ابتدائی دو سالوں میں تھا کتنے ہی مسائل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انتظامی قدم اٹھائے ہیں۔ چنانچہ اغاثة اللھفان ۱/ ۳۴۹/ ۳۵۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((فمن ذالك انهم لما زادوا فی شراب الخمر وتتابعوا فيه وكان قليلا على عهد رسول الله ﷺ جعله عمر رضی اللہ عنہ ثمانين ونفى فيه وذالك اتخاذه درة يضرب بها من يستحق الضرب ومن اتخاذه دار للسجن ومن ذالك ضربه للنوائح حتى بدا شعرها وهذا باب واسع اشتبه فيه على كثير من الناس الاحكام الثابتة الازمة التى تتغير بالتعزيرات التابعة للمصالح وجودا وعدما ومن ذالك انه رضی اللہ عنہ لما راى الناس قد اكثروا من الطلاق الثلاث وراى انهم لا ينتهون عنه الا بعقوبة فراى الزامهم بها عقوبة لهم ليكفوا عنها فلما راى اميرالمومنين ان الله سبحانه و تعالى عاقب المطلق الثلاث بان حال بينه وبين زوجته وحرمها عليه حتى تنكح زوجا غيره علم ان ذالك لكراهة الطلاق للمحرم وبغضه فوافقه اميرالمومنين فى عقوبته لمن طلق ثلاثا جميعا بان الزمه بها وامضى عليه فان قيل فكان اسهل من ذالك ان يمنع الناس من ايقاع الثلاث ويحرمه عليهم ويعاقب بالضرب والتاديب من فعله لئلا يقع المحزور الذى يتركب عليه قبل نعم بحمدلله قد كان يمكنه ذالك ولذالك ندم عليه فى اخر ايامه وانه كان فعله قال الحافظ ابوبكر الاسماعيلى فى مسند عمر ، اخبرنا ابو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن ابى مالك عن ابيه قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما ندمت على شىء ندامتى على ثلاث الا اكون حرمت الطلاق وعلى ان لا اكون انكحت الموالى وعلى ان لا اكون قتلت النوائح))

ثابت ہوا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا یہ قدم تعزیری اور انتظامی تھا نہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حکم کو تبدیل کیا تھا۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا حکم تعزیراً تھا:

ثالثاً: خود علماء حنفیہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ امیر المومنین کا یہ حکم سیاسی اور تعزیری تھا چنانچہ علامہ قہستانی جامع الرموز ص ۳۴۳ میں لکھتے ہیں کہ

((واعلم ان فى الصدور الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم يحكم الا بوقوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحدة الا فی زمان عمر ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسة وتعزیرات لکثرته من الناس))

اسی طرح علامہ طحاوی حاشیہ الدر المختار ۲/ ۱۲۸ میں فرماتے ہیں پھر جب آپ حنفیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سیاسی اور تعزیری ہے تو پھر کیوں تم اس کو دلیل بناتے ہو؟

الحاصل: امیر عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھتے ہوئے فتنہ کے روکنے کے لیے ایسا حکم جاری کیا اور ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کسی نے ایسی تعزیر کے بعد بیک وقت تین طلاقیں دی ہوں۔ ((ولیس لکم الی ذالك السبیل من وجه یلزم))

اور پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ''جب کہ روایت کرنے والے ابن عباس رضی اللہ عنہما تین طلاقوں کا حکم جاری کرتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فیصلہ ہو چکا کہ وہ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے تھے اور مصنف ابن ابی شیبہ ۶/ ۳۳۵ باب طلاق البکر میں امام طاؤس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ تین طلاقوں کے متعلق فرماتے تھے کہ ((فاشهد ما کان ابن عباس یراهن الا واحد))

اس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مطلب سمجھنا ضروری ہے حالانکہ روایت بالکل واضح ہے جس میں کوئی بھی ابہام یا اشکال نہیں ہے تاہم جو مولوی صاحب نے لکھا ہے اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں کچھ لوگ طلاق دینے کے وقت ایسے لفظ بولتے تھے جن کی دو معانی ہوتی تھیں ایک طلاق یا تین طلاقیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مطلب پوچھتے تھے کہ ان لفظوں سے تم نے مراد ایک طلاق لی ہے یا تین طلاقیں۔ جس طرح حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میری مراد ایک طلاق ہے اسی طرح لفظ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے اس پر دو طلاق پوچھتے تھے کہ اس سے مراد تین طلاقیں ہیں یا ایک کو دوبارہ لوٹایا ہے پھر اس کی نیت پر فیصلہ دیتے تھے۔

ناظرین! یہ عبارت بار بار پڑھیں اور مولوی صاحب سے پوچھیں کہ کس حدیث میں ایسا بیان ہے اور جس روایت پر یہ بنیاد رکھی ہے یعنی البتة والی روایت، جس میں ذکر ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ رضی اللہ عنہ سے نیت کے مطلق پوچھا۔'' اور اس روایت کے متعلق بیان ہو چکا کہ وہ ضعیف ہے اور بالکل ناقابل قبول ہے۔ اس لیے مولوی صاحب کی یہ بنائی ہوئی عمارت منہدم ہوگئی۔ فللہ الحمد

پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیت پر نہیں بلکہ ظاہری کلام پر فیصلہ صادر فرمایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ امیر عمر رضی اللہ عنہ خواہ ان سے پہلے صدیقی دور میں نیت متعلق کوئی روایت نہیں ہے، بلکہ یہ وضاحت ہے کہ نبوی خواہ صدیقی، خواہ فاروقی دور کے ابتدائی سالوں میں بیک وقت تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ مولوی صاحب خوانخواہ اپنی رائے کو حدیث میں دخل نہ دو۔

پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ''امیر المومنین نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مطلب وہ سمجھا ہے'' جس کی معنی ہے کہ صدیقی دور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھے تھے خود فاروق رضی اللہ عنہ ابتدائی دور میں بقول مولوی صاحب نہ سمجھے تھے۔ پھر مولوی صاحب عربی عبارت لا کر خود ترجمہ کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے جلدی کی۔ ایسے کام میں جس میں ان کو ڈھیل دی گئی تھی پھر جو حکم ہم نے ان پر جاری کیا پھر وہ حکم ان پر جاری کر دیا۔'' اس عبارت میں خود تسلیم کرتے ہیں پہلے وہ حکم نہیں تھا بلکہ پہلے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے تھے۔ پھر بقول مولوی صاحب کے ان کو تین سمجھنے لگے، اب انصاف کریں کہ اگر تسلیم کیا جائے تو پھر ان ''دونوں سمجھ'' میں سے کون سی سمجھ صحیح ہے۔ ایک وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے فیصلوں کے موافق، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے فیصلوں کے موافق اور صدیقی خلافت کے وقت تمام صحابہ کی سمجھ کے موافق ہو۔ یا وہ سمجھ جو ان سب کے خلاف ہو۔

قارئین انصاف کریں! خود نے ہی دو فرضی سمجھیں بتائیں ہیں لہٰذا خود فیصلہ کریں کیونکہ حدیث میں صریح لفظ ہیں کہ فاروقی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک بیک وقت تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ پھر مولوی صاحب نے اپنی اختراعی سمجھ نکال کر سامنے لائے ہیں لیکن بات تو ظاہر ہے کہ کثرت طلاق کو روکنے کے لیے امیر موصوف نے یہ قدم اٹھایا۔

پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ''تاکہ لوگ ایک ہی وقت میں طلاقیں دینے سے گریز کریں اور پشیمانی کا موقع ضائع نہ کریں۔

مولوی صاحب صحیح بات کرو۔ بیک وقت تین طلاقیں دے دینا قابل گریز کام ہے تو پھر ایسی طلاق نافذ کیسے ہوگی بلکہ امیر موصوف اپنی ندامت ظاہر کر کے اس فیصلہ کی طرف رجوع کیا جو عہد رسالت خلافت صدیقی اور اپنے دور کے ابتدائی دو سالوں میں جاری تھا۔ ایسی واضح بات کو کہاں چھپاؤ گے اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پہلا دور وحی کے نزول کا دور تھا۔ کتنی ہی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو وحی کے ذریعے ظاہر کیا اس لیے اس قسم کا آدمی بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے گا۔ تاکہ میرے جھوٹ کو وحی کے ذریعے ظاہر نہ کیا جائے۔ مثلاً عبداللہ بن ابی کے جھوٹ کو سورۃ منافقون میں ظاہر کیا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے قسم اٹھا کر اپنے آپ کو ثابت کر دیا تھا۔ (عن بخاری ۲/ ۷۲۸) مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ حالات کو دیکھ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر کر دیا، یعنی ایک طلاق کو ایک دو کو دو اور تین کو تین کر دیا، مولوی صاحب وحی کے دور میں بیک وقت تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جا رہا تھا جس طرح مسلم شریف کی حدیث میں بیان شدہ ہے۔

نیز رکانہ رضی اللہ عنہ اور اس کے والد رضی اللہ عنہ کے واقعات میں بھی مذکور ہے اور وحی کے دور گزرنے کے بعد ایک ساتھ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا۔ یعنی مولوی صاحب نے خود فیصلہ کر دیا کہ وحی کے دور کے فیصلہ اور بعد کے فیصلہ میں اختلاف ہے اور ایمانی تقاضا ہے کہ وحی کے دور کے فیصلہ کو مقدم رکھا جائے۔ وحی کے بعد جس نے یہ فیصلہ دیا۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے لیے بھی عذر موجود ہے۔ جس طرح اوپر تفصیل کے ساتھ گزرا۔ اس کے باوجود بھی امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے کیے ہوئے فیصلہ پر ندامت اور پشیمانی ظاہر کی اور وحی کے دور والے فیصلہ کے آگے جھکے۔ یہی فاروقی شان تھا، باقی یہ کہنا کہ انہوں نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دیا یہ عارضی اور کسی ضرورت تحت تھا اور ضرورت ختم ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گیا کیونکہ کسی بھی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ایسے انتظامی اعلان کے بعد کبھی دور فاروقیہ میں بیک وقت تین طلاقیں دی گئیں۔

اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس فیصلہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مانا ہے۔ آج تک تمام حق والے مذاہب میں یہ حکم چلا آ رہا ہے۔ مولوی صاحب کا یہ تمام کلام خلاف واقعہ اور حقیقت کے برعکس ہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فیصلہ بیان ہوا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فیصلہ تھا۔ اور خلافت صدیقی کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس پر متفق تھے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (اغاثة اللهفان ١/ ٣٠٧) میں فرماتے ہیں کہ:

((واما اقوال الصحابة فيكفي كون ذالك على عهد الصديق ومع جميع الصحابة لم يختلف عليه احد ولا حكى فى زمانه القولان حتى قال بعض اهل العلم ان ذالك اجماع قديم وانما حدث الخلاف فى زمن عمر رضي الله عنه واستمر الخلاف فى المسئلة الى وقتنا هذا كما سنذكره قالو فقد صح بلا شك انهم كانوا فى زمن رسول الله ﷺ وابى بكر مدة خلافته كلها وصدرا من خلافة عمر رضي الله عنه يوقعون على من طلاق ثلاثا واحدة قالوا فنحن احق بدعوى الاجماع منكم لانه لا يعرف فى عهد الصديق احد رد ذالك ولا خالفه فان كان اجماع فهو من جانبنا اظهر ممن يدعيه من نصف خلافة عمر رضي الله عنه وهلم جرا فانه لم يزل الاختلاف فيها قائما وذكر اهل العلم فى مصنفاتهم قديما وحديثا))

اسی طرح تابعین میں امام طاؤس یمانی، امام ابوحنیفہ کے استاد عطاء بن ابی رباح، جابر بن ابی الشعثاء، عمر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن دینار، سعید بن جبیر، حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہم اور تبع تابعین میں امام محمد بن اسحاق عطاء بن یسار اور فلاس بن عمر اور محمد بن مقاتل حنفی رحمہ اللہ وغیرہم اور مالکی مذہب کا مشہور قول ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔ اسی طرح امام ابن مغیث مالکی اپنی کتاب الوثائق میں نقل کرتے ہیں:

((وهو مشهور عند المالكية عن بضع عشر فقيها من فقهاء طبطلة مفتين على مذهب مالك))

نیز علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم اللخمی مشطی اپنی کتاب وثائق الکبیر میں لکھتے ہیں کہ سلف سے لے کر خلف تک اس مسئلہ میں اختلاف ہوتا رہا ہے کچھ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں تو کچھ تین۔ نیز حنفی مذہب کا امام ابوجعفر الطحاوی اپنی کتاب الآثار میں دونوں قول نقل کرتے ہیں اور باب قائم کرتے ہیں: "باب الرجل يطلق امراته ثلاثا معاً" اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسلم کی صحیح حدیث لا کر فرماتے ہیں:

((فذهب قوم الى ان الرجل اذا طلق امراته معًا فقد وقعت عليها واحدة ان كانت في وقت سنة وذالك ان تكون طاهرا في غير جماع واحتجوا في ذالك بهذا الحديث وقالوا لما كان الله عزوجل انما امر عبارة ان يطلقوا الوقت على فطلقوا صفة على غيرما امرهم به لم يقع طلاقهم الا ترى لو ان رجلا امر رجلا ان يطلق امراته في وقت فطلقها في غيره او امره ان يطلقها على شريطة فطلقا على غير تلك الشريطة ان طلاقه لا يقع؟ ان كان قد خالف ما امر به))

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور وہ اپنے دادا امام ابوالبرکات سے بھی نقل کرتے ہیں۔ نیز ابوالحسن حنفی اپنے، وثائق میں اس مسئلہ کو اختلافی لکھتے ہیں۔ ایک کہنے والوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ

((ومن حججهم ايضا في ذالك ان الله سبحانه و تعالى امر بتفريق الطلاق بقوله الطلاق مرتان واذا جمع الانسان ذالك في كلمة كان واحدة وكان مازاد عليها لغوا كما جعل مالك رحمہ اللہ رمى السبع الجمرات في مرة واحدة وبنى عليها ان الطلاق عندهم مثله قال وممن نصر هذا القول من اهل الفتيا بالاندلس اصبع بن الحياب ومحمد بن بقى ومحمد بن عبدالسلام الجشنى وابن زنباع مع غيرهم من نظر ائهم هذا لفظه))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تمام حوالہ جات اغاثة اللهفان: ۱/ ۳۳۷ تا ۳٤٤ میں دیکھنے چاہیں۔ ثابت ہوا کہ سارے اس کے قائل نہ تھے کہ بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کیا جائے بلکہ پہلے صحابہ کا اجماع تھا اور خلافت صدیقی میں بھی یہی فیصلہ تھا یہ ایک طلاق شمار ہوتی تھی بعد میں کتنے ہی اللہ کے بندے اور ائمہ دین اس مسلک پر رہے اختلافی صورت میں یہ حکم ہے کہ

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ٥٩)

اس کا ترجمہ بیان القرآن از علامہ اشرف علی تھانوی ۱/ ۱۸۱ میں اس طرح ہے:

''پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوب تر ہے۔''

قرآن وحدیث کا فیصلہ ذکر ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری، باب من جوز الطلاق الثلاث: ۹/ ۳۶۳۔

الرابع: انه مذهب شاذ فلا يعمل به واجيب بانه نقل عن علي وابن مسعود رضی اللہ عنہ وعبدالرحمن بن عوف والزبير مثله نقل ذالك ابن مغيث في الكتاب الوثائق له وعزاه لمحمد بن وضاح ونقل الغنوى ذالك عن جماعة من مشائخ قرطبة كمحمد بن تقي بن مخلد ومحمد بن عبدالسلام الخشني وغيرهما ونقله ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس كعطاء وطاؤس وعمرو بن دينار ويتعجب من ابن ايقن حيث جزم بان اللزوم الثلاث لا اختلاف فيه وانما الاختلاف في التخريج مع ثبوت الاختلاف كما ترى))

اس کے بعد مولوی صاحب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا شان بیان کرتے ہیں، جس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے مگر مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے فیصلہ کو بھی نہیں مانتے، جو صدیقی خلافت کے دور میں بھی تھا اس کے موافق ہے بلکہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہے۔ اس کو وہ نہیں مانتا۔ بلکہ اس فیصلہ کو مانتا ہے جو بعد کا ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسی اور تعزیری طور پر کیا تھا جس پر انہوں نے ندامت بھی ظاہر کی تھی گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت صدیقی کے دور کا تھا۔ آگے چل کر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کتنے ہی کام شریعت میں ناجائز ہیں مگر ان کاموں کے کرنے کے بعد ان کے اثرات مرتب ہوتے ہیں مگر یہ کلیہ قانون نہیں ہے، ہر ناجائز کام کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔ یہ گناہ ایسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کو بدعت بھی کہا جاتا ہے۔ خود آپ نے بھی تسلیم کیا ہے فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ''الہدایہ'' سے بھی نقل کیا ہے اور بدعت مردود یہ کسی اعتبار میں نہیں ہے۔ جس طرح حدیث گزری۔

ثانیاً: بیک وقت تین طلاقوں کو رسول اللہ ﷺ نے ایک قرار دیا ہے جس طرح حدیث سے ظاہر ہوا۔ اس لیے اس مسئلہ کو مولوی صاحب کے ذکر کردہ مسئلہ (یعنی حیض کی حالت میں ہم بستری کرنا) پر قیاس نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لیے حکم مخصوص موجود ہے، بقول مولوی صاحب یعنی حیض کی حالت میں طلاق ناجائز ہے۔ تب بھی ایک واقع ہوگی۔ اسی طرح بیک وقت تین طلاقیں ناجائز ہیں۔ تب بھی ایک کو ہونا چاہیے۔ جب خود مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ تین طلاقیں الگ الگ یا ایک ساتھ دینے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور کہتے ہیں کہ ایسی طلاق کو سنت کے خلاف کہا گیا ہے، پھر ایسی طلاق کس طرح واقع ہوگی؟

خاص طرح جب رسول اللہ ﷺ نے بیک وقت تین طلاقوں کو ایک شمار کیا ہو، جس طرح رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا کہ انہوں نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں۔ اور پھر رجوع کیا۔ اس کے بعد وہ حنفیوں کی مشہور کتاب الہدایہ کی عبارت لکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔ عبارت ہدایہ صفحہ ۳۵۵ کتاب الطلاق باب طلاق السنۃ میں اس طرح ہے۔

((طلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة او ثلاثا فى طهر واحد فاذا فعل ذالك وقع الطلاق وكان عاصيا)) الخ

یعنی بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت ہے اور اس طرح طلاق دینے والا گنہگار ہے پھر ایسی طلاق کیسے ہوگی؟

ناظرین! فقہی فیصلہ کے مطابق اس طرح تین طلاقیں دینے والے گنہگار ہوتے رہتے ہیں اس لیے مولوی صاحب اور اس کے ہمنواؤں کو چاہیے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح انتظامی قدم اٹھا کر حدیث کے مطابق ایسی تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر رجوع کرنے کا حکم دیں اور لوگوں کو کہیں کہ باقی دو طلاقوں کی وجہ سے توبہ کریں اور گناہ معاف کروائیں۔ اور ان کو اس بدعت والے کام کرنے سے بچنے کی تنبیہ کریں کہ آئندہ کوئی ایسے گناہ کا کام نہ کرے بلکہ سنت مطابق ضرورت کے وقت طلاقیں دے ممکن ہے کہ ان کے لیے رجوع کرنا آسان ہوگا اور مولوی صاحب کو دعائیں دیں گے۔ جبکہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا جواز سمجھا تو حدیث کے ہوتے ہوئے بھی ایسا انتظامی اور سیاسی قدم اٹھایا تاکہ کثرت طلاق کا فتنہ ختم ہو جائے اسی طرح مولوی صاحب بطریق اولیٰ مجاز ہیں کہ فقہ کے فیصلہ کے خلاف انتظامی قدم اٹھائیں اس ناجائز اور بدعت والی طلاق کے فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں اور بے شمار عورتوں کی دعائیں لیں۔

الغرض! صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں سخت جرم والا کام ہے اور وہ تین طلاقیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع نہیں ہوں گی بلکہ ایک طلاق شمار ہوگی اور خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اور یہی قرآن مجید کا فیصلہ ہے اور مولوی صاحب بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرنے والی جو روایت ''البتۃ'' والی پیش کی ہے وہ انتہائی ضعیف اور نا قابل عمل ہے۔

سمجھداروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، ہم بھی ان کو کہتے ہیں کہ خدارا! انصاف کریں قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کریں اور کسی غریب کے گھر کو اجاڑنے کا بوجھ اپنے سر پر مت اٹھائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔

واللہ یقول الحق ویھدی السبیل

السید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة العاشرة

اہل حدیث کے امتیازی مسائل

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سے مقالات جماعت اہل حدیث کی کانفرنسوں میں بطور خطبہ صدارت پڑھے، ان میں سے یہ مقالہ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں بٹالہ ضلع گورداس پور (موجودہ مشرقی پنجاب) میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ بھی شریک تھے، انہوں نے شاہ صاحب کے لیے تعریفی کلمات بھی کہے تھے اور اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عمر صرف بیس (۲۰) سال تھی۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا ضِدَّلَهٗ وَلَا نِدَّلَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......!!

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

(آل عمران: ١٦٤)

حضرات حاضرین! انسان دو اجزا سے مرکب ہے: روح اور جسم۔ چنانچہ ارشاد رب العباد ہے:

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ (السجدة: ٧۔٩)

''اس نے جو بھی چیز بنائی، خوب ہی بنائی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ایسے گارے سے بنائی جو حقیر پانی کی طرح ہے، پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمھیں کان اور آنکھیں اور دل دیا۔''

اور دونوں اجزا کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو مقوی غذا حاصل ہو، تاکہ وہ ضعف و علالت سے محفوظ رہیں۔ اب یہ معلوم کرنا لازمی ہے کہ ان دونوں کی غذا کس چیز سے بنتی ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روح کی غذا

اوّل جزء کے متعلق سنیے کہ اس کی غذا تین اشیاء سے مرکب ہے۔

ا۔ تلاوت قرآن اور اس پر عمل کرنا۔

چنانچہ فرمان رب العالمین ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الاسراء: ٨٢)

''اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں سے وہ چیز جو مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (المائدة: ١٦)

''اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور اپنے حکم سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الانفال: ٣)

''اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

اور اسی طرح اس حدیث میں اشارہ ہے جو امام بیہقی کی شعب الایمان میں بایں لفظ مروی ہے:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَاءُ هَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ.)) [1]

''ان دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے کو پانی لگنے کی وجہ سے زنگ لگتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کس طرح صاف ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنے اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنے سے۔''

---

[1] شعب الایمان للبیهقي: ٢/ ٣٥٣ (٢٠١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ دوسری حدیث بھی اسی طرف مشیر ہے جو کہ جامع ترمذی میں بدیں الفاظ مروی ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ)) ❶

''جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور وہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔''

اس حدیث کے متعلق یہ شان وارد ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۸۵)

''جو کوئی سوائے اسلام کے اور کسی دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا۔''

اور اسی طرح حدیث شریف میں مذکور ہے:

((كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ)) ❷

''ان تہتر فرقوں میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔''

یہ ضابطہ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي الْيَوْمَ سوائے مذہب اہل حدیث کے اور کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اور اسی کی طرف اس حدیث میں ارشاد ہے جو کہ جامع ترمذی میں بایں الفاظ مروی ہے:

((اِنَّ الدِّيْنَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَيَرْجِعُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ)) ❸

''دین ابتدا میں غریب ہو کر شروع ہوا تھا اور ویسا ہی غریب ہو کر لوٹے گا، پس خوشخبری ہو غریبوں کے لیے اور وہی درست کریں گے اس چیز کو جس کو لوگ میرے پیچھے بگاڑیں گے میری سنت سے۔''

اس صفت سے متصف صرف ہمارے بھائی اہل حدیث ہی ہیں نہ کہ اور کوئی اور جو لوگ اس مذہب اہلحدیث سے عار اور روگردانی کرتے ہیں، ان کو فی الواقع اس بے بہا چیز کا مزہ حاصل نہیں ہوا ہے اگر ہوتا تو ضرور ہم پر طعن زنی سے باز آجاتے اور خود بھی اس بحر بے کنار میں غوطہ مارتے۔

---

❶ جامع ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء في من قراء حرفا من القرآن ماله من آخره: ۲۹۱۰.

❷ ترمذی، باب ماجاء في افتراق هذه الامة: ۲٦٤١.

❸ ترمذی، کتاب الایمان: ۲٦۳۰.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ سعدی مرحوم نے فرمایا ہے:

قاضی از با ما نشنید بر فسانہ دست را
محتسب گرمی خورد معذور دارد دست را

ان احباب واخوان کے لیے ضروری ہے کہ یکبار اس گلستان میں تشریف لے آئیں اور اس کے شگفتہ درختوں سے کچھ میوہ چینی کریں تاکہ ان کو بخوبی پتہ لگ جائے کہ:

((هم قوم لا يشقى جليسهم))

''یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا نامراد نہیں ہوتا۔''

اس نامور بوستان کا نام ہے یا اور کسی کا؟ اور اسی معنی میں نواب صدیق حسن خان نے کیا خوب کہا ہے:

بیا بگلشن ست کہ رنگ و بو بینی
نروید از گل تقلید جز گیاہ دگر

اہلحدیث کے امتیازی مسائل

اس واسطے خیال خاطر ہے کہ مذہب اہل حدیث کے چند امتیازی مسائل بیان کروں تاکہ ہر مسلمان کو عموماً معلوم ہو جائے کہ اگر حق ہے تو مذہب اہل حدیث کی طرف ہے نہ کہ کسی اور کی طرف۔ اس لیے کہ سعدی مرحوم نے فرمایا ہے:

چو در بستہ باشد چہ داند کسے
کہ جوہر فروش ہست یا پیلے ور

اور برادران اہل حدیث کو خصوصاً یہ آگاہی حاصل ہو جائے کہ اس رنگین اور خوشبودار گلستان میں اور اس کے بانی (نبی آخر الزمان ﷺ) کی دامن گیری سے ہمارے شان میں کیا اضافہ ہوا ہے؟

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس کے بعد واضح ہو کہ امتیازی مسائل تو بے شمار ہیں، لیکن یہاں ان میں سے صرف بعض ضروری مسائل بیان کیے جاتے ہیں جن کا اس دور و زمان میں خوب چرچا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا مسئلہ:

ظہر کے وقت کا تعین

اس کے متعلق جناب سرورکائنات فداہ ابی وامی وعیالی ونفسی ومالی ﷺ جس کے شان مبارک میں وارد ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٥)

''پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک آپس کے تنازعات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اچھی طرح سر تسلیم خم کر لیں۔''

اسی ذات گرامی کا فرمان مبارک صحیح مسلم میں وارد ہے کہ:

((قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ)) [1]

''فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے مثل ہو، جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔''

اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل تک رہتا ہے اور ایک مثل گزرنے کے بعد نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ظہر کے وقت کا دو مثلوں تک باقی رہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ باقی جو صحیح بخاری کی حدیث پیش کی جاتی ہے، جس میں ہے کہ ''آپ ﷺ سفر میں تھے اور مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو، موذن نے (تھوڑی دیر بعد) پھر چاہا کہ اذان دے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ ڈھلا ہوا دیکھ لیا......'' الخ [2] وہ ہم پر حجت نہیں بن سکتی کیونکہ اول تو یہ سفر کا واقعہ ہے۔ چنانچہ خود مذکورہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور حدیث میں سفر وغیرہ میں جمع بین الصلوٰتین کی اجازت وارد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ نے جمع بین الظهر والعصر کے ارادہ سے تاخیر فرمائی ہو۔

علاوہ ازیں یہ حدیث بخاری کے دوسرے مقام ''باب الابراد بالظهر في شدة الحر'' میں بھی موجود ہے اور وہاں بھی یہ الفاظ ''حتى رأينا في التلول'' کے ہیں۔ اب ان دونوں لفظوں کے ملانے سے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب اوقات الصلوٰۃ الخمس: ۱۳۸۸۔ عن ابن عمر۔

[2] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ: باب الابراد بالظهر في السفر: ۵۳۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ معلوم ہوتا ہے کہ سایہ کے برابر ہونے سے یہ مراد ہے کہ سایہ ٹیلوں کی چوٹی سے جڑ تک پہنچ جائے کیونکہ ٹیلوں کا سایہ اکثر اسی وقت دیکھنے میں آتا ہے، جب ان کی چوٹی سے برابر ہو جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر ہوا کرتی ہیں تو معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

نقض الوضوء بمس الذكر

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا

اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم سنن اربعہ وغیرہا میں بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّا)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے ذکر کو مس کیا، اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی سند میں بالکل کلام نہیں ہے۔

چنانچہ اس کا شان مبارک جناب امام المحدثین بخاری نے اس طرح بتلایا ہے کہ:

((اصح شيء في هذا الباب)) ❷

''اس باب میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں سے یہ حدیث صحیح تر ہے۔''

اسی حدیث کو ائمۃ الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی، ابو حامد بن الشرق اور حازمی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ ❸ اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن خوف طوالت کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں کرتے کیونکہ ''خير الكلام ما قل ودل'' اور ہماری تائید کے لیے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے۔ باقی جو طلق بن علی رضی اللہ عنہ والی روایت ہے، اس میں حضرات محدثین نے کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مطولات) علی تقدير الصحة یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ بسرہ وغیرہ کی حدیثیں ان سے متاخر سمجھی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ بہ نسبت طلق کے متاخر الاسلام ہیں۔ ❹ علاوہ ازیں اگر ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے تو بھی ہمارا مذہب ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً: بسرہ وغیرہ کی حدیثیں بغیر حائل

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الطهارت، باب الوضوء باب الوضوء من مس الذکر: ٨٣۔ سنن نسائی، کتاب الغسل والتیمم، باب الوضوء من مس الذکر: ٤٤٨۔ سنن ابوداود، کتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذکر: ١٨١۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذکر: ٤٧٩۔ ❷ سنن ترمذی: ٢٣(٨٤) دارالسلام

❸ نیل الاوطار للشوکانی: ١/ ٢١٥۔ ❹ کتاب الاعتبار للحازمی: ١٥٠۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اور طلق والی حدیث کو بمع حائل پر محمول کیا جائے، چنانچہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں نبی کریم ﷺ سے بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ:

((اِذَا اَفْضٰی اَحَدُکُمْ بِیَدِہٖ اِلٰی فَرْجِہٖ وَلَیْسَ بَیْنَھُمَا سَتْرٌ وَّلَا حِجَابٌ فَلْیَتَوَضَّاْ)) ❶

''جب تم میں سے کسی نے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے چھولیا اور ان (ہاتھ اور شرمگاہ) کے درمیان کوئی رکاوٹ یا پردہ نہ ہو تو اسے وضو کرنا چاہیے۔''

اس حدیث کو امام حاکم، ابن السکن اور ابن عبدالبر نے صحیح کہا ہے۔ ❷ تو معلوم ہوا کہ مس الذکر من غیر حائل ناقض الوضوء ہے۔ وھو الحق ان شآء اللہ تعالٰی والحق احق ان یتبع۔

اس کے بعد واضح ہو کہ یہ حکم جس طرح مردوں کے لیے ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔ کیونکہ وہ شقائق الرجال ہیں اور کوئی ایسی دلیل وارد نہیں کہ ہم عورتوں کو اس مسئلہ میں خاص کر سکیں۔ علاوہ ازیں خود مسند امام احمد اور بیہقی وغیرہ میں بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ:

((اَیُّمَا اِمْرَاَۃٍ مَسَّتْ فَرْجَھَا فَلْتَتَوَضَّاْ)) ❸

''جس عورت نے اپنے شرمگاہ کو چھویا تو وہ وضو کرلے۔''

نیز اس حدیث کے متعلق امام المحدثین وطبیب الحدیث فی عللہٖ سیدنا امام بخاری کا یہ فیصلہ ہے کہ ھو عندی صحیح۔ ❹

تیسرا مسئلہ:

نقض الوضوء باکل لحم الابل

اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کا ٹوٹنا

اس کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ:

((اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ: أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ؟ قَالَ: اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ، وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ: اَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبْلِ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ)) ❺

❶ صحیح ابن حبان: ۱۱۱۸۔ ❷ تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۲۷۔

❸ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۲۲۳۔ سنن الکبری للبیھقی: ۱/ ۲۲۸ طبع جدید۔

❹ کتاب العلل للترمذی۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء من لحوم الابل: ۸۰۲۔ عن جابر بن سمرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے بکری کے گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کرنے کے بارے میں معلوم کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو وضو کرلو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔ اس نے عرض کیا: کیا ہم اونٹ کے گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اونٹ کے گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کرلو۔''

اس حدیث کی رو سے ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو ضروری سمجھتے ہیں۔

باقی جو احادیث ترك الوضوء مما مست النار کے متعلق وارد ہیں، وہ اس محل النزاع سے خارج ہیں کیونکہ ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اور یہاں یہ گفتگو ہے کہ اونٹ کے مطلق گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ پھر گوشت پکا ہوا ہو یا کچا یا قدید؟ ❶

چوتھا مسئلہ:

قے، خون بہنے اور ہنسنے سے وضو کا ٹوٹنا

اس کے متعلق قرآن و حدیث کی رو سے ہمارے احباب اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ ان تینوں سے وضو نہیں ٹوٹتا اور حق بھی یہی ہے، اس لیے کہ کسی صحیح حدیث سے ان تین اشیاء سے وضو کرنے کا حکم ثابت نہیں ہے اور جو کچھ وارد ہوا ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ مثلاً: جو قے کے متعلق ترمذی وغیرہ میں ہے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَآءَ فَتَوَضَّا)) ❷

''رسول اکرم ﷺ نے قے کی پھر آپ نے وضو کیا۔''

اول تو یہ حدیث ناقابل اعتبار ہے، کیونکہ لفظ فتوضأ شاذ ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث سنن ابی داود میں مذکور ہے۔ ❸ اور وہاں بجائے لفظ فتوضأ کے فافطر ہے، یعنی آپ نے افطار کر دیا اور اس کی تائید کے لیے التلخیص الحبیر ملاحظہ ہو۔ ❹ علیٰ تقدیر الصحة یہ حدیث ہم پر دو وجہ سے حجت نہیں بن سکتی۔

اولاً: یہاں فاء سببیہ کی نہیں بلکہ تعقیب کے لیے ہے، جیسا کہ امام طحاوی حنفی کی کتاب شرح المعانی الآثار ❺ سے معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً: یہ آپ کا فعل ہے اور آپ کا فعل وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ ملاحظہ ہو کتب اصول فقہ حنفی وغیرہ۔

❶ ملاحظہ ہو: زاد المعاد للامام ابن قیم جوزی.
❷ سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب الصائم یستقی عامدا: ۲۳۸۱.
❸ سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب الصائم یستقی عامدا: ۲۳۸۱.
❹ التلخیص الحبیر: ۱/ ٤۱۱.
❺ شرح المعانی الآثار: ۲/ ۹٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح خون کے متعلق سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ:

((مَنْ اَصَابَهُ قَيْءٌ اَوْ رِعَافٌ اَوْ قَلْسٌ اَوْ مَذِيٌّ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ...... الخ)) ❶

اس کے متعلق ہم اور کچھ کہنا نہیں چاہتے، بلکہ اتنا کہنے سے نہیں رہ سکتے کہ خود علامہ نیموی نے ''آثار السنن'' میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ:

((وفی اسنادہ مقال)) ❷

''اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔''

ناظرین! علامہ نیموی جیسے مشہور حنفی عالم کا اتنا ہی کہنا نزاع کے لیے بیخ کن ہے۔

اسی طرح ہنسنے کے متعلق ابو موسیٰ کی طبرانی میں ضریر والی روایت ہے۔ اس کے متعلق بھی ہم اور کچھ نہیں کہتے فقط علامہ نیموی کے فیصلہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ علامہ ممدوح آثار السنن میں لکھتے ہیں:

((والارسال صحیح فی الباب)) ❸

''اس باب میں مرسل حدیثیں صحیح ہیں نہ کہ موصول۔''

جمیع محدثین کا اصول ہے کہ مرسل روایت بالکل حجت نہیں ہے، ملاحظہ ہو کتب اصول حدیث۔ علاوہ بریں یہ مرسل ابی العالیۃ الریاحی کی وجہ سے ہے اور اس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

((حدیث أبی العالیۃ الریاحی ریاح)) ❹

''ابو العالیہ کی مرسل حدیث ہوا کی مانند ہے۔'' (یعنی بالکل غیر ثابت ہے)

پانچواں مسئلہ:

فاتحة خلف الامام

پہلی حدیث:

فاتحہ خلف الامام کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک صحیحین (جن کی صحت پر اتفاق فی جمیع الآفاق ہے) میں اس طرح مروی ہے کہ:

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في البناء على الصلاة: ١٢٢١. یہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ امام احمد و دیگر محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (سبل السلام: ١/ ١٠٦) اس سلسلے کی جتنی بھی روایت مروی ہیں تمام ضعیف ہیں۔ مذکورہ روایت مرسل ہے اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے اور وہ حجت بھی نہیں ہوتی۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

❷ آثار السنن: ٧٣/ ١٥٣. ❸ ایضاً ٧٥.

❹ تهذيب التهذيب: ٣/ ٢٤٧.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) ❶

''اس کی نماز نہیں، جو فاتحہ نہیں پڑھتا۔''

اب یہ حدیث شریف بعمومہ امام، مقتدی اور منفرد، تینوں کو شامل ہے اور اس کے عام ہونے پر لفظ من دال ہے جو کہ الفاظ عموم میں سے ہے اور جیسے یہ حدیث ہر مصلی کو عام ہے ویسے ہر نماز (فرض ہو خواہ نفل) کو بھی عام ہے اور اس عموم پر لفظ لاصلوٰۃ دلالت کرتا ہے اور اس عام کو خاص کرنے کے لیے جو دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ سب بے سروپا ہیں۔ اس لیے امام خطابی نے لکھا ہے کہ:

((ھذا عموم لا یجوز تخصیصه الا بدلیل)) ❷

''اس حدیث شریف کا حکم عام ہے اور اس سے کسی فرد کو خاص کرنا بغیر کسی دلیل کے جائز نہیں ہے۔''

اور اسی طرح امام المغرب ابن عبدالبر النمری (جن کی اگر علمی حیثیت معلوم کرنی ہو تو ان کے تلمیذ رشید فخر الاندلس ابن حزم کی تصانیف کی طرف رجوع کیجیے) وہ بھی اس مذکورہ حدیث کے عموم کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز قابل فخر کتاب ''التمهيد'' میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

((عام لا یخصه شیء لأن رسول اللهﷺ لم یخص بقوله ذلك مصلیا من مصل)) ❸

''یہ حدیث عام ہے اور اس کو خاص کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مذکور قول مبارک سے کسی نمازی کو خاص نہیں کیا ہے (تو آپ کی تخصیص کے بغیر یہ عام کیونکر خاص ہوسکتا ہے)۔''

پھر اگر کوئی کہے کہ لاصلوٰۃ میں کلمہ ''لا'' سے مراد نفی کمال کی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہاں ''لا'' سے نفی کمال کی مراد لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہ دو وجہ سے جائز نہیں ہے:

اولاً: کلمۂ لا، نفی جنس کے واسطے ہے اور یہ کلمہ ذات کی نفی کے لیے موضوع ہوا ہے نہ کہ نفی کمال کے لیے۔ پس معنیٰ حقیقی سے بلا وجہ اعراض کر کے نفی کمال مراد لینا ہرگز جائز نہیں اور اگر فرض کیا جائے کہ انتفاء ذات صلوٰۃ غیر ممکن ہے تو اس تقدیر پر بھی صحت کی طرف سے رجوع ہوگا نہ کہ کمال کی طرف۔ کیونکہ نفی صحت اور نفی کمال اگرچہ دونوں مجازی معنیٰ ہیں لیکن نفی صحت کی اقرب الی الحقیقة ہے اور بر تقدیر عدم استقامت معنیٰ حقیقی کے اقرب المجاز میں مراد لینا بالاجماع اولیٰ ہے۔ ❹ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القرأۃ لامام والماموم ۷۵٦۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحة الخ ۸۷٤.

❷ معالم السنن: ۱/۱۷۷. ❸ التمهيد: ٤/ ٤٤٢.

❹ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی عبارت سے دو مجازی مفہوم نکلتے ہوں تو جو مفہوم حقیقت کے قریب ہوگا، وہی قابل قبول ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((والحمل علی المجاز الاقرب عند تعذر الحقیقة اولی بل واجب بالاجماع)) ❶

”حقیقی معنیٰ متعذر ہوتے وقت مجاز اقرب پر محمول کرنا اولیٰ بلکہ واجب بالاجماع ہے۔“

ثانیاً: دوسری وجہ یہ ہے کہ سنن دارقطنی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کی بعض روایات میں لفظ لا تجزی واقع ہوا ہے پھر یہاں نفی کمال کی مراد لینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ الاحادیث تفسر بعضها بعضا.

دوسری حدیث:

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی صَلٰوةً لَمْ یَقْرَأْ فِیهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَهِیَ خِدَاجٌ" ثَلَاثًا، غَیْرُ تَمَامٍ، فَقِیلَ لِاَبِی هُرَیْرَةَ: اِنَّا نَکُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَأْبِهَا فِی نَفْسِكَ)) ❷

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایسی نماز پڑھے کہ اس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ لے۔“

اس حدیث سے بھی بخوبی ثابت ہوگیا کہ سورۃ الحمد کے بغیر نماز خداج ہے اور پوری نہیں ہے اور خداج نقصان ذاتی کو کہتے ہیں نہ کہ وصفی کو۔ چنانچہ علامہ جار اللہ الزمخشری ”اساس البلاغة“ میں لکھتے ہیں کہ:

((ناقة خادج الوقت ولدها قبل الوقت)) ❸

اور اقرب الموارد میں ہے کہ:

((خدج صلواته نقض بعض ارکانها)) ❹

اور یہ حدیث بھی ہر مصلی کو عام ہے کیونکہ اس میں بھی لفظ من واقع ہے جو کہ الفاظ عموم میں سے ہے۔

تیسری حدیث:

ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں بایں الفاظ مروی ہے کہ:

((صلی رسول الله ﷺ الصبح، فثقلت علیه القرأة، فلما انصرف قال: انی لاراکم تقرؤن وراء امامکم، قال قلنا: یا رسول الله ای والله! قال: ”فلا تفعلوا الا بام القرآن، فانه لا صلوة لمن لم یقرا بها“)) ❺

❶ تفسیر روح المعانی۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب وجوب قرأة الفاتحة فی کل رکعة الخ: ۸۷۸.

❸ اساس البلاغة۔ ❹ اقرب الموارد۔

❺ ترمذی، کتاب الصلوة، باب ماجاء فی قرأة خلف الامام: ۳۱۱۔ ابوداود: کتاب الصلوٰة، باب من ترك القرأة فی صلاته بفاتحة الکتاب: ۸۲۳۔ نسائی، کتاب الصلوٰة: ۹۲۱.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی تو آپ پر قراءت بھاری ہوگئی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ ہاں! اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم (ہم تلاوت کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ وہ نماز ہی نہیں جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔“

یہ حدیث شریف بھی صحیح ہے اور اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ اس کو ترمذی اور دارقطنی نے حسن ❶ اور بیہقی نے صحیح ❷ اور حاکم نے اسنادہ مستقیم ❸ اور خطابی نے اسنادہ جید لا مطعن فیه ❹ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے رجاله ثقات ❺ اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے صحیح قوی السند ❻ کہا ہے۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحق واقع ہے اور وہ متکلم فیہ ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابن اسحاق کے متعلق جتنی جرحیں نقل شدہ ہیں، وہ سب مرفوع ہیں اور حق یہ ہے کہ وہ بالکل ثقہ ہے اور ان کی توثیق کے متعلق علماء حنفیہ کی کتب کی طرف رجوع کیجیے مثلاً: فتح القدیر لابن الہمام، محلی شرح الموطا للشیخ سلام اللہ الدہلوی اور سعایہ للمولانا عبدالحی الکھنوی شهد شاهد من اهلها.

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ محمد بن اسحق مدلس بھی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث سنن دارقطنی اور بیہقی اور مسند احمد میں دوسری سند سے مروی ہے، جس میں ابن اسحق نے اپنے استاذ مکحول سے سماع کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ حدثنی مکحول اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مدلس راوی کسی حدیث کی سند میں ایک جگہ سماع کی تصریح کرتا ہے اور دوسری جگہ نہیں تو اس کی یہ دونوں حدیثیں محمول علی السماع ہوں گی۔ ❼ علاوہ بریں زید بن واقد وغیرہ نے بھی اس حدیث میں ابن اسحاق کی متابعت کی ہے۔ ❽

الحاصل یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے صراحتاً معلوم ہوا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا نہایت ضروری امر ہے کیونکہ آپ نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے اس کے پڑھنے کا حکم فرمایا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

---

❶ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ٥/ ٨٦.
❷ بيهقي في السنن: ٢/ ١٦٤.
❸ حاكم في المستدرك: ١/ ٢٣٨.
❹ معالم السنن: ١/ ١٧٧.
❺ دراية لابن حجر: ١/ ١٦٤.
❻ السعاية: ٢/ ٣٠٣.
❼ شرح المهذب للامام نووي.
❽ التلخيص الحبير لابن الحجر، امام الكلام لعبد الحي: ٢٥٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی حدیث:

امام بیہقی کے جزء القراءۃ میں مرفوعاً مروی ہے کہ:

((لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَلْفَ الْإِمَامِ)) ❶

''جس نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔''

اوراس حدیث کے متعلق امام بیہقی کا یہ فیصلہ ہے:

((اسناده صحيح والزيادة التي فيه صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة)) ❷

''اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور جو اس میں خلف الامام کی زیادتی ہے وہ بھی صحیح اور مشہور ہے (کیونکہ) بہت سی وجوہ سے مروی ہے۔''

پانچویں حدیث:

طبرانی کی کتاب مسند الشامیین میں بایں الفاظ مروی ہیں کہ:

((مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) ❸

''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کو سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔''

اور یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتبار ہے اوراس کا عکس حافظ ہیثمی کی کتاب ''مجمع الزوائد'' میں اس طرح ملتا ہے کہ:

((رجاله موثقون)) ❹

''اس حدیث کے راوی سب پختہ اور معتبر ہیں۔''

ناظرین! بس یہ حدیث شریف جمیع المخالفین کے مذاہب کے لیے سیف قاطع ہے۔ چونکہ اس میں امام کے پیچھے سورۃ الحمد شریف پڑھنے کے لیے آپ کا امر مبارک موجود ہے اور یہ بات طرفین کے ہاں مسلم ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوا کرتا ہے، جب تک اس کے لیے کوئی قرینہ صارفہ نہ پایا جائے، یہاں اور کوئی قرینہ صارفہ موجود نہیں تو اب فاتحہ خلف الامام کے واجب ہونے میں کیا شبہ رہا؟ ہاں اتنا واضح ہوا کہ حضرات حنفیہ اس کے لیے جو قرائن صارفہ پیش کرتے ہیں وہ سب ذی بصيرة واحدة کے سامنے کچھ نہیں ہیں۔ فضلا عن ذی بصيرتين ''تھوڑی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی اچھی طرح اس کی حقیقت سمجھ سکتا ہے) اور ہم ان کے چند مشہور دلائل پیش کر کے علمی کیمرا کے ساتھ ان کا فوٹو کھینچتے ہیں تا کہ آپ کو حسن اور قبیح کے درمیان امتیاز معلوم ہو جائے۔

---

❶ جزء القرأة: ٥٦.

❷ جزء القرأة: ٥٦.

❸ سند الشاميين للطبراني: ١/ ١٧١ (٢٩١) ٥٤_ ٤٤١ قلمي.

❹ مجمع الزوائد للهيثمي: ٢/ ١١١.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احناف کے دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اوّل:

احناف کی پہلی دلیل قرآن مجید کی آیت واذا قرئ القرآن الخ ہے۔اس کے کئی جوابات ہیں لیکن یہاں چند جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا جواب:

یہ آیت خود دوسری آیت کی معارض ہے، کیونکہ ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ بھی عام مقتدی وغیرہ کو شامل ہے تو ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ بھی اس آیت کو شامل ہے اور علماء حنفیہ کا یہ اصول مسلم ہے کہ: ''جب دو آیتوں میں تعارض واقع ہو، تو اس وقت دونوں آیتیں ساقط ہوں گی اور حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔'' ❶

معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیات ان کے اصول بستہ شدہ موجب ساقط عن الاحتجاج (وضع کردہ اصول کے مطابق دلیل لینے کے قابل نہیں) ہیں اور یہ تعجب کا مقام ہے کہ یہ حضرات نہ تو اپنے اصول کی پابندی کرتے ہیں اور نہ ہماری بات کو (جس میں کوئی شبہ نہیں) مانتے ہیں ﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

دوسرا جواب:

اس آیت کریمہ ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ سے فاتحہ خلف الامام کی ممنوعیت پر دلیل پکڑنا اس امر پر موقوف ہے کہ اس آیت کریمہ میں قطعی طور پر اہل اسلام مخاطب ہوں۔لیکن یہ ممنوع ہے بلکہ نظم قرآن وسلسلہ کلام الٰہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت کریمہ میں کفار مخاطب ہیں اور اس کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت اگر مسلمانوں کے لیے ہو اور اس میں مقتدی لوگ مخاطب مانے جائیں تو بہ بایں تقدیر اس آیت کا اپنے ماقبل سے کچھ ارتباط نہیں رہتا اور کلام الٰہی کے سلسلہ میں انقطاع لازم

❶ نور الانوار: ۱۵۷۔ تلویح: ۱۰٤.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے اور نظم قرآن میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کریمہ کے متعلق مفسرین کے اقوال نقل کر کے پھر فرماتے ہیں کہ:

((وفی الآیة قول خامس وهو انه خطاب مع الكفار فی ابتداء التبلیغ ولیس خطاب مع المسلمین وهذا قول حسن مناسب)) ❶

''اس آیت کے متعلق (مذکور چار اقوال کے علاوہ) ایک اور پانچواں قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے بلکہ ابتدائے اسلام میں کفار کو خطاب ہے اور یہ (پانچواں) قول بہتر اور مناسب ہے۔''

پھر امام رازی رحمہ اللہ نے اس پانچویں قول کے بہتر اور مناسب ہونے کے ثبوت میں ایک مدلل بحث لکھی ہے، پھر اس کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

((وعند هٰذا یسقط استدلال الخصوم بهذه الآیة من كل الوجوه)) ❷

''یہ بات ثابت ہوئی کہ اس آیت کریمہ میں خطاب کفار کو ہے تو اس سے خصم کا استدلال جمیع وجوہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔''

تیسرا جواب:

اس آیت میں قطعاً پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جہر کرنے کی ممانعت ہے وهذا انفس من هنا. کیونکہ ''الانصات'' جس طرح ''سکوت'' پر مستعمل ہوتا ہے، اسی طرح آہستہ پڑھنے پر بھی ہوتا ہے۔ امیر الحفاظ امام بیہقی نے جزء القرأة میں اس کی اچھی طرح سے وضاحت کی ہے۔ ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾

چوتھا جواب:

علماء احناف اس آیت کریمہ کے عموم سے خطبہ پڑھتے وقت درود شریف پڑھنے اور نماز فجر کے شروع ہونے کے بعد امام کے قراءۃ کرنے کی حالت میں صفوں کے پیچھے سنت پڑھنے اور امام کے پیچھے ثناء وغیرہ پڑھنے کو خاص کرتے ہیں، تو مقتدی کی قراءۃ کو اس عموم سے خاص کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ بمع اس کے کہ ادلہ مذکورہ اور دیگر ادلہ اس کی تخصیص کے موجب ہیں۔

پانچواں جواب:

اگر مانا جائے کہ یہ آیت کریمہ فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، تو بھی خصم کا اس سے دلیل نہیں بن سکتا، اس لیے کہ اس آیت کریمہ میں اگر پڑھنے کی ممانعت ہے تو امام کے پڑھنے کی حالت میں

❶ تفسیر کبیر: ١٥/١٠٤. ❷ تفسیر کبیر: ١٥/١٠٤

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ کہ امام کے سکتات میں بھی۔ بلکہ احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سکتات میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے۔ ❶

دوسری دلیل:

ان کی دوسری دلیل حدیث "من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة" ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث بالکل ضعیف اور غیر معتبر ہے، اور اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے متعلق تفصیلی بحث تو ہمارے رسالہ "اظهار البراء ة من حديث من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة" میں دیکھیے۔ یہاں فقط میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے "لم يثبت" ❷ اور دارقطنی، ابوحاتم اور ابن عدی نے "والصواب مرسل" ❸ اور ابوموسیٰ رازی نے "لم يصح" اور ابن جوزی نے "يصرفها ما يثبت" ❹ اور ابن حزم نے ساقط ❺ اور نووی نے "كلها ضعيفة" ❻ اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں "ضعيف" ❼ اور صاحب المنتقیٰ نے "كلها ضعاف" ❽ اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں "لا يصح شئ منها" ❾ اور حافظ ذہبی نے "كلها واهية" ❿ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ضعیف کہا ہے۔ ⓫ علاوہ ازیں یہ حدیث کئی وجوہ سے مردود ہے، جن کو ہم نے مذکورہ رسالہ میں خوب اچھی طرح بیان کیا ہے اور من جملہ آنہاں یہ پانچ وجوہ ہیں:

پہلی وجہ:

یہ کہ یہ حدیث ہماری حجت ہے نہ کہ خصم کی کیونکہ ضمیر "له" دوم کا مرجع امام ہے نہ کہ "من" کیونکہ وہ اس کے قریب ہے بہ نسبت من کے والحق للقريب اور خود مولانا ابوالحسن سندھی الحنفی نے بھی اس معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔ ⓬ پس اس حدیث کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قراءت امام کے لیے ہی ہوگی، تو اب مسئلہ صاف واضح ہوا کہ مقتدی کے لیے امام کی قراءت نہیں اور مقتدی کو اپنی قراءت کرنی چاہیے۔

---

❶ جزء القرأة: ٢٠ تا ٢٧ طبع دهلي.
❷ جزء القرأة ٥.
❸ علل الحديث لابي حاتم: ١٠٤.
❹ العلل المتناهية: ١/ ٣٤١.
❺ المحلیٰ.
❻ شرح المهذب: ٣/ ٣٦٧.
❼ تفسير قرطبي: ١/ ١٢٢.
❽ المنتقى.
❾ تفسير ابن كثير: ١/ ١٤ طبع بيروت.
❿ ميزان الاعتدال.
⓫ فتح الباري.
⓬ حاشيه ابي الحسن على سنن ابن ماجه: ١/ ١٨٠.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری وجہ:

یہ حدیث حنفیوں کے مسلمہ اصول پر منسوخ ہے کیونکہ ان کے کتب اصول میں ہے کہ:

"جو صحابی اپنی مروی کے خلاف فتویٰ دے یا خلاف عمل کرے تو وہ حدیث منسوخ ہے۔" ❶

اس حدیث کے جتنے بھی روایت کنندہ صحابہ ہیں وہ تمام کے تمام فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو احقر کا رسالہ مذکورہ)

تو براہین وقانون کی رو سے یہ حدیث منسوخ ہوئی۔ فعليهم بالانصاف اور عجب در عجب ہے کہ یہ لوگ اپنے مسلم شدہ اصول پر بھی نہیں چلتے اور ایسی حدیث جو ان کے ہاں منسوخ ہے، اس کو اپنا دستور العمل بناتے ہیں۔ فإلى الله المشتكىٰ.

تیسری وجہ:

یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں نص ہی نہیں بلکہ ظاہر ہے اور یہ احتمال رکھتی ہے کہ اس سے مراد ما عدى الفاتحة ہے اور جو ہمارے دلائل ہیں وہ نص ہیں، کیونکہ ان میں ام القرآن کی تعین ہے تو ہمارے یہ دلائل اس حدیث پر مقدم ہوں گے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ:

"جب نص اور ظاہر کا آپس میں تعارض واقع ہو تو اس وقت نص ظاہر پر مقدم ہوگی۔" ❷

چوتھی وجہ:

اس حدیث کا مورد ما عدى الفاتحة ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے امام الکلام میں لکھا ہے:

"تو پھر یہ حدیث کیونکر خصم کی دلیل بن سکتی ہے کیونکہ اگرچہ العبرة لعموم اللفظ ہے اور نہ کسی خاص سبب کے لیے۔ لیکن دلائل میں تعارض دفع کرنے کے لیے اس کو اپنے مورد پر بند رکھا جاتا ہے۔" ❸

یہاں بھی دلائل کا آپس میں تعارض واقع شدہ ہے، اس لیے ہم اس حدیث کو اپنے مورد (یعنی ما عدى الفاتحه) پر محمول کرتے ہیں تو تعارض نہیں رہتا۔

پانچویں وجہ:

اس حدیث کی ایک سند میں یہ الفاظ بھی واقع ہوئے ہیں: و صلوٰته له صلوٰة تو احناف کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز ہے تو پھر اس آیت کا مصداق بنتا ہے کہ:

---

❶ نور الانوار: ١٥٥. ❸ اصول فقه.

❹ فتح القدير لابن الهمام.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرة: ۸۵)

یہ تو تعجب خیز بات ہے کہ ایک گائے کا دودھ حلال اور اسی کا گوشت حرام؟

بریں عقل و دانش باید گریست

تیسری دلیل:

احناف کی تیسری دلیل صحیح مسلم کی حدیث "اذا قراء فانصتوا" ہے۔

جواب: لیکن یہ حدیث بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں قتادہ واقع ہے جو کہ مدلس ہے۔ ❶ علاوہ بریں اکثر محدثین مثلاً: بخاری، ❷ ابوداود، ❸ ابو حاتم، ❹ یحییٰ بن معین، ❺ حاکم، ❻ دارقطنی، ❼ ابن خزیمہ، ❽ محمد بن یحییٰ الذہلی، ❾ ابوعلی نیسابوری ❿ اور بیہقی ⓫ وغیرہم کا اس زیادتی (اذا قراء فانصتوا) کے خطا ہونے پر اتفاق ہے۔ وعلی تقدیر الصحۃ بھی یہ حدیث کئی وجوہات سے ہمارے اوپر حجت نہیں ہے اور من جملہ ان کے یہ دو وجہ ہیں:

پہلی وجہ:

یہ کہ یہ حدیث حنفیہ کے مذکورہ اصول پر منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق فتویٰ ثابت ہے۔ ⓬

دوسری وجہ:

حضرات محدثین کا اصول ہے کہ اگر "دو دلیلوں کا آپس میں تعارض واقع ہو جائے تو اس وقت جمع نسخ پر مقدم ہوگا۔" یعنی اگر ان دونوں دلیلوں میں جمع ہو سکے تو پھر نسخ نہ ہوگا اور جمع ہی کیا جائے گا۔ ⓭ یہاں اس حدیث اور ہمارے دلائل کے درمیان میں جمع ممکن ہے یعنی یہ حدیث ماعدی الفاتحۃ پر محمول ہے۔ ⓮ تو بریں معنیٰ ان دلائل میں تعارض نہیں رہتا اور اس دلیل کے اور بھی جوابات ہیں جو کہ مذکورۂ آیت کریمہ کے جوابات کے ضمن میں آ گئے ہیں۔ فارجع البصر کرتین.

---

❶ طبقات المدلسین لابن حجر عسقلانی. ❷ ملاحظہ ہو: جزء القراءۃ: ۲۹.
❸ سنن ابو داود: ۱/ ۸۹. ❹ علل الحدیث: ۱/ ۱٦٤.
❺ یحییٰ بن معین فی تاریخہ: ۲/ ۲۲۹. ❻ مستدرك حاکم.
❼ دارقطنی، کتاب العلل: ۲/ ٦٧٥ ❽ ابن خزیمۃ.
❾ محمد بن یحییٰ الذھلی. ❿ ابو علی نیسابوری.
⓫ بیھقی، کتاب القراءۃ: ۹۰۔۹۱. ⓬ صحیح مسلم.
⓭ کتاب الاعتبار للحازمی. ⓮ فتح الباری.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی دلیل:

ان کی چوتھی دلیل زہری کی یہ حدیث ہے:

((فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول اللهﷺ))

”جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز قراءت کرنا شروع کی تو لوگوں نے اس نماز میں قراءت کرنا چھوڑ دی۔“

جواب: یہ حدیث بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ یہ کلام زہری کا اپنا درج شدہ ہے اور نہ کسی صحابی کا کلام ہے۔ ❶ علاوہ بریں اس حدیث سے ”ترك القرأة خلف الامام“ فقط جہری نماز میں ثابت ہوتا ہے اور احناف حضرات اس سے سری اور جہری دونوں کے لیے دلیل پکڑتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ دعویٰ عام دلیل خاص۔ فسبحان قاسم العقول.

پانچویں دلیل:

ان کی پانچویں دلیل نبی اکرم ﷺ کے مرض وفات میں نماز پڑھنے والی حدیث ہے۔

جواب: اس کے کئی جوابات ہیں۔ من جملہ آں یہ دو جواب پیش کیے جاتے ہیں:

پہلا جواب: اول یہ کہ رسول اکرم ﷺ جو مسجد میں آ کر نماز میں شامل ہوئے، آپ کا یہ شمول اقتداء نہ تھا بلکہ بارادہ امامت تھا۔ ❷ یہیں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جو خصم کے زعم پر ترک القرأۃ کلاً یا جزاً کیا ہے وہ درحالت امامت کیا ہے۔ اور حنفیہ کے ہاں امام پر قراءت واجب ہے، پھر یہ حدیث تو ان کے خلاف حجت ثابت ہوئی اور محل نزاع سے خارج ہوئی۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اس واقع مرض الموت کی نماز میں کئی ایسے امر پائے گئے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے اور بالاتفاق کسی اور کے لیے جائز نہیں ہیں۔ ❸ تو ہو سکتا ہے کہ یہ امر بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو۔ پھر جو شخص اس حدیث کے اس خاص جز کے عموم ہونے کا قائل ہے تو وہ اس بات پر مکلف ہے کہ کسی دلیل صریح سے اس کا عموم ثابت کر دے۔ ودونه خرط القتاد.

ان حضرات کے ان دلائل کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جو ان دلائل سے بھی ابتر ہیں، ملاحظہ ہوں مطولات۔

الغرض! ثابت ہوا کہ مذکورہ امر اپنے حقیقی معنیٰ، یعنی وجوب پر باقی ہے۔ وہ یہ کہ فاتحہ خلف الامام واجب ہے اس کے سوا نماز نہ ہوگی۔

---

❶ جزء القرأة للبخاري. ❷ كتاب المعترض: ٤٩.

❸ شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة الصحيح خلف المريض: ٢٦١/١.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا مسئلہ:

وضع الیدین علی الصدر

حالت قیام میں سینے پر ہاتھ باندھنا

اس کے متعلق امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں، جس کے الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں کہ:

((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ)) ❶

''میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو رکھا آپ ﷺ نے اپنا دھنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر۔''

بعض حضرات اس حدیث پر یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے علاقے میں کتاب صحیح ابن خزیمہ نہیں پائی جاتی۔ ❷ تو ہم بغیر دیکھے کس طرح آپ کے کہنے پر اعتماد کریں کہ یہ حدیث اس میں موجود ہے؟ میں کہتا ہوں کہ صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کے موجود ہونے کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ خود حافظ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں اور علامہ عینی حنفی نے ''عمدۃ القاری'' میں اس حدیث کو بحوالہ ابن خزیمہ نقل کیا ہے۔ نیز اگر ہمارے کہنے اور آپ کے احناف کے کہنے پر بغیر دکھانے کے اعتماد نہیں تو ہم بھی علامہ قاسم بن قطلو بغا کے مجرد کہنے پر کس طرح اعتماد کرسکیں کہ تحت السرۃ کی زیادتی مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا.

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ پتہ نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ تو پھر کس طرح معتمد علیہ ہوسکتی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور خود امام ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ❸ نیز اس پر حافظ زیلعی نے ''نصب الرایہ'' میں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں اور امام نووی رحمہ اللہ نے ''شرح مسلم'' میں سکوت کیا ہے اور اس پر کوئی جرح وغیرہ نہیں کی۔

الغرض! اس حدیث کے ماننے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور اسی طرح مسند امام احمد ❹ میں بھی ایک حدیث

---

❶ صحيح ابن خزيمه: ١/ ٢٤٣ (٤٧٩) من طريق مومل بن اسماعيل، بيهقي: ٢/ ٣٠- من طريق محمد بن حجر بن عبدالجبار عن ام عبدالجبار.

❷ یہ کتاب اس وقت عربی اردو میں چھپ چکی ہے، جو ہر جگہ دستیاب ہے۔ (ناشر)

❸ شرح ترمذی للامام ابن سید الناس اور نیل الاوطار للشوکانی۔ ❹ مسند احمد.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلب طائی سے مروی ہے جس کے الفاظ بھی مذکورہ حدیث کی طرح ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اعتراض: اور اگر کوئی کہے کہ اس کی سند میں سفیان ثوری واقع ہیں اور وہ مدلس ہیں۔

جواب: اس کا جواب دو طرح سے ہے:

اولاً: یہ کہ سفیان ثوری اول درجے کے مدلسین میں سے ہیں اور بقاعدہ محدثین ان کی تدلیس مقبول ہوگی اگرچہ سماع کی تصریح نہ کریں۔ ❶

ثانیاً: یہ کہ اس حدیث کی سند میں سفیان ثوری نے اپنے استاد سماک سے سماع کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ حدثنی سماك . ❷

اعتراض: اور اگر کوئی کہے کہ اس کی سند میں سماک بن حرب واقع ہیں جبکہ وہ مضطرب الحدیث ہیں تو پھر یہ حدیث کیونکر قابل احتجاج ہوگی۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ سماک کی سب روایتوں میں اضطراب نہیں ہے، بلکہ ان میں اضطراب ہے، جو سماک نے عکرمہ سے روایت کی ہیں۔ ❸ اور اس حدیث کو سماک نے عکرمہ سے روایت نہیں کیا بلکہ قبیصہ بن ہلب سے روایت کیا ہے۔ ❹ تو پھر کس طرح یہ حدیث مضطرب اور نا قابل اعتبار ہوسکتی ہے؟ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نبوی طریقہ اور مصطفوی اسوہ یہ ہے کہ ہاتھ نماز میں سینہ پر رکھے جائیں نہ کسی اور جگہ پر۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک حدیث مروی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنے چاہئیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بمع تحت السرۃ کی زیادتی کے مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود نہیں ہے، کیونکہ ابن ابی شیبہ کا صحیح نسخہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس میں یہ زیادتی نہیں ہے اور اس کے نہ ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مولوی انور شاہ کشمیری حنفی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ زیادتی ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے۔ ❺ وعلی تقدیر التسلیم بھی یہ حدیث قابل حجت نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی سند میں یہ الفاظ واقع ہیں:

((عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه))

اور علقمہ کا اپنے باپ وائل سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ❻ بایں وجہ یہ حدیث منقطع ہوئی اور منقطع غیر مقبول ہے۔ ❼ علاوہ ازیں مصنف ابن ابی شیبہ کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں سے ہے اور اس کی حدیث اعتبار

❶ طبقات المدلسین لابن حجر: ٣٢. ❷ مسند احمد: ٥/ ٢٢٦.
❸ تقریب التهذیب لابن حجر. ❹ مسند احمد: ٥/ ٢٢٦
❺ فیض الباری: ٢/ ٢٦٧. ❻ تقریب التهذیب: ٢٤٣. ❼ ملاحظہ ہو: کتب اصول حدیث.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومتابعات کے علاوہ استقلالاً بغیر کسی ناقد کے لیے حجت نہیں ہے۔ ❶ تو خصم کو لازم ہے کہ پہلے کوئی اور صحیح حدیث لائے، پھر اس کو شہادت میں لائے ﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا﴾ تو یقیناً جان لیں کہ آپ کا دعویٰ غلط بلکہ بالکل غلط ہے۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة))

''سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا جائے۔''

جواب: جواباً کہا جائے گا کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق واقع ہیں جو بالکل ضعیف ناقابل اعتبار ہیں اور تمام اهل النقد نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ❷ حتیٰ کہ امام نووی رحمہ اللہ شرح المهذب میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:

((ضعيف باتفاق أئمة الجرح والتعديل)) ❸

''ان کے ضعیف ہونے پر جرح وتعدیل کے اماموں کا اتفاق ہے۔''

پھر یہ اثر کیونکر قابل حجت بن سکتا ہے؟ علاوہ ازیں یہ اثر مذکورہ مرفوع احادیث سے معارض ہے اور خود حنفیہ کا مسلک ہے کہ صحابہ کے آثار تب حجت ہیں جبکہ ان کی کوئی مرفوع حدیث معارض نہ ہو اور اگر معارض ہو تو وہ آثار حجت نہیں ہو سکتے۔ ❹

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ صاحب ہدایہ اس اثر کو مرفوع لائے ہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تسامح ہے اور اس کو خود علمائے حنفیہ مثلاً: عینی وغیرہ نے رد کیا ہے۔ فناهيك ذالك .

الغرض! مسنون وہی طریقہ ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

ساتواں مسئلہ:

آمین بالجہر

اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ:

((اذا فرغ من قراءة ام القرآن رفع صوته وقال آمين)) ❺

''آپ جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہوتے تھے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے اور

---

❶ حجة الله البالغة: ١/ ٣٨٩. ❷ تهذيب التهذيب.

❸ شرح المهذب. ❹ ملاحظہ ہو: فتح القدير لابن الهمام، مرقاة للعلي قاری اور امام الكلام وغيره.

❺ سنن دار قطنی: ١/ ٤٥٠ (١٢٥٩) مستدرك حاكم: ١/ ٣٤٥ (٨١٢).

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کو دارقطنی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔"

اسی معنیٰ میں ابوداؤد وغیرہ میں بھی ایک حدیث مروی ہے۔ (1) جسے امام ترمذی (2) نے حسن کہا ہے اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ امام صاحب سکوت اس حدیث پر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قابل احتجاج ہوتی ہے۔ اب ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے اسوۂ حسنہ میں آمین کا زور سے کہنا حجت ہے نہ کہ آہستہ اور جس حدیث سے احناف آمین کے آہستہ کہنے پر دلیل پکڑتے ہیں وہ بالکل صحیح نہیں کیونکہ شعبہ نے اس میں دوہری غلطی کی ہے اور بجائے لفظ رفع بها صوته کے خفض بها صوته کہا ہے۔ (3) سفیان کی جو حدیث ہم نے پیش کی ہے اسے امام بخاری اور امام ابوزرعہ رازی نے شعبہ کی حدیث پر ترجیح دی ہے۔ (4) نیز امام دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو ترجیح دی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حق وہ ہے جو ہمارے احباب اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اب ہم ایک اثر نقل کر کے اس مسئلہ کو ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں صحیح سند سے امام ابوحنیفہ کے استاد عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے:

((قَالَ اَدْرَكْتُ مِأَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِآمِيْنَ)) (5)

"عطاء نے کہا کہ میں نے اس مسجد (یعنی کعبۃ اللہ شریف) میں دو سو صحابہ کو (نماز پڑھتے) پایا۔ جب امام نے ولا الضآلین کہا تو ان دو سو صحابہ نے بلند آواز سے آمین کہی۔"

تو عجب در عجب ان لوگوں پر ہے جو خود تو سنت پر عمل نہیں کرتے اور جو عامل بالسنۃ ہوتے ہیں تو ان سے بھی بغض و حسد کرتے ہیں، حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسوۂ سیئہ یہودیوں کا ہے اور مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔ (6)

آٹھواں مسئلہ:

رفع الیدین

اس کے متعلق صحیحین میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا كَبَّرَ

(1) سنن أبي داود، كتاب الصلوٰة: ٩٣٢. (2) سنن ترمذي، كتاب أبواب الصلوٰة.

(3) ملاحظہ ہو مطولات۔ (4) سنن ترمذی۔ (5) كتاب الثقات لامام ابن حبان: ٢/٢٦٥۔ البيهقي: ٢/٥٩.

(6) سنن ابن ماجه: ٨٥٧، ٨٥٦۔ اس کے علاوہ یہ روایت صحيح ابن خزيمه: ٥٧، ٥٨٥۔ مسند احمد: ٦/١٣٤، ١٣٥۔ بیهقی: ٢/٥٦۔ مجمع الزوائد: ٢/١١٥، ١١٦ میں الفاظ کے کچھ فرق سے مروی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلرُّکُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ أَيْضًا وَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُوْدِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ جب نماز شروع کرتے تھے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تھے اور رکوع سے اپنا سر اوپر اٹھاتے تھے تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو (کندھوں کے برابر) اٹھاتے تھے اور فرماتے: اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف بیان کی۔ اے ہمارے پروردگار! تیری ہی تعریف ہے اور سجدے میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔''

اہل فہم اور جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کے اتباع کا شوق عطا فرمایا ہے، اس کے لیے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے۔ ہاں اتنا واضح ہو کہ رفع الیدین کی حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے، حتیٰ کہ چند ائمہ مثلاً: امام ابن حزم، سیوطی اور مجد الدین فیروز آبادی وغیرہم اس حدیث کے متواتر ہونے کے قائل ہیں۔ ❷ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اپنے استاد امام عراقی سے نقل فرمایا ہے کہ میں نے اس حدیث کے روایت کنندہ صحابہ کا تتبع کیا تو پچاس کو پہنچا ❸ اور اس مسکین نے بھی ان کا تتبع کیا تو باوجود کم علمی کے اور قلت الاطلاع علیٰ نصب الحدیث کے بیس کو پہنچا، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر بن الخطاب (۳) علی بن ابی طالب (۴) ابن عمر (۵) ابن عباس (۶) ابن زبیر (۷) ابوہریرہ (۸) ابوموسیٰ اشعری (۹) ابوحمید ساعدی (۱۰) محمد بن مسلمہ (۱۱) ابو اسید (۱۲) مالک بن الحویرث (۱۳) وائل بن حجر (۱۴) سہل بن سعد (۱۵) ابوقتادہ (۱۶) انس بن مالک (۱۷) جابر بن عبداللہ (۱۸) براء بن عازب (۱۹) عمر اللیثی (۲۰) معاذ بن جبل۔ ❹

نیز حافظ زیلعی نصب الرایہ میں امام بیہقی کے خلافیات سے ایک حدیث لائے ہیں، جس سے رفع الیدین کے متعلق مواطن مذکورہ میں نبی کریم ﷺ سے امر ثابت ہوتا ہے۔ ❺ نیز مالک بن الحویرث کی حدیث سے بھی امر مستفاد ہے۔ اس لیے چند محدثین مثلاً: محمد بن سیرین، حمیدی، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان وغیرہم رفع الیدین کے وجوب کے قائل ہیں اور احقر کے ہاں بھی یہ قول مستند ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع: ۷۳۶، ۷۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین الخ: ۸٦١، ۸٦٥۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابوداود: ۲۲/ ۷۲۱۔ ترمذی: ۲۵۵، ۲٥٦۔ ابن ماجہ: ۸٥٨۔ اور احادیث کی تمام کتب میں موجود ہے۔

❷ المحلیٰ لابن حزم: ۹۳/٤۔ الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ للسیوطی: ٤٨۔ سفر السعادۃ: ١٤۔

❸ فتح الباری: ۲/ ١٤٩۔

❹ مصنف کی کتاب اثبات رفع الیدین، جلاء العینین اور تمییز الطیب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

❺ نصب الرایۃ فی التخریج أحادیث ھدایہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیہ امر کا بھی کوئی دلیل صارف نہیں ہے اور جو عبداللہ بن مسعود والی حدیث ہے اس کو محدثین نے ضعیف بتلایا اس لیے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے جب تک اس کے لیے دلیل صارف نہ پائی جائے اور فیما نحن ہے۔ [1] اور امام ابوحنیفہ کے تلمیذ رشید امیر المجاہدین والزاہدین عبداللہ بن المبارک نے اس حدیث کے متعلق یوں کہا ہے: لم یثبت حدیث ابن مسعود...... الخ [2] باقی رہی کاذناب الخیل الشمس والی حدیث، سو وہ تو سلام کے متعلق ہے اور اس کا رفع الیدین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ [3] اس لیے کہ اگر اس حدیث کا تعلق رفع الیدین کے ساتھ مانا جائے تو پھر مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان میں کوئی تعلق اور مناسبت نہیں رہتی اور شارع علیہ السلام کا یہ کلام لغو بن جاتا ہے۔ حاشا للہ۔ کیونکہ آپ خالی الذہن ہو کر غور کریں تو آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ مذکورہ ہیئت پر رفع الیدین کرنے اور گھوڑے کی دم ہلانے کے درمیان کتنا ہی بون بعید ہے۔ ہاں اگر سلام کے جواب کے ساتھ اس کا تعلق مانا جائے تو پھر مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان میں مناسب پوری طرح ہے۔ نیز اگر اس کا رفع الیدین دراوقات مخصوصہ کے ساتھ تعلق مانا جائے تو بھی یہ حدیث حنفیہ کے لیے مذہب شکن ہے۔ کیونکہ وہ تکبیرات عیدین اور وتر میں قنوت کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ فما هو جوابهم فهو جوابنا. معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا امر کا کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ اس لیے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قاعدہ تھا جیسا کہ ان سے امام بخاری کے جزء رفع الیدین میں اور سنن دار قطنی میں مروی ہے کہ:

((اذا رأى رجلا لا يرفع يديه اذا ركع واذا رفع رماه بالحصىٰ)) [4]

''آپ جس کو دیکھتے کہ وہ رکوع کی طرف جاتے اور رکوع سے واپس آنے کے وقت رفع الیدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے تھے۔''

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ ابن عمر جیسا جلیل القدر امام کسی کو مستحب کے ترک کرنے پر سزا دے، بلکہ ضرور ان کے ہاں رفع الیدین کو وجوب ثابت ہوا ہے اور اگر مستحب چھوڑنے پر بھی سزا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو جس نے کہا کہ لا يزيد علىٰ هذا ولا انقص میں اس کو بہشتی کہنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

فاعتبروا يا اولى الأبصار .

---

[1] ملاحظہ ہو: جزء رفع اليدين للبخاري: ۱۱۔ ۱۵ طبع دهلي.

[2] ملاحظہ ہو: سنن ترمذي، ابواب الصلوٰة، باب رفع اليدين عند الركوع.

[3] جزء رفع اليدين للبخاري وغيره.

[4] جزء رفع اليدين للبخاري، سنن دار قطني مع التعليق المغنيٰ: ۱/ ۳۹۲ (۱۱۰۵) اس کے علاوہ امام احمد اپنی مسند اور ابن جوزی التحقيق: ۱/ ۳۳۲ میں یہ روایت لائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں مسئلہ:

تورک

آخری تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ:

اس کے متعلق صحیح بخاری میں ابوحمید ساعدی سے ایک حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ)) ❶

"پھر جب دو رکعت کے بعد بیٹھتے تھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا دیتے تھے اور دوسرے کو کھڑا رکھتے تھے اور اپنی سرین پر بیٹھتے تھے۔"

ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں۔ ❷ لیکن مؤمن اور قدردان کے لیے یہ ایک ہی حدیث کافی ہے اور بے قدروں کے لیے ہزار ہا بھی فائدہ ندارند اور ہزار بار آفرین ہو ان قدردان محدثین کو جنھوں نے احادیث کو دیکھتے ہی ان پر بلاتکلف عملی قدم اٹھایا۔ وللہ در القائل

قدر گل بلبل بداند یا بداند عنبری
قدر جوہر شہ بداند یا بداند جوہری

اتنا واضح رہے کہ جو احادیث حضرات حنفیہ ترك التورك کے متعلق پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب مبہم ہیں اور مفصل نہیں ہیں اور یہ حدیث بالکل مفصل ہے۔

تو قابل عمل بھی یہی رہی چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی حنفی مرحوم تعلیق الممجد میں مفصل اور مبہم دونوں دلیلیں لانے کے بعد بطور فیصلہ اور محاکمہ یوں فرماتے ہیں:

((والانصاف أنه لا يوجد حديث يدل صريحا على استنان الجلوس على الرجل اليسرىٰ في القعدة الأخيرة وحديث أبي حميد مفصل فليحمل المبهم على المفصل)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان باب سنة الجلوس فی التشهد: ٨٢٨.

❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰة، باب صفة الجلوس فی الصلوٰة وکیفیة وضع الیدین علی الفخذین: ٥٧٩۔ ابوداود، کتاب الصلوٰة، باب الاشارة فی التشهد۔ نسائی، فی الافتتاح، باب الاشارة بالاصبع فی التشهد الاول.

❸ تعلیق الممجد: ١٠٣ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’انصاف کی بات یہ ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں پائی جاتی جس سے صراحتاً آخری قعدہ میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا (جیسے حنفیہ کہتے ہیں) ثابت ہو اور ابوحمید والی حدیث شریف (جو کہ اوپر ذکر ہوئی) بالکل مفصل ہے تو مبہم کو مفصل پر محمول کیا جائے۔ یعنی ابوحمید والی حدیث پر عمل کیا جائے۔‘‘

دسواں مسئلہ:

جلسۂ استراحت

اس کے متعلق حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ:

((أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا)) [1]

’’جناب مالک بن حویرث نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جلد نہیں اٹھتے تھے جب تک آپ برابر نہ بیٹھ لیتے۔‘‘

اور حضرات حنفیہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ آپ کا عمل بڑھاپے کی حالت پر محمول ہے لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کسی بڑے، بوڑھے مرد یا عورت کو جلسۂ استراحت کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ان کو کسی نہ کسی بہانے سنت پر عمل حاصل ہو جائے۔ کیونکہ جوانوں کو تو آپ نے اس سنت سے محروم کر دیا، اگر حنفیہ کی طرف سے کہا جائے کہ یہ تو جھوٹ ہے کیونکہ یہ بات فقہ حنفی کی کسی کتاب میں نہیں ملتی، اگر کہا جائے کہ ہماری کتب میں یہ اجازت بوڑھوں کو بھی نہیں تو ایسی سخیف تاویل کرنے سے کیا فائدہ؟ وللہ در القائل

ما اہل حدیثیم دغارا نشناسیم
با قول نبی چوں و چرا را نشناسیم

علاوہ بریں انصاف کی بات یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے سوا اٹھ جانے میں تھوڑی تکلیف ہے، بہ نسبت اس کے کہ برابر بیٹھ کر پھر اٹھے اور مسلمان کو عموماً اور حضرات حنفیہ کو خصوصاً یہ لازم ہے کہ دونوں صورتوں پر عمل کر کے دیکھیں تاکہ ان کو ہمارے اس سچے دعوے کی تصدیق ہو جائے تو بڑھاپے کی صورت کی اس میں کیا رعایت رہی بلکہ یک نشد دو شد تو پھر اس سفید جھوٹ سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ باقی جن احادیث سے یہ حضرات جلسۂ استراحت کے نہ کرنے پر استدلال کرتے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ غیر صریح ہیں اور جو صریح ہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ وعلی تقدیر التسلیم بھی ان دلائل سے جلسۂ استراحت کے وجوب کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ اس کی سنت۔ تو پھر بلا کسی مانع کے خواہ مخواہ نبوی سنت سے اعراض کرنا چہ معنیٰ دارد؟ جبکہ

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان باب من استوی قاعدا فی الوتر...... الخ: ۸۲۳۔ دارالسلام۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) ❶

”جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“

اس کے علاوہ جلسۂ استراحت کے ثبوت میں اور بھی احادیث وارد ہیں ولیکن فیه کفایة لمن له درایة.

گیارھواں مسئلہ:

وتر

اس مسئلے میں دو مقامات پر اختلافات ہے، ایک تعداد رکعات میں دوسرا کیفیت میں۔

تعداد رکعات:

پہلے اختلاف میں حضرات حنفیہ کا یہ مسلک ہے کہ وتر تین رکعت ہی ہیں۔ لیکن محدثین کے مسلک کے مطابق اس سے کم وبیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ احادیث ہر طرح کی آئی ہیں بلکہ ایک پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ اکثر احادیث مبارکہ ایک رکعت ہی بتاتی ہیں۔ ❷ ومن جملہ آں یہ حدیث جو صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے بایں الفاظ مروی ہے کہ:

((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً، تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى)) ❸

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات کی نماز دو، دو رکعت ہے، پس جب تم میں سے کوئی صبح کے نمودار ہونے سے ڈرے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو اس کی پوری پڑھی ہوئی نماز کو طاق کر دے گی۔“

اور کسی صحیح حدیث سے تین سے کم یا بیش کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوئی ہے۔

باقی کیفیت کے متعلق یہ عرض ہے کہ:

ایک اور پانچ کے پڑھنے کا طریقہ تو ایک ہی ہے، یعنی فقط آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرے ❹ اور نو کا طریقہ اس طرح ہے کہ آٹھویں رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے۔ پھر نویں

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ٤٧٧٦.

❷ صحیح مسلم: ١٦١٦۔ أبوداود: ١٣٣٦۔ ابن ماجه: ١٣٥٨۔ صحیح ابن حبان: ٦٧٨۔ مستدرك حاكم: ٣٠٦/١

❸ صحیح بخاری، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الوتر: ٩٩٠، دارالسلام.

❹ صحیح بخاری، کتاب التهجد باب کیف صلوٰة النبی ﷺ کان یصلی باللیل: ١١٣٧۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاة المسافرین، باب الصلوٰة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل الخ.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعت پڑھ کر التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔ ❶ اور سات کے دونوں طریقے آئے ہیں یعنی پانچ والا طریقہ اور نو والا طریقہ۔ ❷ باقی تین، سو اس کے متعلق حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز کی طرح پڑھے اور ہمارے اہل حدیث کہتے ہیں کہ وتر تین پڑھنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے، پھر ایک الگ پڑھے تا کہ مذکورہ حدیث یعنی صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی ...... الخ پر عمل ہو جائے۔ علاوہ ازیں صحیح ابن حبان میں ایک حدیث ہے جو کہ اس پر پوری طرح دلالت کرتی ہے، جس کے الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں کہ:

((كان رسول الله ﷺ يفصل بين الشفع والوتر بتسليم يسمعناه...... الخ)) ❸

''نبی کریم ﷺ وتر کی دو رکعت اور تیسری کے درمیان میں سلام پھیرتے تھے جو ہمیں سننے میں آتا تھا۔''

اور دوسرا طریقہ پانچ رکعت کی طرح ہے۔ یعنی دو رکعت پر نہ التحیات پڑھے اور نہ سلام پھیرے اور سلام پھیرنے کے متعلق تو وہ حدیث ہے جو سنن نسائی میں بایں الفاظ مروی ہے کہ:

((كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ)) ❹

''نبی اکرم ﷺ جب تین وتر پڑھتے تھے تو دو پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔''

اور قعدہ اس واسطے نہیں کرتے تھے کہ درمیان میں قعدہ کرنے سے وتر کی مغرب نماز کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ ❺

اعتراض: اور اگر کوئی کہے کہ وتر میں قنوت پڑھی جاتی ہے پھر وتر اور مغرب میں مشابہت باقی نہیں رہتی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مغرب نماز میں بھی قنوت پڑھنا احادیث سے ثابت ہے تو پھر عین مشابہت رہی، یک نشد دو شد۔

اعتراض: اگر کوئی کہے کہ وتر کے قنوت میں تکبیر کہی جاتی ہے تو اس سے بھی مشابہت ختم ہو جاتی ہے۔

جواب: اس کا یہ ہوگا کہ یہ تو ایک نئی بدعت ہے اور شارع علیہ السلام سے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ وكل بدعة

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة المسافرين، باب صلوٰة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ الخ: ٧٤٦.

❷ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة المسافرين، باب صلوٰة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ الخ: ٧٤٦.

❸ صحيح ابن حبان: ٦/ ١٩١ (٢٤٣٥)

❹ سنن نسائي: في صلوة الليل، باب كيف الوتر بثلاث: ٣/٢٣٤۔ والحاكم: ١/ ٣٠٤۔ دارقطني: ١٧٥۔ طحاوي: ١/ ٢٨٠۔ بيهقي: ٣/ ٣١۔ واسناده صحيح.

❺ أخرجه محمد بن نصر في قيام الليل: ١٢٥۔ ابن حبان: ٦٨٠۔ دار قطني: ٢/ ٢٤۔ طحاوي: ١٧٧۔ الحاكم: ١/ ٣٠٤۔ وصححه ووافقه الذهبي والبيهقي وقال الدارقطني رجاله ثقات، وقال الحافظ: رجاله كلهم ثقات، وقال العراقي: اسناده صحيح.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضلالة وكل ضلالة في النار . بلکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ قعدہ چھوڑ کر مغرب نماز اور وتر کے درمیان میں تفریق کرے۔ چنانچہ بیہقی وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ)) ❶

''جب نبی کریم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے تو اس کے درمیان میں نہیں بیٹھتے تھے بلکہ اخیر میں بیٹھتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ مسنون یہی طریقہ ہے نہ کہ وہ جو حنفیہ نے سمجھا ہے۔

بارھواں مسئلہ:

تعداد رکعات تراویح

اس کے متعلق عرض ہے کہ مسنون آٹھ ہی رکعات ہیں نہ اور کچھ، چنانچہ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((مَا كَانَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً)) ❷

''رسول اکرم ﷺ رمضان خواہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت آٹھ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

اعتراض: اور اگر کوئی کہے کہ یہاں تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح؟

جواب: تو کہا جائے گا کہ قدیم اصطلاح میں قیام رمضان تراویح ہی کو کہا جاتا تھا۔ ❸ اور یہاں جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے قیام رمضان کے متعلق دریافت کیا گیا تھا، اس سے مراد تراویح ہی ہے، جس کا جواب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ آپ گیارہ رکعات ہی پڑھتے تھے اور غیر رمضان کی قید لگانے سے یہ بات ظاہر کر دی گئی کہ جو آپ کا غیر رمضان میں تہجد تھا، وہی آپ کی رمضان میں تراویح تھیں۔ نیز صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ایک حدیث مروی ہے جس سے بالکل واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تراویح آٹھ ہی پڑھتے تھے۔ ❹ گو اس حدیث کی سند میں ایک راوی بنام عیسیٰ بن جاریہ واقع

---

❶ سنن الكبرى: للبيهقي.

❷ صحيح بخاري في التهجد باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره وفي صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان۔ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل الخ: ٧٣٨۔ ترمذي في الصلاة باب ماجاء في وصف صلاة النبي ﷺ بالليل نسائي في قيام الليل، باب كيف الوتر بثلاث.

❸ ملاحظہ ہو کتب فقہ مثلاً ہدایہ وغیرہ۔ ❹ صحيح ابن حبان: ٩٢٠۔ صحيح ابن خزيمه: ١٠٧٠۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابن منذر کی الاوسط (٢٦٠٢) کی طبرانی کی جامع صغیر: ١/ ١٩٠ میں بھی موجود ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کے متعلق کچھ جرحیں منقول ہیں لیکن حافظ ذہبی جو من اهل استقراء التام فی نقد الرجال ہیں، انہوں نے اس حدیث شریف کے حق میں فرمایا ہے کہ اسنادہ وسط ❶ باقی رہی وہ حدیث جو مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے وہ بالکل ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے اور اس کے متعلق شیخ ابن ہمام حنفی نے یوں لکھا ہے کہ:

((واما ما روی ابن ابی شیبة والطبرانی والبیهقی من حدیث ابن عباس أنه علیه الصلوٰة والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف بأبی شیبة ابراهیم بن عثمان متفق علی ضعفه مع مخالفته للصحیح)) ❷

''ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں، طبرانی نے اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے وہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واقع ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے صحیح حدیث (یعنی صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث) کے مخالف بھی ہے۔''

اور لیجئے فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں سائب بن یزید سے مروی ہے کہ:

((أمر عمر أبی بن کعب وتمیم الداری أن یقوما للناس فی رمضان بإحدی عشرة رکعة)) ❸

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان المبارک میں گیارہ رکعت پڑھائیں۔''

معلوم ہوا کہ مسنون آٹھ ہی رکعتیں ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ فسبحان الذی صدقنا وعده کما قال انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوة الدنیا ویوم یقوم الاشهاد وهو خیر الفاتحین. ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جیسا کہ فرمایا: ہم بالضرور اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ان کی بھی جو دنیاوی زندگی میں ہی ایمان لائے اور جبکہ گواہ آئیں گے، اور وہی بہترین فتح سے ہمکنار کرنے والا ہے۔''

قارئین! امتیازی مسائل ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے فقط ان چند ذکر شدہ پر

---

❶ میزان الاعتدال: ۳/ ۳۱۱.

❷ فتح القدیر: ۱/ ٤٦٧۔ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ: ۲/ ۱۵۳۔ میں بھی یہی بات لکھی ہے۔

❸ مؤطاء امام مالك صلوٰة اللیل باب ماجاء فی قیام رمضان ۹۸.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکتفا کی جاتی ہے۔ ان سے ہر سمجھدار انسان کو مذہب اہل حدیث کی حقانیت بخوبی معلوم ہو جائے گی اور یہ ان ہی کی خوش قسمتی ہے کہ سب مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط کرتے ہیں اور زید، عمرو، بکر، خالد، اسماعیل، احمد عمیر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس معنیٰ میں نواب صدیق بن حسن خان مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

نواب را قیاس کسان کے برداز راہ
حجت گرفتہ ہست حدیث وکتاب

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ کو جنھوں نے کیا انصاف سے کہا: شهد شاهد من اهلها. چنانچہ ''امام الکلام'' میں فرماتے ہیں کہ:

((ومن نظر بنظر الانصاف وغاص في بحار الفقه والاصول مجتنبا عن الاعتساف يعلم علما يقينا ان اكثر المسائل الفرعية والاصلية التي اختلف العلماء فيها فمذهب المحدثين فيها اقوى من مذاهب غيرهم واني كلما اسير في شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريبا من الانصاف فلله درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبي ﷺ حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله تعالى في زمرتهم واماتنا على حبهم وسيرتهم)) [1]

''جو شخص انصاف کی نظر سے دیکھے گا اور تعصب سے جدا ہو کر فقہ واصول کے دریاؤں میں غوطہ مارے گا تو وہ یقیناً جان لے گا کہ اکثر فروعی و اصولی مسائل میں اہلحدیث کا مذہب من حیث الدلیل قوی اور راجح ہے اور خود میں جب اختلاف کے راستوں میں چلتا ہوں تو اہل حدیث کو انصاف کے قریب پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ان کا کمال ہے اور وہی ان کا قدر دان ہے اور ان کی یہ شان کیونکر نہ ہو جبکہ وہ نبی کریم علیہ السلام کے حقیقی وارث ہیں اور اس کی شریعت مبارکہ کے سچے نواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر ان کی جماعت میں کرے اور ان کی محبت میں اور ان کے طریقہ پر ہمارا خاتمہ کرے۔'' آمین ثم آمین

حضرات! غور کا مقام ہے کہ مولانا لکھنوی جیسے حنفیوں کے مایہ ناز وسرتاج عالم دین کیا خوب فرما رہے ہیں، کس طرح جماعت اہل حدیث میں محشور ہونے کی خواہش کر رہے ہیں ان كان صادقًا فصدقه الله تعالى. پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ نجات یافتہ جماعت میں شامل ہو جائے اور اپنے آپ کو ادھر ادھر کے مسلکوں سے بچائے اور آیت کریمہ ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ پر عمل کرے۔ کیونکہ یہی ایک فرقہ ہے جس کا عمل اس آیت کریمہ پر ہے جو ابتدا میں پڑھی گئی، یعنی:

[1] امام الکلام: ۲۱٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء: ٥٩)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین کرنے والے ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اولی الامر کا کہا مانو پھر کسی مسئلہ (دینی خواہ دنیوی) میں تمہارا (یا تمہارے بڑوں کا) اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ پھر جو اس کا حکم ہو اس پر عمل کرو، یہ کام ہر طرح سے بہتر ہے اور انجام کار کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔''

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله خاتم النبيين وعلىٰ آله و اصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

وانا العبد الفقير الحقير

السيد بديع الدين شاه عفى الله عنه

وعافاه بمنة الذى لا منتهاه.

(بٹالہ ۱۹۴۵ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقالة الحادية عشر

براءة اهلحديث

مسلک اہلحدیث پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت

نیوسعید آباد شاہ صاحب رحمہ اللہ کا آبائی شہر ہے یہاں شاہ صاحب رحمہ اللہ ہر سال سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس کا اہتمام کرتے تھے۔ 1984ء کی سالانہ کانفرنس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے (مولانا ماسٹر اوکاڑوی کی طرف سے چند اعتراضات کیے گئے) ان کا علمی جواب دیا جس کو افادہ عام کے لیے اُردو زبان میں ڈھالا گیا تھا جبکہ یہ تقریر سندھی زبان میں تھی یہ مقالہ اس سے قبل بھی شائع ہو چکا ہے۔

(الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مسنون خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت العلام نے فرمایا:

صدر گرامی قدر و معزز سامعین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم ہمیشہ مثبت پہلو پیش کرتے ہیں یعنی اپنے مسلک کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرتے آئے ہیں۔ پھر ان پر اعتراضات ہوتے ہیں تو اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ وہ اور بات ہے مگر اس وقت تم لوگوں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بہت افسوسناک ہے۔ ہر کسی کو حق ہے کہ اپنا مذہب بیان کرے اور اس پر اپنے دلائل پیش کرے۔ اصول کے مطابق کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ اپنے مذہب کو بیان کرے اور اس ر دلائل پیش کرے۔ سننے والوں کو چاہیے کہ سب باتوں کو سنیں اور ان میں سے جو بات صحیح ہو اس کا انتخاب کریں۔

عقل کا تقاضہ:

اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کا طریقہ بتایا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (الزمر: ۱۸)

عقل مند اور ہدایت اور صحیح راستے پر وہ ہیں جو باتیں سننے کے بعد صحیح بات کا ان میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ صرف اتنی سی بات ہے کوئی جھگڑا نہیں ہے کوئی کسی کا پابندی نہیں، مگر یہ طریقہ اختیار کرنا کہ جماعت اہلحدیث پر حملہ کرنا، اسے برے الفاظ سے متہم کرنا اور اسے شیطانی جماعت کہنا کبھی انگریزی جماعت کہنا وغیرہ وغیرہ۔ ان الفاظ کے استعمال کرنے کے بعد تم نے سعید آباد کے باشندوں کو مجبور کیا ہے کہ وہ تمہارا پول کھولیں۔ اب سنئے:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

اب آیئے اور اپنے کان کھول کر سنئے، آپ کو بتاتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو اور ہم کہاں سے آئے ہیں۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

اب آئینے کے اندر اپنا چہرہ دیکھیے تم نے ہمیں مجبور کیا ہے ورنہ ہم نے ہمیشہ مثبت پہلو اختیار کیا ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس کے خلاف ہیں کہ کسی کے عیب کھول کر بیان کریں۔

ہماری دعوت:

تم خود تحقیق کرو ہم آپ کو بار بار دعوت دیتے ہیں کہ میرے بھائیو! ہم مولویوں کی باتوں کو آپ چھوڑیں، قرآن شریف اور حدیث شریف کا تمہاری اپنی بازن میں ترجمہ ہو چکا ہے، آپ کو چاہئے کہ آپ خود اسے پڑھیں اور اس کے حاشیہ کو نہ پڑھیں۔ آپ پر خود حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ہماری تقریروں پر بھی آپ نہ جائیں۔ آپ خود جا کر دیکھو اور قرآن وحدیث میں جو چیز ملے اسے لے لو۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہاں فلاں عالم کو نہ مانو ہمیں مانو۔ اس طرح اور کوئی کہے گا ہماری دعوت یہ ہی ہوتی ہے۔ (یعنی قرآن وحدیث کی تبلیغ) مگر تمہارے رویہ سے مجبور ہو کر ہمیں کچھ کہنا پڑتا ہے۔ اب تم کو بھی ہم سے وہی امید رکھنی چاہئے کہ جس طرح تم نے اپنے سینہ کا بخار نکالا ہے اسی طرح دوسرے کی بات بھی ٹھنڈے دل سے سنو! ہمیں بھی حق ہے۔ جس طرح تم نے ہمیں سنایا ہے اسی طرح ہماری بھی سننی پڑے گی۔

محمدی جماعت:

آیئے آپ کو بتاؤں کہ ہماری یہ جو جماعت ہے، یہ محمد ﷺ کی جماعت ہے یہ کسی امتی کی طرف منسوب نہیں ہے۔ بالکل سیدھے رستہ پر نبی ﷺ کی جماعت ہے جسے اللہ جل شانہ نے مقرر فرمایا ہے اور ہماری نسبت بھی مکہ مکرمہ اور مدینۃ منورہ کی ہی طرف ہے، جن کی نسبت سے ہم مکی مدنی کہلاتے ہیں۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ کا اصلی وطن ہے۔ مکہ مکرمہ سے (ہجرت کے بعد) آپ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس لیے ہمارا مذہب مدینہ والے کا مذہب ہے جہاں ہمارے امام آرام فرما ہیں۔ جہاں انہوں نے اسلامی نظام حکومت نافذ کیا اور تمام عالم کی اصلاح فرمائی، ہماری نسبت اسی ذات والا کی طرف ہے۔

اہلحدیث کی نسبت:

دوسری طرف لوگوں کی نسبتیں مختلف ہیں۔ کسی کی کسی شہر کی طرف نسبت ہے۔ کسی کی کسی وطن کی طرف نسبت، کسی کی کسی قوم کی طرف یا کسی فرد کی طرف نسبت۔ پھر تم اگر ہم سے مقابلہ کر سکتے ہو کہ تم جس کے پیچھے (جس کی اتباع میں) لگے ہوئے یا جس امام یا پیر کے پیچھے لگے ہوئے ہو، اس میں فلاں قسم کے عیب یا خامیاں ہیں۔ لیکن ہمارے امام ان تمام عیوب سے پاک ہے۔ برادران اس مقابلے کے ہم قائل ہی نہیں ہیں۔ ہمارا اسٹیج علیحدہ ہے اور تمہارا اسٹیج دوسرا، زمین کے اوپر ہے۔ یعنی تم امتیوں کے پیچھے لگنے والے ہو۔ ہم امتیوں کے پیچھے لگنے والے نہیں ہیں۔ ہم سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے پیروکار ہیں۔ یہاں ایک ہی لفظ میں ہمارا اور تمہارا فرق ظاہر ہو گیا ہے۔ باقی دوسری طرف نسبتوں کے ہم قائل نہیں۔ ایک آدمی کا قصہ میں آپ لوگوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اب پھر سناتا ہوں۔ ریل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ دیوبندی ہیں؟ میں نے کہا کہ بھائی میں سعید آبادی ہوں۔ وہ سمجھا کہ میری بات نہیں سمجھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کہا جناب عالی میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دیوبندی ہیں؟ میں نے کہا بھائی میں سعید آبادی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا کہنے لگے میرا مطلب یہ ہے کہ کچھ علماء دیوبندی ہوتے ہیں اور دوسرے علماء بریلوی ہیں، اس لیے میں نے آپ سے پوچھا ہے۔ میں نے کہا بھائی بریلی شہر میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، ہاں البتہ دیوبند شہر گاڑی میں گزرتے ہوئے دیکھا ہے، باقی میں سعید آباد میں رہتا ہوں اس لیے میں سعید آبادی ہوں۔ کہنے لگا جناب رہائش اور وطن نہیں پوچھتا۔ بھائی پھر کیا پوچھتے ہو؟ کہنے لگا میں پوچھتا ہوں بعض مذہب کے دیوبندی ہوتے ہیں دوسرے مذہب کے بریلوی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا مذہب پوچھتے ہو؟ کہا جی ہاں میں نے کہا مذہب کے لحاظ سے میں مدنی ہوں پھر آپس میں کہنے لگے یہ وہ وہ.......... یہ کیا کہنے لگے انھی کو خبر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

حقیقی آزادی:

ہم نے اپنے آپ کو اس چیز سے آزاد سمجھا ہے کہ کسی شہر کے پابند رہیں یا کسی شہر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں یا کسی ہستی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں۔ ہمیں اللہ جل شانہ نے ایسی ہستی عنایت فرمائی ہے کہ قیامت تک کسی دوسری ہستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لیے شہر بھی انھی کا ہے، ہمارے لیے قیادت بھی انہیں کی ہے اور ہمارے لیے امامت بھی انھی کی ہے اور ہمارے لیے دستور بھی انھی کا عطا کردہ ہے۔ اور ہمارے لیے مذہب بھی انھی کا عطا کردہ ہے۔ (جو منزل من اللہ ہے) ہم اس میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہیں کرتے کہ دوسرے طرف جھانک کر دیکھیں شاید تمہیں کچھ نظر آیا ہوگا جبھی دوسری طرف گئے ہو۔ ہمیں تو کوئی قابل اعتراض چیز نظر ہی نہیں آئی۔

خالص دین:

باقی یہ کہنا کہ سو سال کے عرصہ میں انگریز نے ہمیں اٹھایا ہے یا انگریز نے ہمیں میدان میں اتارا ہے یا ملکہ وکٹوریہ نے اس جماعت کو نکالا ہے، لیکن ذرا سوچو کہ قرآن وحدیث کو انگریز سے کیا واسطہ؟ قرآن وحدیث تو خالص چیز ہے اور اس میں انگریز کیا کر سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو ملاوٹ والی چیز میں اپنا ہاتھ ڈال سکتا ہے۔

ملاوٹ والا مذہب:

تمہارا مذہب ہی ملاوٹ والا ہے کسی دفعہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول کسی دفعہ امام زفر رحمہ اللہ کا قول، کسی دفعہ امام ابو یوسف کا قول تو کسی دفعہ امام محمد رحمہ اللہ کا کسی دفعہ کسی کے قول پر فتویٰ، تو کسی دفعہ دوسرے کے قول پر فتویٰ، تم لوگوں کا مذہب ہی ملاوٹی ہے اس پر انگریز حملہ کر سکتا ہے اس لیے تو اس معنی میں آپ کا یہ شعر ہے جو کھل کر ترجمانی کر رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندہ پروردگارم امت احمد نبی

دوست دارے چہارم یام تا بہ اولاد علی

مذہب حنفی دارم ملت حضرت خلیل

خاکپائے قطب عالم زیر سایہ ہر ولی

ہمارے ہاں سندھیوں (بریلوی حنفی سندھیوں) کی مثال ہے۔ ''سب پیروں کی خیر'' کسی کا مذہب، کسی کی ملت، کسی کا مرید، کسی کا خلیفہ، کسی کے پیروں کے نیچے، کسی کا بندہ، کسی کا نوکر، ہم نے تو یہ سب تعلقات قطع کر دیئے ہیں۔ ہم بندے صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہیں اور پیروی، اتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں۔ خواہ انگریزوں ہوں (عیسائی) یا یہودی ملاوٹ والی چیز کو فوراً ہاتھ لگاتے ہیں مگر خالص چیز کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے؟ یہ ہے اصول کی بات اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ تم پہلے اپنے گھر کی خبر لو کہ تم کہاں سے شروع ہوئے۔ (یعنی تمہاری ابتدا کہاں سے ہوئی)

دیوبندیت کی اصلیت:

میرے دوستوں دیوبند کو سو سال سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے۔ ابھی چند سال پہلے انہوں نے اپنا سو سالہ جشن منایا ہے، انگریز کو بھی تقریباً سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا ہوگا، اسی انگریز کے دور سے پہلے کسی کتاب، کسی رسالہ، کسی مضمون میں مجھے دیوبند کا لفظ دکھا دو اور ایک ہزار روپیہ وصول کرو۔ کسی بھی کتاب میں سے دیوبندی مذہب دکھاؤ۔ انگریزوں کے وجود سے پہلے ایک کتاب بھی دکھاؤ جس میں یہ لکھا ہو کہ فلاں آدمی دیوبندی ہے۔ ورنہ میں آپ کو دکھاتا ہوں اور دنیا کی کتابیں شاہد ہیں کہ اہلحدیث رسول اللہ ﷺ کے زمانہ (دور) سے چلے آرہے ہیں۔ دور نہ جایئے یہ آپ کے قبلہ وکعبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد جنہوں نے ان کا مذہب جمع کیا ہے اور کتاب میں مرتب کیا ہے۔ اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ ''لولا محمد لما راح ابو حنیفة'' (اگر محمد نہ ہوتا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کون پہچانتا اور کون اس کے بارے میں جانتا) انہی کی مرتبہ موطا میرے ہاتھ میں ہے جو کہ چھپی بھی آپ کے حنفی کارخانہ نور محمد اصح المطابع میں۔ اس کے صفحہ ۳۶۳ میں امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں۔ ''وکان ابن شهاب اعلم عند اهل الحديث بالمدينة من غيره'' ایک مسئلہ کی بابت امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جو بھی اہلحدیث ہوئے ان میں سب سے بڑے عالم زہری تھے یہ لفظ امام محمد کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام محمد کے زمانے میں مدینۃ منورہ میں اہلحدیث موجود تھے۔ یہ آپ کے حنفی مذہب کی عظیم شہادت ہے۔ اس کے بعد آپ کو مزید اور کیا چاہیئے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہلحدیث تھے:

آیئے آپ کو دوسری مثال سناؤں، یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے، مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جو دیوبندیوں کے بڑے عالم ہیں، جنہوں نے مشکوۃ کی شرح التعلیق الصحیح علی مشکوٰۃ المصابیح لکھی ہے ان کی کتاب رسالۃ اجتہاد وتقلید ہے اس کے ص ۸۴ میں فرماتے ہیں: ''اہلحدیث تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔'' یہ ہے آپ کے حنفی عالم کا فیصلہ اپنے مدرس کو جھوٹا کہو اپنے استاد کو جھوٹا کہو اپنے عالم کو جھوٹا کہو یہ آپ کی مرضی۔ مانو یا نہ مانو، نامعلوم آپ کے مولویوں نے آپ کو کیا پڑھایا ہے کہ اہلحدیث کو انگریزوں نے پیدا کیا ہے۔ یہ آپ کے حنفی بزرگ ہیں جو تمہارے مولوی امین نے بتایا ہے ان کے استادوں کے استاد ہیں جو کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب اہلحدیث تھے یہ آپ کے حنفی عالم کی شہادت آپ لوگوں کے لیے کافی ہے۔

چاروں فرقے بعد کی پیداوار ہیں:

آگے چل کر (یہی بزرگ حنفی عالم مولانا ادریس کاندھلوی صاحب) رقمطراز ہیں ص ۱۰۱ میں کہ عہد صحابہ میں اگرچہ یہ مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نہ تھے یعنی تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کوئی بھی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں تھے اور سب صحابہ اہلحدیث تھے۔ یہ آپ کے گھر کی شہادت ہے اور کون سی دوسری شہادت آپ کو چاہیے۔

قاضی ابو یوسف کی شہادت:

آگے چلئے پانچویں صدی ہجری کے محدث امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' ص ۴۹ میں آپ کے قاضی ابو یوسف کے فتوے کا ذکر کیا ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے شاگرد اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد ہیں جنہیں اپ اسلام کے قاضی القضاۃ یعنی چیف جج بھی کہتے ہیں اور آپ کے مذہب والے میراث کے اکثر مسائل انہی سے لیتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"خرج ابو یوسف یعنی القاضی یوما واصحاب الحدیث علی الباب فقال ما علی الارض خیر منکم الیس قد جئتم او بکرتم تسمعون حدیث رسول اللہ ﷺ تسلیما."

''امام ابو یوسف ایک دن باہر نکلے تو دروازے پر اہلحدیث تھے کہنے لگے کہ اس زمین کے اوپر آپ سے بہتر کوئی دوسری جماعت نہیں ہے جو تم حدیث رسول ﷺ کی سماعت کرتے رہتے ہو۔''

یہ قاضی ابو یوسف کے الفاظ ہیں۔

حنفیو! اپنے امام کی لاج رکھ لو، خدا کے واسطے اپنی شرم اور بھرم رکھو کہتے ہیں تمہاری طرح کوئی بھی اچھی جماعت اس زمین کے اوپر نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الیس قد جئتم اوبکرتم تسمعون حدیث رسول الله ﷺ ."

تمہارا آنا اور جانا بس حدیث ہی کے لیے ہے باقی تمہارا کوئی دوسرا مطلب ہی نہیں ہے پھر جو قوم صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تلاش کرتی ہے اوراسی کی طلب میں اپنا وقت صرف کرتی ہے اس سے بہتر کوئی دوسری جماعت ہوسکتی ہے؟ قاضی ابو یوسف کی شہادت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱: اچھی سے اچھی جماعت (بہتر سے بہتر جماعت) یہ ہے۔(یعنی اہلحدیث)

۲: اس وقت اہلحدیث موجود تھے۔

۳: اہلحدیث کا کام ہی حدیثوں کو جمع کرنا ہے۔

اہلحدیث کا مذاہب والوں پر احسان اوران کی ناشکری والا سلوک:

دوستو! تم لوگوں کو احادیث اہلحدیث سے ملی ہیں سو"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے صداق انہی کے مخالف ہوگئے۔"جس ہانڈی میں کھاؤ اسی میں سوراخ کرو۔" تم لوگوں سے زیادہ ناشکرا کون ہوگا"؟ کچھ تو خیال کرو کہتے ہیں"جس کا کھاؤ اسی کے گن گاؤ۔" حدیثیں ہم نے جمع کیں ہماری جمع اور ترتیب (پکائی ہوئی) میں سے کھاؤ اور پھر ہمیں ہی باتیں سناؤ۔ کچھ تو حیا کرو، اصل بات یہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ سے لے کر ہماری جماعت کا کام ہی یہ ہے کہ حدیث پڑھنا اور اس پر عمل کرنا، قرآن اور حدیث کے مطابق فتویٰ دینا اور فتویٰ پوچھنا، قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اوراس پر عمل کی دعوت دینا۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ ہی کام رہا ہے پھر ہمارے سامنے کوئی قول یا رائے آجاتی ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ جب بھی پانچ چھ قول شامل ہوجائیں یعنی اماموں کا، بزرگوں کا، فقیہوں کا، ماں باپ اور برادر کا تو ان سب کے لیے ہمارے پاس میزان کا ترازو ہے۔

انصاف کا ترازو:

یہ میزان ہے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ۔امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" المیزان الاکبر هو النبی ﷺ علیه تعرض الاشیاء کلها فما وافقه فهو حق وما خالفه فهو باطل ."

"یعنی اصل ترازو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے ہر چیز کو اس کے اوپر تولو"

پھر عمل کو ہر قول کو، ہر بات کو، ہر فیصلے کو اس کے اوپر تولو۔ جو اس کے ساتھ ملے وہ حق ہے اور جو اس کے ساتھ موافق نہ ہو سو وہ باطل ہے۔ یہ ہے ہمارا مذہب۔

اہلحدیث کے معنیٰ:

اسی زمانہ میں ہم کو اہلحدیث کہا جاتا تھا یعنی قرآن اور حدیث والے۔ ہم کو اصحاب الحدیث بھی کہا جاتا ہے، یعنی قرآن وحدیث والے ہم کو سنی بھی کہا جاتا ہے، یعنی سنت والے، ہم کو اہلسنّت بھی کہا جاتا، یعنی سنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے، ہم کو "حدیثی" بھی کہا جاتا ہے یعنی حدیث والے، اثری بھی کہا جاتا ہے یعنی روایتوں والے، ہم کو محمدی بھی کہا جاتا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی جماعت، یہ سب ہمارے نام اس زمانے میں ہوئے۔

اہلحدیث اور اہل سنت:

اب تم کہتے ہو کہ اہل سنت دوسرے اور اہل حدیث دوسرے اور ہم اصل اہل سنت ہیں اور اہل سنت نہیں ہیں۔ اب اس مسئلہ کو میں آپ کے سامنے واضح کرتا ہوں کہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سنت کے معنی ہیں طریقہ اور اہل سنت کے معنی ہیں طریقے والا۔ اور اہل حدیث کے معنی قرآن وحدیث والے۔ طریقہ کس کا؟ رسول اللہ ﷺ کا یا کسی دوسرے کا؟ رسول اللہ ﷺ کا۔ قرآن وحدیث کون لایا؟ رسول اللہ ﷺ لائے۔ اب مجھے بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ، نمونہ، سنت، حکم، قول اور فعل جس کتاب میں بیان کیا گیا ہو اس کتاب کو کیا کہتے ہیں؟ کتابوں کے فنون ہیں، نحو، صرف، منطق، معانی، بیان، طب، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول اور مصطلح وغیرہ۔ یہ سب فن ہیں، تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے آپ کا قول عمل اور فعل بیان کیا گیا ہے وہ کتاب کون سے فن کی کہی جائے گی؟ حدیث ہی کی کہی جائے گی۔ پس جو آدمی حدیث والے نہ ہوں وہ سنت والے کیسے ہوئے؟ یا طریقے والے ہوئے؟ پہلے اہلحدیث بنو پھر اہلسنّت بنو گے، حدیثیں پڑھو۔ جب آپ کو طریقہ معلوم ہوگا پھر آپ کو طریقہ معلوم ہوگا، تب طریقے والے بنو گے۔ پہلے حدیث پڑھ کر اہلحدیث بنو، پھر طریقہ معلوم کر کے اہل سنت ہو۔

سنت اور حدیث:

سنت حدیث کو ہی کہتے ہیں، یہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اس کے لیے میں فیصلہ آپ ہی کا، یعنی حنفیوں کا پیش کرتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں کتاب "بہشتی زیور" ہے، س کو آپ بڑی ہی معتبر اور بڑی کتاب سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے بہت سے آدمی اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں دینا چاہیے قرآن یا حدیث کا ترجمہ۔ خیر جو چاہو سو دو۔ لیکن میں آپ کو اس میں سے گواہی پیش کرتا ہوں۔ بہشتی زیور صفحہ ۲۷ حصہ ۷ میں ہے:

> "قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت میری امت میں دین کا بگاڑ پڑ جائے اس وقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب یعنی قرآن دوسری نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث۔"

یہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا فیصلہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے دو چیزیں چھوڑی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے دو چیزیں چھوڑی ہیں جنھیں اگر آدمی مضبوطی سے تھام لیں تو کبھی گمراہ نہ ہوں۔ ایک کتاب اور دوسری سنت۔ کتاب کے معنی کرتے قرآن اور سنت کے معنی حدیث کرتے ہیں۔ یہ آپ کے حنفی بزرگ کا فیصلہ ہے کہ سنت حدیث کو کہتے ہیں۔ سنت کوئی دوسری چیز نہیں ہے یہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں کہ سنت اور چیز ہے اور حدیث دوسری چیز ہے۔

بناوٹی سنت:

سوچو کہ یہ کس کی سنت ہے، یعنی آپ کو حدیث سے دور کرتے ہیں اور پھر اس کے بجائے جو چیز بنا کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے آپ کی بے علمی کا فائدہ حاصل کرتے ہیں جس طرح اگلی قوموں میں یہودی فائدہ حاصل کرتے تھے۔ قرآن حکیم میں ذکر ہے:

﴿وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۷۸تا۷۹)

''ان میں ایک دوسرا گروہ امیوں کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لئے بیٹھے ہیں اور محض وہم گمان پر چلے جا رہے ہیں پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑا سا فائدہ (مال) حاصل کر لیں ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا ہوا بھی ان کی تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت ہے۔''

ان پڑھوں کو کوئی خبر نہ ہوئی صرف خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ''انداراں شادی کہ اورا رہبر است'' ہمارے بزرگ پڑھے ہوئے ہیں پھر مولویوں نے دیکھا کہ یہ ان پڑھ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، ان کا فائدہ حاصل کر کے خود مسئلے بنائیں خود فتویٰ لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کیا کہ حدیث سے تمہیں دور رکھیں، حدیث سے نفرت دلائی جائے، حدیث کوئی چیز ہی نہیں۔ پھر سنت کون سی جس کو ہم کہیں۔ جو چیز ہمارے بزرگ کہیں ہمارے امام کہیں پس وہ سنت ہے۔ اس طرح تمہیں قید رکھنا چاہتے ہیں، ورنہ تمہارے یہاں کی گواہی یعنی تھانوی صاحب کی گواہی موجود ہے کہ سنت حدیث ہی کو کہتے ہیں یہ گواہی کیا کم ہے؟ اس کے بعد اور کیا چاہئے۔

یہ دیکھیے یہ مولوی عبدالعزیز پڑھیاروی کی کتاب نبراس شرح عقائد ہے جو حنفیوں کے مشہور عالم گزرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ صفحہ ۳۲ میں کہتے ہیں:

" ماورد به السنة اى الحديث ومضى عليه الجماعة اى السلف او الصحابى خاص بقرنية المراد المسائل فسموا به اهل السنة والجماعة اى اهل الحديث . "

"صاف بیان کرتا ہے کہ سنت کے معنی حدیث ہے، جماعت کے معنی صحابی ہے اہل سنت والجماعت کے معنی اہلحدیث ہے۔ آپ کا کوئی مولوی آ کر پڑھے یہ آپ کے حنفی کا فیصلہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اہلحدیث ہیں دوسری کوئی جماعت نہیں۔ تم کیسے کہتے ہو کہ اہل حدیث دوسرے اہل سنت دوسرے۔"

اللہ کے بندو! سنت پیغمبر ﷺ کی اور جماعت بھی پیغمبر ﷺ کی، پھر کوفہ کا ادھر کیا واسطہ۔ کوفہ اور تمہارا ہمارے ساتھ کیا واسطہ تم دیو بند سنبھالو اور جا کر کوفہ سنبھالو۔

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اس کے بعد اب گیارہویں والے پیر صاحب کے پاس آیئے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ڈوبی کشتی کو پار لگا دیا اور کہتے ہیں کہ:

بادشاہ پیر بغداد والا

جس کا عرش پر ہے ٹھکانا

گویا کہ وہاں بھی بھنگ جوش کا دھندا ہے بے عقلے مسجد کا کہا ہوتا یا کسی بنگلہ کا کہتے، وہاں ٹھکانہ بناتے جیسے خود ویسے بیان۔ یہ غنیۃ الطالبین پیر صاحب کی کتاب ہے۔ پیر صاحب کو مانتے ہو؟ اگر مانتے ہو تو پھر سناؤں یا صرف گیارہویں کھانے کے لیے مانتے ہو تو پھر تمہاری مرضی۔ "میٹھا ہپ ہپ اور کھٹا تھو تھو"۔ ایسا نہ کرو کھانے کے لیے پیر صاحب کے پیٹ کو پیالہ نہ بناؤ۔ پیر صاحب کی بات مانو اور کم از کم پیر صاحب کی لاج رکھ لو۔

پیر صاحب کے دو فیصلے سناتا ہوں اور شاید اس کے بعد پیر صاحب کی گیارہویں بند کر دو گے۔

اہلحدیثوں کے دشمن کون ہیں؟:

ص ۸۰ جلد اوّل میں فرماتے ہیں:

" واعلم ان لاهل البدعة علامات يعرفون بها . "

"یعنی بدعتیوں کی نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔"

" فعلامة اهل البدعة الوقيعة في اهل الاثر "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بدعتیوں کی بڑی سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیثوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔اہل حدیثوں پر اعتراض وحملہ کرتے ہیں۔''

بڑے پیر صاحب کا فیصلہ ہے کہ اہلحدیثوں پر اعتراض کرنے والا، اہلحدیثوں کو برا بھلا کہنے والا بدعتی ہے۔اب بتایئے کہ اس سال گیارھویں کرو گے یا لوگوں کو بھوکا مارو گے۔آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ انہوں نے اہلحدیثوں کے کیسے نام رکھے ہیں۔

" وعلامة الزنادقة تسميتهم اهل الاثر بالحشوية . "

''یعنی زندیقوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیثوں کوحشویہ کہتے ہیں۔''

" وعلامة القدرية تسمتهم اهل الاثر مجبرة . "

''قدریہ ان کومجبرہ کہتے ہیں۔''

"وعلامة الجهمية تسميتهم اهل السنة مشبهة . "

''جہمیہ ان کومشبہ کہتے ہیں۔''

"وعلامة الرافضية تسميتهم اهل الاثر ناصبية . "

''اور رافضی شیعہ انہیں ناصبیہ کہتے ہیں۔''

پھر کہتے ہیں:

" وكل ذالك عصبية وغياظ لاهل السنة . "

''یہ اہلسنّت کے ساتھ دشمنی اور تعصب ہے اور کچھ نہیں۔''

پیر صاحب نے اہلحدیثوں کے لیے یہ فیصلہ دیا ہے۔آگے مزید صفحہ ۸۵ پر فرماتے ہیں:

" وما اسمهم الا اصحاب الحديث واهل السنة . "

''ان کا نام صرف اہلحدیث اور اہل سنت ہے۔''

" ولا اسم لهم . "

''ان کا کوئی دوسرا نام نہیں ہے۔''

" الا اسم واحد . "

''مگر ایک نام ہے۔''

"وهو اصحاب الحديث . "

''وہ ہے اہلحدیث۔''

باقی دوسرے سارے نام اس کے نہیں ہیں۔ پیر صاحب نے اہلحدیثوں کے لیے فیصلہ دیا ہے۔آگے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید صفحہ ۵۸ پر فرماتے ہیں:

" وما اسمهم الا اصحاب الحديث واهل السنة . "

''ان کا نام صرف اہلحدیث اور اہل سنت ہے۔''

پیر صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت بھی وہی جماعت ہے اور اہلحدیث بھی وہی جماعت ہے۔اب یا تو پیر صاحب کو جھوٹا کہو یا گیارہویں اپنے اوپر حرام کرو۔جیسی تمہاری مرضی۔

پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے نزدیک حنفیوں کا درجہ:

اب آیئے تم لوگوں کے لیے فیصلہ دیتے ہیں۔ پہلے حدیث لکھتے ہیں کہ تہتر فرقے ہوں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ:

" فاصل ثلاث وسبعين فرقة عشرة . "

''یعنی ان تہتر فرقوں کے بنیادی فرقے دس ہیں۔''

وہ شمار کیجئے!

۱۔اہل سنت	۲۔خوارج	۳۔شیعہ	۴۔معتزلہ
۵۔مرجیہ	۶۔مشبہ	۷۔جہمیہ	۸۔ضراریہ
۹۔بخاریہ	۱۰۔کلابیہ		

پھر کہتے ہیں کہ اہل السنۃ ایک جماعت ہے اور نہیں ہے اس کا نام مگر اصحاب الحدیث یعنی اہل سنت ایک فرقہ ہے اس کا نام ہے ''اہل حدیث'' اہل سنت ایک ہی جماعت ہے اور باقی نو فرقے ۷۲ کی بنیاد ہے اور وہ سب اہل سنت سے خارج ہیں۔

حنفیہ مرجیہ

اب آیئے مرجیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

" واما المرجية ففرقها اثنتا عشرة . "

''یعنی مرجیہ کے بارہ فرقے ہیں پھر ان بارہ کو گناتے ہیں۔

۱۔ جہمیہ	۲۔صالحیہ	۳شعریہ	۴یونسیہ
۵۔یونانیہ	۶۔نجاریہ	۷۔غیلانیہ	۸۔شبیبیہ
۹۔حنفیہ	۱۰۔معاذیہ	۱۱۔مریسیہ	۱۲۔کرامیہ

مطلب یہ کہ مرجیہ کے بارہ فرقوں میں ایک فرقہ حنفیوں کو بھی شمار کیا ہے۔آپ لوگوں کو پیر صاحب نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل سنت سے خارج کر دیا ہے۔ اب جو چاہو سو کہو۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت ہیں ہی اہلحدیث اور حنفی اہل سنت نہیں ہیں۔ پھر آگے چل کر ایک ایک فرق کا تعارف کراتے ہیں۔ صفحہ ۹۱ میں فرماتے ہیں:

" واما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت ."

''کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد حنفی ہیں اور اہل سنت سے خارج ہیں۔''

یہ ہے پیر صاحب کا فیصلہ۔ آپ کے گھر اور پیر صاحب کا فیصلہ آپ نے سنا۔ اس کے بعد آپ کو بتاتا ہوں کہ اب بھی تم لوگوں کو خدا کا خوف نہیں ہے۔

قرآن میں تحریف:

ہم الحمد للہ قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی دوسری چیز پیش نہیں کرتے ہیں۔ وہی چیز پیش کریں گے جو قرآن میں ہو یا حدیث میں ہو۔ اپنی طرف سے اس میں تحریف نہیں کرتے ہیں۔ مگر تم لوگوں نے اپنے مذہب کی خاطر، اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے اور مخالف کو جواب دینے کے لیے قرآن کی آیتیں بنائی ہیں۔ حدیثوں کو بنا کر اور اس میں کمی وبیشی کی گئی۔ یہودی کتابوں میں تحریف کرتے ہیں اس طرح یہ بھی کرتے ہیں۔ میرے پاس ایک کتاب موجود ہے آؤ دیکھو میرے ہاتھ میں یہ کس کی کتاب ہے؟ یہ پہچانو! یہ پہچانو! اس کا نام کیا ہے؟

" ایضاح الادلة ."

میں مصنف کا نام نہیں لے رہا ہوں۔ پہلے آپ کو عبارت سناتا ہوں پھر آپ سے فیصلہ لوں گا۔ اس کے بعد نام بتاؤں گا۔ اس کے تین چھاپے میرے پاس ہیں۔ پہلا مراد آباد یوپی میں حنفیوں کے کارخانے میں چھپا ہے، دوسرا ۱۳۳۰ھ میں دیوبند میں مولوی اصغر حسین حنفی دیوبندی کی کوششوں سے چھپا ہے۔ تیسرا تازہ ایڈیشن پاکستان میں چھپا ہے۔ دیوبند والے نسخہ کا ص ۹۷ تو نکالئے۔ جتنے بھی قرآن مجید کے حافظ ہیں سب کان کھول کر سنیں۔ عبارت اس طرح ہے۔'' ارشاد ہوا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی نہیں۔ سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت "فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر" تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے۔''

عبارت پر غور کریں کہ'' جس قرآن میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں یہ آیت بھی موجود ہے، اب دو آیتیں ہو گئیں۔ اب حفاظ کرام سے میں پوچھتا ہوں۔ حافظ محمد ادریس صاحب (حافظ محمد ادریس صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامع مسجد اہلحدیث سرے گھاٹ حیدرآباد کے خطیب ہیں) آپ جواب دیں کہ "فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول" قرآن میں ہے؟ (حافظ صاحب نے جواب دیا کہ ہے) کون سی سورت ہے؟ (سورۃ النساء) رکوع کون سا ہے؟ (۸) اب جو دوسری آیت مولوی صاحب نے لکھی ہے: "فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم" یہ کس سورت میں ہے؟ حافظ صاحب نے جواب دیا (یہ نہیں ہے) قرآن میں نہیں ہے۔ اس مجلس میں کوئی اور حافظ ہے؟ (دوسرے حافظوں سے سوال کیا گیا، سب نے جواب دیا کہ یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں) جب یہ الفاظ قرآن شریف میں نہیں ہیں تو پھر آیت کیوں بنائی گئی ہے؟ صرف تقلید ثابت کرنے کے لیے اصل بات یہ ہے:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء: ٥٩)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور تمہارے امراء (حاکم) ان کی اطاعت کرو۔ لیکن اختلاف نہ ہو، اگر اختلاف ہو جائے تو پھر چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تمہارا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔"

یہ ہیں قرآن کے الفاظ۔ اگر اس کے معنی کیے جائیں تو تقلید ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ دوسرے کے پیچھے تو لگنا ہی نہیں ہے۔ اس لیے تو مولوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ جس قرآن میں یہ لفظ ہیں اسی میں یہ آیت بھی ہے کہ "فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم" جب تمہارا اختلاف ہو جائے تو پھر اللہ کی طرف لوٹاؤ، اللہ کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اور اپنے حاکموں کی طرف لوٹاؤ۔ خدا کے واسطے یہ بتایئے کہ یہ آیت کہاں سے آئی؟ یہ قرآن کیوں گھڑا گیا؟ یہ کون ہے گھڑنے والا؟ یہ بعد میں بتاؤں گا لیکن پہلے آپ غور کریں۔ یہ میرے ہاتھ میں کتاب "ایضاح الادلہ" ہے کوئی بھی اسٹیج پر آ کر دیکھ سکتا ہے۔ اب مجھے بتایئے کہ یہ آیت اپنے مذہب کی خاطر کیوں بنائی گئی ہے۔ (کیوں گھڑی گئی ہے) خدا کے اوپر جھوٹ بولا گیا۔ حالانکہ مستدرک حاکم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"ستة لعنهم الله وانا العنهم."

"چھ آدمی ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور میری بھی لعنت ہے۔"

انہی چھ میں پہلا آدمی بتایا گیا:

"الزائد فی کتاب الله."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو قرآن میں الفاظ زیادہ کرے۔''

تم نے خود ہمیں جھنجوڑا ہے۔ تمہاری حالت مجھے معلوم ہے۔ الحمد للہ قرآن و حدیث کے ساتھ تمہاری فقہ کی بھی پوری خبر ہے۔ تمہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ہم گھر میں بیٹھے ہیں جو کہیں گے وہ برداشت ہو جائے گا۔ ایسا نہیں ہو گا۔ اگر تمہیں اصلاح کرنی ہے تو ہزار بار جلسے کرو۔ ہزار بار تمہارے مولوی آئیں اور ہمارے پاس مہمان رہیں، ہم ان کی خدمت کریں گے۔ خدا کی قسم ہمیں کوئی تعصب نہیں ہے۔ باقی تم نے اب جو یہ طریقہ اختیار کیا ہے تو میں تمہارا سب پتہ نکال کر میدان میں رکھ دوں گا۔ (ان شاء اللہ) ایک بھی نہ چھوڑوں گا ان شاء اللہ!

پڑا فلک کو دل جلوں سے کبھی کام نہیں
جلا کر خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

ورنہ سیدھے ہو کر چلو اور اپنی روش بولو، کسی پر حملہ نہ کرو۔ اپنا مسلک بیان کرو، ہمارا یہ اصول ہے کہ اپنا مسلک بیان کرتے ہیں۔ دلیلیں دیتے ہیں اور دوسروں کی دلیلوں کا جواب دیتے ہیں۔ تم بھی اپنا مسلک بیان کرو، دلیل دو اور دلیلوں کا جواب دو۔ عوام الناس سے یہ اپیل ہے کہ بھائی تم لڑو نہیں، تم ہماری باتیں سنو، پھر جو ہماری بات حق لگے، تو اسے لے لو۔ بھائی اس میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ آسان بات ہے۔ باقی جو تم لوگ کہتے ہو کہ انگریزوں کی پیداوار ہے۔ فلانے شیطان ہیں، تو پھر ہم تمہیں چھوڑیں گے؟ یہ کون برداشت کرے گا؟ تمہیں یہ کہنے کی اجازت ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب سنو، اس کتاب کا مصنف کون ہے سرورق پر لکھا ہوا ہے، حجۃ الاسلام مرشد العالم سید الاتقیاء سیدنا مولانا محمود الحسن شیخ الہند قدس اللہ سرہ۔ تمہارے شیخ الہند نے یہ آیت گھڑی ہے۔ مثل مشہور ہے جب علماء بگڑ جائیں تو پھر ان کے ماننے والوں کا کیا حال ہو گا؟ دیوبندیو! جب تمہارے شیخ القرآن نے تحریف کی ہے تو تمہارا کیا حال ہو گا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

تحریف کی دوسری مثال:

دوسری مثال دیتا ہوں۔ یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے سیرت النعمان۔ پاکستان کی چھپی ہوئی ہے۔ اس میں بھی قرآن میں تحریف کی گئی ہے۔ مصنف کا نام بعد میں لوں گا۔ حافظ ہوشیار رہیں۔ اس میں مسئلہ نقل کرتا ہے کہ ایمان میں اعمال داخل ہیں یا نہیں؟ پرانا محدثین اور اہل الرائے میں اختلاف ہے۔ محدث فرماتے ہیں کہ اعمال ایمان کے جز ہیں اور اہل الرائے کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا نہیں اور عمل ایمان کا جز نہیں ہے۔ اور اس کتاب کا مصنف یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فیصلہ سناتے ہوئے صفحہ ۱۲۷ میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ ''امام صاحب نے قرآن کریم کی جو آیتیں استدلال میں پیش کی ہیں ان سے وضاحتاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوتا ہے کہ دونوں دو چیزیں ہیں۔(یعنی ایمان اور عمل) کیونکہ تمام آیتوں میں عمل کو ایمان پر معطوف کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جز کل پر معطوف نہیں ہوسکتا۔(آگے آیت لکھتا ہے۔) "من یؤمن باللّٰه فیعمل صالحاً" کان کھول کر سنو۔ حافظو! کان کھول کر سنو۔ خدا کے آگے شہادت دو، اور حنفی حافظو! تمہارا بھی حق ہے، تمہیں چاہیے اہلحدیثوں سے دشمنی ہو مگر بات خدا لگتی کہئے۔"ولا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا" اہلحدیثوں سے دشمنی چاہے ہو مگر بات حق کی ہو۔ کہو کہ قرآن میں یہ لفظ کہاں ہیں؟ کیا قرآن میں یہ لفظ ہیں؟ سورۃ التغابن کے پہلے رکوع میں اس طرح ہے۔"ومن یؤمن باللّٰه" پھر کون سا لفظ ہے؟ حافظ (حافظ محمد ادریس صاحب نے جواب دیا)"ویعمل صالحاً فیعمل" تو نہیں ہے؟ حافظ عبدالصمد تم کیا کہتے ہیں، "ف" ہے یا "و" (واؤ ہے) حافظو! تم ہی بتاؤ "ف" ہے "و" ہے (واؤ ہے) حافظ عبدالرزاق تم کیا کہتے ہو؟ "ف" آیا ہے "و" آیا ہے (واؤ ہے) الغرض "و" کو "ف" میں تبدیل کیا گیا ہے۔ کس لیے؟ کہتے ہیں کہ "ف" حرف تعقیب ہے۔ جس سے بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایمان لاؤ پھر عمل صالح کرو۔ معنی ایمان جدا شے ہے اور عمل جدا شے ہے "ف" میں تبدیل کرنے سے معنی ہی بدل گئے ورنہ تو معنی ہیں۔"من یومن باللّٰه ویعمل صالحاً" ایمان لاؤ اور عمل اچھے کرو، وہ کہتا ہے کہ ایمان لاؤ پھر عمل اچھے کرو۔ واؤ کو تبدیل کر کے "ف" کرنے سے اپنا مطلب نکال کر تم نے ایک ظلم کیا ہے۔ بتاؤں وہ شخص کون ہے؟ مولوی شبلی نعمانی۔

تحریف کی تیسری مثال:

تیسری مثال سنو، مولوی ابو معاویہ صفدر جالندھری جو کہ دراصل مولوی امین اوکاڑوی ہے، اپنے رسالہ بنام تحقیق مسئلہ رفع الیدین صفحہ ۶ میں قرآن کی ایک آیت جھوٹی بنا کر لکھتا ہے لفظ یہ ہیں۔"یا ایھا الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ"

اب حفاظ کرام بتائیں کہ یہ الفاظ قرآن مجید کی کس سورت اور کس پارے میں ہیں؟ کہیں بھی نہیں۔ صاف نظر آرہا ہے کہ اپنے مذہب کی خاطر قرآن کی آیت جھوٹی گھڑی گئی ہے۔

وحی الٰہی کی عزت:

حنفیو! خدا کا خوف کرو۔ تم قرآن پر وار کرتے نہیں تھکتے باقی تم بدیع الدین شاہ (صاحب) کو گالیاں دو یا اہلحدیثوں کو گالیاں دو، وہ سب اللہ کے نام پر قربان۔ تم لوگوں سے قرآن نہ بچا، اہلحدیث کیسے بچیں گے۔ جب مشرک رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہیں اس وقت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شعروں کے ذریعہ اس کا جواب دیتے تھے۔

فان ابی و والدی وعرض
لعرض محمد منکم وقاء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نبی ﷺ کو کہنے والو! پہلے تو میں حاضر ہوں ،میرے والد بھی حاضر ہیں، میرے دادا بھی حاضر ہیں، میری ماں بھی حاضر ہے ان کو گالیاں دے چکو۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ۔ ہمیں گالیاں تم سب دیتے ہو اس کا جواب قیامت میں کون دے گا۔قرآن کے الفاظ تم نے اپنے مذہب کی خاطر بنائے ہیں۔ خدا کو کیا جواب دو گے؟ تم نے کیا سمجھا ہے؟ تم خواہ مخواہ ہمیں چھیڑتے ہو۔ ہمارا تمہیں بار بار یہ کہنا ہے کہ خدا کے واسطے ہمیں مت چھیڑو۔ تم اپنا مذہب بیان کرو ہمیں خدا کی قسم کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تمہارے مولوی آئیں تقریر کریں اپنا مذہب بیان کریں، اپنے دلائل دیں، ہماری دلیلوں کا جواب دیں ہمیں کوئی چڑ اور تعصب نہیں۔ ہمارے پاس مہمان بن کر آئیں، ہم خدمت کریں گے ہمارا نمبر آئے گا تو ہم اپنے دلائل دیں گے، مگر تم ہمیں نشانہ بناتے ہو، تو پھر کیسے بچو گے؟ جو دوسروں پر حملہ کرتا ہے سو حملے کے لیے اپنا سینہ تیار رکھے ، جو دوسروں پر گولی چلاتا ہے وہ گولی کے لیے اپنے آپ کو بھی تیار رکھے۔ یہ صحیح بات نہیں ہے؟ اچھا تمہارے مولوی نازک ہیں، حلوہ کھاتے ہیں مرے ہوئے کا ختم کھاتے ہیں اور عرس مناتے ہیں ہم ہوئے جنگل کے جانور اور وہ تو نازک ہیں، نازکوں کو کیا حق ہے جو ہمارے سامنے آ کر اپنے آپ کو مشکل میں ڈالیں۔

دیوبند کا صد سالہ جشن اور اندرا گاندھی:

تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم انگریزوں کی پیداوار ہیں تم کل کی پیداوار ہو یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں ''روئداد جشن دیوبند'' ہے۔سو سالوں کا انہوں نے جو جشن منایا ہے، اس کی روئداد چھپی ہوئی ہے۔ اس سو سالہ جشن میں صدر کون تھا تم سمجھتے ہو کہ کوئی بڑا مولوی ہو گا،نہیں بلکہ اندرا گاندھی تھی۔(مسز اندرا گاندھی ہندوستان کی وزیراعظم، مترجم) میرے پاس فوٹو موجود ہیں جو میں تمہیں دکھلاتا ہوں۔ میرے بھائیو! تم مزہ تو حاصل کرو اپنے بزرگوں کا۔ یہ دیکھو عورت اس سے مراد ہندوستان کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی ہے، مترجم) تقریر کر رہی ہے اور علماء دیوبند بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ فوٹو ہے جس کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ ''بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی پہلے اجلاس سے خطاب کر رہی ہیں۔ مبارک ہو آپ کو تمہیں دیوبند مبارک ہو۔ اچھا آدمی تلاش کر لیا ہمیں کہتے تھے کہ تم ہو انگریزوں کے ،فلانے کے یہ تو تم خود ہو۔ یہ فوٹو دیکھو تمہارا بڑا آدمی جگ جیون رام اس اجلاس میں تقریر کر رہا ہے۔

''بھارت کے سابق نائب وزیراعظم جگ جیون رام تقریر کر رہے ہیں۔''

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ حدیث کو، صاف صاف لفظوں میں کہتا ہوں لوگوں کا مذہب ہی ایسا ہے کہ قرآن مذہب کے خلاف ہو تو نہ مانو۔ حدیث مذہب کے خلاف ہو تو نہ مانو۔

حنفی قاعدہ (اصول):

اصول کرخی جو اصول فقہ حنفی میں سب سے پہلی کتاب ہے۔اس کے صفحے میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الاصل ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح والاولٰی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق." (اصول کرخی مع اصول البردزی،صحفہ۳۷۳، اصول نمبر ۲۸ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)

"قانون بیان کرتا ہے کہ جو بھی آیت ہمارے مذہبی کتب (فقہ حنفی) کے خلاف نظر آئے تو اسے نہ مانو اور کہا جائے گا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اسی لیے ہمارے فقہاء نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے یا پھر کہا جائے گا کہ یہ آیت مرجوح ہے دوسری عظیم آیت کوئی ملی ہوگی۔ دوبارہ قانون لکھتا ہے کہ:

"الاصل ان کل قول یجیء بقول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صار الی دلیل آخر او ترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح او یحمل علی التوفیق."

"کہتا ہے کہ جب کوئی حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ملے تو کہا جائے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ فقہ (فقہ حنفی) کو رد نہ کیا جائے گا۔ اس کو منسوخ کہا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ دوسری حدیث اس کے مقابلے کی ہے۔ اسی لیے تو اس کو چھوڑا گیا ہے انہیں کوئی دوسری دلیل ملی ہے اس میں کوئی نہ کوئی نقص ہے۔ باقی فقہ (فقہ حنفی) میں کوئی نقص نہیں ہے۔"

سبحان اللہ! یہ ہے آپ کا اصل مذہب۔ ہم کہتے ہیں مجھ میں نقص ہوسکتا ہے۔ اماموں میں، مفتیوں میں، قاضیوں میں، صدور میں، نوابوں میں نقص ہوسکتا ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور قرآن میں کوئی نقص نہیں ہے۔

دیوبند کے مدرسہ کا طریقہ:

سندھ کے ایک عالم کا فیصلہ سناتا ہوں جس کو عوام بہت عقیدت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ یہ کتاب "الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن" کس کی ہے خبر ہے۔ مولوی عبید اللہ سندھی کا نام سنا ہے۔ کسی نے دیکھا بھی ہوگا۔ انہی کی کتاب ہے۔ وہ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر اپنا واقعہ اور دیوبند کا حال بیان کرتا ہے کہ:

"اننا قرأنا اولا الفقه الحنفی اصولا وفروعا ثم اشتغلنا بالصحاح الست من کتب الحدیث فوجدنا فیها روایات کثیرة تخالف فقهنا الذی قرأنا فرأینا الفقهاء المحدثین من الحنفیة مختلفین فی امر ذالك طائفة منهم تؤول الاحادیث الصحیحة الی اقوال الفقهاء وراء امامهم منهم فی بلادنا الشیخ عبدالحق الدهلوی المحدث بل وعامة اهل بلادنا."

"یعنی پہلے ہمیں پڑھایا فقہ حنفی کے اصول، قواعد اور فتویٰ وغیرہ پھر ہمیں احادیث پڑھائی گئیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحاح ستہ کی چھ کتب (یعنی بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ) جب ہمیں یہ احادیث پڑھائی گئیں تو دیکھا کہ کئی حدیثیں فقہ کے خلاف ملیں (مولوی عبیداللہ سندھی صاحب کے فتویٰ کے بموجب فقہ حدیث کے خلاف ہے۔) پھر ہم نے دیکھا کہ جو ہمارے حنفی استاد ہوئے ان کا طریقہ کیا ہے؟ ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ہمارے ملک کے تمام عالم، ان کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ جو حدیث فقہ کے خلاف ہوتی اس کو توڑ مروڑ کر فقہ کے موافق بنائی جاتی یہ ہے دیوبند کے مولوی عبیداللہ سندھی کی گواہی۔ عوام الناس کہتے ہیں کہ اس جیسا عالم ہی کوئی نہیں ہے۔ مولوی عبیداللہ صاحب کے عقیدت مندو! اب تو فقہ (فقہ حنفی) سے توبہ کرلو۔

یہ میرے ہاتھ میں رسالہ ماہنامہ ''تجلی'' ہے جو دیوبند سے نکلتا ہے۔ اس کی جلد نمبر ۱۹ شمارہ ۱۱ ماہ جنوری فروری ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۷ میں اس کے ایڈیٹر مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند ایک مسئلہ کی بابت سوال کا جواب دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''یہ تو جواب ہوا اب چند الفاظ اس فقرے کے بارہ میں بھی کہہ دیں جو آپ نے سوال کے اختتام پر سپرد قلم کیا ہے۔ یعنی'' حدیث رسول سے جواب دیں۔'' اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لیے حدیث وقرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے فیصلوں اور فتوؤں کی ضرورت ہے۔''

پھر جس مذہب میں قرآن وحدیث کے حوالوں کی ضرورت ہی نہ ہو اس پر کیسے بھروسہ کیا جائے اور اس کے (برعکس) مذہب اہلحدیث کے لیے یہ شرط ہے کہ خواہ چھوٹا مسئلہ ہو یا بڑا مسئلہ اس کے لیے قرآن وحدیث سے حوالہ ضروری ہے۔

صحیح حنفی مذہب:

اب آیئے دوسری مزے کی بات سنئے۔ کہتا ہے صحیح حنفیت کون سی ہے۔ مولوی عبیداللہ سندھی صاحب کا فیصلہ سنئے۔

''قال الامام ولی اللہ فی فیوض الحرمین عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمن البخاری واصحابه وذلك بانا یأخذ من الاقوال الثلاث قول اقربهم فی المسألة ثم بعد یتبع اختیارات الفقهاء الحنفیة الذین کانوا من علماء الحدیث.'' (الهام الرحمن : صفحه ۲۳۰)

''یعنی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہی سمجھایا ہے کہ صحیح حنفی مذہب وہی ہے جو بخاری کے زمانے میں تھا۔ یعنی بخاری رحمہ اللہ علیہ کی حدیث کے موافق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ اب بتایئے بخاری کا منہ کس طرف ہے اور فقہ حنفی کس طرف ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ صحیح حنفی مذہب وہی ہے باقی جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔''

بہر حال میں نے آپ کو یہ باتیں اس لیے بتلائی ہیں کہ جن کو تم الزام دیتے ہو اس کے مورد تم خود ہو۔

تدوین فقہ حنفی کا تاریخی جائزہ:

اب ایک دوسری عجیب بات ہے۔ ہمارے دوست جس پر خوش ہوتے ہیں اور تمہارے مولوی کو بھی بس ایک ہی بات ہاتھ آئی ہے کہ مارے مذہب کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمارے امام نے چالیس قاضیوں اور مفتیوں کو بٹھا کر ان کی مجلس قائم کر کے اس میں بحث تمحیص اور تحقیق کے بعد مذہب حنفی کی فقہ تیار کی ہے۔ بھائیو! ہمیں تو اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے امام محمد رسول اللہ ﷺ کو ان فتاویٰ پر مشوروں کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ''ان اتبع الا مایوحی الی'' جیسا جو حکم اوپر سے آتا تھا وہ بتاتے تھے اپنا فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔ لیکن جو اوپر سے وحی الٰہی کے ذریعہ معلوم ہوتا تھا وہ بتاتے تھے۔ اس لیے ہمارے لیے مسئلہ آسان صاف ہے کہ ہمیں دین وہ چاہئے جو اوپر سے آئے۔ وہ دین نہیں چاہئے جس کو زمین پر مولوی بیٹھ کر بنائیں۔ تم تو کہتے ہو کہ ہماری فقہ چالیس فقہیوں نے تیار کی ہے اب چلو اس کا تجزیہ کریں کہ یہ بات کہاں تک ہے؟ یہ حوالے سب اس کتاب سیرت النعمان شبلی کے ہیں ہمارا کوئی حوالہ نہیں ہے بلکہ حنفیوں کے ہیں، حوالہ وہی پیش کریں گے اور فیصلہ بھی وہی کریں گے جن کو شک ہو تو کتاب موجود ہے آ کر دیکھ سکتا ہے میں سہولت کی خاطر عبارت پڑھ کر صفحے بتاؤں گا۔ تو صفحہ ۱۹۷ میں لکھتے ہیں کہ:

''امام صاحب کو تدوین فقہ کا خیال قریباً ۱۲۰ھ میں ہوا یعنی جب ان کے استاد حماد نے وفات پائی۔ ۱۲۰ھ میں امام صاحب کو فقہ لکھنے کا خیال آیا۔ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ یعنی امام صاحب کو وفات سے تیس سال پہلے یہ خیال آیا کہ ایک فقہ کی کتاب تیار کی جائے جو مسائل سمجھنے کے لیے ہو۔ آگے چل کر لکھتے ہیں صفحہ ۱۹۷ میں مزید لکھتے ہیں کہ ''اس کام میں کم وبیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا، یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سال ہے۔ یہ باتیں یاد رکھیے، ایک تو ۱۲۰ھ میں لکھنے کا خیال ہوا۔ اور ۱۵۰ھ میں لکھ کر پورا کیا اور اسی سال میں وفات پائی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس مجلس میں کتنے ممبر تھے جن کے نام ملے ہیں سو یہ ہیں:

یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، حبان بن علی، مندل بن علی، قاسم بن معن، امام محمد بن حسن شیبانی، زفر، اسد بن عمر، یوسف ابن خالد التیمی السیمتی یہ نام انہیں ملے ہیں باقی کتنے آدمی تھے اس کے نام اسے نہیں ملے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ جب ۱۲۰ھ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کام (تدوین فقہ) شروع کیا گیا اس وقت ان میں سے ہر ایک کی عمر کتنی ہوئی؟

۱: قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ ۱۱۷ ہجری کو چھوڑ کر آگے ۱۱۳ ہجری لو تب بھی اس کے مطابق ۱۲۰ ہجری میں ان کی عمر سات سال کی ہوئی۔

۲: امام محمد بن حسن شیبانی ۱۳۵ ہجری میں پیدا ہوئے، تدوین فقہ کا کام ۱۲۰ ہجری میں شروع ہوا، یعنی پندرہ سال بعد پیدا ہوئے اس وقت مولود ہی نہ تھے۔ (یعنی ان کے نام کا وجود ہی نہیں تھا)

۳: زفر بن ہذیل ۱۱۰ ہجری میں پیدا ہوا یعنی تدوین فقہ کا کام شروع کرنے کے وقت اس کی عمر ۱۰ سال کی تھی۔

۴: حبان بن علی ۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے، یعنی اس وقت ۹ سال کا لڑکا تھا۔

۵: مندل بن علی ۱۰۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ یعنی اس وقت ۱۷ سال کی عمر تھی۔

۶: یحییٰ بن ابی زائدہ ۱۸۲ ہجری میں وفات پائی اور عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی یعنی ۱۱۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ تدوین فقہ کے وقت اس کی عمر ایک سال تھی۔

۷: حفص بن غیاث ۱۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے یعنی تدوین فقہ کے وقت تین سال کے لڑکے تھے۔

ان فقہاء کی عمریں یہ ہیں۔ ایک کی عمر ۱۷ سال ہے باقی کسی کی سات سال اور کسی کی نو سال اور کسی کی ایک سال اور کسی کا وجود ہی نہیں تھا۔ خدا کے واسطے بتاؤ کہ امام صاحب فقہ کی تدوین کر رہے تھے یا گلی ڈنڈا کا کھیل کھیل رہے تھے؟ انصاف سے کام لو۔ یہ ہے آپ لوگوں کا حال۔ سب اس کتاب سیرت النعمان میں لکھا ہوا ہے کہ کب فقہ کی تدوین شروع ہوئی اور کب ختم ہوئی۔ اس مجلس کے فلاں فلاں ممبر ہوئے۔ وہ کس کس سال پیدا ہوئے۔ سب لکھا ہوا ہے آ کر دیکھ سکتے ہو۔ امام صاحب نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ فتویٰ لکھایا یا فقہ بھی آپ کی ایسی ہی بنی ہے۔

قرآن اور حدیث کی شان:

مسلمانوں کچھ اللہ کا خوف کرو۔ کیا عوام الناس کو دکھا رہے ہو؟ قرآن تو وہ ہے جو عرش سے نازل فرمایا:

﴿لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ﴾

(بنی اسرائیل: ۸۸)

''ساری زمین کے انسان اور جن جمع ہو کر بھی ایسا قرآن نہیں بنا سکتے۔''

پیغمبر ﷺ کے کلام میں ایسا اثر تھا کہ ضماد نام کا جادوگر جو جھاڑ پھونک کا کام کرتا تھا، مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے میلہ میں آیا اور سب اپنے کرتب دکھا رہے تھے، اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں باتیں سنیں کہ ان کے اوپر جن کا اثر ہے۔ یہ دیوانہ ہو گیا اس نے کہا کہ اچھا موقعہ ملا میں کوشش کر کے اس کو ٹھیک کر دوں تو میرے لیے بہت فائدہ کی بات ہو گی۔ وہ سیدھا رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگا جناب عالی میں جادو اتارتا ہوں اور جھاڑ پھونک کرتا ہوں۔ یہ جنون اور دیوانگی کے سب اثر زائل ہو جائیں گے مجھے موقع عنایت فرما دیں تا کہ میں آپ کا علاج کرسکوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے لیکن میری بات تو سنو۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ خوش ہوا کہ اب بیمار حکیم کے سامنے بات کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علاج کرانا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ باالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله."

یہ خطبہ آپ ﷺ نے پڑھا کیا یہ قرآن ہے؟ قرآن کہو گے؟ نہیں حدیث ہے وہ عرب تھا مطلب کو سمجھ گیا۔ ترجمہ آپ کو سناتا ہوں پھر آگے چلتے ہیں۔

"سب تعریفیں اللہ جل شانہ کے لیے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں ہمارا سچا بھروسہ اسی ذات پر ہے۔ جس کو سیدھے رستے پر لگائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ہمارے نفس کی برائیاں اور ہمارے عملوں کی شامتیں سب کی پناہ ہم اسی سے مانگتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود، کوئی داتا، کوئی دستگیر نہیں ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

یہ ہے اس کا مطلب و معنی۔ وہ عرب تھا اور سمجھ گیا ہر کوئی زبان والا اپنی زبان کو سمجھتا ہے۔ ہمارے سامنے کوئی سندھی (زبان) میں بات کرے گا تو ہم اس کی سندھی میں قابلیت سمجھ جائیں گے اُردو والے اُردو کی قابلیت سمجھ جائیں گے۔ عرب، عربی کی قابلیت سمجھ جائیں گے۔ جب اس نے یہ الفاظ سنے، قرآن بھی نہ تھا، انسان کا کلام تھا، کہنے لگا دوبارہ پڑھو۔ پڑھا گیا پھر تیسری دفعہ پڑھنے کے لیے کہا۔ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ پڑھا، تب کہنے لگا۔

"والله سمعت كلام الفصحاء والبلغاء والشعراء ما سمعت مثل هذه الكلمة ولقد بلغني ناعوس البحر."

"یعنی میں نے شاعروں کے اور فصیح اور بلیغ لوگوں کے کلمے سنے لیکن تمہارے ان کلموں نے مجھے سمندر کے بیچ ڈال دیا۔"

"هات يدك ابا يعك على الاسلام" اپنا مبارک ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں اسلام پر آپ سے بیعت کروں۔ اسی وقت مسلمان ہوا۔ یہ ہے پیغمبر ﷺ کا کلام اور قرآن کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس یہ چیز ہے اور تمہارے پاس وہ چیز ہے جس کی تدوین میں کوئی تین سال کا لڑکا، کوئی پانچ سال کا کوئی سات سال کا، ان سب نے مل کر فقہ کی تدوین کی۔ فقہ بھی ایسی بنائی کہ کیا منہ لے کر دنیا میں چلو گے۔ جو آدمی آج سنیں گے کہ تمہارے جو چالیس فقیہ مجلس میں فقہ کو تدوین کے لیے بیٹھے تھے اس میں کوئی تین سال کا کوئی دو سال کا کوئی پانچ یا سات سال کا اور کسی کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس کے آگے تم کون سی ناک لے کر جاؤ گے؟ سوچ کر بتاؤ۔ تمہیں کہیں گے کہ مولوی صاحب تمہاری فقہ تو ایسی ہے کہ جسے لڑکوں نے مل کر بنائی ہے۔

چار مذہب صدی کے بعد شروع ہوتے:

اب آیئے آپ کو آپ کے حنفی کا فتویٰ سناتا ہوں۔ یہ میرے ہاتھ میں کتاب مولوی فقیر محمد جہلمی کی لکھی ہوئی ہے کتاب بنام ''حدائق الحنفیہ'' ہے اس میں سب حنفی علماء کے احوال لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں کیا لکھتا ہے تم لوگ سنو! ہمارے لیے تو سن چکے کہ کاندھلوی صاحب نے کہا کہ صحابہ سب اہلحدیث تھ ان میں کوئی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نہیں تھا۔ باقی سب ہی اہلحدیث تھے۔ اب جہلمی صاحب صفحہ ۱۱۵ میں فرماتے ہیں کہ ''تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں چاروں ائمہ کے مذہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مقرر ہو گئے تھے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کے بعد تابعین کے بعد اماموں کے بعد، معنیہ ہوئے کہ تمہارا مذہب نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ چاروں اماموں کے پاس، پھر آیا کہاں سے کہیں سے بھی نام نہیں ملا۔

عجیب مثال:

بچپن میں پڑھتے تھے مفید الطالبین ایک بچوں کی کتاب ہے۔ اس میں ایک فرضی قصہ ہے کہ ایک شیر بوڑھا ہو گیا اور جانوروں کے پیچھے دوڑ نہیں سکتا تھا اور نہ پکڑ سکتا تھا اور جب بھوک سے مرنے لگا تو ایک بہانہ (بہانہ) بنایا اپنے کو بیمار بنا کر ایک کونے میں پڑا رہا۔ سوچا کہ جو بھی اندر آئے گا اس کو پکڑ لوں گا اور وہ بچ نہیں سکے گا۔ کئی جانور اس کو پوچھنے کے لیے آنے لگے جو بھی ہاتھ لگا اس کو کھا جاتا۔ لومڑی چالاک ہوتی ہے اس نے دور سے بیٹھ کر کہا سرکار خوش رہو۔ کہنے لگا آو میرے پاس آو باتیں کریں گے۔ کہنے لگی بس دور سے ہی بادشاہی سلام کہنے لگی۔ دیکھو یہ ساری دنیا آ رہی ہے اور ان کے پاؤں کے نشان پڑے ہیں۔ کہنے لگی بالکل صحیح ہے پاؤں سب کے آ رہے ہیں، مگر واپس کوئی نہیں آیا۔ سو ہم نے پاؤں کا نشان گھر میں پہنچایا ہے۔ آگے تم ہمیں ظاہر کر دو پاؤں نکال کر گھر میں رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چور یا چوری کا مال دے دو ورنہ پاؤں کا نشان لا کر دکھا دو۔ اب یا پاؤں نکال دو نہیں تو پھر چور ہو، معاملہ صاف ہو گیا۔

چار مذہب کہاں سے آئے:

تم لوگ کہتے ہو کہ چار مذہب بہت ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی دین نہیں ہے۔ اب اس کے بارے میں بھی اپنے حنفیوں کے فیصلے سنو۔ اس لیے کہ قرآن وحدیث سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں ۔ یہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے ہاتھ میں کتاب ''القول السدید فی بعض مسائل الاجتہاد والتقلید'' تصنیف شیخ محمد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ المکی الحنفی یہ تمہارے حنفی عالم ہیں صفحہ تین پر لکھتے ہیں کہ:

"الفصل الاول اعلم انه لم يكلف الله احدا من عباده بان يكون حنفيا او مالكيا او شافعياً او حنبليا بل اوجب عليهم الايمان بما بعث به محمداً ﷺ والعمل بشريعته."

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا ہے اور نہ حکم دیا ہے کہ وہ حنفی ہے یا مالکی بنے یا شافعی یا حنبلی بنے، کسی کو بھی ایسا حکم نہیں دیا گیا ہے پھر تم نے کہاں سے لیا؟''

آگے چل کر کہتا ہے بلکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ جو شریعت لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لاؤ اور اس پر عمل کرو۔ کسی کو حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا۔ اب آپ کے مشہور عالم ملا علی قاری جس کو آپ کے مولوی صاحبان خوب بیان کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اس کو بھی مانتے ہو یا نہیں اس لیے کہ میرا تمہارے اوپر قرض ہے ایک تو تمہارے پیر کا حوالہ پیش کیا تم پیر صاحب (پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ) کو مانتے ہو یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اہل سنت اہل حدیث ہیں اور حنفی مرجیہ ہیں۔ اہل سنت نہیں ہیں یہ ہے آپ کے پیر صاحب کا حوالہ اب آیئے آپ کے ملا علی قاری صاحب کا فیصلہ سنیں۔ یہ میرے ہاتھ میں ملا علی قاری کی شرح عین العلم ہے۔ جس کے صفحہ ۴۴۶ جلد اول میں لکھتے ہیں کہ:

"ومن المعلوم ان الله سبحانه ماكلف احد ان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا او حنبلياً."

''کہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی حکم نہیں دیا اور نہ ہی مجبور کیا ہے کہ وہ حنفی ہو یا مالکی ہو یا شافعی ہو یا حنبلی ہو۔''

جب اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے تو پھر یہ مذہب کہاں سے آئے؟ ادھر مولوی ادریس کاندھلوی صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ میں کوئی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نہ تھا۔ یہ آپ کے مولوی فقیر محمد جہلمی کہتے ہیں کہ تیسری چوتھی صدی میں یہ شروع ہوئے ہیں اور ملا علی قاری کہتے ہیں کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مجبور نہیں کیا ہے۔ پھر بات یہ ہوئی کہ:

''آپ کو صاف صاف بتاتا ہوں کہ آپ کے مذہب میں نہ قرآن کی عزت نہ حدیث کی عزت ہے نہ اللہ تعالیٰ کی نہ رسول اللہ ﷺ کی عزت ہے کان کھول کر سنو۔''

احناف کے نزدیک قرآن کی عزت:

پہلے سنو کہ قرآن شریف کی آپ کی یہاں کیسی عزت ہے کہتے ہو کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ یہ فتاویٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی خان ہے۔ فتاویٰ کی آپ کے یہاں مشہور کتاب ہے جس میں آپ کے مذہب کے فتاویٰ ہیں۔ صفحہ ۴۹۷ میں لکھتے ہیں کہ "وتعلم الفقه اولى من تعلم تمام القرآن" یعنی سارا قرآن سیکھنے سے فقہ کا سیکھنا زیادہ بہتر ہے۔ (دوسری کتاب) شامی ہے جس کے صفحہ ۳۹ میں بھی یہی عبارت درج ہے، اب بتایئے قرآن کی عزت ہے آپ کے نزدیک؟ آپ لوگوں کے نزدیک قرآن کی کوئی عزت نہیں۔ اب یہ مسئلہ کان کھول کر سنو اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہیں ایسا نہ ہو کہ حرکت قلب بند ہو جائے۔ (Heart Fail) نہ ہو جائے قاضی خان صفحہ ۷۸۰ میں تحریر ہے کہ:

" والذی رعف فلا یرقادمه فاراداں یکتب بدمه علی جبهته شیئا من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا بأس به قیل لو کتب علی جلد میتة قال ان کان فیه شفاء جاز . "

"کہتے ہیں کہ نکسیر (یعنی ناک کے خون) سے پیشانی پر قرآن لکھنا جائز ہے حالانکہ حنفیوں کے نزدیک خون ناپاک ہے اور اسی سے قرآن لکھنا جائز یہ ہے قرآن کی عزت وہ لکھتا ہے اگر پیشاب سے لکھے تو پھر کہا اگر شفاء ہو جائے تو لکھ سکتا ہے۔ اب جواب دیجئے کہ قرآن کو مانتے ہو؟ قرآن کا پیشاب (نقل کفر کفر نباشد۔ مجبوراً حقائق کی وضاحت کے لیے تحریر کرنا پڑ رہا ہے۔ مترجم) سے لکھنا آپ لوگوں (یعنی احناف) کے نزدیک جائز ہے۔ تم لوگوں کا قرآن پر ایمان بھی اسی قسم کا ہے۔ باقی آپ کا قرآن سے کونسا واسطہ ہے۔ یہ آپ کے مذہب کی کتاب شامی ہے۔ اس میں بھی یہ ہی عبارت درج ہے۔ اسی لیے پیر صاحب بیعت والے کہتے ہیں کہ شامی میں تو صرف شام لگی ہوئی ہے۔ یعنی خوب مزہ آرہا ہے۔ اسی کتاب شامی کے صفحہ ۲۱۰ جلد اوّل میں مرقوم ہے کہ:

" لو رعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفه جاز للاستشفاء وبالبول ایضا ان علم به شفاء لا بأس به . "

"کہتے ہیں کہ جب نکسیر پھوٹ جائے پھر اس خون سے الحمد (سورۃ فاتحہ) اپنی پیشانی پر لکھے تو بھی جائز ہے اور شفاء کے لیے پیشاب سے لکھنا بھی جائز ہے۔"

اب جواب دیجئے کہ تمہاری فقہ حنفیہ میں قرآن کی کیا عزت ہے؟

احناف کے نزدیک حدیث کی عزت:

آیئے اب دیکھیں کہ حدیث کی آپ کے یہاں کیسی عزت ہے؟ یہ فتاویٰ عالمگیری ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہماری مرتب کردہ شریعت ہے جس کو پانچ سو علماء نے بیٹھ کر مرتب کیا ہے اس کے صفحہ ۲۷۷ جلد پنجم میں تحریر ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" طلب الاحادیث حرفة المفالیس. "

"یعنی حدیث کی طلب اور سیکھنا مفلسوں کا کام ہے۔"

اس لیے فقہ پڑھو اور مالدار بن جاؤ گے۔ اس لیے کہ اس کے اندر سب کچھ جائز ہے۔ اس کے اندر بہت مزے ہیں اور ان بیچاروں کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ پھر فقیر نہ ہوں گے تو پھر کیا ہوں گے یہ ہے آپ لوگوں کے نزدیک حدیث کی عزت جب تمہارے پاس نہ قرآن کی عزت اور نہ حدیث کی عزت ہے تو پھر کس کے پیچھے لگے ہوئے ہو؟ حدیث اور قرآن سے تمہارا کوئی واسطہ رہا ہی نہیں باقی رہیں اقوال، قیاس اور آراء سو یہ آپ کے نصیب میں ہیں ہمارے لیے قرآن وحدیث کافی ہیں۔

احناف کے چند عجیب وغریب مسائل:

اس کے بعد اب دل چاہتا ہے کہ دو تین مزیدار مسئلے آپ لوگوں کو سناؤں۔ سب نہیں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں کا ردعمل کیا ہوتا ہے اور پھر کوئی ایسا دھما کہ کیا تو پھر میں دوبارہ آ کر تمہارا ایسا کچا چٹھا کھولوں گا کہ یاد رکھو گے۔ تمہاری سب کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔ یہ میں بتا دیتا ہوں۔ میں اب پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اپنی روش بدلو، چاہے شوق سے اپنا مذہب بیان کرو۔

خوش دلی سے دلائل دیجیے۔ ہماری دلیلوں کا جواب اخلاق سے دیجیے۔ ہم بھی دلائل سے جواب دیں گے۔ پھر عوام خود فیصلہ کریں گے۔ ہمارے پاس شوق سے آپ کے علماء آئیں۔ ہم ان کی عزت کریں گے۔ لاکھ دفعہ آئیں بسر وچشم ہماری آنکھوں پر۔ لیکن اخلاق کے ساتھ مگر یہ طریقہ جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے سو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسے تمہارے گندے مسئلے بتاؤں گا کہ تم سن کر تڑپو گے اور تمہاری غیرت جوش میں آ جائے گی۔ اب تمہارے چند مسئلے سناتا ہوں جو اتنے اہمیت والے نہیں ہیں۔

جبری طلاق (زبردستی کی طلاق):

تمہارا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جبری طلاق ہو جاتی ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی کی بیوی کو زبردستی طلاق دلوا دے تو تمہارے مذہب میں طلاق واقع ہو جائے گی حالانکہ حدیث میں ہے کہ:

((لا طلاق فی اغلاق)) (ابو داؤد، ابن ماجہ)

"یعنی جبری طلاق ہوتی ہی نہیں۔"

مگر آپ لوگوں کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ اب مجھے بتائیے حکام، امراء بااثر (وڈیرے زمیندار) کیوں حنفی نہ بنیں جس کی بیوی پسند آئی تو جبری طلاق دلا کر حاصل کر لی۔ بادشاہ اسی لیے حنفی بنے۔ اس لیے کہ ان کے لیے حنفی مذہب میں بہت رعایتیں ہیں۔ آپ لوگوں نے حنفیت کو اس لیے پکڑا ہے تاکہ لوگوں کو ناجائز سہولتیں دی جائیں حالانکہ آپ لوگوں کے پاس کوئی آئین نہیں ہے۔ ہمارے پاس انصاف اور عدل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کی کتاب الصلوٰۃ:

آپ لوگ کہتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی نے سب سے پہلے نماز کی کتاب "الجامع الصغیر" لکھی ہے اور مزید کہتے ہیں کہ ان سے پہلے کوئی نماز کی کتاب دکھاؤ یہ میرے ہاتھ میں آپ کے حنفی عالم کی لکھی ہوئی کتاب "ہدیۃ العارفین" جس کے صفحہ ۲۰۶ جلد اوّل میں ابن علیہ کی کتاب کے بارے میں بتاتا ہے۔ جو ۱۹۳ ہجری میں فوت ہوا ہے اور امام محمد کے زمانہ کا عالم ہے کہتا ہے کہ اس نے یہ کتابیں تحریر کی ہیں۔

(۱)...... تفسیر قرآن۔ (۲)...... کتاب الصلوٰۃ۔ (۳)...... کتاب الطہارۃ۔ (۴)...... کتاب المناسک

اس کا مطلب یہ ہوا کہ محدثین کرام نے شروع ہی میں کتابیں تحریر کی ہیں یہ تم لوگوں کا بہتان ہے کہ سب سے پہلے امام محمد نے کتاب لکھی ہے۔

جھوٹی گواہی:

لیکن آپ لوگ پھر بھی امام محمد کی تصنیف کردہ کتاب "الجامع الصغیر" کو تسلیم کرتے ہیں اسی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتا ہے صحت کا انحصار اس کے سر پر ہے۔ (یعنی یہ ناقل کی ذمہ داری ہے اور نقل کرنے والا بھی احناف کا عظیم فقیہ مترجم) فرماتے ہیں کہ فلاں آدمی میرا شوہر ہے، نکاح بھی اس کا نہیں ہوا، شادی بھی نہیں ہوئی۔ صرف گواہ کہیں کہ فلاں آدمی اس کا شوہر ہے، پھر اگر قاضی نے یہ فیصلہ دیا کہ اب یہ اس کی بیوی ہے تو وہ بیوی ہوگئی۔ خدا لگتی بات کہو کہ کیا وہ اس کی بیوی ہوگی؟ اس کو حلال ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ "جامع الصغیر" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتا ہے کہ وہ اس کی بیوی ہوگی۔ "وسع المقام معها" یعنی اس کے ساتھ ہم بستری بھی کر سکتا ہے اس لیے کہ ان کا قاعدہ ہے کہ فیصلہ ظاہری باطنی کو بھی شامل ہے۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا دوسرا کوئی قاضی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا صحیح مسلم کی حدیث ہے:

> "انما انا بشر مثلكم انكم تختصمون الى ولعل بعضكم الحن من بعض بحجته."
>
> "یعنی جب تم میرے پاس کسی فیصلہ کے لیے آتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ میں بھی انسان ہوں، بعض لوگ تم میں سے گفتگو کرنے میں چالاک چرب زبان ہوتے ہیں، میں ان لوگوں کی گفتگو سن کر فیصلہ دے دیتا ہوں اگر وہ اس کا مستحق نہ ہو تو نہ لے۔"

"انما اقطع له قطعة من النار" یعنی میں اس کو کوئی چیز نہیں دوں بلکہ جہنم کی آگ دوں گا۔ (یعنی اگر وہ اس فیصلہ کا مستحق نہیں ہے اور پھر بھی وہ اس نے لے لیا تو سمجھ لو کہ وہ جہنم کا انگارہ لے رہا ہے۔...... مترجم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مجھ سے نہ لے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ آگ کا انگارہ ہے جہنم کی آگ ہے اور اس کے برعکس امام محمد فرماتے ہیں کہ بڑے شوق سے حاصل کرے یہ ہیں تمہارے مسائل۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ:

اب آیئے جناب تیسرا مسئلہ ذمیوں کا، ذمی اسے کہتے ہیں جو ہمارے ملک میں غیر مسلم کی حیثیت سے رہتا ہے مگر ہماری ذمہ داری کے ساتھ یعنی ہمارے ساتھ اس کا عہد اور اقرار ہوتا ہے اور جو ہماری شرائط ہیں اس کی اسے پابند کرنی ہوگی۔ مثلاً اسلام پر حملہ نہ کرے گا، اسلامی مذہب کے خلاف اپنے مذہب کا پرچار نہیں کرے گا، وغیرہ۔ ان تمام شرائط کو پورا کرے گا تب ہمارے اوپر اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان و مال کی حفاظت اسلامی حکومت کا فرض ہے اگر اس کا کوئی نقصان ہوگیا تو ہم (اسلامی حکومت) کو بھرنا پڑے گا جس طرح مسلمان کے لیے بھرنا پڑتا ہے جس طرح دوسری مسلمان کا قصاص لیا جائے گا، اسی طرح ان کو بھی قصاص دلایا جائے گا۔ جس طرح مسلمانوں کے لیے دیت اور ذمہ ہے اسی طرح ان کے لیے بھی دیت اور ذمہ ہے۔ یہ اسلام کا فیصلہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا جس سے اس کا ذمہ ٹوٹ جائے تو پھر نہ لیا جائے گا وہ ذمہ کون کون سی باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسری باتیں تو چھوڑیے مسئلہ ہے کہ اگر کسی مسلمان عورت سے زنا کرلے تو ذمہ رہے گا؟ نہیں آپ کے احناف کہتے ہیں کہ رہے گا۔ جزیہ اور لگان دینے سے انکار کرتا ہے تب بھی ذمہ رہے گا؟ نہیں آپ کے احناف کہتے ہیں کہ رہے گا۔ (اب آیئے سینہ پر ہاتھ رکھ کر سنئے۔ مترجم) کنزالدقائق اور ہدایہ سب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے سے بھی ان کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ تم لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی یہ عزت ہے کنز صفحہ ۲۹ میں الفاظ ہیں۔ (اصل کنز کے الفاظ تحریر کئے جاتے ہیں) کہ:

”لا ینتقض عهده بالاباء عن الجزية والزنا بالمسلمة وقتل مسلم وسب النبي عليه السلام .“

”یعنی جزیہ دینے سے انکار کرے، کسی مسلمان عورت سے زنا کرے یا مسلمان کو قتل کرے اور رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے تب بھی اس کا ذمہ (ذمی کا عہد) نہیں ٹوٹے گا۔“

یہ ہے تمہارا مذہب جو فقہ کا فیصلہ ہے۔

قرآن کی سورتوں کا انکار:

اب سوچئے جو کوئی قرآن کے کسی لفظ کا انکار کردے تو وہ مسلمان رہے گا یا کافر؟ تفکر کریں۔ چاہے کوئی چھوٹی سی سورۃ قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس“ کا انکار کرے تو پھر وہ مسلمان رہے گا۔ یا کافر ہو جائے گا؟ اب سنئے تمہارا مذہب کیا کہتا ہے یہ فتاویٰ عالمگیری میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے صفحہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶۷ جلد دوم میں ہے۔

" اذا انکر الرجل کون المعوذتین من القرآن لا یکفر . "

"یعنی جو کوئی آدمی انکار کرے کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس" قرآن کی سورتیں نہیں تو اس کو کافر نہ کہا جائے۔"

یہ تمہارے نزدیک قران کی عزت ہے۔

سورۂ فاتحہ کا انکار:

تاریخ ابن عساکر میں ایک واقعہ ہے کہ محدث حاتم عفکی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک حنفی (حنفی فقیہ) آیا۔ آنے کے ساتھ اس کو دبایا اور کہا کہ تو ہے وہ شخص جو لوگوں کو کہتا ہے امام کے پیچھے الحمد پڑھا کرو۔ اس کے سوا نماز نہ ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں کہتا ہوں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے جس میں فرمایا ہے جو شخص الحمد نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ کہنے لگا کہ جھوٹ کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کہہ سکتے۔ الحمد تو ان کے زمانہ میں نازل ہی نہیں ہوئی، یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نازل ہوئی ہے۔ شرم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ قرآن کا بھی انکار اور ختم نبوت کا بھی انکار۔ (کس منہ سے قادیانیوں کو ختم نبوت کا منکر کہتے ہو؟ مترجم)

ختم نبوت کو کون مانتا ہے؟:

ختم نبوت کو بھی یہ جس طرح تسلیم کرتے ہیں وہ بھی آپ لوگوں کو سناتا ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا تو پھر ختم نبوت تو نہیں رہی۔ یہ میرے پاس مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند کی کتاب "تحذیر الناس" موجود ہے۔ قرآن میں ہے کہ " ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔" مسلمانوں کا یہ اہم عقیدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ آپ کی عظیم سے عظیم تر فضیلت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی مانے، پھر آپ خاتم النّبیین رہیں گے؟ نہیں۔ تحذیر الناس صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہیں آئے گا۔"

مانا کہ دوسرا نبی آئے گا تب بھی آپ خاتم النّبیین ہیں۔ پھر کیسے خاتم النّبیین رہے؟ نبوت کی جگہ کو تم نے خود توڑا ہے اس میں تم نے خود رخنہ اندازی کی ہے۔ مرزائی بھی تو ایک امتی ہی کو آگے کرتے ہیں۔ آپ نے بھی امتی کو آگے کیا ہے۔ نبی کے پیچھے نہ آپ ہیں، نہ وہ ہیں۔ بات ایک ہی ہے ایک ہی گائے کے چور ہو۔ (یہ محاورہ ہے یعنی نظریہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ مترجم)

میرے دوستو! یہ جو آپ نے ڈھونگ رچایا ہے۔ اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ انگریزوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ سے تمہاری جماعت شروع ہوئی ہے۔ مدرسہ دارالعلوم دیوبند انگریزوں کے زمانہ سے شروع ہوا ہے۔ اس سے قبل دیوبند کا نام ہی نہیں تھا۔ اہلحدیث رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔ تمہارے احناف اکابرین کی گواہیاں شہادتیں اس سے قبل دے چکا ہوں۔ اس کے علاوہ تمہیں اور کیا چاہیے؟

رسول اللہ ﷺ نے دین کو مکمل پہنچایا ہے:

آپ ﷺ دین کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو اچھی طریقہ سے سمجھا چکے ہیں۔ خاص طور پر نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ پڑھائی تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ کر نماز سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ اور ایک دوسرے کو سکھا کر آپ کی نماز کا نقشہ ہم تک پہنچا۔ مگر اب سننے میں آرہا ہے کہ کہتے ہیں کہ نماز تفصیل وار حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہے اور نماز کے کئی مسئلے حدیث میں نہیں ہیں بلکہ فقہ میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مگر یہ سفید جھوٹ ہے۔ حدیث میں نماز کا ایک ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے محدثین رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں ایک ایک مسئلہ کے لیے الگ باب قائم کر کے اس کے تحت احادیث کا ذکر کے مسائل بیان کئے ہیں۔ ایسی حقیقت کا انکار کرنا دن میں سورج کے انکار کے مترادف ہے بلکہ یہ چاروں فقہ والے اپنے مسائل احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو کوئی جاہل آدمی بھی نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ حدیث میں مسائل بیان نہیں ہیں تو پھر فقہ والے کہاں سے لے کر آئے اور اس طرح ان کا دعویٰ غلط ٹھہرتا ہے کہ ہماری فقہ حدیث سے لی گئی ہے یا حدیث کا نچوڑ ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته﴾

''یعنی جو تمہارے پاس اللہ کا پیغام آیا ہے سو دوسروں تک پہنچا دو ورنہ آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

پھر جب تم یہ کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں مکمل نماز کا بیان نہیں ہے سو درحقیقت یہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر خیانت کا الزام لگانا ہے۔ اور بہتان بھی کہ آپ نے نماز جیسی اہم دینی کام کی بابت احکام اور مسائل نہیں سمجھائے حالانکہ کوئی بھی مسلمان ایسے بہتان کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی کو لاعلمی کی بناء پر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوا ہو تو یہ اس کا علمی قصور ہے نہ کہ حدیث کا۔ تم شوق سے ایسے بہتان لگا کر احادیث کے مسئلے چھپاتے رہو۔ مگر ان شاء اللہ اہلحدیث انہیں ظاہر کریں گے اور کرتے رہیں گے۔

دیوبندی کلمہ اور درود:

تمہارے دیوبندی مذہب کا یہ حال ہے کہ رسالۃ الامداد تھانہ بھون ماہ صفر ۱۳۳۶ھ عدد ۸ جلد ۳ جس میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مضامین، تقریریں اور فتاویٰ درج ہیں۔ اس کے صفحہ ۳۴، ۳۵ میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ درج ہے جو آپ حضرات کی عبرت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا ایک مرید لکھتا ہے کہ:

''ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں، اس لیے ان سے اور بھی محبت ہوگئی۔ تو اثناء گفتگو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے الامداد اور حسن العزیز بھی ماہوار آتے ہیں۔ بندہ نے ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب عالم علم نے مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیئے۔ الحمد للہ جو لطف ان سے اٹھایا بیان سے باہر ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی۔ اس لیے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ'' پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان پر بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کی جگہ اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔ اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدراک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں۔

'' اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی ''

حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت میں کہاں تک عرض کروں۔

اس کے جواب میں مولوی اشرف علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

غور کیجئے کہ مولوی اشرف علی صاحب سائل کو اس غلط کلمہ یا صلوٰۃ (درود) کی بابت کسی قسم کی تنبیہ نہیں کرتے۔ یا توبہ استغفار کے بارہ میں نہیں سکھاتے بلکہ اس فعل کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یعنی جس کا تو نام لیتا ہے (کلمہ اور درود جس کے نام پر پڑھتا ہے) اور جس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ بھی سنت کا تابعدار ہے یہ ہیں آپ کے دیوبندی پیر اور اس کے مرید۔"

اہلحدیث کے بارہ میں تصدیق احناف کی زبانی:

آخر میں ہندوستان کے مایہ ناز حنفی عالم مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ جس کی علمیت اور تحقیق پر تم احناف کو ناز ہے، وہ اپنی کتاب "امام الکلام" صفحہ ۲۱۶ طبع پاکستان میں اہلحدیث کی حقانیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ومن نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقه والاصول مجتنبا عن الاعتساف يعلم علما يقينا ان اكثر المسائل الفرعية والاصلية التى اختلف العلماء فيها فمذهب المحدثين فيها اقوى من مذاهب غيرهم وانى كلما اسير فى شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريبا من الانصاف فلله درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبى ﷺ حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله فى زمرتهم واماتنا على حبهم وسيرتهم."

"یوں جو بھی انصاف کی نظر سے دیکھے گا اور بے انصافی سے بچ کر فقہ اور اصول کے سمندر میں غوطہ لگائے گا تو یقین کے ساتھ جان لے گا کہ اصولی خواہ فروعی مسئلوں میں جن کا علماء کا اختلاف ہے، ان میں اہلحدیث کا مذہب سب سے زیادہ مضبوط (قوی) ہے اور میں جب بھی اختلافی مسئلہ میں غور کرتا ہوں تو مجھے اہلحدیث کا قول انصاف کے قریب نظر آتا ہے۔ اللہ انہیں کیوں پیار اور اجر نہ دے، کیونکہ یہی رسول اللہ ﷺ کے حقیقی وارث اور اس کی شریعت کے سچے نائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت کے دن انہی کی جماعت میں اٹھائے اور انھی کے طریقے، محبت اور راستے پر موت دے۔"

اللہ مجھے اور آپ لوگوں کو سمجھ عطا فرمادے کہ حق کو سمجھیں۔ یہ مختصر سا بیان جو آپ کے سامنے پیش کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، دوبارہ آپ لوگوں کے گوش گزار کردوں کہ براہِ مہربانی ہمیں نہ چھیڑو، اپنے حال پر رحم کھاؤ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یا ناطحا جبلا اشفق علی
رأسك ولا تشفق علی الجبل

او پہاڑ پر ٹکر مارنے والو، پہاڑ کو نہ دیکھو بلکہ اپنے سر کو دیکھو۔

تم شوق سے اپنی فقہ پر قیاس کرو۔ اپنے مذہب حنفی پر قیاس کرو۔ ہمارے اوپر نہ کرو میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ جو تم نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو اللہ کی قسم! میں تمہاری سب کتابیں جس میں گندے مسئلے ہیں اس کو نکال کر میدان میں رکھ دوں گا۔

www.KitaboSunnat.com

اس لیے ہمیں نہ چھیڑو۔ باقی ہزار دفعہ تمہارے مولوی آئیں، وہ مولوی خود میرے پاس آئیں میں مہمان کی طرح اس کی عزت کروں گا۔ تم لوگوں کو اپنا مذہب شوق سے سناؤ۔ اپنی دلیل بتاؤ، ہماری دلیلوں کا جواب دو، کسی کو برا بھلا نہ کہے، کسی پر حملہ نہ کرے، ہم بھی جواب دیں گے اور اپنے دلائل دیں گے، پھر تمھیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں عنایت کی ہیں۔ خدا تمھیں دل عنایت کرے تم انصاف سے سب کی باتیں سنو! جو بات تمھیں حق لگے وہ حاصل کرو۔ آسان بات ہے۔ باقی ضد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعمانی کتب خانہ لاہور کی ارباب فتاویٰ اور اہل علم کے لیے ایک اور عظیم علمی پیشکش

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور

0334-4229127
042-37321865

دارالافتاء (جامعہ بحرالعلوم السّلفیہ) میر پور خاص اور
مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کی زیر نگرانی

راشدی خاندان کے چشم و چراغ مفکر اسلام و مفسر قرآن عظیم محدث
فضیلۃ ابوالقاسم سید محب اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے
سینکڑوں فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ راشدیہ

محدث العصر فضیلۃ الشیخ ابوالقاسم
سید محب اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

فروری 2012ء میں شائع ہو رہی ہے

خصوصیات:

- متفرق مسائل کو متعلقہ عنوانات کے تحت الگ الگ ابواب میں جمع کیا گیا ہے۔
- ہر مسئلہ کی اُمہات الکتب اور اس کے اصل مصادر سے تخریج کی گئی ہے۔
- تدوین فتاویٰ پر علمی مقدمہ
- علماء اہل حدیث کے جاندار مقدمہ اور تقریظ
- مضبوط جلد خوبصورت کتاب اور معیاری کاغذ کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک اہلحدیث کی حقیقی ترجمان

”مقالات راشدیہ“

مقالات راشدیہ کے مصنف الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ جس قدر انھوں نے باب الاسلام کی سرزمین کو اپنے علم سے روشن کیا۔ آج صحرائے تھرپارکر اور دیگر علاقے بلکہ پورا پاکستان اس کی گواہی پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

اس سے قبل ”مقالات راشدیہ“ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ عوام نے اللہ کے فضل سے پسند کرنے کے ساتھ ضرور بہ ضرور استفادہ کیا ہے۔

اب الحمدللہ مقالات راشدیہ قارئین کرام کے ذوق وشوق اور مصنف رحمہ اللہ کے علمی ذخیرہ کو منظر عام اور ضرورت وقت کے تحت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے! اس جلد میں تمام وہ مقالات یکجا جمع کیے ہیں جو کہ الشیخ رحمہ اللہ نے احناف کے جواب اور مسلک اہلحدیث کی حقانیت میں قلم بند کیے۔

ان مقالات کی تفصیل آپ فہرست اور کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں لیکن چند ایک کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتاب کس قدر اہم اور علمی ہے۔ مثلاً:

1. کیا حنفی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔
2. حکم طلاق ثلاثہ۔
3. براءۃ اہلحدیث۔
4. ترک رفع الیدین کا علمی محاسبہ۔
5. اور اسی طرح کتاب ہذا میں فقہ حنفی کے ۱۰۰ سے زائد ایسے مسائل کا تذکرہ کیا ہے کہ جو صریح احادیث کے خلاف ہیں اور ان کی وضاحت کے لیے احادیث کے حوالے بھی مع عربی متن ذکر کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کا مقدمہ الشیخ حسین الظاہری صاحب حفظہ اللہ نے قلم بند کیا اور ہم مکتبۃ الراشدیہ کے منتظمین و راشدیہ خاندان کے بہت مشکور ہیں کہ جنھوں نے یہ عظیم ثمرہ آپ تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون کیا، اللہ تعالیٰ خاندان راشدیہ پر اپنا خاص فضل فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کے لیے اور ہمارے والدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یارب العالمین

دعاؤں کا طالب
حافظ ثناء اللہ تبسم (بیرانی)

ناشر
المکتبۃ الراشدیہ میرپور خاص (سندھ)

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com
www.nomanibooks.com

N15

Zia ur Rehman 0321-4167895

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ